

۱۲۰
علم فوق محفوظ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الحمد لله الذي هدانا لهذا
الذي كنا لنهتدي لہ

کہ کتاب لاجواب موسوم ہے

افق ہدایت رض و بدعت

مصنفہ

میسر المناظرین مولانا ابوالفضل مولوی محمد کرم الدین صاحب دیرساکن ضلع جہلم

ناشر

احقر مظہر حسین غفرلہ ہتمم مدد عربیہ اظہار الاسلام چکوال

ضلع جہلم (مغربی پاکستان)

ازادہ کراچی جازبہ قاریہ حرمہ عائشہ کے لکھے ۲۶۵
 کتابیاتی (میں غلطی ہے) ۲۶۵

مفت صاحبان میں فتح تک سے قبل اسلام مدنی، کتاب و ہی ۲۶۹
 بڑے مجتہد، فقہانہ اس کتاب (راوی) شخص ہے ۲۷۰
 سنی و اہل تشیع کے صالحہ کرنے ۲۷۱

مذہب فوق محفوظ ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَكْفُرَ
 بِهِ وَلَوْلَا الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا مَا كُنَّا لَنَكْفُرَ بِهِ

کہ کتاب لاجواب موسوم ہے

افادات رضیہ

مصنفہ

رئیس المناظرین مولانا ابوالفضل مولوی محمد کرم الدین صاحب دیرساکن ضلع جہلم

ناشر

احقر مظہر حسین غفرلہ، مہتمم مدرسہ عربیہ اظہار الاسلام چکوال

ضلع جہلم (مغربی پاکستان)

انتساب

میں اپنی اس تاجیر تصنیف کو حضور سرور دو عالم سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم وراہِ ابی وائی کی ذاتِ اقدس سے منسوب کرتا ہوں جن کے بارانِ خاصِ احبابِ پاک و ازواجِ مطہرات کے تحفظِ ناموسی و دفعِ مطاعنِ معاندین کے لئے لکھی گئی ہے۔ کیا عجب کہ میری یہ ناپیز خدمت بارگاہِ الہی اور دیدارِ مصطفویٰ میں منظور ہو کر میرے گناہانِ بچیدار و عدلیٰ مغفرت کا وسیلہ بنے۔ اور یہ ذرہ بے مقدارِ کتاب، آفتابِ نصف النہب از ہو کر میری اندھیری گور کو روشن کرے، اور جس جہنم کے اس ہولناک لالندہ سے مرکبِ باز رفتارین کر مجھے پاک کرے اور قیامت میں شفاعتِ شفیع المذنبین اور دیدارِ رب العالمین نصیب ہو۔

رَبِّ اعْقِلْ لِي ذُنُوبِي وَاسْتَزِلْ عَمَّيْ بِحُرْمَتِ ذِيكَ الْكُرْمِ وَاللَّهِ اَكْبَهُ
وَأَصْحَابِيهِ الْكِبَارِ رَضَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ

مناجات قاری

ہر آنِ روزے کا ادا ہواں و درخِ نورِ خطِ بارش
بزرگِ قیلِ عثمان و علی المرتضیٰ با شتم
دو دست من بدامانِ بتول و جلالِ اولادِ شرف
چو غمِ خویش کروم و دقتِ پیرِ خدمتِ اسلام
سرِ خودی بسیل اللہ پور من مندا کردہ
الہی رحم فرما بر دستِ پیرِ خدمتِ حالِ خود
بفر و بس برینشِ یومِ شتر مستقر باشد

از حقیر و منظور محمد کرم الدین دبیرِ غنہ
(میتون بھین سیکلِ حتم)

فہرست مضامین

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۰۷	فضائل حضرت عثمان و المؤمنین رضی اللہ عنہ	۵	وضع حال - طبع چہارم
۱۱۱	رسول پاک کی چار بیٹیاں ہونے کا ثبوت کتبِ شیعہ	۲۷	آفتاب ہدایت کا طالع و مصنف کے مختصر حالات زندگی ۱۸۷۲ تا ۱۹۰۷
۱۱۳	اصحابِ نبوت کی مشترکہ تعریف از کتبِ شیعہ	۱	وجہ تالیف کتاب
۱۲۱	خلافت و امامت کی بحثِ تحقیقات و فیصلہ	۲	شیعہ کے لئے رافضی کا لقب
۱۲۶	حضرت علی کے خلیفہ و فصلِ نہر نے چار دلائل	۳	اسلام کی تصویر اہل سنت کے نقطہ خیال سے
۱۲۹	حدیثِ نعمِ غدیر کا جواب	۳۴	اسلام کی تصویر جو رافضی میں کرتے ہیں۔
۱۳۵	آیت انما ولی اللہ الامۃ سے شیعہ کے استدلال کا جواب	۸	شیعہ قرآن کو نہیں مانتے
۱۳۸	شیعہ کے دوسرے دلائل کا جواب	۱۰	قرآن پر نیراز احمد علی شیعہ کے اعتراضات اور ان کے جوابات
۱۴۰	شیعہ کا اطمینان کی توہین کرنا۔	۱۷	شیعوں پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہو گیا اس لئے امام اہل بیت کی آمد رک گئی۔ و جہدِ مہر امام مہدی بقولِ طوسی
۱۴۱	سنی میت کے جہاد پر برہنہ دیا۔	۲۵	سنتِ امام کے اختیار میں ہے۔
۱۴۶	حضرت علی کا خلیفہ کا اہل سنت جتنی بھی اصرار	۲۱۲	شیعہ کے معتقدین شکرِ لبائین معصوم غلام جعفر وغیرہ
۱۴۷	رافضی زندگی	۲۲۷	تحریفِ آیاتِ قرآن جو اہل کافری کا ہیں۔
۱۴۸	حضرت امام حسن کی توہین	۳۱	شیعہ کے اس اعتراف کا جواب کہ اہل سنت اس قرآن کو نہیں مانتے۔
۱۵۰	حضرت علی کا قاتل شیعہ تھا۔	۳۳	شیعہ کا حافظ قرآن نہ ہونا
۱۵۱	امام جعفر کی توہین۔	۳۶	فضائلِ اصحاب ثلاثہ کا ثبوت آیاتِ قرآن سے
۱۵۲	مسائلِ شیعہ جو اہل بیت کی طوطی منسوب کئے گئے ہیں۔	۵۷	فضائلِ ابوبکر صدیق پر روشن دلائل۔
۱۵۳	پہلا مساک کہ خدا کو یاد کرتا ہے یعنی خدا جاہل ہے۔	۵۹	واقعات کی تصحیح کتبِ شیعہ سے
۱۵۶	دوسرا مساک کہ قید کے فضائل	۷۶	فضائلِ اصحاب ثلاثہ کا ثبوت کتبِ شیعہ سے
۱۶۰	تیسرا مساک کہ غیب و غریب فضائل	۷۷	فضائلِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
۱۶۲	متعدد کیا چیز شیعہ نے لغوی غور توں سے متعجب ہو کر	۸۵	فضائلِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

۱۶۵	لیکھ پورہ حکایت	۱۶۵	بلیوں میں مسئلہ گوشت کی نیکیت چوں کہ کھانے کا حکم
۱۶۶	منقہ سے طاقت	۱۶۶	اکتیسواں مسئلہ ایک پر مالہ بانی کا در مسئلہ
۱۶۷	چوتھا مسئلہ اخیار پر اہل کی فضیلت ائمہ	۱۶۷	پیشاب کا طہائیس تو بانی پاک ہے۔
۱۶۸	خدا کی زمین منہ آنکھ میں۔	۱۶۸	بانیوں میں مسئلہ شیعوں مذہب میں جہنمی شخص
۱۶۹	بچھٹا مسئلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے	۱۶۹	قرآن پڑھ سکتا ہے۔
۱۷۰	ہم رتبہ بلکہ افضل ہیں۔	۱۷۰	تیسواں مسئلہ شیعوں مذہب میں مانع جنازہ
۱۷۱	ساتواں مسئلہ ائمہ کو قبض ارواح کا اختیار ہے۔	۱۷۱	بے وضو جائز ہے۔
۱۷۲	آٹھواں مسئلہ موت و حیات ائمہ کے اختیار میں۔	۱۷۲	چوبیسواں مسئلہ شیعوں مذہب میں مسس سے برفی
۱۷۳	نویں مسئلہ ائمہ کو طہر ماکان و ماکون محل ہے	۱۷۳	کرنے سے عورت حرام نہیں ہوتی۔
۱۷۴	دسواں مسئلہ مسلمان زمین میں حضرت علی	۱۷۴	پچیسواں مسئلہ کوئی شخص اپنے باپ کی عورت یا لڑکی سے
۱۷۵	کے تابع حکم میں۔	۱۷۵	بغلی کے تورو اس کے باپ پر حرام نہیں ہوتی۔
۱۷۶	گیارہواں مسئلہ سنی میت پر نماز جنازہ میں بدو	۱۷۶	چھبیسواں مسئلہ شیعوں مذہب میں عورت سے
۱۷۷	بارہواں مسئلہ امامان سے پیدا ہوتے ہیں۔	۱۷۷	خلاف وضع نظری حرکت کرنا جائز ہے۔
۱۷۸	تیرہواں مسئلہ حضرت زکریا کے چچر وغیرہ پاک ہیں۔	۱۷۸	تیسواں مسئلہ عید کی شرمگاہ کو بدو میں جائز ہے
۱۷۹	چودھواں مسئلہ مذی۔ مذی۔ وری نکلنے سے نماز	۱۷۹	اٹھاسواں مسئلہ اپنی عورت کی شرمگاہ کو بدو میں جائز ہے
۱۸۰	گھومتی ہے۔ نہ وضو۔	۱۸۰	انیسواں مسئلہ غایت الفرج بھی جائز ہے
۱۸۱	پندرہواں مسئلہ کنوئیں میں گناہ گزرے تو	۱۸۱	تیسواں مسئلہ حضرت علی کی نسبت اکثر
۱۸۲	پانچ ڈول نکال دو۔	۱۸۲	اکتیسواں مسئلہ عورت کے اورنگ پر ہوا ہونے کی حالت
۱۸۳	سولہواں مسئلہ کنوئیں میں پاخانہ گر جائے تو	۱۸۳	میں ہم بستی کرنا۔
۱۸۴	بیس ڈول نکال دو۔	۱۸۴	بیسواں مسئلہ شیعوں مذہب میں لکھنؤ کا خند کرنا جائز ہے
۱۸۵	سترہواں مسئلہ کنوئیں میں گوشت سے بھری	۱۸۵	تیسواں مسئلہ جھمی مرد سے عورت پر بدو نہ کرے۔
۱۸۶	ہوئی زبیل کرنے کا حکم	۱۸۶	چوبیسواں مسئلہ جلق (مشت زنی) میں کوئی مرد نہیں
۱۸۷	اکھار ہواں مسئلہ نماز میں اشارہ سے کوئی	۱۸۷	تیسواں مسئلہ محرم مردوں سے نکاح کر کے حمل کرے
۱۸۸	چیز مانگنا جائز ہے۔	۱۸۸	توروہ زنا نہیں۔
۱۸۹	انیسواں مسئلہ بانیوں میں گناہ کرنے کا حکم	۱۸۹	چوبیسواں مسئلہ شیعوں مذہب میں سنی مسلمان اور بدو کے درمیان

۲۲۳	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ناکاہی	۱۸۵	سینسواں مسئلہ شیعوں کے نزدیک صحابہ کرام
۲۲۴	جنازہ جناب فاطمہ حضرت ابوبکر نے پڑھایا	۱۸۶	دوسرا مسئلہ کرنا تو اب ہے دعا و دعا
۲۲۵	ساتواں مسئلہ حضرت عتیمہ کے حکم کا جواب	۱۸۷	اتیسواں مسئلہ حضرت علی کی ان اہل پر
۲۲۶	آٹھواں مسئلہ حضرت ابوبکر نے اپنے نفاق	۱۸۸	اعتہ جانتے نہیں نے امانت کا ثبوت کیا۔
۲۲۷	نواں مسئلہ اس کا جواب	۱۸۹	انسانوں میں مسئلہ امام زین العابدین فیہ یزیدیت کی
۲۲۸	دسواں مسئلہ حضرت عمر نے جناب فاطمہ	۱۹۰	چالیسواں مسئلہ کچھ شیعوں اگر نماز روزہ وغیرہ ارکان
۲۲۹	کی توہین کی (اس کا جواب)	۱۹۱	اداکر تو کافی ہے۔
۲۳۰	گیارہواں مسئلہ حضرت عمر کا ایک عورت کو	۱۹۲	اکتیسواں مسئلہ شیعوں کے نزدیک حضرت ابوبکر
۲۳۱	سنگساری کا حکم ناجائز دینا۔	۱۹۳	حضرت عمر کا نہیں ان پر کرنا تو اب ہے
۲۳۲	بارہواں مسئلہ ایک عورت نے حضرت	۱۹۴	شیعوں کی پانچویں دلیل اہل نقل و اہل روایت
۲۳۳	عمر کو گرائی مہر پر لگا۔	۱۹۵	شیعوں کی پانچویں دلیل آیت قلمیہ فصل بحث
۲۳۴	تیرہواں مسئلہ صحیح مسلم کی حدیث فروتھانی	۱۹۶	حدیث کا نسخہ استدلال شیعوں کا جواب۔
۲۳۵	کاذب الخ کا جواب۔	۱۹۷	شیعوں کی ساتویں دلیل آیت مباہلہ کا جواب۔
۲۳۶	چودھواں مسئلہ انامن المناقین کا جواب	۱۹۸	تیسواں مسئلہ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ طالب خلافت تھے
۲۳۷	پندرہواں مسئلہ شک فی النبوة	۱۹۹	تیسواں مسئلہ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ طالب خلافت تھے
۲۳۸	اور اس کا جواب۔	۲۰۰	تیسواں مسئلہ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ طالب خلافت تھے
۲۳۹	سولہواں مسئلہ حضرت عثمان نے قرآن	۲۰۱	تیسواں مسئلہ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ طالب خلافت تھے
۲۴۰	جلائے۔ (اس کا جواب)	۲۰۲	تیسواں مسئلہ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ طالب خلافت تھے
۲۴۱	سترہواں مسئلہ حکم بن العاص کو مدینہ میں	۲۰۳	تیسواں مسئلہ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ طالب خلافت تھے
۲۴۲	حضرت عثمان نے کیوں بلایا۔	۲۰۴	تیسواں مسئلہ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ طالب خلافت تھے
۲۴۳	اٹھارہواں مسئلہ وہان بن حکم کو کون نے بلایا	۲۰۵	تیسواں مسئلہ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ طالب خلافت تھے
۲۴۴	انیسواں مسئلہ حضرت عثمان کی نفس تہن	۲۰۶	تیسواں مسئلہ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ طالب خلافت تھے
۲۴۵	بے گندہ کفن رہی (اس کا جواب)	۲۰۷	تیسواں مسئلہ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ طالب خلافت تھے
۲۴۶	عجاب نکاح کے نام پر فرزدان علی کے نام والے لکھ	۲۰۸	تیسواں مسئلہ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ طالب خلافت تھے

عرض حال (طبع چہارم)

آفتابِ ایت کا یہ خوشہ آئین ہے جو قوم و ملت کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ یکتا

۳۰۵	حضرت زینب کی بدعا مائیں کی نسبت	۲۶۱	شیعہ چند سوالات۔
۳۰۹	ماتم کے ناجائز ہونے پر قرآنی دلائل۔	۲۶۲	حضرت عائشہ پر عین شیعہ اس کا جواب
۳۱۱	شہداء کے گریلاؤں کے معاد۔	۲۶۶	حضرت معاویہ کی نسبت شیعہ کی بدگونی کا جواب۔
۳۱۳	بعض اختلافی مسائل (خاندان دست بستہ پر عقلی نقلی دلائل)۔	۲۶۸	حضرت معاویہ کے فضائل و خوبی حالات۔
۳۱۹	چار بکیرات کا زنجارہ کے حلال۔	۲۷۳	شیعہ کا چوالیسواں مسئلہ طہارت۔
۳۲۰	وضو میں پاؤں دھونے کے مسائل۔	۲۷۵	پیشہ الیوان میں شیعہ رجعت۔
۳۲۲	دارمسی جوت کو کھینچنا زنا زعفرانی {	۲۷۹	بانی مذہب شیعہ عبد اللہ بن سبام {
۳۲۳	گروہ کا علیہ ہے۔	۲۸۲	دشیعہ کے مختلف فرقے {
۳۲۵	بھنگ شراب کے متعلق دلچسپ بحث۔	۲۸۳	شیعہ کا اعلان قیامت {
۳۲۷	نار چھڑنے کا عذاب۔	۲۸۳	لفظ شیعہ کی خدمت قرآن میں {
۳۲۹	کیا سید حق ہے۔ خواہ بدکار ہو {	۲۸۹	تقریب میں لفظ سنت کی تعریف ... {
۳۲۷	سید لاری سے غیر سید کا نکاح {	۲۸۸	کتب شیعہ میں اربعہ سنت کی تاکید {
۳۳۶	نقشہ اسلام حسب اعتقاد شیعہ کہ {	۲۸۸	احادیث شیعہ اور روایان حدیث۔
۳۳۵	مسلمان صرف دشمن رہ گئے۔	۲۹۲	امجدہل بیت ایک سوال کے متعارض {
۳۳۷	خدیجہ حضرت علی شیعہ کی خدمت میں۔	۲۹۳	جواب دیتے تھے۔
۳۳۷	شیعہ کا امام حسن۔ امام حسین سے سلوک۔	۲۹۳	اہل سنت سے عداوت
۳۳۹	شیعہ کی تعداد امام جعفر صادق کے وقت	۲۹۴	تقریر و مرثیہ خوانی۔
۳۴۱	امام مہدی کے ظاہر نہ ہونے کا سبب	۲۹۶	رسول پاک نے جناب خاتم کو پیٹنے {
۳۴۲	فتویٰ زردواض۔ از حضرت محمد زلف ظاہر {	۲۹۶	ماتم کرنے سے منع فرمایا۔
۳۴۸	فتویٰ از پیر صاحب گوڑوی۔	۲۹۸	امام جعفر صادق کا فتویٰ مائیں کے خلاف۔
۳۵۰	امام جعفر صادق کا فتویٰ۔	۲۹۹	امام حسین کی آخری وصیت رونے {
۳۵۱	قرآن کا مجرہ۔ کوئی شیعہ حاطہ نہیں پر سکتا۔	۲۹۹	پیشے کی حماقت۔
۳۵۳	تقریبات۔ (نظم میں)	۳۰۱	قالان امام حسین شیعہ تھے۔ (شیعہ کے {
۳۵۹	بقدر مصنف کے مختلف حالات زندگی	۳۰۱	خطوط امام حسین کے نام۔
۳۶۲	مقام کے مطالب و نقل	۳۰۶	امام حسین کی ابتداء زید کے کی۔

۳۰۵ حضرت زینب کی بزرگاماتیوں کی نسبت
۳۰۹ ماتم کے ناجائز ہونے پر قرآنی دلائل۔
۳۱۱ شہداء کے گریہ کے مصادر۔
۳۱۳ بعض اختلافی مسائل (خاموش دست بستہ)
۳۱۹ چار بکیرت کا تجارتہ کے حلال۔
۳۲۰ وضو میں پاؤں دھونے کے مسائل۔
۳۲۲ وارسی بیٹ کو بچیں ہذا فرعونی {
گروہ کا علیہ ہے۔
۳۲۳ بھنگ شراب کے متعلق دلچسپ بحث۔
۳۲۵ نماز چھوڑنے کا عذاب۔
۳۲۶ کیا سید حق ہے۔ خواہ بدکار ہو {
۳۲۷ و سید نوری سے غیر سید کا نکلج {
۳۳۲ نقشہ اسلام حسب اعتقاد شیعہ کم
مسلمان صرف دین رہ گئے۔
۳۳۵ خلیفہ حضرت علی شیعہوں کی خدمت میں۔
۳۳۷ شیعہوں کا امام حسن۔ امام حسین سے سلوک۔
۳۳۹ شیعہوں کی تعداد امام جعفر صادق کے وقت
۳۴۱ امام مہدی کے ظاہر نہ ہونے کا سبب
۳۴۲ فتویٰ رد ووافض۔ از حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ
۳۴۸ فتویٰ از پیر صاحب گوڑوی۔
۳۵۰ امام جعفر صادق کا فتویٰ۔
۳۵۱ قرآن کا مجرہ۔ کوئی شیعہ حافظ نہیں ہو سکتا۔
۳۵۳ تقریبات۔ (نظم میں)
۳۵۹ بقدر مشفق کے مختصر حالات زندگی
۳۶۲ ہذا کے مطالب و نظم

آفتاب حیات کا طلوع

مقدمہ، طبع سوم

از مظہر حسنین (ابن مؤلف)

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على حبيبنا سيد المرسلين وعلى آله وصحبه وأتباعه أجمعين أما بعد: برادران اسلام کی خدمت میں عرض ہے کہ حق تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لئے سلسلہ نبوت قائم فرمایا۔ برہنہ علیہ السلام نے اپنی اپنی امت کی اصلاح فرمائی۔ منکرات کے مٹانے اور نیکیوں کے پھیلانے میں اپنی قومیں صرف کر دیں۔ تا آنکہ پیغمبر آخر الزمان سرور کون و مکان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ملک عرب میں مبعوث ہوئے۔ جو اس وقت ہر قسم کی گمراہیوں کا مرکز تھا۔ آفتاب نبوت کی شعاعیں شرق و غرب تک پھیلیں۔ اور انسانی قلوب کو روشن کر گئیں۔ مردہ رگوں نے دوبارہ زندگی حاصل کی، انوار نبوت کے فیض سے ان تیرہ ذیل ائمہ درندہ خصلت انسانوں میں ملوثی صفت پیدا ہو گئیں۔ ٹوٹے ہوئے دل اپنے خالق سے جڑنے لگے۔ حق تعالیٰ کی محبت اور محبت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت لوگوں کی زندگی کا مقدس فریضہ بن گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تئیں سالانہ تبلیغ میں ہزار ہا مسلمانوں کی ایک ایسی مقدس جماعت منظم کر لی جس کا سر فر و محبت الہی میں سرشار اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ اشارہ پر اپنی عزیز جان قربان کرنے کیلئے تیار تھا۔ زمانہ جاہلیت کے ان بھٹکے ہوئے انسانوں میں اتنا فہمی اور زبردست انقلاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عظیم الشان معجزہ ہے۔ حضور کے صحابہ کرام نے اطاعت خدا و رسول میں وہ بلند مقام حاصل کیا جس کی نظیر ہم عالم میں نہیں مل سکتی۔ ان کا مقصد حیات محض رضا والہی کا حصول تھا۔ حق تعالیٰ نے قرآن میں انکے اس کمال کی خبر دیدی۔

يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا طَرَاهُ اللَّهُ فَضْلًا لِّأُولَئِكَ سِوَىٰ مَا لَكُمْ فِي دِينِكُمْ وَلَا يَرْجُونَ مِن اللَّهِ فَضْلًا بَلْ يَرْجُونَ مِن اللَّهِ فَضْلًا بَلْ يَرْجُونَ مِن اللَّهِ فَضْلًا بَلْ يَرْجُونَ مِن اللَّهِ فَضْلًا

کی صحبت کی برکت سے ان کے قلوب جملہ امراض معنویہ سے پاک ہو گئے۔ ارادہ خداوندی کے سامنے ان کے اپنے خواہ سے فنا ہو گئے۔ ان کا ہر عمل اللہ کے لئے ہوتا تھا۔ بے ریب و دُور و جہد ارادہ اللہ کی ذات کے طالب ہیں، وہ مگر زندگی کے خواہان تھے تو اطاعت حق کے لئے اور موت کی تمنا تھی تو تقائے محبوب کے لئے۔ حق تعالیٰ نے ان کو اس دنیا میں رِضْوَانُ اللَّهِ وَرِضْوَانُهُمْ دُنَا دُنَا کی بشارتیں سنائیں۔

حق تعالیٰ نے اصحاب رسول کے دلوں میں ایمان کی کامل محبت ڈال دی۔ اور کفر و ضلالت سے انکو صبی نفرت ہو گئی۔ حَبِيبَ إِلَيْكُمْ الْإِيمَانُ دَاخِلَةٌ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَؤَلَةُ إِلَيْكُمْ الْكَفَرُ وَالْفُسُوقُ وَالْإِعْصِيَانُ وَاللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی۔ اور کفر و ضلالت اور نافرمانی کی نفرت تم میں پیدا کر دی۔ حبیب قدم و سیموں کی جماعت ہر طرح کامل و مکمل ہو گئی۔ اور دوبارہ ان کے قلوب صاف میں کفر و ضلالت کے عود کرنے کا کوئی خطرہ باقی نہ رہا۔ تو منصب نبوت کی تکمیل کے بعد خداوند عالم نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس بلا لیا۔ اور امت کی ہلک المذہب جماعت کے حوالہ ہوئی۔ تمام صحابہ اطہر علیہم السلام بالاتفاق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے فضائل و کمالات کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ برحق تسلیم کیا۔ آپ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم بالترتیب خلیفہ اسلمین بنائے گئے۔ اور یہ ترتیب خلافت حق تعالیٰ کی مرضی کے مطابق تھی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ خلافت پورا ہوا۔ جس کی قرآن مجید میں پیشین گوئی فرمائی گئی تھی۔ اگر نفل قرآن سے اصولاً دین اسلام کو تمام ادیان پر قبلہ حاصل ہوا۔ تو صحابہ کرام کی اس مقدس جماعت کے ہاتھوں۔ اسلام غلام تمام ادیان پر غالب آ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام نے پیغام حق کو دنیا کے گوشہ گوشہ تک پہنچایا۔ توحید و سنت کے انوار ہر جگہ پھیل گئے۔ قیصر و کسریٰ جیسے باجبروت سلاطین کی عظمتیں خاک میں مل گئیں۔ خلافت اسلامیہ کے ذریعہ ظلم و عدوان مٹا۔ اور عدل و انصاف کی برکات سے مخلوق خدا نے اپنا دامن بھر لیا۔ یہ سب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض محبت کے اثرات تھے۔ اور حق یہ ہے کہ ہر ایک صحابی کا وجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ایک مستقل معجزہ ہے۔ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ

حق تعالیٰ نے کائنات میں اضداد کا سلسلہ قائم کیا ہوا ہے۔ نور و ظلمت انکار صحابہ کا فتنہ کفر و ایمان۔ جہل و علم۔ خیر و شر۔ بدانت و ضلالت۔ اصلاح و فساد۔ توحید و شرک وغیرہ سب اضداد میں سے ہیں۔ لیکن حق تعالیٰ کی تکوینی حکمت بالذات کے ماتحت ہمیشہ دو کو کا وجود رہا ہے۔ درکار خانہ و عشق کشت راگزیر است آتش گر بسوزد گر یو لہب نباشد

ہر شے اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ مگر ظلمت نہ ہو تو نور کی قدر نہ رہے۔ جہل نہ ہو تو علم کی قدر دانی کون کرے۔ عَزَّ وَجَلَّ هَاتَيْنِ الْأَشْيَاءُ

۱۔ مسئلہ خلافت پر مفصل بحث آفتاب ہدایت میں ملاحظہ فرمائیں۔

داعیان حق کے مقابلہ میں ہمیشہ مفیدین امت موجود رہے ہیں صحابہ کرام اپنے گونا گون کمالات
موجودہ سے متصف ہو کر کعب مفیدین کے شر سے محفوظ رہ سکتے تھے۔ بہت جلد ہی ہمت میں ایک
حیرت انگیز فتنہ کا ظہور ہوا۔ مجھالیسے مدعیان اسلام پیدا ہوئے جنہوں نے نہ صرف اصحاب
رسول کے فضائل و محاسن کا انکار کیا۔ بلکہ بڑی شدت سے اللہ تعالیٰ کے ان قدسی صفات بندوں پر
کفر و نفاق کا الزام لگایا۔ اور یہاں تک کہ ہدیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سب
ہاجرین و انصار مرتد ہو گئے۔ صرف محدود سے چند حضرات ایمان پرستقیم رہے۔ ان لوگوں نے یہ
پرستگیزا شروع کر دیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت بلا فصل کے مستحق صرف حضرت
علی تھے۔ اصحاب ثلاثہ نے اپنے اقتدار کے ذریعہ ان سے خلافت چھین لی بنکرین خلافت نے یہاں
تک جسارت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان پاک بیٹیوں کو بھی صاف طور پر متناقض و کفر کہہ دیا۔
جو آخری دم تک حضور کی زوجیت میں رہیں اور قرآن کریم میں صاف تحریر ہو مومنوں کی باتیں کہا گیا ہے۔
وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُنَّ۔ رسول خدا کی بیویاں تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں۔ صرف اسی پولیس نہیں کی۔
بلکہ اصحاب ثلاثہ کے خلاف یہ الزام بھی تراشا کہ انہوں نے قرآن پاک میں تغیر و تبدل کر دیا۔ اور اہل بیت
کے فضائل میں جو آیات نازل ہوئیں ان کو نکال دیا۔ اور اپنے فضائل میں آیات وضع کر لیں۔
العیاذ باللہ ان عقل کے اندھوں نے نہ صرف اصحاب ثلاثہ کو مظلوم کیا۔ بلکہ حضرت علی رضی عنہ کی محبت
کی طرف سے کریم فتنہ اٹھایا گیا تھا۔ ان پر بھی یہ اتہام قائم کیا۔ کہ انہوں نے صلی قرآن کو جمع کر کے کفر و نفاق
ثلاثہ کے سامنے پیش کیا تھا۔ چونکہ اس میں اہلبیت کے فضائل کا بیان تھا۔ اور اصحاب کے کفر و نفاق
پر صریح آیات تھیں۔ اس لئے اصحاب نے حضرت علی کے جمع کردہ قرآن کو قبول نہ کیا حضرت نے اس صلی
قرآن کو چھپا دیا۔ اور غصہ میں آ کر قسم کھائی کہ امام مہدی کے ظہور تک تم اس قرآن کو ہرگز نہ دیکھ سکو گے۔
یہ حضرت علی رضی عنہ پر کتنا برا بہتان ہے کیا حضرت علی رضی عنہ کی کلام کو جو ہر بیت عالم کے لئے نازل ہوئی
پوشیدہ کر سکتے تھے؟ غرضیکہ اس گریہ کے مطاعن سے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب
محفوظ رہے نہ اہلبیت۔ نہ خیر ناز تو تھا نہ شرکست تہیں۔ لعلم اللہ کہ یہاں جلیل قلیل امت و قلیل
چونکہ قرآن پاک میں صحابہ کرام اور انصار کے فضائل و کمالات اس کثرت سے بیان ہوئے ہیں۔

۱۔ دیکھو مفسر کافی جلد ۲ کتاب الروضہ ص ۱۱۵ ترجمہ امام باقر فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب لوگ مرتد ہو گئے
صرف یہ تین اصحاب مسلمان رہ گئے۔ ۲۔ تقدیرم سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور زید رضی اللہ عنہ اس کی تفصیل قرآن میں آئی ہے ۱۲۔

کہ ان کا انکار شکل تھا۔ اس لئے عقیدہ تحریف نہ آن وضع کیا گیا۔ اور چونکہ حضرت علی اور دوسرے
حضرات اہلبیت نے اصحاب ثلاثہ رضی عنہ کی خلافت کو تسلیم کر لیا تھا۔ ان کی اقتدا میں نمازیں بھی پڑھتے
ہے۔ اور کبھی ان کے خلاف قتال نہیں کیا۔ ان حقائق کا جھٹلانا آسان نہ تھا۔ اس لئے قہر کا
عقیدہ ایجاد کیا۔ اور عقیدہ رضی عنہ میں جھوٹ بولنے کی کوجز دین تسلیم کیا۔ اور چونکہ حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیوں حضرت زقیہ و ام کلثوم کو یکے بعد دیگرے حضرت عثمان کے محل میں
دیا۔ اس لئے حضرت فاطمہ کے علاوہ باقی تین کے متعلق حضور کی صاحبزادیاں ہونے سے ہی انکار کر دیا
غرضیکہ انکار صحابہ پر بڑے بڑے عقائد غلو سے متفرع ہوئے ۵

خشت اول چوں نہ ہمار کج تاثیر می رود دیوار کج
یہ کہنا بجا نہ ہو گا کہ دراصل اس فتنہ کی بنیاد انکار قرآن پر رکھی گئی تھی۔ لیکن طرح قرآن کے انکار
کی تحریک چونکہ مسلمانوں میں پھیل نہیں سکتی تھی اس لئے اہلبیت کی محبت کی آڑ لیکر اصحاب ثلاثہ کی مخالفت
حق کو مطاعن کا نشانہ بنایا گیا۔ اور امامت و عصمت ائمہ اہل بیت (ع) کا بھول جانا وغیرہ کے عقائد فاسدہ
وضع ہوئے۔ انکار و بغض صحابہ کا فتنہ کوئی معمولی فتنہ نہیں۔ اصحاب رسول کو غیر مخلص اور غیر مومن تسلیم
کرنے سے بہت بڑے نتائج پیدا ہوتے ہیں جس کی وجہ سے سارا دین مشکوک ہو جاتا ہے۔ مثلاً امام
الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد اعلیٰ کلمۃ اللہ شرف ہو جاتا ہے۔ (۱) حضور کی تعلیم کا مقصد
لازم آتا ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ کا جلال ہونا لازم آتا ہے کہ قرآن میں ان لوگوں کے فضائل یا مافیہ بیان نہ فرمائے
جو آخر میں کافر و مرتد ہونے والے تھے۔ (۳) العیاذ باللہ (۴) قرآن حکیم کی پیشگوئیاں اور باتیں سب قاطع ثابت
ہوتی ہیں۔ (۵) بالخصوص وعدہ استخلاف باطل ٹھہرتا ہے کیونکہ اس میں امن عامہ ہونے کی پیشگوئی ہے۔
جو باقی علامات موجودہ کے ساتھ صرف اصحاب ثلاثہ کے زمانہ میں پوری ہوئی حضرت علی رضی عنہ کے زمانہ میں امن نہیں تھا
علاوہ ازیں منکرین صحابہ سے ہم پوچھتے ہیں کہ کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی زیادہ ایمان
شناس ہو۔ کہ ایک طویل زمانہ اصحاب ثلاثہ کے ساتھ رہنے کے باوجود ان کے کفر و نفاق پر آپ مطلع نہیں
ہو سکے۔ فرست نبوی سے بھی انکو پہچانا۔ اور ان کے ایمان پر اتنا زبردست اتھا کیا کہ حضرت ابو بکر
اور حضرت عمر رضی عنہ کی بیٹیوں سے خود نکاح کر لیا۔ اور اپنی پیاری صاحبزادیاں حضرت عثمان کو دے دیں۔ اپنی
جن بیویوں کے ساتھ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب و روز کا گہرا تعلق رہتا تھا۔ اگر ان میں کفر و نفاق کا
کچھ بھی اثر ہوتا تو ان کو حضور تعلق سے دیتے۔ کیونکہ کافر اور منافق عورتوں سے نکاح ایک عامی مسلمان
۱۔ طلاق کے متعلق بھی شیخ صاحبان عابک لطیف و غریب و محنت وضع کی۔ چنانچہ حیات القلوب جلد ۲ ص ۲۶۶ مطبوعہ مکتبہ

یہ کہنا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی عنہ کو اندراج کے متعلق طلاق دینے کا ابتداء دیا تھا۔ اور بعد وفات رسول حضرت علی رضی عنہ

کا بھی درست نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ اسی عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے نکاح کر لیں جسٹیز کی ازواج کا تو یہ مرتبہ ہے۔ کسا علی علوشان قرآن پاک کی متعدد آیات میں صاف طور پر بیان کی گئی ہے۔ بالخصوص حضرت عائشہ صدیقہ پر جو ٹھہرت لگائی گئی تھی۔ اس سے برأت کا اعلان جو حق تعالیٰ نے سورہ حنود میں تفصیلاً فرمایا۔ اور آپ کے مخالفین کو سخت زجر و توبیخ فرمائی ہے۔

علاوہ انہیں پیام قابل غور ہے۔ کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں قائم مقام امام نماز بنایا تھا۔ اور حضرت صدیق نے امر نبوی سے سترہ نمازیں پڑھائیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ و حضرت عباس وغیرہ سب جلیل القدر اصحاب نے آپ کی اقتدار میں نماز ادا کی تھی۔ کیا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کا وہ منافق کے پیچھے نماز پڑھ سکتے تھے؟ یہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے افضل الامت ہونے کی زبردست دلیل ہے۔ پھر ہم منکرین صحابہ سے پوچھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تو تم اپنا مقتدار و مطاع سمجھتے ہو بلکہ ان کے محصور عن الخفا ہونے کے قابل ہو۔ جب انہوں نے اہل بیت علیہ السلام کی بیعت کر لی۔ اور ان کو یہ حق خلیفہ سمجھتے ہوئے ان سے کبھی جنگ نہ کی۔ تو اب تم صدیاں گزر جانے کے بعد اصحاب ثلاثہ کے خلاف کیوں برسر پیکار ہو رہے ہو؟ یہ زیادہ تم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لعن طعن کا بدف بناتے ہو۔ حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انکو کافر نہیں کہا۔ طرفین میں جوڑ لیا ہوا ہے۔ وہ صرف دم عثمان پر مبنی تھیں جس کا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں اعتراف فرمایا ہے۔ ہاں حضرت معاویہ کی اس میں اجتہادی غلطی تھی لیکن اس خطا سے ان کے ایمان و اسلام میں کوئی فرق نہیں آتا جس طرح قرآن مجید میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کا باہمی نزاع مذکور ہے۔ حالانکہ دونوں مقدس نبی تھے حضرت موسیٰ نے غلبہ جوش میں حضرت ہارون کو ڈرا دھکی سے پکڑا۔ اور سر کے بالوں کو کھینچا۔ لیکن یہ سب کچھ چونکہ غلط فہمی پر مبنی تھا۔ اس لئے نہ حضرت ہارون کی علوشان میں کوئی فرق آیا۔ اور نہ حضرت موسیٰ سے من جانب اللہ مواخذہ ہوا۔ تو اگر صحابہ کے درمیان اجتہادی خطا جو محصور نہ تھی، کی بنا پر باہم لڑائی ہو جائے تو ان کے ایمان و اسلام میں کب فرق آ سکتا ہے۔ اور یہ رحمۃ اللہ علیہم کے خلاف نہیں۔ علاوہ انہیں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت خود حضرت معاویہ کے حوالہ کر دی اور ان سے بیعت بھی کر لی۔ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی اس سے مخالفت پر راضی تھے

۱۰ اور مسلمانوں کے خون پکڑنے کو ان کے خون بہانے سے بہتر سمجھا۔ اور فریاد اس مخالفت سے محض تم مسلمانوں کی صلاح و نفع ہے۔ خطبہ طویل ہے۔ ہم نے جو حد تک ہمارے ہاں بیان سارا خطبہ درج نہیں کیا ۱۲۔

کیا امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کسی کافر منافق کی خلافت اسلام پر سر کر سکتے تھے؟ کیا تم امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما سے بھی زیادہ متقی ہو گے؟ انہوں نے حضرت معاویہ سے اتفاق کر لیا۔ اور تم اب تک انکو کوستے رہے ہو۔ بھائیو! یہ اتباع حق نہیں بلکہ اتباع نفس ہے۔ اگر تم صحیح عقل میں حضرات اہل بیت کی تابعداری کو واجب سمجھتے ہو تو اس کے برعکس عمل کو تو مان لو۔

ترجوا النجاة ولم تسلك مسالكها: ان الشفاعة لا تجرى على اليبس۔ ترجمہ: تلو نجات کا امیدوار ہے۔ حالانکہ نجات کے راستوں پر تو نہیں چلا۔ بلا شک کی گنجی کی پریشانی نہیں ہوتی، بہر حال انکار مجاہدہ اس پر مبنی تمام عقائد فاسدہ و فکریہ پر است کتاب سنت سے مکتوبہ تھے۔ اس لئے علامہ نے امت سے اس فتنہ کے استیصال کی طرف ہمیشہ توجہ فرمائی۔ متقدمین متاخرین علماء نے بڑی بڑی بسولہ کتابیں لکھیں جن میں حضرت معاویہ پر عائد کردہ الزامات و ملامت کے نہایت نشانی و کافی جویات دئے گئے متاخرین اکابر ہند میں سے امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے بڑی اہمیت سے اس فتنہ کا مقابلہ کیا۔ اور اس موضوع پر جو خطا نظم اشعار، ایک صدی شیخ العالم قدس سرہ نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رضی اللہ عنہما کے لئے نماز الخفا اور مرجع الکلیہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تحفہ اثنا عشر الاجواب تصانیف فارسی میں لکھیں جس سے تہذیب شیعہ کی کوڑ لگ گئی، بعد از ان جلیل حضرت شاہ اعجاز شہید قدس سرہ نے اس فتنہ کی سرکوبی کیلئے سخت قورم اٹھایا اور فاضل کے میل جول سے مسلمانان اہلسنت میں جن رسوم و عادات کا ترویج ہو گیا تھا، انکا قلع قمع کیا جو معاویہ کے علماء نے تحقیق نے بھی بڑی ملال کتابیں رد شیعہ تصنیف کیں جہاں جگہ جگہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب ناٹوری، بانی دارالعلوم دیوبند قدس سرہ نے بھی باوجود دیگر مشاغل کثیرہ کے خلک کے مسئلہ پر ایک متن کتاب ہدیۃ الشیعہ کے نام سے تصنیف فرمائی۔ ہندوستانی علماء میں سے اس فتنہ کے انسداد میں سب سے بڑا کارنامہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب مکتوبہ کا ہے جنہوں نے ہر موضوع پر نہایت تحقیق و اجاب مسائل تصنیف کیلئے شیعہ سے معرکتہ الامارنا طرے کئے اور آپ کی سرپرستی میں اخبار انجم و انتخاب نے اس معاملہ میں بیحد خدمات انجام دیں۔ اور تہذیب شیعہ کا ناظرہ بند کر دیا۔ پنجاب کے علماء میں جناب ابو الفضل محمد کریم الدین صاحب دبیر ساکن بھین تحصیل چکوال ضلع جہلم نے شیعہ تصنیف میں بہت نمایاں کام کیا ہے۔ اپنی عمر کا بیشتر حصہ آپ نے اس فتنہ کے استیصال میں گزاریا۔ تحریر و تقریر کے ذریعہ منکرین مہابگی کلیات کا انزال کیا۔ اور اپنے بعد اس سلسلے میں ایک جامع اور اجواب تصنیف آفتاب ہدایت بہترین یا جو چھوڑ گئے۔

یہ کتاب اپنے سلیس اور زبان میں لکھی ہے۔ صحابہ کرام پر حملے شیعہ کی طرف سے جو الزامات لگائے جاتے ہیں۔ ان کا مفصل اور ملل رد فرمایا ہے۔ قرآن کریم کی مہیموں آیات سے احکام کے فضائل ثابت کئے ہیں۔ بلکہ تہذیب شیعہ سے بھی صحابہ ثلاثہ کے کامل ایمان و غلبہ پر حق ہونے کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ اور ساتھ ہی منکرین صحابہ کے شکائے خود سامنے مذہب کا آئینہ بھی رکھ دیا ہے۔ تاکہ اس میں اپنا چہرہ دیکھ لیں۔

اتنی نہ بڑھائی زامان کی حکایت دامن کو ذرا دیکھو ذرا بند قبا و دیکھو
بولینا کریم الدین صاحب مرحوم کی یہ تصنیف اہل اسلام کے ہاں بہت مقبول ہوئی ہے۔ چنانچہ مصنف کی حیات میں ہی

۱۱ لہ نظیر الاطباہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے بھی غنیۃ الطالبین میں رد افق باخوب رد فرمایا۔ اور مسلمانوں کو ان کے اثرات سے محفوظ رکھنے کی توجہ دلائی ہے۔ ۱۲۔

شیخو صاحبان معروض ہے کہ وہ تصبیح و تکبیر اس کتاب کا مطالعہ کر کے ہمہ آگاہ حضرات اہلبیت کی سچی محبت و
تسلیم کی دعوت دیتے ہیں۔ اہلبیت۔ انوعان و اطہرات از دوسرے تمام محاکمہ کلام سب اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہیں۔ ان
محبت کو اس کے نقش قدم پر چلو۔ اللہ تعالیٰ آگاہ اور حکیم کہ ان سب مقبولان خدا کی محبت و ابداری نصیب
نہیں۔ - (عواد اللہ الہادی)

بہاؤ صنف کے محقرات از زندگی | مولانا ابوالفضل محمد کرم الدین صاحب مرحوم پنجاب کے مشہور فضلاء میں سے ہیں۔
موضع بھیرا ملک غرمحور و قلعہ راجہ اٹکا مولد و مسکن۔ ہونیکا اڑھ سے دور

ایک مشہور روگئی تاجکی تاریخ ولادت محفوظ نہیں ہے لیکن خاندان سے کہہ کر آپ کی پیدائش ۱۲۵۲ھ سے چار پانچ سال پہلے کی ہے۔
 ابتدائی علمی کتب آپ اپنے بچپن میں ہی پڑھیں۔ اور مدرسہ سلاہ میں کے مختلف مدرس میں علوم و فنون کی تکمیل کی اور فیاض
 کی اس کتاب میں آپ نے حضرت مولانا فخر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ طریض خاص حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قادیانی دارالعلوم دیوبند
 مدرسہ سلاہ میں پڑھی ہیں۔ اس کے بعد فیض حدیث کی تکمیل کیلئے حضرت مولانا احمد علی صاحب حدیث رحمۃ اللہ علیہ حضرت
 مولانا فیض محمد صاحب عربی میں خاص مہارت رکھتے تھے عربی نظم میں ممتاز تھے اور کثرت بلفظ خاص عربی میں لکھتے تھے۔
 فقانیہ ماہر و چہ سال تکمیل کرتے رہے۔ مولانا غلام احمد قادیانی کے فتنہ کے اندیشہ میں آپ نے نمایاں خدمات انجام دیں۔
 مولانا غلام احمد صاحب کے علاوہ مولانا صاحب نے ایک غیر منفرد عربی تصنیف لکھا۔ اور مولانا قادیانی کے پاس سیالکوٹ پہنچے۔ مولانا

عجیبتا فخر الحیہ کا نام غلط ہے لکھا گیا ہے۔ نام مولانا فیض الحسنؒ ہے
جیسا کہ کتاب فارسی فتنہ حقہ اول، ص ۲۵ پر ہے۔

سہ ماہی پور چلے گئے آپ کے ہمراہ آپ کے غرا بھائی حضرت مولانا محمد حسن صاحب فیضی مرحوم بھی تحصیل علم کیلئے گئے تھے لیکن وہ انوں صفائی پر وہ
آپ و ہوا کی ناموافقیت کے وہاں تیار ہو گئے اور بہت قلیل مدت رکھ کر وہ انوں واپس چلے گئے اور اس مرتبہ میں بقیہ کتب ختم کیں۔ درستیات
سے فارغ ہو گئے بعد ازاں ان کو والدین مرحوم اپنے گھرانے میں طلبہ کی تدبیر میں مشغول ہو گئے اور چند سال تک کامیاب درس دیا۔

اس زمانہ میں مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ کیا کہ اس سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔ اور اپنے خیال میں یہ سب کچھ کیا ہے
 قادیانی قندہ
 لیا جاتے تھے اس غلط فہمی پر ہم
 پھیلنے کا اندیشہ تھا مولانا مرحوم کی سراسر طبیعت نے اس شجرہ خبیثہ کے سنبھال
 کی طرف اپنی تمام توجہ مبذول کر لی جبکہ وہ سب سے پہلے اندلیں کا سلسلہ تک کو ٹھانے میں جوں جوں آپ کے ایک دوست مولانا فقیر محمد صاحب مرحوم نے غلط
 اخبار سراج الاخبار جاری کر رکھا تھا مولانا افضل مرحوم اخبار کے ایڈیٹر مقرر ہو گئے اور مرزا قادیانی کے خلاف پندرہ مضامین لکھے شروع کئے
 ایک لاکھ لاکھ میں وقت تھی تقریرات اور تحریرات کے ذریعہ مرزا کے خیال و فہم کے جو کچھ کہنا اور دعویٰ اور غرضی نظم و نثر پر ایک کوفت رکھا جس میں غرضی
 علماء آپ کے سامنے عابر آگئے تھے۔ مثنوی قادیان مرزا غلام احمد مقابل کی کتاب سن کر اٹھ اٹھا مولانا مرحوم کے لاکھ لاکھ جواب آئیں نہ سکتا تھا اپنی نفرت
 کو سب کے سامنے حساب عاریت حکومت کی سپاہ ملی اور سلطان کی تحریرات کو یہاں نہ بنا کر ایک خلاف مقدمات کی ابتدا کر دی۔ یہاں مقدمہ مرزا کے ملک
 حواری حکیم فضلین بھیری کی طرف سے ۱۹۰۶ء کو زیر نظر عدالت وہم تحریرات ہندوستان میں ڈیڑھ سو اسی حق تعالیٰ کی نصرت شامل آئی
 لہذا اس مقدمہ میں صاف بری ہو گئے حالانکہ اس مقدمہ کی نسبت مرزا قادیانی نے اپنی فتح کے لکھنات متواتر شائع کئے تھے۔ دوسرے نو جلدی مقدمہ
 بھی حکیم فضلین بھیری نے ۱۹۰۶ء میں ۱۹۰۶ء کو مولانا مرحوم کی طرف گورو پور میں دائر کیا۔ اس میں بھی آپ کا کامیاب ہوئے۔ اور مرزا انہوں کا مقدمہ
 خارج ہو گیا۔ پھر تیسرے مقدمہ شیخ عبد قیاس علی تواب ایڈیٹر اخبار اکمل کی طرف سے مولانا مرحوم اور مولوی فقیر محمد صاحب مالک سراج الاخبار کی خلاف
 دائر ہوا جس میں دو مستغاث علیہما یہ صرف ۱۹۰۶ء میں جرم ثابت ہوا۔ جو ادا کر دیا۔ اور کئی پائل نہ کی۔ مرزا غلام احمد حسب معمول مولانا مرحوم کی خلاف
 اپنی پیشگوئیاں شائع کرتے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ ۱۹۰۶ء کو مولانا مرحوم کی ایک مطبوعہ کتاب مواہب الرحمن فقیر کی جیسے مولانا مرحوم کے کتب خانہ
 توین تحریرات استعمال کئے مثلاً لکھا کہ "وہ قادیانی ما انبا فی العلم الخلیفہ فی ارجلہم وہ تمانہ العظیم ترجمہ مولانا غلام احمد قادیانی"

یقیناً حاشیہ ۱۱ سے کہا کہ اگر ابو الہام تمنا ہے تو مجھے اپنا تصدیق الہام کیلئے بھی مافی ہے کہ اس قصیدہ کا مطلب ہمارے جن مجلس کو واضح ستاروں۔
مرزا صاحب اس قصیدہ کو بہت زیادہ پسند کیا۔ لیکن اسکی عبارت بھی نہ سمجھ سکے حالانکہ وہ خوش خط و کتابت تھا۔ پھر اپنے ایک حواری کی مدد سے
یہ لکھوا کر لایا۔ کہ ہم تو اسکی کچھ نہیں اتنی قیمت ادا دی کہ وہ قصیدہ تلخیص و عبرت میں چھپا ہوا ہے۔ یقینی جسکا کی زندگی میں مرزا غلام افغان
جھاکتے تھے لیکن جب مفسر مرحوم تقدیر الہی سے ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۱ء کو اس افغانی سے انتقال فرما گئے۔ تو مرزا علی نے بعد بلادت مرحوم کی وفات کو بھی اپنی
صدقت کا ایک نشان بنالیا چنانچہ حقیقتہً الہی ۲۲۵ میں نشان ملا کہ ماتحت لکھا ہے۔ یہ ایسا ہی مولوی محمد حسن بھیجنے والی میری شکایت
کا مطابق مرزا صاحب اب الرحمن میں لکھا ہے۔ نشان نمبر ۱۵ مولوی محمد حسن بھیجنے والے میری کتاب اعجاز احمدی حاشیہ پرنٹنگ ہاؤس لاہور میں لکھا کہ
اپنے تئیں مبالغہ میں ڈالا۔ چنانچہ اس شخص پر ایک سال نہیں گذر تھا کہ مرگیا۔ لیکن مرزا کو یہ پتہ چل گیا کہ لاہور نیگنس اور قدرد میں محمد حسن
کے سامنے صاف انکار کر دیا۔

من اہل سنت کہ اگر کوئی شخص اہل حق و بہتان ہو گیا اس میں یہ بھی لکھا ہے۔ فاذا ظہر قدام اللہ علی عدوہ بین اہل
 کرم الدین۔ تو جہاں میں گناہ ظاہر شد تقدیر خدا سے تعالیٰ ہے۔ بروست نہیں ضرورت کلام اور کرم الدین است یخونکہ
 مرزا کیوں کی طرف سے پہلے مقدمات کی ابتداء ہو چکی تھی۔ اس لئے مولانا مرحوم نے بھی انتقاماً مرزا غلام احمد قادیانی اور حکیم فضیل دین بھٹری
 کے خلاف استفادہ و امر کر دیا جو بعد میں غن و باطل کے مابین ایک عظیم الشان معرکہ کی صورت اختیار کر گیا۔ اور مرزا قادیانی کیلئے مٹوان
 روح بن گیا۔ اہل حق کی طرف سے شہادتیں جسے جسے فضلاء پیش کرتے تھے۔ اور فرقہ مخالف کی طرف سے مولوی نور الدین بھٹری اور دیگر اہل باطل
 لاہوری بھی اپنی اپنی جوتی کا زور لگاتے تھے۔ مولانا ابوالفضل مرحوم نے نہایت استقلال و متانت قدمی سے مرزا قادیانی کا مقابلہ
 کیا۔ آپ عدالت میں کتنے کتنے گھنٹے خود اپنی زیر دست جمع کرتے تھے کہ کھینچ لیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر جہاد پر کی اور ہر حق پر
 ۱۰ سال تک مقدر چلا رہا۔ آخر یہ اکتوبر ۱۹۰۷ء کو گورکھ پور کی عدالت سے مرزا غلام احمد قادیانی کو پانچ سو روپیہ جرمانہ یا چھ ماہ قید محض اور
 حکیم فضیل دین بھٹری کو دو سو روپیہ جرمانہ یا پانچ ماہ قید کی سزا کا حکم سنایا گیا پھر اہل حق میں ایک گریز کیل کی طرف سے شکل مافی الحال کی گئی
 کسان مقدمات کے متعلق مرزا جی نے اپنی کتاب حقیقت اور حقیقت نامہ بیان کی ہے جس میں مثلاً نشان شاہین لکھا ہے کہ کرم الدین
 جہلی کے مقدر و جہاد کیلئے گورکھ پور گیا تو مجھے اہل باطل۔ یسئلونک عن شأنک قل اللہ ثم ذہبی خوضہم بلجوا نشان شاہین
 لکھا ہے کہ ۱۹۰۷ء میں گورکھ پور کی عدالت سے مرزا جی کے مقدمات کرم الدین کا لایا گیا مگر گواہی اللہ مع الذین اتقوا والذین ہم محسنون
 یہودیہ پر اگر مقدمات کا فیصلہ ہوتا تو ان میں ہوا کہ مرزا جی نے یہاں سفید جھوٹ برلا ہے۔ کیونکہ ان کو اس مقدمہ میں پہلے سزا کا فیصلہ سنایا گیا تھا نہ
 مندرجہ نشانات کے الفاظ خود ہی مرزا جی کی سخت پوچھتائی کی پر وہ کشائی کر رہے ہیں۔ اور حقیقت یہ کہ اس مقدمہ میں مرزا غلام احمد قادیانی
 اور ان کے اہل حق کو سخت سخت کاسا سنایا گیا اور ان کے اہل حق کی سب غلطیاں ہوئیں۔ اور مولانا ابوالفضل مرحوم نے فیصلہ فیصلہ میں مرزا جی کے خلاف
 مولانا مرحوم کے کامیاب مناظرے کے مخالف کے سامنے ملائی سخت واضح و سیکانام مناظرہ ہے۔ علامہ حق نے مناظرہ کو بھی دانت
 حق کا دیو بنایا ہے اس زمانہ میں مناظرہ اگرچہ اکثر مجاہد کا رنگ اختیار کر لیا ہے۔ تاہم سب حضرات علماء مناظرہ کے ذریعہ حق اظہار
 ساکت کرتے رہے ہیں۔ مولانا ابوالفضل مرحوم نے بھی اس میدان میں نہایت بھرپور کھیل کھایا اور اس میں غن و باطل کی کھال کی آپ بہت
 ذکی الطبع تھے اور حاضر جوابی کا اللہ تم نے خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ وہاں بہت تھے۔ آپ بلند قامت اور جید تھے۔ اور آپ بھی بلند اور پُر
 صورت تھے جو صلیب صلیب تھا کسی سے مرید نہیں ہوتے تھے۔ آپ اپنی زندگی میں مختلف فرقوں کے ساتھ متعدد مناسبات کے اوقات میں رہے اور
 شیعیت کے متبعین میں آپ کے رنگ کا بیشتر حصہ خرچ کیا مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف مولوی اللہ دتہ غفر مرزا کی مناظرین کے ساتھ
 مولانا مرحوم کے مناظرے ہوئے۔ اور ان کو ہر شکست کا شہرہ لایا جس کے بانی ہی کو اپنے پچھلے پچھلے دیا تھا۔ تو اس کے پیروں کی کیا بسلا
 کہ آپ باری بجاتے ہمیشہ ذات کا سامنا نصیب ہوا۔

شیعہ مذہب کے علماء کو بھی آپ نے کامیاب مناظرے کئے۔ اور جو ایک مرتبہ سنایا۔ دوبارہ اس کو میدان میں لائی جہت نہ ہوئی۔ کہ نہ باطل میں انوالی
 ایک اور ایک مناظرہ مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف ہوا۔ اور مولانا مرحوم کے واصل سے اس قدر عجب ہوا۔ کہ گھر گھر ان کی مناظرہ میں اپنے اپنے گھر پر
 لے کر وہ ہر دم سے تمام مقدمات کی تفصیل مرزا مرحوم نے اپنی کتاب تاریخ حضرت اللہ و زبانی میں بتائی قادیانی نے شیعہ پر ۱۰ بیان کر دی
 ہے کتاب نہایت پختہ و پختہ ہے۔ کتاب کی ابتداء میں مرزا کے دو مسرے عقاید مذکور ہیں جو یہ ہے۔ جہت ۱۔ اہل حق

اس کی طرف سے اس لئے جمع ہوا کہ ان کی تقریر کا اثر ہو جائے۔ مولانا مرحوم نے جواب دیا۔ کہ یہ سب کی بلندی کا اثر نہیں بلکہ حق کی بلندی کا اثر ہے اگر اس
 کی بلندی کو نظر ہو جائے۔ تو پھر بھی ہماری تقریر کا اثر ہو گا۔ کیونکہ الحق بے جا و بلا دلیل حق غالب ہوتا ہے غلبہ نہیں ہوتا۔ اس مناظرے کے
 مرزا احمد علی صاحب نے پھر بھی آپ کے مناظرہ کو نہ کام نہیں لیا۔ چنانچہ مولانا مرحوم کی آمد کی خبر مولوی کٹر لکھ مولانا مرحوم کی مناظرات میں غن و باطل
 کا ملبہ میں کا فاعل بن گیا تھا۔ لکھنؤ میں مولانا مرحوم کی آمد کا جملہ میں نے پڑھا تھا۔ اس وقت مولانا مرحوم کی آمد کا ایک کام لکھا ہی کافی ہو جاتا تھا
 ذاک فضل اللہ یوقیہ من یشکوہ مولانا مرحوم غنی اللہ بک جعفر تامل اللہ اللہ جعفر کے قتل کے بعد اہل حق میں حدیث لکھا بھی
 مختلف فیہ مسائل میں آپ کے کامیاب مناظرے ہوئے۔ چنانچہ مولوی شاد اللہ صاحب امرتسری شہر مرزا غلام احمد قادیانی سے تقلید شخصی غیر مشروع پرورد
 مرتد و بدست مناظرہ ہوا۔ پہلا مناظرہ بتیج ۱۳۰۷ھ کو ہوا۔ ۱۰۱۰ء میں مرزا جی نے ۱۰۱۰ء میں مرزا جی کے خلاف ایک اور چوک چاڑی ضلع گجرات میں
 باجوہ کر مولوی شاد اللہ صاحب مرحوم بھی جن مناظرہ میں خاص شہرت کے مالک تھے لیکن مولانا مرحوم کے سامنے آپ بھی ہتھیار ڈال دیئے اور
 چک رہا تھی کے مناظرہ کے اختتام پر مولوی شاد اللہ صاحب یہاں تک کہ دیا۔ کہ سیدہ میں مولوی کرم الدین صاحب نے سب سے پوری مناظرہ نہیں
 کر سکا۔ ان مناظرات کی مختصر و مکرر مناظرات ثلاثہ میں بھی ہوئی ہے۔ اہل حق ان آریہ اور عیسائیوں کے ساتھ بھی آپ کو مناظرہ
 کر کے فوت آئی۔ آپ کے ایک دو حوالوں میں پامی عبد الحق عیسائی مناظرہ کو چیلنج دیا تھا لیکن اس کو مقابلہ کر کے جہت نہ ہو سکی بعض علماء
 اصناف و بھی بعض فقہی مسائل میں اختلاف کی بنا پر آپ کے مناظرے ہوئے ہیں۔

مرکز رشید اہل سنت دارالعلوم دیوبند کی طرف رجوع اللہ تعالیٰ نے اس دور میں دیوبند کو علمی روحانی فوج کا سرخبرہ بنایا
 اکابر دیوبند جامع اظہار الباطن تھے۔ مجدد و احیاء دین میں ان بزرگوں نے وہی فرائض انجام دیے جو ہر زمانہ کے مجددین کا منصب
 رہا ہے۔ مسلمانوں میں عمر و بادعات پر رسوم کا رواج تھا۔ عقاید و اعمال میں افراط و تفریط پیدا ہو گئی تھی علماء دیوبند نے کتاب سنت کی
 روشنی میں اہل اسلام کو ان کے صحیح موقف سے آگاہ کیا۔ اور انہا پر حق کے تجویزیں ان کو انہی مراحل سے گذرنا پڑا جو تہجیت انبیاء علیہ السلام
 ہمیشہ علماء ریاضین ملے کرتے رہے ہیں۔ قوم کے ناقص شناس طبقہ نے شدید مخالفت کی۔ علماء دیوبند نے بزرگوں پر کفر و کجی
 کے قوسے لگائے۔ اور ان کو بد و بد شکستہ کیا گیا۔ کہ بہت نیک نیت لوگوں میں بھی غلط فہمیاں پھیل گئیں۔ علماء دیوبند کی عبادتوں
 میں کثرت بیونت کے قوم کے سامنے پیش کیا گیا مصنفین کی مراد گھسیٹ کر کشش نہ کی گئی۔ مولانا کرم الدین مرحوم بھی اس پر دیکھ کر سے
 سے متاثر ہوئے۔ اور آپ کو اگرچہ حضرات دیوبند کے خلاف فلو نہ تھا لیکن ان کے حوالہ کلمات سے ناواقفیت کی بنا پر ان کی صحیح عقیدت
 و حکمت حاصل نہ کر سکے۔ چونکہ وہ تہذیب و شریعت و مرامیت کی طرف توجہ فرماتے تھے۔ اسلئے اکابر دیوبند کی تصانیف مبارکہ کو براہ راست مطالعہ کرنے
 اور ان کے بزرگوار حقائق کو سمجھنے کا بہت کم موقع مل سکا ان حضرات کے متعلق آپ کے دل میں کچھ تہمتا تھے۔ چنانچہ ان کا منش اور زیادہ تر حق الفین
 کی تصانیف تھیں۔ غالباً ۱۹۳۶ء کا واقعہ ہے۔ کہ مولانا صلیب سرگودھا میں علماء دیوبند اور علماء بریلی کے مابین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کیسے علم غیبی کا مکان دیا کیوں کہ اس موضوع پر ایک مہر کرتا آرا مناظرہ ہوا جس میں مولانا مرحوم علماء بریلی کی طرف سے صدر و قریب
 لے اور علماء دیوبند کا یہ قیادہ ہے۔ کہ علم ما کان وما یكون یعنی کائنات کے ذریعہ علم اس میں ہمیشہ علم کے مرتبہ تھا کہ خداوند ہے کسی
 کوئی حق نہیں لے ایسا علم عطا کائنات کا لکھا گیا تھا جس پر ایسا ہر جگہ حاضر ناظر صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ باقی ہر چیز سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ملتی ہے
 اس لئے کہ وہ علم غیبی ہے۔ لیکن ان کے متعلق بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علم غیبی سے مطلع فرمایا ہے۔ چنانچہ ان کے ہر مسئلہ پر حقیقہ
 کتاب مکتوبہ میں ہے۔ مولانا کرم الدین مرحوم نے بھی آفتاب ہدایت میں علم ما کان و ما یكون کائنات کی کتاب لکھی تھی کہ خداوند ہے کسی

اس مناظرہ سے آپس آکر اپنے راقم الحروف کے دیرینہ منظر مولانا منظور صاحب فرمائی مدیر الفرقہ کی تہذیب و متانت کی بہت تعریف فرمائی۔ اس کے علاوہ قتلہا نے آپ کے اس مناظرہ سے کیا کیا اثرات لئے۔ اگلے سال رمضان ۱۳۵۶ھ میں اتھرنے والے مولانا یونس میں غل میں کیا ارادہ ظاہر کیا تو آپ نے بخوشی اجازت دیدی۔ اور خود انحضرت مولانا حسین احمد صاحب نے شیخ الحدیث یونس مدظلہ کی خدمت میں اس معجون کا غرض لکھا کہ میں اپنے عزیز نذر کو دارالعلوم میں حضرت کے زیر سایہ تعلیم دلانا چاہتا ہوں۔ بحضرت والا مدظلہ نے سلوٹ آسام سے جو اسے تحریر فرمایا اس کا معجون دیکھا کہ آپ اپنے لئے کو ابتداً استوال میں یونس بھیج دیں۔ میں نے حضرت شیخ الاحب مولانا غفران علی صاحب کو اس کے متعلق لکھ دیا ہے۔ وہ ہرانی فرمائیں گے۔ حضرت کے گرامی نامہ کو ملا کر حرم نے اپنے لئے باعث افتخار جانا اور فرمایا کہ آج ہندوستان کی ایک نئی شخصیت کا خط آیا ہے۔ یہ لافلاط آپ کے بڑی عقیدت کے غفلت میں ہندو دارالعلوم میں غل ہو گیا۔ شعیان مشہور میں جہاں مل سے فارغ ہو کر آیا تو جناب لاد حرم سے اکابر و بزرگ کے حال بیان کئے۔ حضرت مدنی مدظلہ کے بعض ارشادات سنائے جو میں نے قلم بند کر کے آپ کے حضرت کے متعلق فرمایا کہ آپ کی اشہیں نظر العارفین حضرت مولانا رشید گنگوہی قدس سرہ اور امام عالم حضرت مولانا محمود حسن صاحب الہند کے حالات سکون و عقیدت کے والد صاحب کی آنکھیں بعض وقت آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھیں۔ تمام اکابر و بزرگ سے مولانا حرم کو عقیدت کا گہرا تعلق پیدا ہو گیا تھا ایک دفعہ اولیائے کتب خانہ میں ایک کلام اللہ لکھتے ہوئے امام احمد رضا علی صاحب نے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ کی تفسیر بیان القرآن کے بعض مقامات سننے کا موقع ملا۔ اولیائے کتب خانہ میں عند الملاقات ہند کے سنی علماء کی بہت تعریف کی۔ اس کی بعض خصوصیات بھی بیان کیں۔ ان کے تفسیر حضرت تھانوی کے چند موطا مشکوئے اور کچھ کچھ میں مطالعہ کیا ہے۔ غرضیکہ اکابر و بزرگ متعلق ہو پہلے شہادت تھے وہ مدظلہ کی جگہ اور پیرائے سال میں مصائب کا مجموعہ اس حق تعالیٰ نے ہندوں کو آزمائش و اصلاح کیلئے مصائب میں بھی ڈالتے ہیں یہ تکلیف مورتا معصیت ہوتی ہے اور باطنی امور میں کھلے وہ رحمت ثابت ہوتی ہے۔ مولانا حرم کی عمر غالباً ۹۰ برس سے تجاوز ہو چکی تھی چند سال سے آنکھوں میں ہوتا بند ہو چکی وجہ سے کھینچ پڑھنے میں معذور تھے۔ ایک آنکھ میں کچھ عیانی تھی جس سے کچھ عمل کر سکتے تھے بقیہ جانا بڑی ضعف و عجز ہی بہت ہو گیا تھا۔ اتفاق کا بھی عارضہ تھا کہ ایک جون ۱۹۵۴ء میں آپ پر حوادث کا نازل ہوا۔ ایک قتل کے سلسلہ میں راقم الحروف نے تین مرتبہ کے گرفتار ہوا اور برادرم مولوی منظور حسین صاحب شہید حرم نے تھانوی دہن کے ڈاک بنگلہ میں ایک متعصب ہندو چور ہادی کیم چند۔ ایس۔ ڈی۔ او چکوال کو رات کی وقت ہلاک کر دیا۔ اس طرح لاد عزیز صاحب حرم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ دونوں قتل وہاں سے سیلا مت کل گئے اور سرحد وپشاور کے دروازے پر غارت خانہ میں چلے گئے جہاں آپ حضرت بادشاہ گل صاحب خاندان مولانا غفران علی صاحب برادرم مولوی منظور حسین صاحب برادرم مولوی منظور حسین صاحب کی مدد سے کالج میں داخل کی تھی۔ کالج کی زندگی میں آپ کو جلی قوت پر جاننا زیادہ شوق تھا جس سے آپ نے کمال حاصل کیا۔ مولانا کا آپ سائنس میں سیدھے سے لگا کر طبی سے پڑھتے تھے اور پھر خواہ کتنی ہی سائنس کی جان روک دیتے تھے۔ لڑنے کی دلچسپی آپ کو مولانا کے ساتھ لڑنے سے لے کر ایک طرح مونی صلاح گروں میں لپٹتے تھے کھڑے ہو کر ننگی چھائی پر زنی چھوڑوں کی غرض میں لگاتے تھے۔ ہاتھوں کی دھواں گاہوں میں آٹھ کو نوک کے بل رکھ کر ڈالتے تھے۔ اس قسم کے غیر معمولی قوت کے کھڑے ہونے کا آپ بہت دفعہ مظاہر کیا ہے۔ گاڑوں کا کچھ راہ لپٹنے سے پہلے ہی سے لڑنے کا سلسلہ جاری رکھا لیکن بعد میں قرآن حکیم کی قوت و تادار سلائی تاریخ کے مطالعہ سے آپ کا دل بہت متغیر ہوا۔ پیرائے کتب خانہ میں بھی لڑنے کی تفریق ہو گئی۔ ننگی آندھ کے کچھ آپ پر زور کرتے تھے ان کی قوت

میں ہر ایک نے سخت مشکل ہو گیا۔ آپ نے پہلے ہی اصلاح کی اور توبہ کے ساتھ صلہ لگے۔ کچھ میں پورے کرب و غم تھے۔ اس لئے قرآن و حدیث سے رہتی رہتی ہیں

آفتاب مدایت

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الملك الحق المبين التبارك والاعز والصلوة والسلام على سيدنا محمد سيد المرسلين وخاتم الانبياء وعلى آله الطيبين الطاهرين ذوى الجلال والعلا واصحابه الهديين بخوم الحق والارضت كاعط

اما بعد

پس واضح رائے اولی الابصار ہو کہ ہر چند اقتضاء وقت یہی ہے کہ اسلام کے تمام فرقے متحد ہو کر مخالفین اسلام آریہ عیسائی وغیرہ کا مقابلہ کریں جو اس وقت دین حق اسلام پاک کے مسئلے کے درپے ہو کر ہر طرح سے پر زور حملے کر رہے ہیں کہیں شدھی کی تحریک لگی ہو گام گرمی ہے۔ اور کہیں عیسائیت کے متبادلات الحیل سے مسلمانوں کو فریب دینے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن بد قسمتی سے اسلام کے بیرونی دشمنوں کے علاوہ اندرونی دشمن بروافض باغزانی وغیرہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے ان سے بڑھ کر جدید حربہ کر رہے ہیں اور فرقہ اہل السنۃ والجماعۃ کی خاموشی سے فائدہ اٹھا کر تحریر کے ذریعہ مزیت رقص وغیرہ کی دبا پھیلائی جا رہی ہے۔ اور دوسرے کی یہی رفتار رہی تو کسی وقت اسلام کا اہلی خوبصورت چہرہ بالکل مسخ ہو کر رقص و بدعت، مزرائیت، پیچریت، پچلرلویت وغیرہ کی منجوس شکل اختیار کر لے گا (خدا ایسا نہ کرے) اس لئے علماء اہل السنۃ والجماعۃ کا اولین فرض ہے کہ ان اندرونی دشمنان دین کی شرکا انسداد کریں۔ جو اسلام کے دعویدار ہو کر مسلمانوں کو جاہل حق صراط مستقیم سے پھسلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ چونکہ میرے خیال میں سب سے زیادہ خطرناک اس وقت رقص کا ہے۔ جو فتنہ ارتداد سے بھی زیادہ خوفناک ہے۔ اس لئے ہمیں اس کے انسداد کی طرف پہلے متوجہ ہونا چاہئے۔ بناء علیہ خاکسار مولانا غفران علی اللہ اس کام کو شروع کرتا ہے۔ وَالسَّخِی مِّنْیَ وَالْاِتْمَام مِّنَ اللّٰہِ تَعَالٰی۔ خاکسار نے پہلے بھی متعدد مختصر رسالے اس بارے میں تصنیف کر کے شائع کئے ہیں۔ اور خدا کے فضل سے وہ مقبول ہوئے ہیں لیکن بعض خاص احباب کی جن میں سے ایک میرے مکرم دوست حاجی خواجہ

غلام حسین صاحب تدریسی ہیں۔ دوم بر خوردار مولوی محمد فضل الحسن صاحب مرحوم د مولوی فضل ابن اخی مرحوم مولانا مولوی محمد حسن صاحب فقیدی ہیں۔ مدت سے یہ فرمائش تھی کہ ایسی جامع کتاب اس موضوع میں تصنیف کی جائے جس کے ہوتے ہوئے دوسری کتابوں کے مطالعہ کی ضرورت باقی نہ رہے جو ترویج عقائد شیعہ میں تصنیف ہوئی ہیں۔ اور ایسا طریق اختیار کیا جائے کہ قرآن پاک سے استدلال کے علاوہ کتب متذکرہ خصوصاً کی عبارت بقید صفحہ درج کر کے مسائل کی توضیح کر دی جائے تاکہ کسی موافق و مخالف کو شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ سو اسی اہتمام سے میں نے یہ کتاب لکھنی شروع کی ہے۔ میری کوشش یہ ہے کہ اپنے مذکورہ صریح آیات قرآن سے ثابت کر دوں گا۔ بجز خصم کی معتبر اور مسلمہ کتابوں کی عبارت بقید صفحہ درج کر کے استدلال کیا جائیگا۔ اور کوئی عبارت جو اہل کتاب سے جستم خود نہ دیکھوں ہرگز درج نہ کیا جائیگا۔ اور میری یہ کتاب اہل رفض کے عقائد و مسائل کی ترویج کرے گی۔ اور ہر طرح سے تہذیب و ممانعت کو ملحوظ رکھا جائیگا۔

رفضی کا لقب

میرے شیعہ بھائی برائے منائیں۔ اگر ان کو رفضی کے لقب سے خطاب کیا جائے۔ کیوں کہ مبارک لقب انکو بقول امام جعفر صادق بارگاہ انبوی سے عطا ہوا ہے۔ جیسا فرورخ کا فی کتاب البرہۃ جلد ۱ ص ۱۱۱ میں تو ان نام تمام درج ہے۔ **وَ اِنَّكَ مَا هُمْ مِمَّنْ يَكْفُرُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی** خدا کی قسم تمہارا یہ نام لوگوں نے نہیں رکھا۔ بلکہ خدا نے تمہارا نام رفضی رکھا ہے۔ پھر ایسے مبارک لقب پر جو بارگاہ رب العزت سے عطا ہوا ہے۔ اور حضرت امام والا مقام شمس کی تصدیق فرمائی ہے۔ ہمارے شیعہ حضرات کو فخر کرنا چاہئے۔ مبارک مبارک

فتنہ رفض

میرے کہنا کہ فتنہ رفض ارتداد سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ سو ظاہر ہے۔ کہ کافر ایمان کی صحبت کا اثر ایک مسلمان کے دل پر یہ ہے کہ وہ ایک کھلا ہوا دشمن اسلام کا ہے جو کچھ بھی بکتاب ہے مسلمان اس کو اس کی عداوت و عناد پر محمول کر لیا۔ لیکن خارجی یا رفضی و خوددار اسلام کو جو بات کہے گا۔ ایک سادہ لوح اور بھولے بھالے مسلمان کا دل اس سے ضرور متاثر ہوگا جو کسی وقت اس کی گمراہی کا باعث ہوگا۔ بلکہ میں تو کہوں گا۔ آریہ عیسائی وغیرہ مخالفین اسلام کو قرآن پاک اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ناپاک حملے کرنے کا مصالحہ ہی روافض کی تصانیف سے ملتا ہے۔ ورنہ آیات قرآن

و حدیث رسول پر جو غریبی میں ہیں۔ ہر کے مضامین سے ایک اردو دان آریہ یا عیسائی کٹاقت ہو سکتا ہے علوم عربیہ سے تاملد ہونے کے باعث لوگوں کو آیات قرآن یا احادیث رسول پر شک پھینی کرنے کا جو صلہ ہی کس طرح ہو سکتا ہے۔

اسلام کی تصویر اہل سنت کے نقطہ خیال سے

بیچ لو بھو۔ تو اسلام کی پہلی پاک تصویر جو مذہب اہل سنت و الجماعہ پیش کرتا ہے کسی دشمن دین کی کیا مجال کہ اس کے خدو و خال اور حسن و جمال پر کوئی ید نہاد عیبہ لگا سکے۔ کیونکہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ لاوی اسلام رسول عربی خداہ الہی نے پہلے اپنی واحد طاقت سے حسب فرمان انبوی دنیائے بڑے بڑے اہحاب جاہ و جلال اور باجبروت امراء و سلاطین کو چیلنج دیکر توحید الہی کی طرف بلایا۔ ان کے خانہ سار خداؤں۔ ٹھاکروں اور بتوں کی الوہیت کی دلائل قاطعہ سے ترویج اور تذللیل کی اور **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ** کی تیغ عربیاں لکھ کر ہل من ٹھیک کر ڈی صدا بلند کی ہونکہ خدا ہے جبار و قہار آپ کا حامی و مددگار تھا۔ ان بڑے بڑے جبار ہر کو آپ سے مقابلہ کرنے کا جو صلہ نہ ہو سکا۔ اور آپ کی وہ جادو بھری آواز دیکھ کر جینا ہی ان دلوں کو فتح کرتی گئی تھی تاکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ عمر فاروقؓ۔ عثمانؓ۔ حیدر کرارؓ جیسے مبارک نفوس آپ کے حلقہ یگوش ہو گئے۔ اور ان پاک نفوس نے دہل اسلام ہوتے ہی اپنی خدا داد قوت و شجاعت اور جان و مال سے خدمات اسلام میں وہ حصہ لیا کہ تھوڑے زمانہ میں اسلام کو مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک پھیلادیا۔ اور مرتے دم تک اپنے آقا کا ایسا ساتھ دیا کہ مخالف قومیں رشک کرتی ہیں۔ ان ہی پاک ستیوں کے طفیل اقطار الارض عرب و عجم میں اسلام کا نور ضیا و افق ہوا۔ انہوں نے نہ ہی اپنے نبیوں کے تشدد سے ٹوڑے سار و ساز میں کٹا تشکر سے سر دگئے۔ انہوں نے نہ ہی قیصر و کسری جیسے غلام الشان سے لاطین کا قلع قمع کر کے دہان اسلام کی حکومت قائم کی۔ انہیں کے طفیل خدائے قدوس کی وہ پاک کتاب و قرآن کریم جو بی آخر الزمان پر نازل ہوئی۔ ہم تک بحالت مجموعی پہنچی۔ یہ خدا کے جبری دیہوانان اگرچہ حکم شان و عمل انکے مخالفین اسلام پر نہایت پیچیدہ و سخت تھے۔ مگر وہ حکم و حکم دہن ہم آپس میں ایک دوسرے پر بڑے مہربان اور باہم شہر و شکر تھے۔ رسول اکرمؐ کے زمانہ میں ان پاک استیوں نے اعلا و کلمۃ الحق میں اپنی جان و مال سے دریغ نہ کیا۔ کفار کے لئے سخت سے سخت اور تیش اٹھائیں۔ گھر بار چھوڑے وطن سے بے وطن ہوئے۔ لیکن اپنے پیارے رسولؐ کا دامن نہ چھوڑا۔ لاوی اسلام رسول پاک نے جس وقت دنیا سے رحلت فرمائی۔ ان

اسلام لکھو کہا کی تعداد تک پہنچ چکے تھے جن کے دلوں میں اسلام ایسا راسخ ہو چکا تھا کہ جان جاتی پر ایمان نہ جاتا۔ آپ کی وفات کے بعد مجلس شوریٰ نے جس صاحب کو حضور علیہ السلام کی جانشینی کا کلمہ انتخاب کیا سب نے بلا چون و چرا اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس کے سر پر جھکا یا۔ حتیٰ کہ نبوت پر توبہ حشر و عداوت الہی ان چاروں بزرگوں کو خلافت کا حصہ ملا ان کے زمانہ میں اسلام نے وہ ترقی اور عروج حاصل کیا کہ دیگر مذاہب ان کے مقابلہ میں پیچ ہو گئے۔

اسلام کی تصویر جو رافضی پیش کرتا ہے

ب تصویر کا دو سرا رخ دیکھیں۔ جو رافضی پیش کرتے ہیں ان کے مذہب میں ادنیٰ رسول عربی نے اپنی عمر بھر کی وعظ و تبلیغ سے سچے مسلمان فاطمہؓ، علیؓ، حسینؓ، اپنے کنبہ کے لوگوں کے علاوہ صرف پندرہ سو افراد پر ایمان پیدا کئے تھے جو آخر تک اسلام پر قائم رہے۔ باقی مسلمان سارے کے سارے باغی نام مسلمان ہوئے تھے جو رسول عربی کی وفات کے بعد سب کے سب بغیر ان چند کس کے ہٹ کر ہو گئے اور طریقہ کہ رسول کو اپنی زندگی میں یہ خوب معلوم تھا کہ یہ لوگ منافق ہیں۔ اور میری وفات کے بعد علانیہ طور پر میرے بجائے علی اور ان کی اولاد کے دشمن بن جائیں گے۔ ان کے حقوق چھین لیں گے۔ اور ان کو سخت تکلیف پہنچائیں گے۔ ان میں سے اصحاب ثلاثہ کا رسول پر کچھ ایسا رعب پڑ گیا تھا کہ ڈر کے مارے انکو حرات نہ پڑتی تھی کہ انکو اپنے دربار سے نکال دیں۔ بلکہ بقول رافضی خدائے جبریلؑ کے ذریعہ کئی دفعہ پیغام بھیجا کہ علی کی ولایت و خلافت کا اعلان کر دیں۔ مگر رسول کو ایسا کرسی حرات نہ ہوتی تھی جتنی کہ خدائے واثق بتا کہ کہہ دیا اِنَّمَا الرَّسُولُ مُبَلِّغٌ مَّا أَنزَلَ إِلَيْكَ مِنَ رَبِّكَ إِنَّمَا يَكُونُ الْفَعْلُ فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ دَعَىٰ نَبِيٍّ مِّنْهُمُ يَدْعُو إِلَىٰ الْوَلَايَةِ عَلَىٰ نَفْسِهِ

لے فروع کافی جلد کتاب الروضۃ ص ۱۱۱ ہے۔ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ كَانَ النَّاسُ أَهْلَ رِجَّةٍ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَنْبِيَاءُ قَالُوا مَقْدَادُ بْنُ الْأَسودِ وَأَبُو خَذِيفَةَ الْغَفَارِيُّ وَسُلَيْمَانُ الْفَارِسِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَبَرَكَا تُمْ مَرَجَمَهُ۔ امام باقرؑ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے بعد سب مرتد ہو گئے۔ صرف تین حسب مسلمان رہ گئے۔ مقداد۔ ابوذر۔ سلمان فارسی۔ ۵ جلد الیون اردو جلد ۱ ص ۱۱۱ میں ہے۔ پس فرمایا علی تم کیا کرو گے۔ اگر یہ گروہ میرے بعد تم پر ایمان نہ رکھیں۔ اور تم پر بیعت کریں۔ اور ابو بکر تم کو بیعت کے لئے بلائے۔ اور جب تم انکار کرو۔ تو تمہارا اگر بیان پکڑ لیں اور اندوہناک و مہوم بے یار و یاور تم کو ابو بکر کے پاس لیجائیں۔ اور بعد ازاں میری جگہ پر کوشہ فاطمہؓ کو رنجیدہ کریں۔ پس جناب امیرؑ نے فرمایا۔ یا حضرت اگر یاور نہ ملیں گے۔ تو صبر کرونگا۔ لیکن ان سے رابقی ص ۱۱۱

کی نسبت آپ کے پاس وحی بھیجی ہے۔ وہ ظاہر کر دیکھیے۔ ایسا نہ کیا۔ تو تم نے حق رسالت ادا نہیں کیا۔ اس پر بھی آنحضرتؐ کو علانیہ طور پر ولایت علی اور اپنے بعد انکی جانشینی کے متعلق صاف اعلان دینے کا حوصلہ نہ ہو سکا۔ کچھ ایسے گول مول الفاظ کہے جن سے مدعا حاصل نہ ہو سکا تھا۔ وہ یہ تھے۔ مَن كُنْتُ مُوَلًّا فَعَلَىٰ مُوَلَّاہِ الْاَلْهَمُ وَالْاَمْرُ وَالْاَمْرُ عَادَ مِنْ عَادَاہُ تَرْجِمہ: جس کا میں دوست علی بھی اس کا دوست ہوگا۔ اے خدا علی کے دوست کو دوست رکھ اور اس کے دشمن کو دشمن رکھ اس سے تو یہی ظاہر ہوا کہ علیؑ سے دوستی رکھنا چاہئے۔ دشمنی نہیں کرنا چاہئے۔ یہاں ولایت یا خلافت کی طرف تو مطلقاً اشارہ بھی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بقول رافضی بوقت وفات حضور علیہ السلام نے قلم و حیات طلب فرمائی تاکہ علیؑ کی خلافت کے متعلق کچھ وصیت کریں۔ مگر وہ وقت بھی عمر نے حسینؑ کتاب اللہ لکھ کر مال و یا عمر تو دشمن ہی تھے۔ اہلبیت جن میں علی المرتضیٰ بھی تھے۔ یہ حوصلہ نہ کر سکے کہ کہیں سے قلم و حیات لاکر اپنے حق میں وصیت لکھوا لیتے۔ اور یوں پیغمبر خدا نے آیت بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ایک ضروری حکم وصیت خلافت علیؑ کے خوف سے چھپا دیا۔

حضور علیہ السلام تو فوت ہو گئے۔ علیؑ کے ساتھ سوائے محدود سے چند مقداد۔ ابوذر۔ سلمان۔ وغیرہ کے کوئی تھا ہی نہیں۔ تمام مسلمانوں نے اتفاق کر کے ابو بکر کو تخت خلافت پر بٹھایا۔ یا علی المرتضیٰؑ گوشہ نشین ہو کر قرآن جمع کرنے میں مصروف ہو گئے۔ خالزین ولید اور عمرؓ نے دروازہ آکھٹا کھٹایا نہ بیرون خود تو دروازہ تک نہ آئے۔ خاتون جنت کو بھیجا۔ انہوں نے عمرؓ کو واثق بتائی کہ میں کیوں چھڑے ہو

بیعت نہ کرونگا۔ مگر یہ یاوریں گے۔ ان سے قتال کر لنگا۔ ۳ حیات القلوب جلد ۱ ص ۱۱۱ میں ہے۔ پس برپا دارا۔ محمد علیؑ درمیان مخلوق و پرہیزگار ایشیاں بیعت را دتا رہ گراں عہد پیمانے را کہ بیشتر از ایشان گرفتہ دوم۔ بدیسی کہ من ترا تبص میکنم سوئے خود و ترا بخوار رحمت خودی ظلم پس حضرت رسولؐ ترسید از قوم کہ میاوا اہل شقاق و نفاق پر آگندہ شوند۔ و بحاکمیت و کفر خود و دیگر دزدان کہ حضرت علیؑ و انست کہ عداوت ایشان با علیؑ بن ابی طالب در چہ مرتبہ است و کینہ اور دینہ ایشان جاگزہ است پس سوال کرد از جبریلؑ کہ از خداوند عالم کیا سوال نماید کہ اور از کینہ و نفاقان حفظ کند و انتظاری میر۔ کہ جبریلؑ از جانب خداوند عالم کیا خبر حاکمیت اور از شر منافقان بیاورد۔ پس تبلیغ رسالت را تا غیر خود۔ تا مسجد خیف پس و مسجد خیف جبریلؑ بر آنحضرتؐ نازل شد۔ و امر کرد آنحضرتؐ را کہ عہد ولایت را با ایشان برساند و اورا قائم مقام خود گرداند و عہدہ محافظت از شر اغادی را بر سر دے۔ آن حضرت طلب نمودہ بود و نیاورد پس باز جبریلؑ نازل شد و امر و ولایت تا لید نمود و انست جمعیت را بیاورد پس حضرت فرمود کہ ای جبریلؑ من از قوم خودی ترسم کہ اگر کذب نمایند و قول مرا در حق علی قبول نکنند پس از آنجا باز پس چوں لید کردم

عمر نے غضبناک ہو کر ان پر دروازہ گرا دیا۔ یا بقول روافض (نورِ بانہ) خاتونِ جنت کے بطن مبارک پر
لات مار کر حمل گرا دیا، (محسن کو شہید کر دیا)۔ علی المرتضیٰ پر لے درجہ کے بہادر اور جہری تھے۔ آپ کی شجاعت
کا کیا کہنا۔ ساتوں آسمان ایک انگلی پر رکھ کر اٹھا لینا۔ ان کی بہادری کا ادنیٰ کوشمہ تھا۔ آپ کی ذوالفقار
بھی غضب ڈھاتی تھی۔ عمرو مہرب جیسے کوہِ پیکر پہلوان کا قہر کو ایک اشاہ سے دو ٹکڑے کر دیا۔ شیر خوار
نئے خیمہ کا دروازہ ایک ہاتھ سے توڑ کر کہیں کا کہیں پھینک دیا۔ مگر یابیں ہمہ اپنی۔ وہ چھتر مہ کی یوں لے
عزقی دیکھ کر نہ ذوالفقار تیار ہم سے نکالی نہ اپنی نیراوا شجاعت کے کچھ جوہر دکھلائے۔ الشاعر اور خاندانِ
شیر خدائی گرونی میں دعاؤں سے سی ڈال لی اور گھسیٹتے ہوئے ابو بکر کے پاس لے گئے اور نورِ بیعت
کرائی۔ پھر ایامِ خلافت ابو بکرؓ میں شیر خدا تقیہ سے کام لیتے رہے ان کے بچے نمازیں پڑھیں۔ اور سرکاری
کام میں ان کے مشیر کام بنے رہے۔ ایسا ہی ایامِ خلافت عمرؓ عثمانؓ میں ہمارے دشمن لیکن مصلحتاً بظاہر
دوست بنے رہے اور اس طرح خلقِ خدا گمراہ ہوتی رہی۔ آخر شہادت عثمانؓ کے بعد آپ کو منصبِ
خلافت نصیب ہوا۔ لیکن ثلاثہ کا خوف دل پر کچھ ایسا غالب تھا۔ کہ ان کے انتقال کے بعد بھی انکی
مخالفت کا حوصلہ نہ ہو سکا۔ نہ فدک و زنا و فاطمہ کو واپس دے سکے، نہ متبعہ عیسیٰ کا رنوا ب کی ترویج
کر سکے نہ بدعتِ عمرؓ تراویح کو موقوف فرما سکے۔ غرض منحوس تقیہ آپ کے لئے ایسی بلائے بے درمان تھی
کہ جس نے مرتے دم تک بچھا نہ چھوڑا۔ اور طرفہ یہ کہ خدا کے کلام پاک قرآن کریم کو بھی ثلاثہ نے بگاڑ کر
کچھ کا کچھ کر دیا۔ سورتوں کی سوتیں اور آیتوں کی آیتیں نکال ڈالیں۔ سترہ ہزار آیتہ کا قرآن جبریلؑ اصل
رسید کہ بقدر سہیل پیش از جحفہ است جبریلؑ نزداً بحضرت صلوات اللہ علیہ و علیٰ آلہ و سلم و علیٰ سائر
زجر و جہد و مبالغہ نمود۔ باضامن شدن عصمت از شر اغوی پس گفت یا محمد خداوند عزیز و جلیل تر از اسلام میرساند
و میگوید کہ اے پیغمبرِ نرگوار تبلیغ کن آنچه سوئے تو فرستادہ شدہ است در باب غلبی و اگر نکلی نہ رسائیدہ خواہی بود پیچ
یک از رسالت الہی را خدا ترا نگہدار و از شر مردم و اولی قافلہ نزدیک جحفہ رسیدہ بود پس جبریلؑ بحضرت را امر کرد الخ
اس عبارت سے معلوم ہوا کہ رسول کو علیؑ کی ولایت کے اعلان کرنے کا مترجہ حکم پہنچا۔ پس آپ اس کے اظہار
کیلئے مارے ڈر کے لیت و لعل کرتے رہے۔ اور جبریلؑ کا رسول اور خدا کے درمیان آمد و رفت کا ایک مدت تک
تانتا بندھا رہا۔ حتیٰ کہ دربار الہی سے زجر و توبیخ ہوئی۔ اور خدا نے شر و دشمنان سے محافظت کا ذمہ بھی اٹھایا
تبہد شکل تمام غدیر خم میں لوگوں کو جمع کیے حضرت نے من کذبت منی الا انہ کے گول مول الفاظ فرمائے نظارین
خود بھی خیال فرمائیں کہ ایسے عقیدہ سے حضرت رسول پاک کی شان تبلیغ رسالت کی کس طرح توہین ہوتی ہے (استغفر اللہ)
لہ جلاء العیون جلد ۱ ص ۱۸۱ میں ہے پس وہ انتہائے امت گلوئے مبارک کجا بایں زمین یاں و لکڑی میں سے گئے
باقی صفحہ پر

پاک کے پاس لایا تھا۔ ثلاثہ نے صرف ۶۶۶ آیات رہنے دیں۔ باقی سب نکال دیں۔ اصلی مشرہ آن حضرت علی نے جمع کیا تھا جو ثلاثہ کے پیش کیا انہوں نے قبول نہ کیا۔ تو قسم اٹھائی کہ اب اس قرآن ظہور نہیں ہے پہلے کوئی دیکھ نہ سکیگا۔ یہ مسئلہ بالتفصیل آگے درج ہوگا۔

ابھی جیسے غور ہے کہ وہ اسلام حوالہ سنت پیش کرتے ہیں اس کے متعلق کسی مخالفت کو کسی قسم کا طعن کرنے کا کوئی موقع مل سکتا ہے ہرگز نہیں۔ لیکن اسلام کا جو نقشہ واقف کھینچ کر دکھاتے ہیں یہ مخالفین کے اعتراضات سے ہرگز بچ نہیں سکتا۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہمارے رسول پاک نبی آخر الزمان اپنی پاک تعلیم سے جو شاگرد و اصحاب پیدا کئے وہ ایسے کامل مکمل تھے کہ کسی قسم کی ترغیب و ترہیب ان کے اس عقیدہ اسلام سے انکو متزلزل نہ کر سکتی تھی۔ اپنی جائیں اپنے مال وہ اپنے آقا رسول پاک پر قربان کر چکے تھے ہر مشکل وقت میں اپنے پیارے رسول کا ساتھ دیا۔ وطن مالوت کو خیر باد کہا۔ خویش و اقارب کو چھوڑ کر نبی اکرم (قداہ ابی دہامی) کے ہمراہ ہجرت اختیار کی۔ جان و کھنوں کی وقت صدیق اکبر نے خدا کے حبیب حضرت رسول پاک کو اپنے کندھے پر اٹھا کر میلوں کا سفر قطع کر کے غار نور میں پہنچایا۔ اپنی جان معصوم خطر میں ڈالی غار کے اندر جا کر پہلے سائے سوراخ بند کئے۔ پھر رسول پاک صلعم کو اندر داخل ہونے دیا تاکہ حضور گزند و مار سے محفوظ رہیں حضور علیہ السلام کا سر اپنی گود میں رکھ کر سلا دیا۔ اور خود یا سبانی کرتا رہا۔ عاشق نبی صدیق اکبر کو جبکہ اس نے ایک سوراخ میں اپنے پاؤں کی ایڑی رکھی ہوئی تھی۔ سانپ نے ڈسا۔ آنکھوں سے شدت درد سے آنسوؤں آؤ گئے لیکن منہ سے فریاد نہ نکلی۔ تاکہ پیارے رسول کی نیند میں خلل نہ پڑے۔ دیہ واقعات حملہ حیدری وغیرہ کتب معتبرہ شیعہ میں مذکور ہیں جن کو ہم اپنے کسی موقع پر نقل کریں گے۔ حضور کی زندگی ہی میں نہیں بلکہ آپے یاران غار نے بعد وفات رسول بھی خدمت اسلام میں اپنی جائیں وقف کر دیں۔ اور

بقید حاشیہ صلا اور برزائت و گرجب دروازہ پر پہنچے۔ اور جناب فاطمہ مانع ہوئیں۔ اس وقت قنفذ نے اوپر دانت
دیگر عمر فرمے تازیانہ بازوئے جناب فاطمہ پر مارا کہ بازو جناب فاطمہ کا شکستہ ہو گیا۔ اور سوچ کیا۔ مگر پھر بھی جناب
فاطمہ نے جناب امیر سے لاکھ نہ اکھایا۔ اور ان اشقیاء کو گھر میں آنے سے منع کیا۔ یہاں تک کہ دروازہ شکستہ جناب
فاطمہ پر گر اویا۔ اور پسلیوں کو شکستہ کیا۔ اور اس فتنہ زد کو شکستہ جناب فاطمہ کے تھا۔ اور حضرت نے اس کا نام محسن
رکھا تھا۔ شہید کیا (نعوذ باللہ) صحاب رسول کو بدنام کرنے کے لئے۔ روافض نے بے اصل روایات گھڑ کر اسوۃ الغائب
اور جناب سیدہ کی زمین کا لٹی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ کیا عقل مان سکتی ہے کہ جناب سیدہ کی ایسی بیچر تھی کہ وہ بیچ
اور شیر خدا خاموش بیٹھے ہیں۔ پھر آپ کے گلے میں سی۔ الکر اور گھسیٹ کر سجد تک ایجا ئیں۔ اور شیر خدا جنبش نہ کریں۔

۴۔۔۔ ایس خیال است و محال است و جہنوں

انہی کی برکت سے اسلام دنیا میں پھیلا اور خدا کا پاک صحیفہ (قرآن کریم) جیسا کہ نازل ہوا تھا۔ ان ہی کی طفیل اب تک ہم میں موجود محفوظ ہے۔ اس کے مقابلہ میں حضرت عیسیٰ کے شاگردوں (حواریوں) کی طرف دیکھا جائے تو پتہ ملتا ہے کہ اس مشکل وقت میں جو یہودیوں کی شرارت سے مسیح کی جان پر آئی تھی۔ کسی شاگرد نے ساتھ نہ دیا بلکہ ہورائے تیس روپے لے کر ان کو گرفتار کر دیا (متی باب ۲۶ درس ۱۵) سمعون پتیس نے تین مرتبہ تعلق سے انکار کیا۔ اور ہمیں کھائی ہیں اور لعنت بھیجی (متی باب ۲۶ درس ۶۹ لغات ۴۲) ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قوم نے جب ان کو پہاڑ کے لیے بلایا گیا۔ تو صاف کہہ دیا کہ اذہب انت وذلک فقالت انا انا ههنا قاعدون طریقی تم اور تمہارا رب ملکہ دشمن کا مقابلہ کریم تو الگ بیٹھ کر تماشا دیکھیں گے، لیکن روافض کا اسلام وہ ہے۔ کہ جو لوگ لاوی اسلام سے خاص الخاص تعلق رکھتے تھے جن کی تعلیم پر آپ نے سارا زور خرچ کیا اور ان کو عمر بھر اپنی صحبت سے مستفید فرمایا۔ اور سفر و حضر میں وہ آپ کے رفیق شام و صبح اور ہم ہم ہے۔ اپنی بیٹیاں ان کو نکاح کروں۔ ان کی اپنی زوجیت میں لیں۔ ان کا اسلام ہی متافقہ تھا۔ وہ تریانی مسلمان تھے۔ اور دل میں رسول اور اس کی اولاد کے دشمن تھے۔ لاوی اسلام کے رخصت ہونے (وفات ہونے) کی پرستی تھی کہ سارا نقشہ ہی بدل گیا۔ نہ مسلمان رہے نہ مسلمان صرف تین یا چار اشخاص اسلام پر ثابت قدم رہے۔ باقی سب ترمیم ہو گئے۔ (العیاذ باللہ) اب بتائیے کہ ایک مخالف اسلام کے دل میں اسلام اور لاوی اسلام کی کیا وقعت رہ جائے گی اور مسلمان صدقات اسلام کیلئے کونسی دلیل پیش کر سکیگا۔ علاوہ انہیں شیعہ قرآن کے بھی قابل نہیں ہیں۔

شیعہ قرآن کو نہیں مانتے

اسلام کا مائے ناز۔ اسلام کا زندہ مجروح۔ خدائے پاک کا مقدس صحیفہ قرآن کریم ہے جس کے متعلق غیر اقوام کو بھی اس امر کا قائل ہونا پڑا ہے۔ کہ یہ ایک کامل مکمل کتاب ہے جس کا ایک کلمہ، ایک حرف، ایک نقطہ تک بھی تبدیل نہیں ہو سکتا ہے، چنانچہ ایک عیسائی مصنف سرولیم مورس باقی لفظت گردن ہو جتہ لائف آف محمد میں رقمطراز ہے: ”یہ بالکل صحیح اور کامل قرآن ہے۔ اور اس میں ایک حرف بھی تحریف نہیں ہوا۔“ یہی نتیجہ بنیاد دعویٰ کر سکتے ہیں کہ قرآن کی ایک ایک شے خالص اور غیر متغیر صورت میں ہے۔ اور آخر کار ہم اپنی بحث کو دن بھر صاحب کے فیصلہ پر ختم کرتے ہیں۔ وہ فیصلہ یہ ہے۔ کہ ہمارے پاس جو قرآن ہے۔ ہم کامل طور پر اس میں ہر لفظ و صلیح کا صحیح معنی جیسا کہ مسلمان اس کے ہر لفظ و صلیح کا لفظ خیال کرتے ہیں۔ لیکن انہیں اس شیعہ یا جو وہ دعویٰ ہونے کے صرٹ اس خیال سے کہ قرآن پاک کی تدوین و ترتیب خلیفہ ثالث

حضرت عثمان نے کی ہے۔ اس کو قرآن نہیں مانتے۔ بلکہ شیعہ کا اعتقاد ہے۔ کہ اہل قرآن وہ تھا جو حضرت علی نے جمع کیا تھا۔ اور صحابہ ثلاثہ کے پیش کیا تھا۔ انہوں نے اس کو قبول نہ کیا۔ تو حضرت علی نے اس کو اب غائب کیا۔ کہ قیامت سے پہلے اس کا نکلنا محال ہے۔ چنانچہ شیعہ کی بڑی مستند کتاب اصول کافی مطبوعہ و کشور ۱۳۰۲ھ ص ۱۳۹ میں یوں لکھا ہے۔

عن جابر قال سمعت ابا جعفر یقول ما اذعی احد من الناس انہ جمع القرآن کما کما انزل الی کتاب و ما جمعہ و ما حفظہ کما انزل الی علی بن ابی طالب و لا عمہ من بعدہ۔ ترجمہ: جابر کہتا ہے میں نے امام محمد باقر سے سنا ہے کہ تھے۔ کہ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس نے قرآن کو جیسا کہ نازل ہوا ہے جمع کر لیا ہے وہ بڑا جھوٹا ہے۔ قرآن کو عیسا کہ خدا نے نازل کیا۔ بنی قرآن اور انہما بعد کے کسی نے جمع نہیں کیا ہے۔“

نتیجہ صاف ہے۔ کہ جو کہ قرآن موجودہ باتفاق فریقین جمع کردہ علی نہیں ہے۔ بلکہ جمع کردہ عثمان ہے۔ اس لئے اس کو مکمل قرآن کہنے والے جھوٹے ہیں۔ (معاذ اللہ)

اور شیعی شیعہ کی دوسری مستند کتاب جلاء العیون اردو مطبوعہ طبع حیدرآباد کے صفحہ ۱۳۲ میں یوں درج ہے۔ کہ ابو بکر نے جناب امیر کو اپنی بیعت کے لیے بلایا جناب امیر نے فرمایا۔ کہ میں نے تم کو کھائی ہے۔ کہ جب تک قرآن جمع نہ کروں گھر سے باہر نہ آؤں۔ اور چار دروش پر نہ ڈالوں۔ بعد چند روز کلام اللہ ناطق یعنی جناب امیر نے قرآن کو جمع فرمایا۔ اور چار ڈالوں میں رکھ کر سر پر رکھ دیا۔ اور مسجد میں تشریف لاکر جمع مہاجرین و انصار میں ندا فرمائی کہ لے گروہ مردماں جب میں دفن پیغمبر آخر الزمان سے فارغ ہوا۔ حکم آنحضرت قرآن جمع کرنے میں مشغول ہوا۔ اور جمع آیات و سورہاں قرآنی کو میں نے جمع کیا ہے۔ اور کوئی آیت آسمان سے نازل نہیں ہوئی جو حضرت نے مجھے نہ سنائی ہو۔ اور اس کی تاویل مجھے نہ تعلیم کی ہو۔ چونکہ اس قرآن مجید میں چند آیات کفر و نفاق منافقان قوم و نص خلافت جناب امیر پر صریح تھے۔ اسوجہ سے قرآن نے اس قرآن کو قبول نہ کیا۔ پس جناب امیر شہناک اپنے حجرہ طاہرہ کی طرف تشریف لے گئے۔ اور فرمایا کہ اس قرآن کو تم لوگ ناظر و قائم ال محمد (امام مہدی) نہ دیکھو گے۔“

اس عبارت سے بوضاحت ثابت ہو گیا کہ حسب اعتقاد شیعہ اہل قرآن وہ تھا جو حضرت علی نے جمع کر کے صحابہ کے پیش کیا۔ انہوں نے منظور نہ کیا۔ تو آپ خفا ہو کر اپنے حجرہ میں چلے گئے۔ اور کہا کہ اب اس قرآن کو تم لوگ امام مہدی کے ظہور سے پہلے نہ دیکھو گے۔

اسی طرح اصول کافی ص ۱۳۹ روایت امام صادق اسی مضمون کی درج ہے۔ جس میں لکھا ہے

فَقَالَ وَاللَّهِ مَا تَرَوْنَ مَا بَعْدَ يَوْمِكُمْ هَذَا اَنْبِئَا اَحْمَدَ عَلِيَّ نَعْمَ خَدَاكِي قَمِ اسَ قَرَانِ كَوَاجِ كَ بَعْدُ قَمِ
کبھی نہ دیکھو گئے اور لیجئے اصول کافی ص ۶ میں ہے۔

عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِنَّ الْقُرْآنَ الَّذِي جَاءَ بِهِ جِبْرِيلُ
عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ سَبْعَةً عَشَرَ أَلْفَ آيَةٍ -

ہشام بن سالم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جو قرآن جبرائیل رسول
پاک کے پاس لے کر آئے وہ ۱۷ ہزار آیت کا ہے۔

اس حدیث نے تو شیعہ کے معروف قرآن کی آیتیں بھی گنیں۔ اور صاف بتا دیا کہ جو اصلی قرآن جبرائیل نے
نبی کریم کو پہنچایا تھا۔ وہ ۱۷ ہزار آیت کا قرآن ہے۔ چونکہ موجودہ قرآن ۱۷ ہزار آیت کا نہیں بلکہ ۶۶۶۶ آیت کا
ہے۔ اس لئے یہ مکمل قرآن نہیں ہو سکتا۔ اب کہا جائیگا۔ کہ یہ اعتقاد متقدمین شیعہ کا ہو گا۔ آجکل کے شیعہ ہی
قرآن کو مکمل اور صحیح سمجھتے ہیں۔ سو یہ خیال بھی درست نہیں ہے۔ کیونکہ نامکمل ہے۔ کہ کوئی شخص شیعہ ہو کر امام جعفر
کی حدیث کو جھٹلا سکے۔ نیز قول امیر مندرجہ جلال العیون کی تکذیب کر سکے۔ اس میں کلام نہیں کہ آجکل کے شیعہ بھی
اس قرآن کو صحیح نہیں مانتے۔ اور ان کا اعتقاد بھی اسی قرآنی قرآن پر ہے۔ جو خیال ان کے حضرت علی نے جمع
کیا تھا۔ اد اب اس کو امام متقدم ہدی علیہ السلام بغل میں دبائے کہیں غار میں چھپے ہوئے ہیں لیکن اس امر کے
ثبوت کے لئے کہ زمانہ حال کے شیعہ بھی اس قرآن کو نہیں مانتے تحریری ثبوت پیش کیا جاتا ہے۔ تاکہ مخالف کو چون
چالکی گنجائش باقی نہ رہے۔

لوسنو! آجکل شیعہ حضرت کے بڑے جتہد و مسلم پیشوا جناب مولوی سید علی الحائری لاہوری ہیں۔ ان کے لفظ
ناطق میرزا احمد علی امرتسری نے ایک رسالہ دو مومسومہ "الانصاف فی الاستحلاف" تصنیف کر کے شائع کیا ہے
اس کے ٹائٹل کے دوسرے صفحہ پر مولوی حائری نے تقریظ لکھی ہے۔ جس میں مصنف رسالہ کی تعریف اور
رسالہ کی تصدیق و توثیق کر کے آخر میں اپنی مہر ثبت کر دی ہے۔ اس رسالہ کے صفحہ ۱۲۵ میں مرزا موصوف نے
قرآن موجودہ کے متعلق اپنا عقیدہ صاف الفاظ میں لکھ دیا ہے۔ کہ قرآن موجود غلط اور ناقص غیر صحیح الترتیب ہے
اور کہ اس طرح کا قرآن (معاذ اللہ) مرزا احمد علی بھی بنا سکتا ہے۔ عبارت یوں ہے۔

حضرت عثمان کا قرآن کی نقلوں کو پھیلانا مسلم۔ لیکن یہی ترتیب قرآن ان کی غفلت از اسلام کو طشت از
بلم کرتی ہے۔ اگر وہ حضرت علی کے جمع شدہ قرآن کو رائج کرتے تو ان پر کوئی الزام عائد نہ ہوتا۔ ہم نمونہ کے
طور پر اس ترتیب کی چند غلطیوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ باتفاق اہل اسلام سورہ اقراء سب سے اول
نازل ہوئی۔ لیکن قرآن مترتب میں اس کو اخیر پارہ میں جگہ دی گئی ہے۔ الْيَوْمَ اكْمَلْتُ

لَكُمْ دِينَكُمْ اَخِيرَ مِ نَ نَزْلِ هُوَ بَ۔ لیکن اس کو بیچ میں جگہ ملی ہے۔ دیکھئے اس آیت کو چھ پارہ سورہ مائدہ
میں یوں درج کیا ہے۔ حُرِّزَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْمَةُ وَالْيَمِينُ وَالْحِمْلُ بِرُءُوسِهِمْ مَا هِيَ لَكُمْ
لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمُنْذِقَةُ وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُسَارِفَةُ وَالنَّطِيقَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبْعُ
الْأَمَّ اَكْمَلْتُمْ وَمَا ذَرَجَ عَلَى النَّهْبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْوَاجِ ذَلِكُمْ يَوْمَ الْيَوْمِ
يَكْفُرُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تُخْشَوْهُمْ وَاحْشَوْنَ الْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ
دِينَكُمْ وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَبِّيتُ لَكُمْ الدِّينَ دِينًا فَمَنْ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ
فِي مَخْمَصَةٍ فَإِنَّ اللَّهَ شَفِيعٌ ذَرِحْتُمْ - پارہ ۲ سورہ مائدہ دکوہ ۶ ترجمہ

ترجمہ کے لئے تم پر مردار، خون، مگوشت، سورا، اور جو باگ دیاجلے واسطے غیر خدا کے ساتھ
اس کے اور جو کلا گھونٹ کر مرا ہو۔ یا مار سے مرا ہو۔ اور جو بلندی سے گر کر مرا ہو۔ اور ضرب شلخ
سے مرا ہو۔ اور جس کو کھایا ہو درندوں نے۔ مگر جس کو تم نے ذبح کیا۔ اور جو ذبح کیا جائے
اوپر بتوں کے۔ اور یہ کہ طلبہ تمت کرو۔ ساتھ تیروں کے یہ فسخ ہے۔ آج کا فرما ہمارے دین
سے نا امید ہو گئے۔ پس ان سے نہ ڈرو۔ اور مجھ سے ہی ڈرو۔ آج کے دن میں نے تمہارے دین
کو کامل کر دیا۔ اور تمام کر دی تم پر نعت اپنی اور اضافی ہوا تمہارے لئے اسلام دین سے۔ پس جو مضطر
ہو جائے بھوک میں۔ لیکن اس گناہ کے اعادہ کی طرف مائل نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ہر ایک عاقل و بصیر پر اپنی تدبیر سے واضح ہو گا کہ ان دونوں آیتوں کو الٹ سے کوئی تعلق
نہیں۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ حرمت کے حرام ہو جانے سے کافر نا امید نہیں ہو جاتے۔ اور نہ اس سے
کمال دین ہوتا ہے۔ اور اگر اسی سے تمام دین ہوا تو چاہئے تھا کہ اس کے بعد کوئی اور حکم نازل نہ ہوتا
حالانکہ بالاتفاق ثابت ہے۔ کہ اس کے بعد بہت سے حکم نازل ہوئے۔ پھر یہ حکم مکمل دین کیسے ہو
سکتا ہے۔ اور دیکھئے پارہ سورہ نسا میں ہے۔ وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَمِينِ فَأَلْجُوكُمُ
مَلَطَابَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ سَائِرِ مَا فِي دِينِكُمْ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَقْدُوا فَوَاحِدَةً
یعنی اگر تم ڈرو کہ یتامی میں انصاف نہ کرو گے۔ تو نکاح کرو جو پاک ہیں تمہارے لئے عورتوں سے دو تین
اور چار۔ پس اگر ڈرو کہ عدل نہ کرو گے تو ایک ہی۔

فرمائیے۔ کہ خوف عدم انصاف یتامی کو تعدد از دو واج سے کیا تعلق اگر قسط یتامی تین چار
عورت کو نکاح میں لانے سے ہی قائم ہوتا ہے۔ تو آلا تَقْدُوا فَوَاحِدَةً کی قید سے فائدہ تو مشتبہ
نمونہ از غرور ترتیب کی فروگزاشتیں ہیں۔ اب اعراب کی سن لیجئے۔ اِنَّ هَذَا صِرَاطٌ عَلٰی مُسْتَقِيمٍ

جس کی تصدیق و توثیق شیعوں کے قید و کید سرکارِ عالمی نے بھی کر دی ہے۔ بلاشبہ شیعہ کا ایمان اس قرآن پر نہیں ہے نہ ہو سکتا ہے۔ اگر کہہ دیجئے میں کہ ہم اس قرآن کو ماننے میں۔ تو یہ ان کا تقیہ ہے۔ ایہ ہم احمد علی کے اعتراضات کا جواب اس نے قرآن پر کلمے میں مختصر جواب تحریر کر دیے ہیں۔

اعترافات مرزا کا جواب

قرآن کریم پر معترض ہونا احمد علی بیہ چارہ کی کیا ایسا طبع ہے۔ فرقہ میں وقت نازل ہوا جواب عرب میں
دریائے فصاحت بہ رہا تھا۔ سیکڑوں فصحاء و بلغاء اپنے بیہ مثل قصائد پر ناز کر رہے تھے۔ لیکن قرآن کریم کی
فصاحت کے سامنے سب نے سر تسلیم خم کر دیا۔ قرآن نے فَاَتُوا بِسُودَةٍ مِّنْ مِّثْلِہَا پہنچانے دیا۔ کسی کو صورت
تو کیا ایک آیت بنانے کی بھی جرأت نہ ہوئی تعجب ہے کہ کبھی جاہل جن کی علمیت و قابلیت کی یہ حالت ہے
کہ مباحثہ گندیاں میں بجائے اَلَا تَنْظُرُوْا اِلَّا تَنْظُرُوْا ٹپکھا تھا۔ قرآن پر اعتراض کرنے لگے اور کہتے ہیں
ایسا قرآن میں بھی بنا سکتا ہوں۔ سو واضح ہو کہ خود احمد علی ان اعتراضات کا معیہ نہیں ہے۔ بلکہ ایک نزدیک
کا فضیلتہ طور ہے۔ جس کا ذکر شیعوں کی مستند کتاب طبری موطا و عیالہ ان حدیث ۱۱۹ لغایت ص ۱۲۲ میں ہے کہ
اس نے یہ اعتراضات حضرت علیؑ کے سامنے پیش کئے اور آپؑ سے کوئی جواب نہ بن آ۔ کہ قرآن میں شریف ہو
جانے کی وجہ سے ایسا ہے۔

اس نیا ت سے سب ذیل باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ حضرت علیؑ کا جمع کرنے قرآن پہلی تھا جس کو رائج نہیں کیا گیا۔ اور نہ خود قرآن کی ترتیب مسلمانوں کی ہدایت کا باعث نہیں۔ بلکہ اس سے غفلت ازا اسلام کا راز فاش ہوتا ہے۔ دوم مرزا احمد علیؑ اس قرآن کو مندرجہ بالا منہج سے پہنچانے نمونہ کے طور پر پہلے اس کی ترتیب کی غلطیاں ظاہر کرتا ہے۔ ایک غلطی یہ کہ سورہ اقرار پہلے نازل ہوئی تھی۔ قرآن موجود میں آخری پارہ میں درج ہے۔ دوسری کہ الْيَوْمَ اكْمَلْتُ دَابِّيْہِ اخیس میں نازل ہوئی۔ اس کی چھٹے پارہ میں لکھا گیا ہے۔ تعمیری آیتہ۔ فَإِنْ حِطُّمُ الْاَنْفُسَ طَلُوْا اِنِّیْ لَیْسَ بِیْكُمْ اَمْرًا لَّکُمْ اَنْفُسُکُمْ الخ یہی معنی ہے۔

اس کے بعد نیز موجودہ قرآن کی صرف دو نحو کی غلطیاں : این ترا ہے پہلی یہ کہ آیت اِنَّ هَذَا صِرَاطٌ عَلٰی
مُسْتَقِیْمٍ دوسری آیت اِنَّ هَذَانِ لَسَا حُرًا بِحَبْلِ قَاعِدَةِ نَحْوِکِ مَرُوءے غلط ہے۔ اِنَّ هَذَانِ چاہیئے
تھا۔ سوم : یہ قرآن میں کی نسبت مستحب ہے۔ کہ من حیث فضاحت معجزہ ہے۔ یہ درست نہیں ہے۔
بلکہ اس میں متروک محاورے پائے جاتے ہیں اور اس قسم کا قرآن مرزا احمد علی حبیباً کار ک بھی بنا سکتا ہے درو
حوئی وَاِنْ فَسَّقُوا بِاللّٰهِ اب مسلمان غور کریں کہ حج مکہ بھی مسلمان نے پیروی است کی کہ قرآن کو غلط کہے۔ اور یہ
اتفاق کر کے ایسا قرآن نہ بھی بنا سکتا ہے۔ کاش ! اسلامی سلطنت ہوتی۔ تو جو احمد علی حبیبے مسلمان کا وہی
حشر موتا۔ جو نعمت اللہ کا افغانستان میں ہوا۔ لیکن یہاں آزادی کا دور رہے جو بھی چاہے کہہ لو۔

کس نہی پرسد کہ بختیا کون ہو سپر ہو یا پاؤں ہو یا نون ہو

ہاں ! ایک دن مرزا بھگت بچھو مرزا بھگت کا کہہ کر تم نے خدا کی پاکی کتاب سے کیا سلوک کیا یہ نہ خیال کیا جائے کہ مرزا اپنے ذاتی خیالات کا انہما کر رہا ہے بلکہ وہ تمام شیعیان ہندوستان کے خیالات کی ترجمانی کر رہا ہے۔

(۱) یہ اعتراض کہ سورہ اقرآن مجید نازل ہوئی اور الیوم اکملت الخیر میں اقرار کیا گیا کہ آخری پارہ اور الیوم الخ کو بارہ ۶ میں جگہ ملی سو واضح ہو کہ شیعہ معترض کو ایسا تک یہ بھی علم نہیں ہے کہ ترتیب قرآن مطابق نازل نہیں ہے۔ بلکہ موافق تبارک و تعالیٰ خدا اور تعلیم جبرائیل ہے۔ جیسا کہ اتفاق میں ہے۔ علامہ کرمانی برائے میں لکھتے ہیں۔ ترتیب الشوریہ کذا اھو عند اللہ فی الاثر المحفوظ علی هذا الترتیب و علیہ یفرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم جبرائیل اکل سنۃ ما کان یختم عندہ منہ و عرجی علیہ فی السنۃ التي توفي فیہا مرتین۔ رسولوں کی ترتیب وہی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوح محفوظ میں ہے۔ اور اس وقت صلی اللہ علیہ وسلم اسی ترتیب کے ساتھ جبرائیل کو سنایا کرتے تھے۔ اور جس سال آپ ﷺ انتقال فرما دیے اور بارہ بتایا۔ دوسری جگہ میں لکھا ہے امام ابوالبرکات انباری فرماتے ہیں۔ انزل اللہ تبارک و تعالیٰ القرآن کلہا علی النبی اکثر فرقہ فی بضع و عشرين سنۃ و کانت الشوریہ تنزل لایم یحدث و الیوم جواب الشفۃ و یوسف جبرائیل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعلی موضع الاثر و الشوریۃ فاقساو الشوریۃ

كَاتَّبَاتُ الْأَيَّامِ وَالْأَيَّامُ كَلَّمَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَدْ مَسَّوَهُ أَوْ أَخْلَ هَا
فَقَدْ أَقْسَدَ نَظْمُ الْقُرْآنِ وَاللَّهُ تَعَالَى نَظْمُ الْقُرْآنِ آسَانٌ دُنْيَا كَيْطُوفٍ أَيْكَ بَارِئِ نَزْلٍ كَرِيحٍ خَافٍ بِهَرِاسٍ
كُوْنِيَا فِي حَضْرَتِ تَنْبِيْهِ اِيْمَانٍ فِي تَهْوِيْرَاخِ وَرَا نَزْلٍ فَرِيَا جِبْ كُوْنِيَا يَاتِ بِيَا هُوْتِيَا اِسْكَ لِيَا اِسْ هِيَا
كُوْنِيَا سُوْرَةِ يَاتِ نَزْلٍ مَرِيَا قِيَا - اُوْر جِبْرَائِيْلُ اِيْكُوَا سَ كَا مَرِيَا بَتَا رِيَا دِيَا كَرِيَا قِيَا يِيَا سُوْرَتِيَا كَا بَارِيَا يِيَا
اِنْصَالٍ هِيَا - جِيَا كَا يَاتِ وَ مَرُوْتِ كَا اُوْر سَبْ اَخْفَرْتِ مَعْلَمُ كِي طَرَفُ سِي هِيَا پِيَا مَرُوْتِ كُوْنِيَا سُوْرَةِ مَقْدَمُ يَا مَرُوْتِ كُوْنِيَا
وَهْ نَظْمُ قُرْآنٍ فِي خَلَلٍ وَ اَتَا هِيَا -

مفسرین کے اس بیان کی تصدیق قرآن کریم سے بھی ہوتی ہے۔ جیسا کہ آیت لَا تَحْزَنْ بِهِ لِسَانُكَ
لَتَعْمَلَ بِهِ اِيَّاكَ عَلَيْنَا جَمْعُهُ وَقَدْ اَمْنَهُ رَجَبِ جِبْرَائِيْلُ كُوْنِيَا يَاتِ نَزْلٍ مَرِيَا قِيَا
جلدی جلدی پڑھتے تاکہ ٹھیک یاد ہو جائے۔ اور جبکہ ہر ایک پڑھ کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ جلدی مت کریں
قرآن کی جمع و ترتیب ہمارے ذمہ ہے۔ سو جب ایز و متعال نے جمع و ترتیب اپنے ذمہ لے لی۔ پھر کوئی شخص
اس جمع و ترتیب کے خلاف تغیر و تبدل کی طرح کر سکتا ہے۔ اور یہ بھی ممکن نہیں کہ تیس سال متواتر تنزیل
قرآن ہوتی رہی ہو۔ اور آنحضرت صلعم نے اس کی جمع و ترتیب کا کوئی اہتمام نہ کیا ہو بیشک سُوْرَةُ اَمَاتِ قُرْآنِ
کی ترتیب عہد نبوی میں ہو چکی تھی۔ اور بہت سے لوگوں نے قرآن کو حفظ بھی کر لیا تھا۔ اور اسی ترتیب کے
مطابق حضرت عثمان نے قرآن کریم کی کتابت کر کے قرآن پاک کی اشاعت کر دی۔ پھر احمد علی کا اعتراض
اول خدا تعالیٰ پر ہے۔ پھر رسول پاک پھر جبرائیل پر ہے۔ نہ حضرت عثمان پر کاش ہے
گر مسلمانی ہمیں است کہ مرزا دارند حیف کہ پس امر و بد و فو وائے

دوسرا اعتراض آیت قرآن فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَمِينِ فَانْكِحُوا مَا حَلَائِلُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ
مَتْنِي وَ ثَلَاثَ وَ دُبْعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدُوا فَوَادِحِدَةً كَيْ مَتْلَقٍ هِيَا - بِيَا عَرَضُ هِيَا مَقْرَضُ كِي بَعْلِي
کی وجہ سے ہے۔ اس کا شان نزول جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے یوں ہے۔

کہ بعض لوگ چھوٹی یتیم لڑکیوں سے جو ان کی ولایت میں ہوتی تھیں ان کے مال کے لالچ سے نکاح
کر لیتے تھے۔ اور چونکہ یتیم لڑکی کا اور کوئی سرپرست نہ ہوتا تھا۔ یہ لوگ بے انصافی سے ان کا ہر کم مقرر کرتے
اور ان کے مال کو دیا لیتے اور ان سے سلوک نہ کرتے تھے۔ اس لئے حق تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ اگر تم لوگ یتیم لڑکیوں سے
لڑکیوں سے منصفانہ برتاؤ نہیں کر سکتے تو ان سے نکاح مت کرو بلکہ ان کے علاوہ دوسری اجنبی عورتوں
میں سے دو تین چار سے نکاح کر سکتے ہو۔ اور ان میں بھی بے انصافی کا ڈر ہو تو صرف ایک سے نکاح کر لیا کرتی
ہے۔ بتلائیے اب کونسا انشکال باقی رہ جاتا ہے۔ آیت کا مضمون بالکل صاف ہے۔ البتہ

سخن شناس نہ۔ لہذا خطا اینجا است

۱۳) اِنَّ هَذَا اَحْسَنُ اَلَا عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ کے متعلق کتاب ہے۔ کہ علیؑ یا فوق کے لئے آتا ہے یا نقصان
کے معنی دیتا ہے۔ یہ دونوں یہاں درست نہیں۔ اس لئے آیت میں علیؑ صحیح نہیں ہے۔ سو اس سے تو
معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ بیچارے علوم صرف و نحو سے بالکل ہی نابالغ ہوتے ہیں۔ ورنہ ایسے اعترافات نہ کریں۔
جناب من! کتب نحو میں مذکور ہے کہ بعض جگہ علیؑ بمعنی الی بھی ہوتا ہے۔ اکثر مفسرین نے بھی ایسا ہی لکھا ہے بغیر
خانہ میں ہے۔ قَالَ الْحَقُّ مَعْنَاهُ هَذَا اَحْسَنُ اَلَا عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ اور تفسیر میں ہے۔ گوئی علیؑ بمعنی الی است
یعنی افلاص راہ راست بسوی من۔ سو اس کا معنی یہ ہے کہ یہ راستہ سیدھا میری طرف ہے۔ اس میں کون سی
غلطی ہے؟ یہ علیؑ کی جگہ علیؑ صحیح سمجھ کر اس کو بھی علیؑ کی فضیلت کا ثبوت قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ صراط علیؑ
علیؑ کا راستہ قرار دینا کمال حماقت ہے قرآن میں صراط کا اضافت یا توفی تعالیٰ کی طرف ہے۔ جیسا اِنَّ هَذَا اَحْسَنُ اَلَا عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ
ہے یا عام مقررین حق کی طرف جیسا صراط الدین اَلَا عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ علیہم سارا قرآن مطالعہ کرو۔ اس کے خلاف
کسی ایک شخص نبی یا ولی کی طرف ہرگز اضافت نہیں ہے۔ صراط علیؑ علیؑ کا راستہ کیا مسلمانوں کے راستہ
سے الگ تھا کہ ان کی طرف خصوصیت سے اضافت کی جاتی۔ سو چو اور غور کرو نیز قرآن کی ایک اور آیت
وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ یعنی سیدھا راستہ خدا کی طرف ہے۔ پ ۱۲۔ سورۃ النحل ۱۷) یہاں تو علیؑ کا
معنی الی کے سوا اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ کیا شیعہ صاحبان یہاں بھی کہیں گے کہ علیؑ اللہ ہے یعنی علیؑ خدا
ہے۔ - - - - - بریں ہم و ادراک باید گریست۔

۱۴) چوتھا اعتراض اِنَّ هَذَا اِنْ لِّسَا حِرَابٍ پر ہے مقررین کا اعتراض یہ ہے کہ اِنَّ کا اسم منصوب ہوتا
ہے۔ اِنَّ هَذَا اِنْ چاہیے۔ سو اس اعتراض نے تو شیعہ حضرات کی طبیعت کا سارا پردہ فاش کر دیا ہے شیعہ
اس اعتراض اور مخترع کے دیگر اعتراض کو ایسا لایحل کہتے ہیں۔ کہ اس کا جواب باب العلم حضرت علیؑ سے بھی معاذ اللہ نہیں سکا
ہر ایک شخص جس نے خود کی ادنیٰ کتاب عبد الرسول وغیرہ بھی پڑھی ہو جانتا ہے کہ اِنَّ حَقِيقَةُ اَلْاَشْرَاقِ
منی (یعنی) ہو جاتا ہے اور اس صورت میں خبر پر لام آیا کرتا ہے۔ خود کی مستند کتاب شرح ملا جامی بحث حرف
مشبہ بالفعل میں ہے۔ رَحْمَتُكَ اِنَّ اَلْمَكْسُوْرَةَ كَيْفَ اَلْتَشْدِيْدُ وَ كَثَرَةُ اَلْمُسْتَعْمَالِ فَيَا نَهَا
بَعْدَ اَلْحَقِيْقَةِ اَللَّامُ وَ جَبِيْنُ اَلْجَوْرِ اَلْاَرْهَاقُ اَيُّ اَلْاِطْلَاقِ عَمَلُهَا وَ هُوَ اَلْغَالِبُ لِقَوَاتٍ بَعْضُ وَ حُوْرُ
مُسَابَهَتِهَا مَعَ اَلْعَمَلِ كَقَوَا اَلْاَخِرِ وَ كَوْنُهَا عَلَيَّ اَلْاَشْرَاقِ اَحْرَفٌ اِنَّ مَكْسُوْرَةَ حَقِيقَةُ اِنَّ اَبُو جَانِ
کیونکہ تشدید میں ثقالت ہے اور یہ کثیر الاستعمال ہے۔ اس وقت لام ضروری ہوتا ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ
مشابہت فعل کی بعض وجوہ مثلاً مفتوح الاخر ہوتا یا۔ تین حروف کا ہونا معدوم ہو جاتی ہیں

چونکہ آیت میں ان مخفوفات سے اس لئے قاعدہ نسخ کی رو سے اس کا ابطال عمل جائز بلکہ اغلب ہونے کی وجہ سے وہ ثابت ہو گا اس لئے قائل نہیں زیادہ افسوس یہ ہے کہ ایک ایسی طالب علم بھی واقف ہو سکتا ہے لیکن شیعہ کے علامہ عابدی اور ان کے پیروں کو یہ معلوم نہیں ہے مگر یہ بھی واضح ہے کہ قرآن کی تلاوت کی مگر یہ مسئلہ تو ایسا بل عبد الرسول میں بھی درج ہے۔ اس علی بیضاوی پر جرات یہ کہ قرآن پاک کتاب اللہ پر اعتراض کرنے لگے میں بکثرت کلمہ تخریج میں اقواء ہم ان یقولون لا کذب باط

ایک اور ثبوت

اس امر کا ثبوت کہ شیعہ کے نزدیک اہل قرآن وہ ہے جو حضرت علی نے جمع کیا۔ اصول کافی ۱۷۱ میں ہے۔ عَنْ سَالِمِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ قَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى أَنَا سَمِعَهُ يَقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ لَيْسَ عَلَى أَتَقَرُّهَا النَّاسُ فَقَالَ الْإِمَامُ عَلِيُّ بْنُ أَبِي تَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَفَّ عَنْ هَذِهِ الْقِرَاءَةِ اقْرَأُوا كَمَا قَرَأَ النَّاسُ حَتَّى يَمُوتَ الْقَائِمُ فَإِذَا قَامَ الْقَائِمُ قَرَأَ كَمَا قَرَأَ النَّاسُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى هَذِهِ الْأَخْرَجَ الْمُصَنِّفُ الْكَذِبَ كَتَبَهُ عَلِيُّ بْنُ أَبِي تَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى النَّاسِ حَتَّى يَمُوتَ الْقَائِمُ قَرَأَ كَمَا قَرَأَ النَّاسُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى هَذِهِ الْأَخْرَجَ الْمُصَنِّفُ كَمَا أَنْزَلَهُ اللَّهُ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَدْ جُمِعَتْهُ مِنَ النَّاسِ فَقَالُوا هُوَ ذَا عِنْدَنَا هُوَ صَحَّفَ جَمَاعَةُ الْقُرْآنِ لِحَاجَةٍ لَنَا فَقَالَ أَمَا وَاللَّهِ مَا تَرَوْنَهُ بَعْدَ يَوْمِكُمْ هَذَا الْبَدَا إِنَّمَا كَانَ عَلَى الْأَخْبَارِ جُمُعَتُهُمْ لِيَقْرَأُوا بِهَا

سالم بن سلمہ راوی ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادقؑ کے پاس قرآن پڑھا۔ اس قرآن کے لئے حروف میں سے کہ جو اس قرآن میں نہیں ہیں جو لوگ پڑھا کرتے ہیں۔ امام صاحب نے اسے کہا۔ ابھی اس قرآن پڑھنا بند رکھو۔ بلکہ یہی پڑھا کرو جو لوگ پڑھتے ہیں۔ جب تک امام مہدی علیہ السلام کا ظہور نہ ہو جب وہ تشریف لائیں گے۔ وہ دو سر قرآن پڑھیں گے۔

حضرت علیؑ نے جو قرآن لکھا تھا۔ وہ لوگوں کے پاس لکھنے سے فارغ ہو کر لے آئے اور کہا یہ ہے وہ قرآن جو خدا نے رسول اللہ پر نازل کیا۔ میں نے اس کو سرود لوح سے جمع کر لیا ہے۔ لوگوں نے کہا۔ ہمارے پاس قرآن جامع موجود ہے۔ تمہارے قرآن کی میں ضرورت نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا بجز اتم اس قرآن کو آج کے بعد کبھی بھی نہ دیکھ سکو گے مجھے لازم تھا کہ تمہیں اپنے جمع کردہ قرآن سے آگاہ کر دوں۔ تاکہ تم اسے پڑھو۔ اب اس حدیث سے یو مناسبت ثابت ہو گیا کہ شیعہوں کا قرآن جمع کردہ علیؑ کہیں موجود ہے۔ جو کسی نے امام جعفر صادقؑ کے پاس

پڑھ بھی دیا تھا۔ سننے والے نے معلوم کیا کہ اس قرآن کے حروف اس قرآن سے نہیں ملتے پھر امام علیہ السلام نے اسے مصحف قرار دیا کہ ابھی اس کو ظاہر نہ کرو یہ حضرت مہدی علیہ السلام کے پاس بطور خزانہ محفوظ رہیگا جب وہ تشریف لائیں گے۔ ساتھ لائیں گے۔ امام جعفر صادقؑ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت علیؑ نے قرآن جمع کر کے لوگوں کے پیش کیا تھا انہوں نے کہا ہمارے پاس کامل مکمل قرآن موجود ہے ہمیں تمہارے قرآن کی ضرورت نہیں ہے پس امیر علیہ السلام اتنی بات سے خفا ہو گئے۔ اور فرماتے گئے۔ آج سے بعد اس قرآن کو تم لوگ کبھی بھی نہ دیکھ سکو گے۔

آج کل شیعہ مولوی بھی اس قرآن کے قائل ہیں۔ چنانچہ رسالہ نافع علیٰ مصنفہ مولوی محسن علی شاہ صاحب سبزواری جس کو جعفریہ ایسوسی ایشن پنجاب لاہور نے شائع کیا۔ اس کے صفحہ ۷ پر لکھا ہے کہ امیر المومنین نے جو جمع کیا تھا۔ وہ اس وقت شیعہ مسی دونوں کے پاس نہیں ہے۔ مگر یہ ضرور کہیں ہو۔ آخر کچھ لوگوں نے اس کو دیکھا ہے؟

ہم حضرات شیعہ سے پوچھتے ہیں کہ جس قرآن کے آپ لوگ قائل ہیں۔ وہ تو امام غائب کے ساتھ کہیں غائب ہے۔ موجودہ قرآن بقول آپ کے ناقص اور غلط ہے۔ تو فرمائیے آپ کے ہاتھ میں خدکی کتاب ہدایت کونسی موجود ہے؟ جس کی وجہ سے آپ مومن ہو سکتے ہیں سنیوں کے ہاتھ میں ایک قرآن موجود تو ہے۔ (ناکمل سہی) مگر جب سارے تیرہ سو سال ہو چکے ہیں۔ ابھی تم لوگوں نے اپنا مکمل قرآن کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا۔ تو اس قرآن کا وجود عدم تو تمہارے لئے تو کیسا ہے۔ تا تریاق از عراق آورد شود مارگزیدہ مردہ شود۔ کب امام غائب آئیں قرآن لا کر تمہیں دکھائیں۔ اس تمام عرصہ میں تو تم گمراہ ہی رہے جو مر گئے۔ ان کے لئے ان کی آمد کا کیا فائدہ ہے۔ جب مر چکے تو آئے ہماری فرادہ پر۔ پتھر پتھر صنم تیرے ایسے پیار پر۔

امام مہدی علیہ السلام کتاب میں کے

اس میں شک نہیں کہ ہم لوگ بھی حضرت امام مہدی علیہ السلام کی آمد کے منتظر اور ان کی زیارت کے مشتاق ہیں۔ مگر نہ اس خیال سے کہ وہ اگر ہمیں صلی قرآن دکھائیں گے۔ قرآن تو ہمارے پاس موجود ہے جس کو پڑھ کر ہم اپنا ایمان تازہ کرتے ہیں۔ البتہ شیعہ کو آپ کی آمد کی اس لئے سخت ضرورت ہے۔ کہ ان کا قرآن انہوں نے چھپا رکھا ہے۔ آئیں تو شیعہ نے چارے بھی قرآن کی شکل دیکھیں گے لیکن امام مہدی علیہ السلام بقول شخصے ۷ کچھ ایسے سوئے ہیں سوئے والے کہ جاگنے کی آپس قسم ہے

کہیں ایسے غائب ہوئے ہیں کہ ظاہر ہونے کی صورت نظر نہیں آتی۔
امام غائب کی آمد کے متعلق شیعہ کے عجیب و غریب خیال ہیں جن کے سمجھنے سے ہماری عقل قاصر ہے
اصول کافی ص ۳۱۱ میں ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی قَدْ كَانَ وَفَّقَ هَذَا الْاَمْرَ فِي السَّبْعِيْنَ سَلَامًا قَبْلَ
الْحُسَيْنِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اَشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی اَهْلِ الْاَرْضِ فَاَخَّرَ اِلٰی اَرْبَعِيْنَ وَمَسَاةٍ
فَخَدَّ شَاكِرًا عَنَّمُ الْخَلْقَ فَلَكَّشْتُمْ قَتَاعَ السَّيْرِ وَلَمْ يَفْعَلِ اللّٰهُ لَهُ يَحْدًا ذَا لِكَ وَفَتَا عَسَدَنَا
وَيَحْيُو اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُقَيِّدُ وَعِنْدَكَ اُمُّ الْكِتَابِ ۝

خدا نے اس کام کو ظہور مہدیؑ کی کا وقت شدہ مقرر کیا تھا۔ مگر جب امام حسینؑ شہید کئے گئے۔ تو اللہ
تعالیٰ اہل زمین پر غضبناک ہو گیا۔ اور اس لئے اس کام کو شدہ تک پیچھے مٹا دیا۔ ہم نے تم سے بیان کر دیا۔
اور تم نے بات مشہور کر دی۔ اور پروردہ فاش کر دیا۔ خدا نے اس کے بعد اس کا کوئی وقت ہم کو نہیں بتایا۔
راوی کہتا ہے میں نے یہ حدیث امام جعفر صادقؑ سے بیان کی، انہوں نے کہا ہاں ایسا ہی ہوا۔

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ قاتل امام حسینؑ علیہ السلام شیعہ تھے تب ہی تو امام مہدیؑ علیہ السلام
کی آمد رک گئی۔ پہلے شدہ آمد کا وقت مقرر تھا۔ شیعہ کے اس ظلم کی مزا ان کو یہ ملی کہ امام علیہ السلام جن کے
پاس شیعہ کا قرآن تھا۔ ایک سال اور تک گئے۔ پھر کہیں ائمہ اہلبیتؑ نے یہ خبر اپنے شاہین شیعوں کو بتا دی
خدا کا غضب اور تیز ہو گیا۔ امام علیہ السلام کی آمد کی میعاد ایسی طبعی ہو گئی۔ کہ پھر ائمہ اہل بیت علیہم السلام
کو بھی اس کی اطلاع نہ دی گئی۔

غصہ کا نتیجہ

شیعہ کی شامت سے پہلے حضرت امیر علیہ السلام کو صرف اس قصوری سی بات پر غصہ آگیا کہ لوگوں
نے کہہ دیا ہمیں آپ کے قرآن کی حاجت نہیں ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ غصہ میں اگر اس قرآن کی ایسی شامت
کی جاتی۔ کہ دوسرے قرآن (سینوں کا قرآن) کی وقعت ہی نہ رہتی۔ لیکن غصہ کا نتیجہ الایہ ہوا کہ بیگانے تو
بیگانے اپنے شیعہ سے بھی قرآن چھپا دیا گیا جس کا کہیں پتہ ہی نہیں چلتا کہ اس کو کہیں خارجیں پڑے ہوئے
دیکھ نہ لگا لگی ہو؟ پھر خدا کو غصہ آیا تو امام غائب علیہ السلام کے ظہور میں اس قدر توقف ڈال دیا کہ شدہ کو کجا اب
ظاہر ہو گیا ہے۔ ابھی تک امام و امام مقام کی آمد کا پتہ تک نہیں ہے۔ امام تو آئے سے رہے کہیں قرآن ہی بھیج دیتے
تب بھی شیعہ کی سرخروئی ہو جاتی۔ مگر ایسا بھی نہ ہوا۔ بہر حال بقول شخصے۔

ہر بلا سے گزرا سماں خیز و خانہ اندھی تلاش کند
غصہ کا جب کبھی نتیجہ ہوتا ہے۔ شیعہ ہی کے خلاف نکلتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ ساری باتیں من گھڑت اور بار لوگوں کی بنائی ہوئی ہیں۔ اگر حضرت علیؑ نے کوئی
علیحدہ قرآن جمع کیا ہوتا تو ناممکن تھا کہ اس کو چھپا رکھتے۔ خدا کے پاک بندے ایسے کوہ وقار ہوتے ہیں کہ انکو
کسی ایسی ویسی بات پر غصہ نہیں آجایا کرتا اور یہ بھی ہمیں ہو سکتا کہ غصہ میں اگر خدا کی کتاب (قرآن) کو جو محض
ہدایت خلق کے لئے ہو اتنی تکلیف برواشت کر کے کہی روز کا چلہ کاٹ کر تیار کریں۔ اور پھر اس کو کسی ایک شخص
کے کہہ دینے سے کمالی نہیں حاجت نہیں ہے ہمیشہ کیلئے چھپا دیں۔ ع ایں خیال است و محال است عقبتوں۔

خدا کا غصہ

حضرت علیؑ تو آخر بشر تھے۔ مان بھی لیا جاتے کہ غصہ میں اگر انہوں نے قرآن کو کہیں گم کر دیا ہو۔ لیکن
یہ کس طرح مانا جا سکتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کو غصہ قاتلان حسینؑ پر ہو۔ اور اس کا نزلہ حضرت امام مقتدرؑ پر گے
کہ وہ اس کی سزا میں دائم الجس کر دئے جائیں۔ اور اس کے ساتھ ہی قرآن دنیا سے نابود کر دیا جائے۔ یہ
سب کچھ ذرا فات ہیں۔ جو بار لوگوں نے افتراء کئے ہوئے ہیں۔ قرآن یہی ہے جو ہمارے ماتحتوں میں ہے
یہی قرآن حضرت علیؑ پڑھتے تھے۔ اور یہی قرآن ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے ورد زبان تھا۔ اور
یہی ہمیشہ رہیگا۔ امام مہدیؑ علیہ السلام آئیں گے۔ تو اسی قرآن کی اشاعت فرمائیں گے۔

حائری کا خیال

یہ تو متقدمین شیعہ کا وقت ظہور امام علیہ السلام کی نسبت خیال ہے۔ حال کے شیعہ کے مقتدا و پیشوا
علامہ حائریؒ کا اس بیان میں خیال نہایت ہی حیرت انگیز ہے۔ چنانچہ غایتہ المقصود مصنفہ علامہ
حائریؒ مطبوعہ اسلام آباد ۱۳۷۱ھ میں ہے :-

اما وجہ عدم ظہور امام مہدیؑ علیہ السلام دریں زمان آنست کہ آنحضرتؑ ہم مثل آبا طاہرین علیہم
السلام میداند۔ ازاں معلوم است آنحضرتؑ علیہ السلام را هنوز لکھا کفار جنس موجود اند کہ در پشت
آنها لطف ہائے مومنین است۔ انست و در وقت موجود اند اگر طاہر شدہ اسرا کفار را قتل نکند بلکہ

سکوت اختیار نماید۔ وہی صورت تخلص و وعدہ مذکور خدا ثابت می شود۔

ترجمہ :- امام مہدی علیہ السلام کے نظاہر ہونے کی اس وقت یہ وجہ ہے کہ آپ اپنے آباء کرام کی طرح علم الغیب سے واقف ہیں۔ اور ان کو خوب معلوم ہے کہ ابھی لکھو کھو کھیا کفار ایسے موجود ہیں جنکی پشتیں مومنین کے نطفے امانت ہیں۔ اگر ظاہر ہو کر آپ ان کفار کو قتل نہ کریں۔ بلکہ خاموشی اختیار کریں۔ تو خدائی وعدہ میں تخلف ہوتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام مہدی علیہ السلام اس وقت تک تشریف نہیں لاسکتے جب تک کہ دنیا میں مخلوق خدا باقی ہے۔ کیونکہ مخلوق میں مومن و کافر دونوں موجود رہتے ہیں۔ اور شیعہ کے نزدیک تو مومن صرف شیعہ باقی سنی مسلمان بھی گردن زدنی ہیں۔ اس لئے امام علیہ السلام کا نہ ہونا ممکن ہے۔

اس سے آگے پھر علامہ حائری صاحب اسی صفحہ پر یوں رقمطراز ہیں :-

تو اگر آئندہ سلاطین جبار و قہار آئندہ باطنی و ظہری امام حسن شہری علیہم السلام کے راہبر و سربراہ بنیں گے تو کشتہ و حال آئندہ امامت آئندہ خارج سلطنت آئندہ بنو لیکن ہر گاہ یکے راہی کشتہ امام و حجت ہو کر موجود ہو کر بجائے سے می نشست بخلاف زمانہ مہدی علیہ السلام از آنجناب کہ بسیار پر حذر و خوار و بے پروا۔ زیرا کہ ہمارا یقین خواہد شد کہ زوال سلطنت جمیع سلاطین دنیا از دست و دستخواہد شد کہ ممکن است کہ در وقت سطوت اختیار کردن آنجناب را زوندہ بگذارند و لطف آنکہ بعد از آنحضرت امام و حجت دیگر نہ نیست کہ بجائے سے قرار گیرد۔ و ان مخالفت حدیث **لَا يَجْلُو الْوَحْشُ مِنْ حُجَّةِ اللَّهِ** اَمَّا ظَاهِرٌ وَ مَكْتُوْفٌ اَوْ خَائِفٌ وَ مَسْتُورٌ می باشد۔ این برهان واجب شد کہ آنجناب از انظار مخفی باشد۔ یا موجود آنحضرت ہر وقت منظر این است کہ ظہور فرماید۔

ترجمہ :- دوسری وجہ یہ ہے کہ گذشتہ سلاطین نے جو ان کے آباؤ اجداد کو حضرت علی سے لے کر امام عسکری تک کئی زہر سے اور کئی تلوار سے قہر کیا۔ حالانکہ ان کی امامت ان سلاطین کی حکومت کی مانع نہ تھی۔ لیکن جب ایک قتل کرتے۔ دوسرا امام موجود ہوتا۔ جو اس کا جانشین ہو جاتا۔ ہر خلاف اس کے امام مہدی علیہ السلام کا زمانہ زیادہ خطرناک ہو گا۔ کہ دنیا بھر کی حکومتوں کا ان کی آمد سے خاتمہ ہو جائیگا۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ امام علیہ السلام کی خاموشی پر ان کو زندہ رہنے دیں۔ لطف یہ کہ آپ کے بعد کوئی دوسرا امام ایسا نہیں ہے جو ان کی جگہ سنبھالے۔ حالانکہ بروئے حدیث زمین پر ایک امام کو ضرور رہنا چاہیئے خواہ وہ ظاہر یا چھپا ہو۔ اس لئے آنجناب کو نظروں سے غائب ہی رہنا چاہیئے۔ کہ آپ ہر وقت اس انتظار میں ہیں کہ ظہور فرمائیں۔

اس دوسری وجہ نے بالکل مطلع صاف کر دیا کہ چونکہ آپ کے بعد کسی امام نے ہونا نہیں۔ اور آپ کے ظہور سے باقی سلطنتوں کا زوال متصور ہے۔ اس لئے سلاطین دنیا ان کی جان لینے کے درپے ہو جائیں گے اور خاموش رہنے پر ان کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔ اس لئے آپ کا نہ ظاہر ہونا اور محبوب رہنا ہی مناسب ہے تاکہ زمین امام سے خالی نہ رہے۔

اہل بصیرت غور کر سکتے ہیں کہ روئے زمین پر اگر امام کا وجود اسے ہے بلکہ بلاشبہ برحق خلق ہو۔ تو یہ بات متبہی ہو سکتی ہے۔ کہ امام ظاہر ہو کر اشاعت دین کرے۔ ورنہ ایسے چھپے رستم سے اسلام اور مسلمانوں کو کیا فائدہ؟ اگر امام علیہ السلام اسی دل و گروہ کے انسان ہیں۔ کہ ان کو اس بات کا ڈر ہے۔ کہ کہیں منہ سے نقاب اٹھائیں تو قتل نہ ہو جائیں۔ تو ایسے حضرت دنیا میں ظاہر ہو کر کیا پد کریں گے۔ اس سے تو ان کا عدم ظہور ہی اچھا ہے۔ کہ پروردہ ڈھکا رہے۔

افسوس ! کہ حائری صاحب اپنے آپ کو علامہ کہا کر ایسے بدو سے خیال کرنے لگے ہیں کہ بزرگ خدا امام کے ساتھ ایک طاقت ہوتی ہے جو دنیا بھر کی طاقتوں سے باناتر ہے۔ اور اس قوت نصرت الہی کے شامل حال ہونے سے دنیا کی کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی جب (دی) اسلام و فدا۔ (بی) (بی) (بی) مبعوث ہوئے ان کے ساتھ کوئی فوج تھی۔ انہوں نے تنہا دنیا کے سامنے کلمہ توحید کا اعلان کیا۔ سب لوگ آپ کے خون کے پیاسے تھے۔ اور آپ کی جان کے دشمن تھے۔ لیکن اس خوارے قدوس نے آپ کی نصرت کی اور آپ کا بال بینکانہ ہو سکا۔ بلکہ تمام دشمنان حق نیست و نابود ہو گئے۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام جو حضور علیہ السلام کے منہر تم ہوں گے۔ وہی طاقت ہے کہ دنیا میں ظہور فرمائیں گے۔ ان کے نور سے دنیا چمک اٹھے گی۔ خلق خدا سب کی سب ان کے قدموں پر گر جائے گی۔ اور اسلام کے حلقہ بگوش ہو جائیں گے۔ کیا علم انساب حضرت علی المرتضیٰ کو معلوم نہ تھا۔ کہ جنگ چھیڑ دی۔ اور جانیوں سے ہزاروں مسلمان گھائل ہو گئے۔ کیا حضرت امام حسین علیہ السلام ہی علم انساب سے نابود تھے۔ کہ تلوار اٹھائی اور طرفین سے سیکڑوں مسلمان موت کے گھاٹ اتر گئے۔

موت امام کے اختیار میں

یہ بات علامہ حائری صاحب کے قلم سے نکالنا چاہیئے تھی۔ کیونکہ آپ کے اعتقاد میں تو موت و حیات امام کے اختیار میں ہوتی ہے۔ چنانچہ اصول کافی میں ایک باب اس مضمون کا باز آگیا ہے۔

لا یس و

مُصَوِّفَاتُ

پھر تعجب ہے کہ اس اتنے بڑے قرآن میں جو ہمارے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں ہے۔ تو وہ کس زبان میں ہے۔ عربی، فارسی، ہونب تو یہی حروف تہجی اس میں پائے جائیں جو اس قرآن میں ہیں غلاما سنسکرت میں ہو۔ یا جنوں کی زبان میں یا اچاپانی، انگریزی وغیرہ میں۔ بہر حال یہ ایسی زبانیں ہیں جن کی سمجھ نہیں آسکتی۔

۱۷۔ یہ بھی معلوم ہو کہ یہ شترگان لبیا قرآنِ مجسمات میں بھی کم نہیں۔ بلکہ اونٹ کے دان کے برابر موٹا بھی ہے۔ چلیا کہ اصول کافی مشابہ میں اسکی تشریح کی گئی ہے۔ پھر کئی انسان اتنے بڑے موٹے قرآن کو اٹھانے کی طاقت ہی نہیں رکھتا۔

شیعہ کے متعدد ویران

شیعہ مصنفین نے یہ دیکھ کر ان کے ہاتھیں کوئی قرآن نہیں ہے۔ اپنے معتقدین کے دل پہلانے کے لئے ایسی روایات گھڑیں کہ ایک نہیں بہت سے قمر سے بڑے طبع چوڑے قرآن شیعہ کے ہیں۔ اگر حنفیوں کے پاس چھوٹا سا قرآن ہے تو بات ہی کیا ہے شیعہ کے قرآن کہیں دیکھ جائیں تو ہنسنے بھول جائیں۔ چنانچہ ایک روایت میں ستر گز لمبا قرآن شیعہ کا ہے۔

مشترکہ قرآن

امول کافی سے۔ قَالَ يَا اَبَا مُحَمَّدٍ وَارِثُ عِنْدَنَا الْجَامِعَةُ وَمَا يَدْرِيهِمْ
مَنِ الْجَامِعَةِ قَالُ قُلْتُ جَعَلْتُ فِندَاكَ وَمَنِ الْجَامِعَةِ قَالُ صَحِيْقَةٌ
طَوْلُهُ كَسَمْعُوعُونَ ذَوَاغَا (امام جعفر نے فرمایا اسے ابو محمد ہمارے پاس ایک جامعہ ہے
ان کو کیا معلوم ہے کہ وہ جامعہ کیا ہے؟ میں نے کہا میں آپ کو قرآن میں پائیں وہ جامعہ کیا
ہے۔ آپ نے فرمایا قرآن ہے۔ جو شتر گز لمبا ہے۔

خوب شتر گزلباقرآن ! وہ کاہنے کو۔ بھلا استنبیہ قرآن کی سطروں کو کوئی پڑھے تو کیونکر ایک سہرے سپیکر دو سہرے تنکے جاتے اور پھر واپس لوٹ آنے کا تانا بانا دن بھر لگا لگا رہے گا۔ پڑھنے والے کی جان عذاب میں پھنسی گئی۔ گھنٹہ بھر کی رفتار شکل دو سطریں ختم ہو سکیں گی۔ علاوہ ازیں اتنا لباقراآن اٹھائے تو کیوں کروٹ نہ اٹھتی بھی شتر گزلبیہ نہیں ہوتے جو قرآن کو اٹھا سکیں۔ پھر یہ شتر ان کہاں رکھا جائے۔ اتنا اونچا مکان کہاں سے

۱۰۰
۱۰۱
۱۰۲
۱۰۳
۱۰۴
۱۰۵
۱۰۶
۱۰۷
۱۰۸
۱۰۹
۱۱۰
۱۱۱
۱۱۲
۱۱۳
۱۱۴
۱۱۵
۱۱۶
۱۱۷
۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰
۲۰۱
۲۰۲
۲۰۳
۲۰۴
۲۰۵
۲۰۶
۲۰۷
۲۰۸
۲۰۹
۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱

19

علاوہ انہیں تفسیر حافی میں تو بالکل تفسیر رکھ کر دی گئی ہے کہ یہ قرآن جو ہمارے پاس موجود ہے۔ نامکمل اور ناقص ہے۔ عبارت یوں ہے۔ اَلْمُسْتَفَادُ مِنْ عَجْوِ هَذِهِ الرَّوَابِطِ وَهِيَ مِنْ الرِّوَايَاتِ مِنْ طَرِيقِ اَهْلِ الْيَمِينِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اَنَّ الْقُرْآنَ الَّذِي بَيْنَ اَظْهَرِ النَّاسِ بِمَا صَدَّقَ لَنَا اَنْبُلُ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ اِلَّا مِنْهُ مَا هُوَ خِلَافُ مَا اَنْزَلَ اللَّهُ مِنْهُ مَا هُوَ وَمِنْهُ مَا هُوَ خَرَجَ عَنْ ذَلِكَ خَرَجَ عَنْهُ اشْيَاءُ كَثِيرَةٌ مِنْهَا اسْمٌ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَاقِي مَا فِي

عَلَيْهِ السَّلَامُ اللَّهُ الْمَلِكُ الْكَبِيرُ فِي حَقِّهِ هَذَا كَافٍ لِتَشْيِيعِنَا. ترجمہ: امام الزمان حجۃ الاسلام منتظر
مہدی علیہ السلام نے اس کتاب کے حق میں فرمایا: کہ یہ کتاب ہمارے شیعہ کے لئے کافی ہے یہی وجہ ہے کہ اسکا
نام بھی کافی پڑ گیا ہے۔ پھر احادیث جو اس کتاب میں ہیں کچھ ایسی ہی نہیں۔ بلکہ امام محمد باقر یا امام جعفر صادق
سے مروی ہیں۔ اس لئے شیعہ کو اس کے ماننے سے چارہ نہیں۔ لیکن بحث کی خاطر تفتہ کھدیا کرتے ہیں۔ کہ ہمارا ایمان
اسی قرآن پر ہے۔ ہم اس کو صدق بل سے مانتے ہیں۔ اور اس پر حلفیں اٹھاتے ہیں یہی آوازہ جو جاتے ہیں۔ کیونکہ شیعہ
مذہب میں جیسا کہ آگے مفصل ذکر ہوگا۔ تفتہ کرنا دھجھوٹ بولنا، ثواب عظیم ہے۔ چنانچہ استدلال میں وہ شیخ
صدق کی کتاب العقاید پیش کر دیا کرتے ہیں جس میں لکھا ہے۔ کہ ہم اسی قرآن کو مکمل سمجھتے ہیں۔ اس حالت میں
ناواقف اہل السنۃ مسلمان دھوکہ میں آجاتے ہیں۔ سو واضح ہو کہ اس بارہ میں متقدمین علماء شیعہ کا اختلاف ہے
ان کے بڑے ثقہ ائمہ حدیث و تفسیر قرآن کے ناقص، غلط، غیر صحیح الترتیب ہونے کے قائل ہیں جن میں سے
ذیل میں چند اکابر علماء شیعہ کے نام لکھے جاتے ہیں۔ (۱) تفتہ الاسلام ابو یعقوب محمد بن اسحاق انکلینی مصنف
اصول و فروع کافی (۲) شیخ جلیل علی بن ابراہیم قمی انکلینی (۳) شیخ احمد بن ابی طالب الطبرسی (۴) علامہ
نوری مصنف فصل الخطاب (۵) شیخ مفید (۶) محقق داماد (۷) علامہ مجلسی لیکن بعض اس خیال سے کہ یہ عقیدہ
لیکھ مسلمانوں کی صف میں شامل ہونا مشکل ہے۔ تحریف کے متکبر ہوتے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ قرآن کامل اور صحیح ہی ہے
جو بین الدفتین موجود ہے۔ ان کے اسناد حسب ذیل ہیں۔

(۱) شیخ صدوق مصنف کتاب العقاید متوفی ۳۸۰ھ (۲) سید مرتضیٰ علم الہدی متوفی ۱۱۰۴ھ (۳) ابو جعفر طوسی
مصنف بنیان متوفی ۳۸۰ھ (۴) شیخ ابوشامہ طبرسی مصنف تفسیر مجمع البیان متوفی ۴۸۰ھ

ہمارے معاصر شیعہ پہلے زمرہ سے متفق ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ دوسرے گروہ نے محض تفتہ ایسا کہ دیا ہے۔ کہ قرآن
میں تحریف نہیں۔ بل سے وہ بھی تحریف کے قائل ہیں۔ شیعہ کا یہ قول قرین قیاس بھی ہے کیونکہ منکران تحریف
میں سے شیخ صدوق کے متعلق علامہ نوری اپنی کتاب فصل الخطاب مطبوعہ طہران ص ۱۸ میں لکھتا ہے۔ الصِّدْقُ
فِي عَقَائِدِهِ مُرْسِلٌ أَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ جَمَعَ الْقُرْآنَ ذَلِكَ جَاءَهُ بِهِ فَقَالَ هَذَا كِتَابُ رَبِّكُمْ كَمَا أَنْزَلَ عَلَى
نَبِيِّكُمْ لَمْ يَزِدْ فِيهِ حَرْفٌ وَكَمْ يَقْصُصُ مِنْهُ حَرْفٌ فَقَالُوا اللَّهُ جَعَلَ لَنَا جَنَّةً عِنْدَ نَاوِثِلِ الَّذِي عِنْدَ
فَالصِّدْقُ وَهُوَ يَقُولُ قَتَبُوا وَرَأَوْا ظُهُورَهُمْ وَأَشَارُوا بِأَيْدِيهِمْ أَفَلَا قَدْ بَيَّنَّ مَا يَشْتَرُونَ.

ترجمہ: شیخ صدوق نے اپنی کتاب عقائد میں مرسلاً روایت کی ہے کہ جناب امیر علیہ السلام قرآن جمع کر کے
لائے اور کہا یہ قرآن ہے جیسا کہ تمہارے نبی پر نازل ہوا۔ اس سے ایک حرف زیادہ یا ایک حرف کم نہیں ہے۔ ان
(تفسیر ص ۱۲۱) نَبِيِّكُمْ كَمَا أَنْزَلَ عَلَى نَبِيِّكُمْ لَمْ يَزِدْ فِيهِ حَرْفٌ وَكَمْ يَقْصُصُ مِنْهُ حَرْفٌ فَقَالُوا اللَّهُ جَعَلَ لَنَا جَنَّةً عِنْدَ نَاوِثِلِ الَّذِي عِنْدَ

لوگوں نے کہا۔ کہ ہمیں اس کی حاجت نہیں ہے۔ ایسا ہی قرآن ہمارے پاس موجود ہے۔ پھر جناب امیر واپس چلے
گئے۔ یہ پڑھتے ہوئے قَتَبُوا وَرَأَوْا ظُهُورَهُمْ وَأَشَارُوا بِأَيْدِيهِمْ تَوَجَّهَ شَيْخٌ صَدُوقٌ كُوَيْبِي اس سے اتفاق ہے کہ اصلی قرآن
وہ تھا۔ جو حضرت علیؑ نے جمع کر کے لوگوں کے پیش کیا تھا۔ اور انہوں نے نہ مانا۔ تو جناب خفا ہو کر چل دئے۔ تو پھر
شیخ صدوق دل سے اس قرآن کو حضرت علیؑ کا جمع کیا ہوا نہیں ہے۔ کس طرح کامل و مکمل مان سکتے ہیں؟
تاہم ظاہر ذاری کے لحاظ سے جو انہوں نے ایسا لکھ دیا ہے۔ اس کا جواب دیا جاتا بھی ضروری ہے۔

سو واضح ہو کہ ان دونوں فریق قائلین تحریف و منکرین تحریف سے اس کا قول قابل قبول ہوگا جس کی تائید
میں احادیث مرویہ ائمہ اہلبیت پائی جائیں۔ سو پہلے فریق قائلان تحریف نے اپنے دلائل میں بہت سی احادیث مرویہ
ائمہ اہلبیت پیش کی ہیں۔ جیسا کہ اوپر بحث ہو چکی ہے۔ مگر دوسرے فریق کا صرف اپنا ہی قول ہے۔ کوئی حدیث
دلیل میں وہ پیش نہیں کرتے۔ پھر ان کا قول بالادلیل کس طرح مانا جاسکتا ہے۔ البتہ پہلا فریق اپنے دعویٰ کے متعلق
لیک دو نہیں۔ بلکہ بے تعداد حدیث پیش کرنے کا مدعی ہے۔ بلکہ علامہ نوری نے اپنی کتاب فصل الخطاب ص ۱۲۱
میں یوں لکھا ہے۔ وَ هِيَ كَثِيرٌ حَيْثُ قَالَ السَّيِّدُ نَحْنُ اللَّهُ الْخَزَائِرِيُّ قِي بَعْضُ
مَوْلَانَا كَمَا حُكِيَ عَنْهُ أَنَّ الْأَخْبَارَ الذَّاكَةَ عَلَى ذَلِكَ تَزِيدُ عَلَى أَلْفِ حَدِيثٍ
وَأَدْعَى اسْتِفَاضَتَهَا جَمَاعَةٌ كَالْمُقْبِلِ وَالْمُحَقِّقِ الدَّامَادِ وَالْعَلَامَةِ الْفَجَلِسِيِّ وَغَيْرِهِمْ
بَلِ الشَّيْخُ أَيْضًا صَرَّحَ فِي دَوَائِمِهِ بِكَثْرَتِهَا بَلِ ادَّعَى تَوَاتُرَهَا جَمَاعَةٌ يَارِقِي ذِكْرَهُمْ
تَرْجِمَةً: احادیث جو قرآن مبرورہ کو محرف سمجھتی ہیں بہت زیادہ ہیں۔ جتنی کہ سید نعمت اللہ خراسانی نے
اپنی بعض تصانیف میں ذکر کیا ہے۔ کہ احادیث دو ہزار سے بھی زیادہ ہیں۔ اور ان کے مستفیض ہونے کا
ایک بڑی جماعت نے دعویٰ کیا ہے۔ جن میں سے شیخ مفید اور محقق داماد اور علامہ مجلسی وغیرہ ہیں
بلکہ شیخ نے دستان میں ان کی کثرت کی تصریح کی ہے۔ بلکہ ایک جماعت نے جن کا ذکر آگے آئیگا۔ ایسی احادیث
کے متواتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

تو اب ایک طرف تو ایک ایسی جماعت ہو جو اس بارہ میں دو ہزار سے بھی زائد احادیث پھر متواتر ہو نیکیا
ثبوت پیش کریں۔ اور دوسرے طرف محدود و پختہ اشخاص ہوں۔ جن کے دعویٰ کی تائید میں ایک حدیث بھی نہ ہو
ناظرین خیال کر سکتے ہیں۔ کہ شیعہ مذہب کے صحیح ترجمان ان میں سے کون ہیں؟ الاحوال کہنا پڑے گا۔ کہ
شیعہ مذہب کے صحیح ترجمان پہلی جماعت کے آدمی ہیں۔ اور دوسرے گروہ کے لوگ صرف تفتہ کی آڑ میں
لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ پس سنی مناظر کو چاہیے کہ اگر کوئی شیعہ اصول کافی وغیرہ کتاب احادیث
کی مستند احادیث (جن سے ثابت ہوتا ہے کہ شیعہ اس قرآن کو نہیں مانتے) کے مقابلہ میں شیخ صدوق وغیرہ کی کتاب

پیش کرتے تو اس کو چیلنج دینا چاہئے۔ کہ اگر یہ احادیث نہیں مانتے۔ تو اس کے جواب میں اسی پالیسی احادیث مرویہ ائمہ اس بیت پیش کرو۔ ورنہ تسلیم کر لو کہ تمہارا ایمان اس قرآن پر نہیں ہے۔ نہ ہو سکتا ہے۔

عقلی دلیل

نقلی دلائل مذکورہ بالا کے علاوہ عقلی دلیل اس امر کی کہ شیعہ مذہب اور ان کے عقائد کے رد سے اس قرآن پر ان کا ایمان ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔ یہ ہے کہ شیعہ مانتے ہیں کہ یہ قرآن جمع کردہ علی نہیں ہے یہ بظنی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ قرآن حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان کے اہتمام سے جمع اور مرتب ہوا ہے۔ شیعہ ان ہر دو صحابہ کو مسلمان نہیں بلکہ (معاذ اللہ) کافر و منافق سمجھتے ہیں۔ پھر کس طرح ممکن ہے کہ ایک غیر مسلم شخص جبکہ خدا اور رسول پر ایمان نہیں ہے۔ اور بقول شیعہ ان کو رسول سے اس قدر دشمنی تھی کہ ان کا جتنا نہ تیر چھا۔ ان کے چچا زاد بھائی۔ داماد اور وصی سے خلافت غصب کر لی۔ رسول کی بیٹی خاتون جنت کا رشتہ ترک (دبایا)۔ ان کی سخت بے حرمتی کی گئی۔ بلکہ (معاذ اللہ) ان کے پیٹ پر لات مار کر اہل گراہا۔ جیسی رسول علی کے گھلے میں رشتی کے لڑکے گھسیٹ کر لے گئے۔ اور بیعت ابوبکر پر مجبور کیا۔ (یہ سب کچھ شیعہ کی مستند کتب میں درج ہے) پھر یہ لوگ جمع و ترتیب قرآن کے وقت ایسے متدین بن جائیں۔ کہ اس میں ایک حروف بھی کمی بیشی نہ کریں۔ جب ان کو معلوم ہو کہ حضرت علی ان کے دباؤ میں ایسے آگئے ہیں کہ ان کی زبردست مجرمہ کی اس قدر بے ادبی ہوتی ہے۔ انکو گھسیٹ کر لے جایا جاتا ہے۔ مگر بارے خوف کے وہ لب کشائی نہیں کرتے اور دوسرے لوگ سب ان کے زیر نگیں ہو گئے ہیں۔ کوئی ان کے مزاحم نہیں ہو سکتا۔ تو وہ قرآن کی آیات حسب منشاء خود جن میں انکی توصیف اور مخالفین کی متکبر ہونے کا ذکر آ رہا اہل کر دیں۔ یا بہت سا حصہ قرآن کا جو ان کی منشاء کے مخالف ہو بیچ میں سے نکال ڈالیں اور یہ ظاہر ہے جس دستاویز میں ایک لفظ میں بھی جعل سازی کیے بغیر تبدیل کر دیا جائے وہ دستاویز ساری کی ساری مشکوک اور ردی ہو جاتی ہے۔ نیز جس دستاویز کا کاتب ثقہ قابل اعتبار نہ ہو وہ یقیناً پایہ اعتبار سے گر جاتی ہے۔ پھر جب تک یہ نہ تسلیم نہ کر لیا جائے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان اکمل الایمان خائف من اللہ اپنے ہی کے بچے عاشق آپ کے اہلبیت کے محبوب صادق اور قرآن پاک پر جان نثار تھے۔ اور نامکن تھا کہ وہ قرآن پاک میں حرف تو حرف زیر و زبر یا شدہ و نہاد بھی تغیر و تبدل ہونے دیں۔ تب تک قرآن کے کامل مکمل

لے حملہ جبری میں ہے۔ بدست قرآن یک رسیاں : دوم در کتب خالد پہلوان
فگندند گردن شیر نر : کشیدند اورا بر بو بکر

ہوئے یقین نہیں کیا جاسکتا چونکہ شیعہ بعض صحابہ ثلثہ میں اس قدر غلو کر گئے۔ کہ انکو بدنام کرنے کیلئے اس راۃ الغالب (حضرت علی) اور عکبر گوشہ رسول (فاطمہ الزہرا) کی سخت توہین و متکبر کہنے سے بھی دریغ نہیں کرتے اسی راۃ کی وجہ سے وہ قرآن کے بھی متکبر ہو کر سرگز طویل صحیفہ قرآن سے سہ چند ہزار مصحف فاطمہ ۱ ہزار آیت کی دو راز عقل و قیاس روایات گھر گھر سادہ لوح شیعوں کو یہ کہانے پر مجبور ہو گئے ہیں شیعہ حضرات خود قرآن سے منکر ہوئے ہی ہیں۔ جب اس بحث میں پڑ کر وہ شرمندہ ہوتے ہیں تو کچھ جتنی کی راہ اختیار کر کے ائمہ اہل سنت کو الزام دینے لگ جاتے ہیں کہ سنی بھی تحریف قرآن کے قائل ہیں۔

اٹا چور کو تو مال کو ڈاکٹرنے

یعلیٰ الزام ہے جو شیعہ جواب سے عاجز ہو کر کہاں ڈھٹائی سے کہنے لگ جاتے ہیں۔ کہ تم لوگ بھی تحریف قرآن کے قائل ہو۔ بھلا یہ کیوں کہہ سکتا ہے۔ کہ سنی لوگ جو صدیق و فاروق دو اللہ و رسول کو اپنے پیشوا و خاتم الامت مانتے ہیں۔ یہ کہنے کی جرات کریں کہ انہوں نے قرآن میں تحریف کر دی ہے۔ کلا و حاشا کسی سنی کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں ہے کہ ہمارا اس قرآن پر ایمان نہیں ہے۔ ہم کسی دوسرے قرآن کے منتظر ہیں۔ نہ ہمارا یقین ہے۔ کہ قرآن کہ امام ہمدانی علیہ السلام فارغ من زاری میں چھپائے ہوئے ہیں۔ یہ عقیدہ شیعہ کو مبارک ہو۔ ہم انکی کی چوٹ سے کہتے ہیں۔ کہ کوئی اس بات کا قائل نہیں ہے۔ کہ قرآن موجود جس کوئی کسی قسم کی تحریف ہوئی ہو۔ شیعہ کہتے ہیں۔ مگر مشورہ الیقین میں ایسی روایات ہیں کہ فلاں سورۃ اتنی آیت کی تھی۔ اب اتنی ہے یا فلاں آیت یوں تھی۔ اب یوں ہے میں کہتا ہوں کہ ہمارا ایمان و مشورہ یہ نہیں ہے۔ نہ ہم امام بیہوشی کے متقلد ہیں محققین نے جیسا کہ مقدمہ تفسیر حنفی میں منسب ہے۔ ان تفاسیر کو نویں طبقہ میں شمار کیا ہے جو نویں صدی کے بعد تصنیف ہوئیں۔ ان میں رطب یا بس حسیج و عقیم ہر قسم کی روایات پائی جاتی ہیں۔ علاوہ ازین القان یا در مشورہ میں ہرگز نہیں لکھا ہوا کہ قرآن میں کوئی تحریف کی گئی ہے۔ بلکہ انہوں نے نسخ کا بیان کرتے ہوئے آیات منسوخہ کے اقسام لکھے ہیں جن میں سے ایک قسم آیات منسوخہ التاویث کی ہے جو پہلے نازل تو ہوئیں۔ لیکن بعد میں منسوخہ التلاوة ہو گئیں اور یہ واقعہ جنگی کا ہے۔ نہ بعد کا۔ غرض اس مسئلہ کی مفصل بحث مولانا مولوی عبدالشکور صاحب نے اپنے لے سالہ انجم میں اور مولوی نور بخش صاحب ایم لے تو کلی نے تحفہ الشیعہ میں کر دی ہے اس لئے اس موقع پر اس بحث کو ہم دوبارہ نہیں چھیڑنا چاہتے۔ ہاں شیعہ کو بخاری سے کہتے ہیں۔ کہ آپ یہ ثابت کریں۔ کہ کوئی سنی ثقہ عالم محدث یا مفسر تحریف قرآن کا قائل ہے

شیعان پنجاب کو چیلج دے رکھا ہے۔ لیکن اس کا جواب اب تک شیعہ حضرات کی طرف سے بھر گالی مخلوق کے کچھ نہیں ملا۔ ثبوت کیلئے ڈر بجھ سیکالوٹ کے پرچے دیکھو۔ کوئی پرچہ ایسا نہیں ملے گا۔ جس میں حاجی و صوفی کو معظاف گالیاں دے کر اپنے حجر کا ثبوت نہ دیا ہو۔ صحیح ہے۔ اِذَا يَبَسُّنَ الْوُضُوءُ الْمُلْأَى لِسَانُهُمْ يَمْسُحُوْنَ بِأَيْدِيهِمْ عَلَى الْكَلْبِ۔ قبح ہے۔ جب آدمی مقابلہ سے عاجز آتا ہے۔ تو گالی گلچ پر آتا ہے جیسا کہ مفید بلی کھیانی ہو کر بکتے کے منہ پر آنے لگ جاتی ہے۔

لطیفہ

فقیر احمد صہ بولے۔ کہ چکوال میں شیعہ مہیے کے بالمقابل جیسے ہوئے تھے۔ اس جلسہ میں ایک مولوی کفایت حسین پشاور سے تشریف لائے تھے جس کے نام کے ساتھ حافظ کی دم لگی ہوئی تھی۔ خاکسار نے اپنے وقت کے دور ان میں بیزاروں کے مجمع میں چیلج دیا کہ اگر مولوی کفایت حسین حافظ قرآن ہے۔ تو کل سالہ حافظ کے مقابلہ میں سراسر اجلاس مجمع عام میں پانچ پارہ قرآن شریف محبت کے ساتھ ساتھ تلوے تلوے پیر انعام دیا جائیگا۔ یہ اعلان سکر شیعہ پارٹی میں گہرا اثر پیدا ہو گئی۔ خط و کتابت ہونے لگی۔ آخر شیعہوں نے دو ماہ کی مہلت مانگی۔ ہم نے کہا یہ مہلت بھی منظور ہے لیکن اس صورت میں آپ کو پانچ حافظہ پیش کرنے ہوں گے اور ہم ان کے مقابلہ میں پچاس حافظہ پیش کریں گے۔ شیعہ بھی جھجھکا کر بولے۔ ہم ایک بھی پر مشکل پیدا کر سکتے ہیں۔ پانچ حافظہ کہاں سے لائیں۔ ہم نے کہا آپ پنج تنی کہلاتے ہیں۔ اس لئے آپ پانچ حافظہ ضرور پیش کریں۔ یہ سن کر شیعہ جو گئے۔ اور ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ ہمارے ایک ہم وطن شیعہ سعید حیدر شاہ صاحب چوہان کہنے لگے۔ نہیں میں موحد ہوں۔ اس لئے ایک ہی حافظہ کی شرط رہنی چاہئے آخر ایک کی شرط بھی منظور کی گئی۔ لیکن میعاد گزر گئی۔ نہ کوئی حافظہ آیا۔ نہ شیعہ پچاس میدان میں نکلے۔

دقیقہ حاشیہ ص ۱۱۱، کہ دل است برامقا طیارے از قرآن در کثرت کجاست و سعید کہ کذب جمیع آہن ہر ات است و کایت اوراق صحیف ابی بن کعب و صحف عبداللہ بن سعد و مشہر است۔ و یہ بھی اس بار و بوجہ اختلاف قرأت کہ مذکور شد و حدیث دواندہم و سیزدہم ابی باب و دعویٰ اینکه قرآن ہمین است کہ در مصاحف مشہور است خالی از اشکائیت و استدل بریں بہ تمام اصحاب و اہل اسلام بضبط قرآن بغایت رکب است بحد اطلاق بر کل ابی بکر و عمر و عثمان و غیرہ۔ و صافی شرح اصول کافی جزو ششم کتاب فضل القرآن ص ۱۱۱ اندر جملہ الاخبار میں شامع اصول کافی علامہ غلیل قزوینی شیخ نے ہر تنبیہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن موجود ناقص ہے۔ اور علی قرآن منزل میں ہے بہت

مذہب احمد انسانی مکتوں سے ساقط کیا گیا ہے کیوں تھکات کے بھی شیعوں کا مسل عقیدہ تخریف فی القرآن مایہ کا ماسدہ کے پروردگار جانتا ہے۔ ع۔ چنانچہ امت روز سے کہ بکھ چلے و ارد۔ (انقرضہ حسین غفرلہ)

فقیر احمد صہ بولے کہ فدا حسین شیعہ ساکن چوہان گنج البھر تحصیل چکوال ضلع بہاولپور ایک سنی صوبیدار سے معاہدہ کر کے یہ قرار دیا کہ۔ کہ فلاں تاریخ کو ہر دو فریق اپنے اپنے حافظہ جو پانچ البھر میں لائیں۔ اہلسنت کی طرف سے لاتعداد حافظہ قادی آئے۔ لیکن شیعوں کی طرف سے صرف ایک دو بناوٹی حافظہ لائے گئے۔ اہل سنت حافظہ بن بھر میدان میں لٹکارتے رہے لیکن بناوٹی شیعہ حافظہ کو میدان میں آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ فدا حسین چالاک آدمی تھا۔ ”الشاہو رگو توں کوڑا شے“ صوبیدار پر یا چھو رو پر یہ حرجاہ کا دعویٰ کر دیا۔ مقدمہ بڑے معرکہ کا ہوا شیعوں نے اس پر زور کثیر خرچ کی۔ لکھنؤ تک سے گواہ لائے گئے۔ نتیجہ اہل سنت کے حق میں ہوا شیعہ مدعی کا دعویٰ خارج ہو گیا۔ اس مقدمہ میں کفایت حسین کو بطور گواہ پیش کیا گیا۔ اس کو قرآن سے ایک رکوع پڑھنے کے لئے کہا گیا صرف آدھ رکوع میں بیس غلطیاں کیں۔ حافظیت کا پردہ چاک ہو گیا۔ کفایت حسین مدح جاعت شیعہ سخت شرمسار ہو کر کچری سے نکلے یہ خبر اسلامی اخبارات میں شائع ہو چکی ہے۔

یہ نیکٹ (امرواقع) ہے کہ شیعہ حافظ قرآن نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جب تک کسی چیز سے محبت نہ ہو وہ دل میں گھر نہیں کر سکتی چونکہ شیعہ کا قرآن موجودہ پر ایمان نہیں ہے۔ اور وہ اس سے دل سے متفق نہیں۔ اس لئے ان کا حافظہ بونا محال ہے۔ کسی نے یہ سچ کہا ہے۔ ۷
رکھے گا بعض صحابہ سے جو کوئی انساں ہمارا دعویٰ ہے ہو گا نہ حافظ قرآن

الحمد للہ اسلام قطب العالم قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی مانی دارالعلوم دیوبند قدس سرہ اپنی کتاب مستطاب ہدیۃ الشیعہ میں شیعہ کے حافظ قرآن نہ ہونے کے اسباب بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں وہ اس بار نہ ہو نیکی حالانکہ مقتضا دھن اہل سنت یہ تھا کہ کلام اللہ شیعہ تفسیر کبیرہ کر لیتے ہی بات ہے کہ حبیب اکاوت کا حق ہوتا ہے۔ انکو صبر نہیں آتا۔ اور بات اس کا واللہ علم توبہ ہے کہ طایف انسانی اور حیوانی باعتبار غذا کے عیسوی مختلف ہیں کہ کسی کو سمجھا جاتا ہے کسی کو نیکیں کسی کو ایک چیز کی طرف رغبت ہوتی ہے کسی کو نفرت انگریزوں کو عطر نفیس سے تمغہ اور چھیلی کے اچا سے جسے سوکھ بھی لیجئے تو دماغ چھوڑ جان کی تھیر نہیں رغبت یا پختہ کے کپڑے سنگدگی میں شرم و شاد و عیش و آرام سے ہیں۔ اور خوش ہو سکتے ہیں تو مر جائیں۔ ایسے ہی باعتبار امور دینی کے جو خدا را رواج ہیں۔ انداز بنی آدم مختلف ہیں۔ کسی کو رغبت ہے کسی کو نفرت کسی کو لذت آتی ہے کسی کی جان نکل جاتی ہے۔ سو سطوت شیعہ کو بھی کلام عزت کرتے موت نظر آتی ہے۔ اندیایہ ہے کہ جو شاگرد استاد کو خدمت میں گستاخ ہوتا ہے عادت الہی یوں جاری ہے۔ کہ علم سے بہرہ ور نہیں ہوتا۔ دیکھ کی شاید یہ ہو کہ شکر پر وعدہ منہ زخمی ہے پناہ فرمایا ہے لیکن شکوہ ہم کو دینا لگے یعنی اگر شکر کرے تو اللہ ہم اور زیادہ دینگے۔ تو اس صورت میں بشہاد عقل کفران پر زوال نعمت متفرع ہوتا ہے۔ اور حدیث میں ہے میں لہذا ہر

لاریب حفظ قرآن کی نعمت فرقہ فترہ اہل السنۃ والجماعت کو ہی نصیب ہے چونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ لَا يَخْلُقُ إِلَّا الْإِنْسَانَ الْمُسْلِمَ اس لئے پاکیزہ عقائد کے مسلمان جو رسول اور رسول کے اصحاب و ازواج و اہلبیت سے بھی عقیدت رکھتے ہیں۔ وہی اس پاک کلام الہی کے حافظ ہو سکتے ہیں۔ اور یہی فرقہ بہرہاوت مومن کامل ہے۔ اَلَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ يُؤْمِنُونَ بِهِمْ وَيَسْتَفِيزُونَ مِنْهُ وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِمَا فَارَقُوا لَكَ هُمْ الْأَخْيَرُونَ تَرْجَمہ: جو لوگ قرآن کی تلاوت کا براحق ادا کرتے ہیں وہی مومن بالقرآن ہیں اور جو اور جو لوگ اس سے منکر ہیں وہ خائب و خاسر ہیں۔

ہر چند شیعہ کوشش بھی کرتے ہیں۔ کہ کوئی حافظ قرآن ہم بھی پیدا کریں۔ لیکن یہ
ابن سعادت بزورِ بازو قیامت تانہ بخشد خدا لئے بخشندہ

وہ اس نعمت سے محروم ہیں۔ اور یہی گئے۔

اب شیعہ کے عدم ایمان بالقرآن کی بحث ختم ہو چکی۔ اور خدا کے فضل سے براہین قاطعہ نقل و عقل سے ہم نے اپنے دعویٰ کو ثابت کر دیا ہے۔ جس کا جو اب شیعہ قیامت تک نہیں دے سکتے۔ اب میں ایک ممکنہ الاراء و افہام اصحاب ثلاثہ کو شروع کرتا ہوں پہلے قرآنی اول پیش کی جائیں گی۔ اور میں بعد شیعہ کی مستند کتب سے استدلال کیا جائے گا۔

فصل اصحاب ثلاثہ کا ثبوت قرآن کریم سے

میں تو قرآن کریم اول سے آخر تک فضائل مہاجرین و انصار و جن میں سے اصحاب ثلاثہ کا فیصلہ ہے۔
سے بھر ہوا ہے۔ اور اصحاب کبار کے فضائل و مناقب کا ایسی طرحت و وساحت سے بیان کیا گیا ہے کہ کسی موافق و مخالف کو انکار کی گنجائش نہیں۔ تاہم جو یہ ہو تو یہ ایسی آیات پیش کریں گے جن سے اصحاب ثلاثہ کے فضائل روزِ روشن کی طرح واضح ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ جو کوئی آدمیوں کا شکر نہ کرے گا۔ وہ اللہ کا بھی شکر نہ کرے گا۔ اور ظاہر ہے کہ ہر چند منہم حقیقی خداوند کریم ہے۔ پر دولت علم و اساطیر استادی عامل ہوتی ہے۔ اور نعمت عظمیٰ کلام اللہ کے استا و حضرت صحابہ ہیں۔ جن میں سے اول اور ثالث کو توجہ تالیف مصنف مجازی کہئے تو چاہیے۔ پھر ان گستاخوں کو یہ نعمت عظمیٰ عطا ہو تو کیونکر ہو اگر۔ (اعظم مظہر حسین غفرلہ)

(۱) وَالَّذِينَ آمَنُوا وَآجَرُوا بِحَبْرٍ وَافٍ سَبِيلَ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ تَرْجَمہ: جو لوگ ایمان لائے اور خدا کی راہ میں ہجرت کی اور یہاں دیا اور جنہوں نے مسلمان مہاجرین کو پناہ دی۔ امدان کی مدد کی وہ لوگ بالتحقیق مومن ہیں۔ ان کے لئے مغفرت اور اعلیٰ نصیب بہشت ہے۔

اس آیت میں حق تعالیٰ نے بڑی صفائی سے کھلے الفاظ میں اصحاب ثلاثہ کے ایمان حقیقی اور ارادے کے بخشا جانے اور حقیقی ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔ اصحاب ثلاثہ بے شک وَالَّذِينَ آمَنُوا انہ کے پورے یہ مصداق ہیں۔ اور آنحضرت کیساتھ ایمان لائے آپ کیساتھ خدا کی راہ میں ہجرت کی کفار سے جدا دے گئے پھر اولین مہاجرین ہونے کے باعث پچھلے مہاجرین کی امداد اور نصرت بھی کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو صاف عطا کے باد ان کے کمال ایمان و مغفرت اور بہشتی ہونے کی شہادت دی ہے۔ پھر جو شیعہ ان کو معاذ اللہ منافق و کافر کہتے ہیں۔ وہ قرآن کو جھٹلاتے اور اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کرتے ہیں۔ آیت میں اُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ کے بعد حقائق کی تاکید اور اس کے بعد کہم مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ کا جملہ واقعی خلفاء ثلاثہ کے حقیقی کامل و مکمل ایمان کی بڑی زبردست شہادت الہی ہے۔ اگر کسی بد نصیب کے دل پر ختم اللہ تعالیٰ کا فضل نہ لگ گیا ہو۔ تو پچھلے زبردست رحمانی شہادت کے بعد ممکن نہیں کہ خلفاء ثلاثہ کے ایمان اور ان کے فضائل میں کچھ شک و شبہ کی گنجائش باقی رہ جائے۔

(۲) وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ مِنْ قَبْلِ مَا ظَلَمُوا الْأَنْفُسَ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا تَرْجَمہ: جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی ان کے مظالم ہونے کے بعد ہم نے ان کو دنیا میں اچھا

دین گئے اور قیامت کا اجر تو بہت بڑا ہے۔

باری تعالیٰ نے اس آیت میں ان مہاجرین کا دین کی شہادت کا جنہوں نے شخص خدا کی راہ میں سچی نیت سے ہجرت کی اور اتباع رسول میں اپنا وطن چھوڑا۔ ایک عہد نشان بنا دیا ہے۔ وہ یہ ان کی قابلِ فضل سچی جانفشانی اور خالصانہ خدمت کا معاوضہ ان کو دنیا میں بھی عطا ہو گا۔ لَقَبُوا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً یعنی دنیا میں انکو سندِ علیل خلافت عطا ہوگی۔ اور قیامت میں تو ان کا نتیجہ بہشت بہت ہی اعلیٰ ہو گا۔ اب ہم اس نئی نشان سے سچے اور چھوٹے مقبول اور غیر مقبول گروہ کا پورا انقباض کر سکتے ہیں۔ کہ جس گروہ کے حق میں یہ پیشین گوئی موردِ وعدہ الہی پوری ہوئی وہ خاص مقبول گروہ و گاہِ انزوی ہے۔ اب ہم شیعہ صاحبان سے پوچھتے ہیں؟ کیا پیشین گوئی اصحاب ثلاثہ کے حق میں پوری ہوئی یا نہ؟ ماننا پڑے گا۔ کہ پوری ہوئی۔ اور بڑی صفائی سے اس سے بہتر دنیا

(۳) اَلَّذِيْنَ اٰخَرُ جُؤا مِنْ ذِيَادِهِ فَرِيْدٌ حَقٌّ اَلَّذِيْنَ اَتَقُوْا لُوْا وَكَلِمَاتُ اللّٰهِ طَيِّبَاتٌ - سورہ بقرہ ع ۳۳
توجہ سے: جو لوگ اپنے پیار سے ناسحق نکال دے گئے۔ صرف اس بات پر کہ کہتے تھے کہ ہمارا رب ایک خدا ہے۔
اس آیت میں بھی ان ہابہرین کی شناخت بتائی گئی ہے کہ ہابہرین کا فی سبیل اللہ کے مصداق
وہی لوگ ہیں۔ جو صرف خدا کی توحید کا کلمہ پڑھنے پر اپنے گھروں سے نکال دے گئے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اہل بیت
نماز کسی سرق یا ڈکیتی کے جرم پر اپنے وطن سے نکال دے گئے تھے۔ یا کسی ایذا یا تہ پر اپنے پیار بھور کر بھاگتے تھے۔
ہرگز نہیں صرف اسی دعویٰ وَلَقَدْ اَتَيْنَا كَبَدًا کے بدلے جو منافقین اسلام کو ناگوار گذرتا تھا۔ گھروں سے بغیر کسی حق کے
کھلے گئے۔ ان لوگوں کے حق میں اس آیت کی ابتدا میں درج ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَفْسِ مُحَمَّدٍ لَقِيْدٌ
یعنی خدا نے قدیران کا معاون و مددگار ہے۔) دیکھو یہ خدا کا وعدہ کیا پورا ہوا آخر کار یہی منصور جہالت
غالب رہی۔ اس آیت سے آگے انہیں لوگوں کا نشان رب العیاد ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے۔ اَلَّذِيْنَ
اِنَّ مَلَائِكَةً هُمْ فِيْ اَرْضٍ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَمْسَرُوا بِالْمُحَرَّمِ وَ هُوَ عَنِ اللّٰهِ
نَزَّجَمٌ: یہ ایسا مخلص گروہ ہے۔ کہ ان کو زمین پر شکن (اقتدار) حاصل ہو جائے۔ تو پھر بھی نمازیں
پڑھتے زکوٰۃ دیتے۔ بھائی کا حکم کرتے اور برائی سے منع کرتے ہیں۔) دیکھو یہ نشان ان نفوس مقدسہ میں کیا
چمکتا ہوا کھائی و تیا ہے کہ مَلَائِكَةً هُمْ فِيْ اَرْضٍ کے مصداق ہو کر منصب جلیل (خلافت) پر ممتاز ہو کر
بھی مَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ مَوْتُوا الزَّكٰوةَ کے مصداق بنے۔ اور امر معروف اور نہی عن المنکر میں اپنی زندگیاں بسر کر گئے
افسوس! شیوہ ایسا پاک نفوس کے حق میں بدگمانی کرتے ہیں۔ جسکی نسبت اللہ تعالیٰ کھلے کھلے نشان نیکو اگر انکی تعہدیت کا

(٥١) السَّابِقُونَ السَّابِقُونَ فِي الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ الَّذِينَ اتَّبَعُواهُمْ بِحُبِّهِمْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ
وَرَضُوا عَنْهُ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

(پاکہ ۱۱ سورہ توبہ - رکوع ۱)

تو جیکے ۸۸: اور مہاجرین میں سے سب سے پہلے سبقت کر نوالے اور انصار لوگ اور جو نیکی میں ان کے تابع ہوئے۔ خدا ان سے راضی ہوا۔ اور وہ خدا سے راضی ہوئے۔ اور خدا نے ان کے لئے باغ تیار کئے ہوئے ہیں۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ وہ اس میں ہمیشہ خوش کریں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

اس آیت میں مہاجر کے مراتب کا بیان ہے۔ خداوند کریم نے سب کا ذکر درجہ وار فرمایا۔ واضح میں پہلے مہاجرین۔ پھر انصار۔ بعدہ تابعین ہیں۔ اسی ترتیب سے آیت میں ان کا ذکر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر سنگم پر صحابہ کا جنتی ہونا اور ان کو پروانہ خوشنودی بارگاہ ایزدی سے عطا ہونا بیان فرمایا ہے۔ یہ آیت پاکار کر کہتی ہے کہ فضیلت میں مہاجرین دوسرے صحابہ کریم پر فائق ہیں۔ اور پھر مہاجرین میں سے سب سے بڑا مرتبہ اس شخص کا ہے جو سب سے پہلے فی الحجۃ مع الرسول ہے جنت ہر وہ کون شخص ہے جو بکرہ شریقی ہے جو بکرہ اس آیت کریمہ کے افضل العشر ہیں۔ مگر تیسرے سنگم کے وقت پہلا شخص جو حضور علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ اس کو متبع فی الحجۃ مع الرسول کا فخر حاصل ہے۔ اور یہ مسلم الطرفین ہے۔ کہ وہ شخص جو بکرہ شریقی ہی تھا جو بکرہ سے رسول پاک کا پہلا قدم اٹھانے اور مدینہ میں آخری قدم رکھنے تک آپ کے تابع اور مقدم رہا جس نے یہ میدان پاک اور بندہ خدا سفر ہجرت اس سوار و دو جہان محبوب عالمیان کے ساتھ قدم قدم بڑھائے۔ یہ ہے نصیب ابو بکرؓ زب شاہ ابو بکرؓ جس کو سفر میں ایسا خیر فقیہ جس کے لہجے کے لئے سکاں عالم ملکوت بھی ترستے ہیں نصیب ہوا۔

چہ خوش باشد سفر اندم کیارے ہر باشد چنان کہ کنیا طلعش رشک ہر باشد
سوار ناقد احمد سرور چین و بشر باشد عنائش در کف ہدایت پیر نامور باشد
(۴) لَا يَكْفُرُ مِنْكُمْ مَنْ أَتَى مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتِلْ ۚ أُولَٰئِكَ أَطْعَمَهُمُ ذِكْرُكَ مِنَ الدِّينِ
أَتَقْنُوا مِنْ يَمِينٍ وَقَاتِلُوا أُورُشَلَامَ ۚ وَعَلَى اللَّهِ الْكُفَّةُ (۲۴ - سورہ حدید - رکوع ۱۴)

(ترجمہ پاکہ)۔ ان اشخاص کی راہبری کوئی نہیں کر سکتا جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے اپنا مال خرچ کیا۔ اور کفار سے لڑے۔ یہ لوگ بہت اعلیٰ درجہ کے ہیں۔ ان لوگوں سے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد مال خرچ کئے۔ اور جن سے اچھے۔ اور سب کے لئے وعدہ بہشت اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

اس آیت میں ایزد متعال نے اس بات کا فیصلہ فرمایا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے یا ان رسول جنہوں نے عانی مالی خدمات کیں۔ بہت بڑا ثمرہ رکھتے ہیں۔ اب کون شخص انکا ذکر کر سکتا ہے۔ کہ اچانک لٹے پہلے گروہ میں داخل میں جو فتح مکہ سے پہلے رہی جان وال کو آقا نے نامدار رسول پاک پر شمار کئے ہوئے تھے۔ اور کفار نابکار

سے جہاد و قتال کرتے رہے۔ اس آیت کی روشنی میں ابوبکرؓ کی فضیلت کا نمایاں ثبوت ملتا ہے کیونکہ آپ ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں اپنا سارا مال جو گھر میں رکھتے تھے لا کر پیش کر دیا۔ اور خود ایک کھل اوڑھ لیا۔ پھر ابوبکرؓ صدیقؓ ہی وہ شخص ہیں جن کے گھر سے غار ثور میں رتیلہ خون جاں (غداہ اپنی وادی) کا نام و نعت پر پتھارا۔ کوئی شخص نہیں جو اس بارگاہ کی بھڑکی کا دعویٰ کر سکے۔ بخلاف

فَصَلِّ اللَّهَ يُؤْتِيهِ مِنْ يَشَاءُ ۚ
وَاللَّهُ يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَدْعُ إِلَهُ سِوَاكَ ۚ وَأَلْفَ بَيْنٍ ۚ ثُمَّ لِيَأْتِيَهُمْ مِنَ الْآفَاقِ جُنُودٌ ۚ
مَا أَلْقَتْ يَدُكَ عَلَيْهِمْ وَتَكُنُ اللَّهُ أَلْفَ بَيْنٍ ۚ ثُمَّ لِيَأْتِيَهُمْ مِنَ الْآفَاقِ جُنُودٌ ۚ
اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۚ يَوْمَ الثَّغَابِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ مَعَهُ ۚ (سورہ انفال - رکوع ۲)

ترجمہ پاکہ۔ اس خدا نے اسے رسول بھیجے خاص اپنی نصرت سے تائید کی۔ اور وہ نہیں اپنی جماعت کے لئے ان کے دلوں کو جوڑ دیا۔ اگر تو ساری زمین کی دولت نزع کر دیتا۔ ان کے دلوں کو جوڑ نہ سکتا تھا۔ وہ نیروست حکمت والا ہے۔ نے ہی تجھے کافی ہے اللہ اور تیرے پیرو کاروں میں۔

اس جگہ خداوند کریم رسول پاک کو تکی بخش الہامیٰ فرماتا ہے۔ کہ چنانچہ کفار تجھ سے مکر ٹرائیں۔ تیرا بال بیکیا نہیں کر سکتے۔ دشمن کے مقابل میں آپ بالکل مطمئن رہیں۔ آخر میدان آپ کے اقدیس ہو گا جن تیرے مقابلہ کی کیا تاب رکھ سکتے۔ جبکہ آپ کا حامی اور موید ایک تو ہماری نصرت ہے۔ دوسرا آپ کے ماتحت وہ اتنی فوج ہے جن کا سامنے ڈاکڑی نسبت امراض قلبی (نساوت و ہمن) وغیرہ کرنے والے ہم خود ہیں۔ ہم نے پہلے ہی منتخب کر کے آپ کی فوج میں وہ نمک حلال سپاہی بھرتی کئے ہیں جن کے دل جلا امراض سے پاک و صاف ہیں۔ ان کو ہمارے حضور سے ایمان (اعلاص و اخافت و ران) کا معجزہ مبارک خطاب مومنین عطا ہو چکا ہے۔

ترجمہ پاکہ۔۔ اس بیڑہ کے جنگی ملازمین کے ہمنے دل باہم ایسے جوڑ دئے ہیں کہ ممکن نہیں کہ کوئی ان میں پھوٹ ڈال سکے۔ اور یہ الیف قلبی کسی انسانی حکمت کا کام نہیں تھا۔ اگر دنیا کے سارے فرشتے بھی اس کام پر توجہ کر دئے جاتے تو ایسا ہونا ممکن نہ تھا۔ یہ عرف ہماری نیروست حکمت کا کام تھا۔ شیخ صاحبان اس آیت پاک کے مضمون پر غور کریں۔ رب العباد نے کتنے لفظوں میں فرمایا ہے کہ جماعت رسولی میں تو ایک خالص مجلس پاک دل گروہ ہمارے خاص کم سے جو ال کیا گیا ہے جن کی صفائی پر کسی انسانی ضابطہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اور خالص مجلس جماعت کو بارگاہ الہی سے مومنین کا لقب مل چکا ہے۔ پھر شیخ باوجود اتنی شہادت کے ان کی یابت کیسے استہزاء کر سکتے ہیں۔ اور اس لقب خدا داد (مومنین)

کائنات ان سے چھین سکتے ہیں۔ دیکھو! جس فوج کے ایک ملازم تک اس الہی تمغہ (ایمان) سے لیس ہو چکا ہے۔ اس کے اعلیٰ افسران کا پورے طور پر تصور الہی میں ہو سکتا ہے۔ تم خود ہی قیاس کر سکتے ہو۔ اس جماعت کو جماعت رسولی حزب اللہ ذالہی فوج کہہ کر ایک ملازم کی صفائی کی شہادت دی گئی ہے۔ اب اس اگلی آیت میں خاص اس فوج کے اعلیٰ افسران (سروران) کے حالات اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے۔

(۸) مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ وَهَيَّاءُ لِلْيَقِينِ تَرَاهُمْ رُكُوعًا سَاجِدًا يُبَايِعُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا مِّنْهُمْ فِي وَجْهِهِمْ مِّنَ الْأُورْثَانِ (پاکستان ۲۷ ص ۱۲) فتح دیکھو (۱۲) فتح محمد ﷺ۔ محمد خاص خدا کا رسول ہے۔ اور جو لوگ اس کے ساتھ (اس کے خواص) ہیں کافروں پر سخت زور آور ہیں۔ آپس میں محبت کرنے والے ہیں۔ تو ان کو دیکھتا ہے۔ رکوع و سجود کرنے والے خدا کا فضل اور رضاء چاہتے ہیں۔ ان کے چہروں میں سجدہ کے نشان موجود ہیں)

اس آیت میں حق سبحانہ و تعالیٰ ان خواصان بارگاہ احمدی کے اوصاف جمیلہ کا بیان فرماتا اور ان کی اعلیٰ ہمت اور جوان مروی اور باہمی اتفاق اور ان کے کٹر کٹر تنیک چلن، اطاعت الہی کی تعریف کرتا ہے۔ یعنی میرے اس اسلامی شہنشاہ کی کمانڈر ان بہادروں کے ہاتھ میں ہے۔ جو دل سے اس شہنشاہ کا ہر وقت ساتھ دینے والے وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ کے معنی پر خوب غور فرمائیے۔ اشداء علی الکفار دشمن کی فوج پر غیظ و غضب سے ٹوٹ پڑنے والے دشمن پر ان کی شدت۔ قہر و صولت کا ایسا اثر پڑتا ہے کہ دیکھتے ہی ان کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں۔ رُكُوعًا سَاجِدًا آپس میں ایک دوسرے پر جہاں دینے والے صحابہ کرام کے باہمی اتفاق ظاہر کرنے کے لئے رُكُوعًا سَاجِدًا کا لفظ عجیب موزون ہے۔ وصف جمعیت ہزار ہزار اتفاق کو اپنے اندر لپیٹے ہوئے ہے۔ اور واقعی اسلامی پیشواؤں کا اتفاق کوئی معمولی اتفاق نہ تھا۔ بلکہ وہ سچے رُكُوعًا سَاجِدًا تھے۔ اسی پاک وصف نے دشمن کے ہر ایک مقابلہ پر ان کو غالب اور فتحیاب کر دیا۔ یہاں اتفاق بھی مقابلہ دشمن کے لئے کامیابی کا باعث ہوتا ہے۔ چہ جائیکہ اتفاق جمعیت کی حد تک پہنچا ہوا ہو جس پر ہزار اتفاق قربان ہیں۔ افسوس اس رُكُوعًا سَاجِدًا کی سلمہ وصف صحابہ کرام میں بھی شیعہ صاحب دہشت اندازی کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ تَرَاهُمْ رُكُوعًا سَاجِدًا یعنی باوجود اس اقتدار عظیم کے جو ان اسلامی سرداروں کو حاصل ہے۔ پھر بھی رُكُوعًا سَاجِدًا یعنی سر نیزا زخم کے ہوئے سجدہ ابلکہ سر عیسٰی زمین پر رکھے ہوئے دیکھو۔ یُجَبِّغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا یہ غذائی پلیٹ کے افسر کسی ذمیوی اعزاز کے طالب اور دولت کے خواہان نہیں ہیں۔ اور اپنی ان سچی خدمات کا کوئی صلہ نہیں چاہتے۔ ہاں صرف اللہ کا فضل اور اس خوشنودی کا سر تکلیف حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ سِیَّمَا هُمْ فِي وَجْهِهِمْ مِّنَ الْأُورْثَانِ سرداروں کی

شناخت کے لئے وردی کے ساتھ لئے لٹکانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ ان شناخت کے لئے ان کے ہاتھوں میں امتیازی خدائی نشان کثرت بخیر کے باعث تارباں و درخشاں ہیں۔ جو قیامت تک قائم رہیں گے۔ اب شیعہ صاحبان خود ہی انصاف کریں کہ اس تعریف الہی کے مصادیق اسلامی پیشواؤں کی نسبت کیسے واپسی تباہی خیالات لئے جاتے ہیں کہ یہ لوگ مشکوک الایمان تھے۔ نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ هَذِهِ الْخَلَقِ

انتباہ

دونوں آیات مذکورہ بالا اس امر کی شاہد مل ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں صحابہ کرام میں ایسی سچی محبت و الفت اور ایک دوسرے پر پیار تھا۔ جو کبھی زائل ہونے والا نہ تھا۔ ان کی محبت دنیا داروں کی ظاہری محبت نہ تھی۔ بلکہ خدا کی غطا شدہ صادق قلبی مروت تھی۔ جس کا نقش لوح دل سے مٹنا مشکل تھا۔ اس الفت و محبت کو اگر کوئی قیمتاً خرید کرتا۔ تو زمین و ما فیہا کے محقق خزانے بھی اس کے سامنے میچ تھے۔ یہ تو الہی شہادت ہے۔ لیکن شیعہ صاحبان اس کے خلاف یہ کہتے ہیں۔ کہ اور تو اور حضور ﷺ کے خاص الخاص صحاب و احباب کے دل بھی صاف و شفاف نہ تھے۔ بلکہ وہ ایک دوسرے کے خلاف کینہ و حسد دل میں رکھتے تھے اور ایک دوسرے کے خون کے پیالے تھے۔ اصحاب ثلاثہ کو حضرت علیؑ سے بیر تھا اور علیؑ الترضیٰ کو ان سے خصومت۔ پھر قاضی کرام خود ہی انصاف کریں۔ کہ شیعہ کو سچا جانیں یا قول خدا پر ایمان لائیں۔ بہر حال قول خدا سچا ہوگا۔ اور شیعہ جو ان کے خلاف بہتان باندھتے ہیں۔ یہ شہادت قرآن عظمیٰ اور جھوٹ ہے۔ قَاعَتِ بْنِ مَایَا اُولَى الْاَبْصَارِ

(۹) لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (پاکستان ۲۸ سورہ مجادہ دیکھو ۳) ترجمہ ۳۔ یہ یا ایہا تو ایسی قوم کو یقین رکھتے ہیں شہید پر اور کچھ دن یعنی قیامت پر کہ وہی کریں ان لوگوں سے جو مخالف ہوئے خدا اور اس کے رسول کے اگرچہ ان کے باپ یا بھائی یا خویش ہوں۔ ان کے دلوں میں خدا نے ایمان لکھ دیا ہے۔ اور ان کو مدد دی اپنے غیب کے فیض سے اور داخل کر دیا ان کو بہشت میں جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ سدا میں ان میں۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی ہیں۔

یہ الہی جماعت مملکت والی ہوتی ہے۔

اس آیت میں غرض و زمین کی پڑتال کا ایک عمدہ معیار حق سبحانہ و تعالیٰ نے بتلادیا ہے۔ وہ یہ کہ اس مجلس جماعت کی پہچان یہ ہے کہ اعلیٰ خدا و رسول سے کبھی دوستی نہ کریں گے۔ اگرچہ کچھ ہی ان کے اقرباء کیوں نہ ہوں اب ہم صحابہ ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اس کسوٹی پر رکھ کر دیکھ سکتے ہیں۔ تاریخ اسلام شاہد ہے۔ اَلْحَبِثُ لِلّٰہِ وَالْبَیْضُ لِلّٰہِ۔ (ابھی حضرات کا خاصہ لایمہ تھا۔ اور اس امتحان میں یہ حضرات ایسے پورے نکلے کہ دوست دشمن اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ اسلام کے معاملہ میں کبھی قرابت اور محبت کا اثر ان کے دلوں پر غالب نہیں ہو سکتا تھا۔ چنگ بد میں فاروق اعظم کے ہاتھ سے ہام بن ہشام بن مغیرہ جو قریش کا ایک معزز سردار تھا۔ اور آپ کا حقیقی داموں تھا قتل ہوا۔ بلکہ آپ نے قیدیوں کے معاملہ میں رائے دینے کے وقت پکار کر کہا تھا کہ اسلام معاشرہ میں قرابت اور رشتہ کو کیا غل ہے۔ ہم میں سے ہر ایک شخص اپنے عزیز کو خود قتل کرے۔ اس طور پر کہ علی غیبی کو قتل کر دیں۔ اور جزیرہ عباس کو اور میں اپنے غلام عزیز کی گردن اپنے ہاتھ سے ماروں۔ (دیکھو تاریخ طبری ص ۱۱۱) اس سے بڑھ کر اس امر کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ فاروق اعظم نے اپنے بیٹے تک کا شرعی حد کے اجراء میں لحاظ نہیں فرمایا تھا۔ اور اس کو دوسرے انگٹے تھے۔ یحجان اللہ و بچہ انہی کا گڈا دیوں اور دین حق کی سچی تابعداری کے بدلے ہی تو یہ حضرات مقبول درگاہ ایزدی ہو کر رینوی اور اترووی اعزاز کے مستحق ہو گئے۔ کیا شیعہ صاحبان کوئی معتبر شہادت اس کے برخلاف پیش کر سکتے ہیں۔ کہ اسلام کے بارہ میں ان لوگوں کے دلوں پر قرابت اور رشتہ داری کا لحاظ بھی عمر بھر میں ایک دفعہ بھی متولی ہوا تھا۔ کسی دشمن خدا و رسول کیساتھ انہوں نے یار لے گا نھ لے ہوئے تھے کبھی بھی نہیں پیش کر سکیں گے پھر اس آیت میں اس امتحان کے پاس شدگان کی نسبت الہی شہادت رکھو کہ ان کے دلوں میں خدا تعالیٰ نے ایمان کو نقش کر دیا ہے۔ جو کبھی غو نہیں ہو سکتا۔ روح القویہ سے انکو مدد ملی اور قیامت میں بہشت کی نعمت حاصل کیا۔ حال کریں گے۔ انکو خوش وادی کے سرٹفکیٹ عطا ہو چکے۔ پھر ان کے ایمان اور فضیلت میں شک کرنے والے صاف تکذیب قرآن کرتے ہیں۔

شیعہ غور کریں

ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول علیہ السلام کے صحابہ کی یہ خصوصیت تھی۔ کہ وہ اسلام کے معاملہ میں اپنے بزرگساز کا لحاظ نہ کرتے تھے۔ دشمن خدا و رسول سے اعلانہ دشمنی کرتے۔ خواہ باپ بیٹا۔ بھائی ہی کیوں نہ ہو لیکن شیعہ اس کے خلاف یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ صحابہ ثلاثہ (معاذ اللہ) کا ذوق منافق تھے۔ لیکن جناب امیر علیہ السلام

ان سے یار نہ گناہتے رہے۔ ہر معاملہ میں ان کے مشیر کار رہے۔ مال غنائم میں حصہ دار رہے۔ حتیٰ کہ اپنے محنت جگر حضرت امام حسین علیہ السلام کی شادی تھانہ آبادی کے متعلق بھی حضرت عمر کے بہن منت ہوئے۔ چنانچہ آنحضرت نے یزید و یزید شاہ ایران کی دفتر شہر انور جو غنیمت میں تھی۔ ان کو مایہ دی۔ بلکہ کتبہ شیعہ میں یہاں تک تصریح ہے کہ ترویج فاطمہ کی سلسلہ بددینی جیسی پہلے حدیث و فائز نے ہی کی تھی۔ (رجال العیون الموصوفہ ص ۱۱۹) حضرت علی ان منافقین کے پیچھے نمازیں بھی پڑھتے رہے۔ ہر بات میں ان سے ماں میں ماں ملاتے رہے کبھی ان سے قتال و جدال نہیں کی۔ مجلس دوستوں کی طرح ہر ایک سر حال میں ان سے متحد و متفق رہے۔ پھر شیعہ بتائیں کہ امیر علیہ السلام آیت لا تحبذ قومًا انزلہ کا مصداق کس طرح ہو سکتے ہیں کیا کوئی شیعہ اس کا جواب دے سکتا ہے۔

(۱۰) الَّذِينَ آمَنُوا وَهَجَرُوا وَابْتَغُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَكْثَرًا مِّنْ دِينِهِمْ وَعِنْدَ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمْ الْفَائِزُونَ يُكْفِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَتِهِمْ قَبْلُ وَرِضْوَانٍ وَجَدْتُمْ لَهُمْ فِيهَا فَفَرِحْتُمْ مَّتَىٰ حَطَّ (پادہ ۱۰ - سورہ توبہ - رکوع ۸)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور خدا کی راہ میں ہجرت اور جہاد کیا۔ اپنی مالی و جانی خدمات سے دیرینہ دنیا خدا کے ماں بڑا رتبہ رکھتے ہیں۔ اور وہی لوگ اپنی مزا کو پہنچنے والے ہیں۔ خدا ان کو اپنی رحمت خوشنودی کی لہرات دیتا ہے۔ اور بہشتوں کی جن میں ابدی عیش حاصل کریں گے۔

ان آیات میں مہاجرین مومنین کا اعلیٰ رتبہ ہونا اور ان کا فائز الدارین ہونا بیان فرمایا گیا ہے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ صحابہ ثلاثہ اس آیت کے مصداق نہ تھے؟ کوئی وصف اوصاف مذکورہ آیت کریمہ سے ملوث کر سکتے ہو۔ کیا آنحضرت کے ساتھ بلا طمع دنیا کے ایمان نہیں لائے تھے؟ یا آپ کے ساتھ ہجرت کا شرف حاصل نہ کیا تھا؟ جہاد فی سبیل اللہ کے فرض کے تارک تھے؟ اگر ان میں یہ سب اوصاف ہیں تو خدا نے تعالیٰ نے ان کی نسبت شہادت دی ہے۔ کہ ان کا اور خدا کے ماں بہت بلند ہے۔ اور فائز المرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو خوشنودی کا سرٹفکیٹ عطا فرمادیا۔ اور بہشت بریں کا وعدہ ان کے لئے ہو چکا ہے۔ پھر تو شخص ان کی شان والا میں گستاخی کرے وہ کب مومن رہ سکتا ہے؟ افسوس کہ شیعہ حضرات قرآن پاک میں رسول پاک کے اصحاب یا صفائی ایسی تعریف دیکھ کر بھی برا بھلا کہتے ہیں۔

(۱۱) إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِآثَ لَهُمْ الْجَنَّةَ يُفَكِّتُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعَدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْأُتْرَانِ فَمَنْ أَقْبَىٰ بِعَهْدِهِ مَنَ اللَّهُ فَاسْتَشْرَبُوا بِعَهْدِكُمُ الْكَذِبِ بِأَيْدِيكُمْ بِمَا ظَلَمْتُمْ أَلَا تَتُوبُونَ

فَلَمَّا انْطَلَقَ عُمَانُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ مَعَ عُمَانَ بْنِ أَبِي بَكْرٍ وَ
 مَحَلَّ عُمَانَ فَاعْلَمَهُمْ كَانَتْ الْمَنَاسِكَةُ فَجَلَسَ سَهْلُ بْنُ عَمْرِو وَعِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 عُمَانُ فِي عَسْكَرِ الْمُشْرِكِينَ وَبَايَعَ رَسُولُ اللَّهِ الْمُسْلِمِينَ وَصَرَّفَ سَلَمَةَ بِأَمْرِهِ إِلَى يَدَيْهِ عَلَى
 الرُّمُوحِ لِعُمَانَ وَقَالَ الْمُسْلِمُونَ طُوبَى لِعُمَانَ طَافَ بِالْبَيْتِ وَسُغِيَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَاسْتَبَاحَ
 فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ لِيُفْعَلَ فَلَمَّا جَاءَ عُمَانُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ أَطَقْتَ
 بِالْبَيْتِ فَقَالَ مَا كُنْتُ لِأَطُوفَ بِالْبَيْتِ رَسُولُ اللَّهِ يَطْلُقُ بِهِ ثُمَّ ذَكَرَ الْقَصَّةَ وَمَا كَانَ فِيهَا -

ترجمہ:۔ پس جب چلا عثمان بن ابی بکر کے پاس بھیجے ہوا زین سے پس عثمان اس کے آگے سوار ہوا اور
 داخل ہوا عثمان اور ان کو آگاہ کیا میں سہل بن عمرو (سید مشرکین) رسول اللہ کے پاس بیٹھا۔ اور عثمان شکر متکبر
 میں۔ رسول اللہ نے مسلمانوں سے بیعت لی۔ اور اپنا ایک ہاتھ دوسرے عثمان کے لئے مارا مسلمان کہنے لگے خوشا
 حال عثمان کا کہ طواف کعبہ نصیب ہوا۔ اور مقام مزدہ میں بھی آئے گا حضرت نے فرمایا۔ کہ ممکن نہیں کہ عثمان
 ہمارے بغیر طواف کرے پس جس وقت عثمان آیا۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ تو نے کعبہ کا طواف کیا۔؟ عرض کی کہ
 میں بغیر حضور کے کس طرح سے طواف کرتا۔ یہی مضمون شیعہ کی کتاب حیات القلوب جلد ۱ ص ۱۰۸ میں
 درج ہے۔ ایسا ہی حاکم حیدری میں درج ہے۔

طلب کرد پس اشرف دنیا	راصحاب عثمان صاحب حیا
یا وہم یہاں گفت خیر البشر	کہ زان پیشتر گفتہ بود با منکر
بیوسید عثمان زمین وزاں	بمقصد رواں شد چو تیر انداز
چو اورفت اصحاب روز وگر	بگفتند چندین خیر البشر
خوشا حال عثمان با دستم	کہ شد شش حج بیت الحب رام
رسول خدا چوں شنید این سخن	بپایخ چنین گفت با کسب من
ز عثمان ندایم ہا این گماں	کہ تنہا اند طواف آن آستان

فضیلت عثمانؓ

اس واقعہ سے جس کی شہادت کتب معتبرہ شیعہ کافی کلینی حیات القلوب حاکم حیدری سے ملتی
 ہے حسب ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں جن سے حضرت عثمانؓ کی فضیلت کا نمایاں ثبوت ملتا ہے۔

(۱) آنحضرت کا حضرت عثمانؓ کو دیگر اصحاب کا بارے میں حضرت علیؓ کی بھی تھے اس خاص محکم کیلئے انتخاب کرنا
 (۲) بیعت الرضوان کی وقت حضور علیہ السلام اپنے دست مبارک کو وقت عثمانؓ قرار دیکر بیعت عثمانؓ لینا
 (۳) جملہ مومنین و اصحاب کرام کا حضرت عثمانؓ کے اس اعزاز و امتیاز کا شک کرتے ہوئے انکو مبارکباد لینا
 (۴) حضور علیہ السلام کو حضرت عثمانؓ کی خاص محبت و عشق رسولی پر ایسا وثوق ہونا کہ فرما دینا ممکن ہے کہ اپنے
 محبوب و آقائے نامدار کے بغیر وہ عاشق صادق تنہا حج بیت الحرام کرے۔

(۵) حضور علیہ السلام کا اس موقع کا آمد عثمانؓ پر صحیح ثابت ہونا۔
 پھر تعجب ہے کہ ایسی مرتجہ فضائل کا ثبوت پاکر پھر شیعہ حضرات عثمانؓ کے کمالات کی نسبت
 شک و شبہ کریں۔ الفصل ما شہدت بہ الاخذاء۔

ایک اور ثبوت

حضرت عثمانؓ کی فضیلت کا ایک اور ثبوت کتب شیعہ سے ملتا ہے۔ جو فروع کافی جلد ۲ کتاب الرضو
 ص ۱۰۸ میں درج ہے۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ الْحَلَكِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ
 اخْتَلَفَ بَنِي الْعَبَّاسِ مِنَ الْمُخْتَلَمِ وَالنَّسَبِ الْمُخْتَلَمِ وَخَرُوجُ الْقَائِمِ مِنَ الْمُخْتَلَمِ فَكُلُّ وَكَيْفَ
 انْشَاءُ قَالَ يُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ أَوَّلَ النَّهَارِ الْإِثْنَانِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَشِيعَتُهُ عَسَدُ
 الْقَائِمِ وَنَسَاجِدِي مُنَادٍ آخِرَ النَّهَارِ الْإِثْنَانِ عُمَانُ وَشِيعَتُهُ هُمُ الْقَائِمُونَ۔

ترجمہ:۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ اختلاف بنی عباس کا یقینی ہے۔ اور نہ اجماعی یقینی ہے۔ امام مہدی
 علیہ السلام کا خروج بھی امر یقینی ہوگا۔ راوی نے پوچھا۔ کہ نہ کیوں نہ کہہ سکتا ہے۔ امام نے کہا۔ کہ ایسا راجح ایک
 منادی آسمان سے ندا کرتا ہے۔ کہ حضرت عثمانؓ اور ان کے پیرو فائز (کامیاب) ہیں اور آخر زور نڈا ہوتی ہے۔ کہ
 حضرت عثمانؓ اور ان کے پیرو فائز (کامیاب) ہیں۔

امام صادق علیہ السلام کی ایسی کھلی زبردست شہادت کے بعد بھی اگر شیعہ حضرات عثمانؓ
 کی فضیلت کے قائل نہ ہوں تو پھر ان سے خدا کی قسم۔

آں را کہ یقرآن جز ز و نہی آست جوبلے کہ جویش ندری۔

سوال شیعہ:۔ بیعت الرضوان کے شاملین میں ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے بیعت کو توڑ دیا۔
 اور ان کا خاتمہ بخیر نہ ہوا۔ جیسا کہ اجدین قمی وغیرہ۔

اس آیت میں شرکار جنگ بدر کو مومنین کا اقب درگاہ رب العز سے عطا ہوا ہے اور شیخین بدر
بار میں حضور خدا اہل حقہ شرکار جنگ بدر وہ قیہ لان بارگاہ ایزدی حقہ جن کی تائید و نصرت کے لئے اللہ تعالیٰ

سوا اس آیت یا دیگر ایسی آیات میں کہیں تصریح نہیں ہے کہ یہ کون اور ارتقے ہا علی المرتضیٰ یا ان کے
 پیرو تھے یا نہ تھے یا ان کے اتباع و فریقین اس آیت میں جس شخص خاص یا خاص جماعت کے ذمے
 یہ الزام عائد کریں یہ ان کی عنید اور فاش غلطی ہے۔ پھر جب ان اشخاص کو یہ قصور معاف کر دیا گیا تو پھر اس
 کے معافی کے بعد بڑا ظالم ہے وہ شخص جو ان کو مجرم سمجھے۔ **وَأَقْبَلُ اللَّهُ عَنْهُمْ رَانَ اللَّهِ غَفُورٌ ذَرِيعٌ**

امروز سے اور بھی بڑھ جائے گا

تخیال شیعہ

شیوہ کا اس بارہ میں عقیدہ یہ ہے۔ کہ جنگِ اہلِ حق کے معرکہ میں مسلمانوں کا سارا لشکر بھاگ گیا تھا۔
 صفحہ حضرت علی اور ابو جہانہ انصاری باقی رہ گئے تھے۔ جیسا کہ فروغ کاشی جلد ۲ کتاب الروضہ صفحہ ۱۲۹
 میں درج ہے۔ اِنْهَزَمَ النَّاسُ يَوْمَ أُحُدٍ اِلَّا عَلِيٌّ وَابُو جَهَانَةَ اَزَّ النَّكَارِيِّ اِلَّا اُحَدَ كَيْفَ بَشِّرَ عَلِيٌّ
 ابو جہانہ انصاری کے سب لوگ بھاگ گئے۔)

ہوا اگر شیعہ کا یہ قول مان لیا جائے اور یہ الزام ناقابلِ حق و جرم ٹھہرایا جائے تو علی کے علاوہ صرف ابو دھیانہ مسلمان رہ جاتے ہیں اور شیعہ کے مسلمہ خالص مومنین مقدادؓ، ابوذرؓ، سلمانؓ، عمارؓ وغیرہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ وفات رسولؐ کے بعد بقول شیعہ صرف یہی معدودہ چند اشخاص مسلمان رہ گئے تھے۔ باقی سب مرتد ہو گئے تھے۔ اور اس سے ابو دھیانہ الائنہ صاری بھی مستثنیٰ نہیں رکھے گئے۔ سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ

حقیقت یہ ہے کہ یہ سب فسانے یا رنگوں کے گھڑے ہوئے اور بالکل خرافات ہیں جن کی کوئی اصلیت نہیں۔ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ جنگ اُحد میں اصحابِ ثلاثہ حضرت علیؑ کی طرح ثابت قدم رہے تھے البتہ جن لوگوں کے پیادوں کی غلطی کے اعتراف کھا گئے تھے۔ اور ریٹائر ہو گئے تھے۔ وہ بھی دوبارہ آکر جم گئے اور دشمن سے سینہ سپر ہو کر لڑے۔ اور اس وجہ سے انکی غلطی معاف ہو گئی۔ اور وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ كَمَا مَرَّ نَفَاثَتُ عَذَابِنَا۔

(۱۷) وَقَدْ فِی قُلُوبِهِمُ الرُّعْبُ یُخْزِبُونَ بِبُوءٍ لِّیَوْمٍ بِأَیِّدِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (پارہ ۲۵، سورہ حشر۔ رکوع ۱۲) ترجمہ: خدا نے ان پر عیب ڈال دیا۔ اُجارتے لگے اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے۔

اس آیت میں جن مسلمانوں نے رسول پاک کے حکم سے یہود کے گھروں کو برباد کیا تھا۔ خدا ان کے ایمان کی گواہی دیتا ہے۔ اعدیہ نظر ہے۔ کہ اسیجاہی تلافی ان مومنوں کے سرگروہ اور قافلہ کے سطرار تھے اور انہی کی شمولیت اور تدبیر سے یہود کے گھر تباہ کئے گئے تھے۔ انوس کہ قرآن جا بجا ان پاک نفوس کے فضائل بیان کرتا ہے۔ مگر شیعوں کے دلوں میں ایسی مہر لگ گئی ہے۔ کہ سمجھنے سے ہے۔

(١٨٦) وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْعَسْرِ ذُنُوبٍ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاللَّهُ لَذِكْرُكُمْ

هَمَّ الْمُفْجِحُونَ (پادشاه سورہ آل عمران رکوع ۱)

تذکرہ :- تم میں سے ایک جماعت ایسی ہوتی چلی ہے جو داعی الی الخیر اصرار بالمعروف ہو اور داعی عن المنکر ہو یہ لوگ نجات پانے والے ہیں۔

اب بتاؤ کہ صحابہ کرامؓ میں یہ اوصاف نہ تھے؟ جبکہ انہوں نے اپنی زندگی ہی اس کام میں وقت کوئی اور ملک کے ملک فتح کر کے ان میں تو یہی کی روح پھونک دی تھی۔ تو وہ بہنطوق اس آیت کے مقلدوں ماننے پڑیں گے۔

۵۹) فَسَوِّتْ يَاقَاتِ اللَّهِ بَقَرَمِ بَحْجَتِهِمْ وَمُحِبِّينَهُ أَذِلَّةَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةَ عَلَى الْكَافِرِينَ مُجَاهِدُونَ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لِمَا لَا يَجِئُ خِلاَفَ فَضْلِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ
عَلِيمٌ (پارہ ۶ سورہ مائدہ - ۱۲۶) ترجمہ: خدا ایسی قوم لایگا جن کو رسول دوست
رکھیکا۔ اور وہ اس کو دوست رکھیں گے۔ یہ قوم مسلمانوں پر مہربان۔ کفایتِ سخت گیری کرنے والی ہے۔ خدا کی
راہ میں لڑتے ہیں۔ اور کسی طاقت کی پرواہ نہیں کرتے۔ یہ خدا کی عنایت ہے جسے چاہے بخشے خدا وسیع علم والا ہے
بتاؤ! یہ قوم کون تھی؟ جو نبی کریم کے سچے دل سے محبت اور نبی کریم ان سے محبت رکھتے تھے۔ یہ ائمہ

اس کے مصداق تھیں؟ کیا صحابہ رسولؐ اور یارانِ فدا ان کا نام دنیا میں یونہی مشہور ہو گیا۔ سوچو اور کچھ سوچو۔

(۲۰) وَمَا لَهُمْ اَلَّا يَعْبُدُوْهُ اِنَّهُمْ لَيَصِدُّوْنَ عَنِ الْحُرَامِ وَمَا كَانُوْا اَوَّلِيْنَ اَنْزَلَتْ اِلَيْهِمْ اِلَّا الْمُنٰثِقُوْنَ اَلَكُنْ اَكْثَرُ هُمْ اَلْيَوْمِ مُنُوْنَ ط (پارہ ۹ سورہ انفال - رکوع ۱۲)

قرآن مجید: اللہ ان کو کیوں نہ عذاب کرے۔ حالانکہ وہ پیغمبر کو مسجد الحرام سے بند کرتے ہیں۔ اور وہ کافر مسجد کے متولی نہیں ہیں۔ اس کے متولی تو متقی لوگ ہیں۔ لیکن کافر عانتے نہیں۔

بتائیے! مسجد الحرام کے متولی کون لوگ تھے؟ جن کے متقی ہونے کی الہی شہادت مل رہی ہے۔ مسجد الحرام کے متولی بعد وفات نبویؐ وہی آپ کے خلفاء راشدین تھے جن کو شیعہ تافہی سے منافقوں کا خطاب دیتے ہیں۔ حالانکہ رب العزت ان کو متقون کا لقب عطا فرمایا ہے۔ یہی لوگ مسجد کے متولی رہے۔ اور خدا کے حکم کعبہ شریف کی کنجیاں بھی انہیں کے ہاتھ رہیں۔ اور شہادت الہی مسجد الحرام کعبۃ اللہ کے متولی متقین ہی ہو سکتے ہیں۔ وَلَکِنَّ الشَّيْعَةَ لَا یَعْلَمُونَ

(۳۱) وَمِنْهُمْ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ ذَاكَ الَّذِي كَذَّبَ بِآيَاتِهِ اللَّهُ ۚ قُلْ إِنَّ خَيْرَ لَكُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ

فَسَجِّدْ ۛ :- منافعین سے بعض ایسے لوگ ہیں جو منجبر کو ایذا دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ وہ ایک کان ہے

یعنی ہر ایک کی بات سنتا ہے کہ کان سننے والا تمہارا سر لئے بہتر ہے۔ جو خدا کی کلام کی تصدیق کرتا ہے اور سچے مومنین کی بات مانتا ہے۔ اور تم میں سے ان لوگوں کے لئے رحمت ہے جو سچے مومن ہیں۔

اس آیت میں حق تعالیٰ شہادت بتا دیتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب و پیروں کی باتیں سننے اور ان کی تصدیق فرماتے تھے۔ اور آپ کی نظر رحمت بھی مخلص مومنین پر موقوف تھی۔ اور یہ سلیکات ہے کہ اصحابِ ثلاثہ آنحضرتؐ کی مجلس شوریٰ کے اعلیٰ ممبران تھے۔ آپ جملہ امور میں حکم و دستور دیتے تھے۔ اور حضرت علیؓ اور حضرت جعفرؓ ان سے مشورہ لیتے۔ اور بہت باتوں میں انہی کی صلاح و مشورہ پر کام کرتے تھے۔ اور خدا نے یہ ہم فرماتا ہے کہ نبی کریم کو اجازت ہی نہیں ہے کہ غیر مومن لوگوں کی باتیں سن کر ان کی تصدیق کریں یہ جانتے ہیں کہ ان کو اپنا مشیر یا مصاحب گردانیں۔ اور نیز حسب قدر آپ کی نظرِ ناطقہ شاکر پر تھی۔ اس سے انکار ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ آپ نے ان کے گھر سے ناطے لٹا اور اپنے گھر سے دے دیے۔ اور آیت سے ثابت ہے کہ یہ آپ کی نگاہِ ناطقہ مومن پر ہی موافق تھی۔ پھر شیخ صاحبان کا آپ کے مصاحبوں آپ کے مخلص دوستوں آپ کے قرابتداروں کے ایمان میں شک کرنا سخت ناانصافی اور ضرر ہے ایمانی ہے۔

وَأَذْكُرُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى صَفْوَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا - يَارَ ۙ سُوْرَةُ الْاٰلِ اِمْرَانِ - (٢٦٠)

ترجمہ :- اللہ کا احسان یاد کرو۔ جب تم آپس میں دشمن تھے۔ پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی۔ اس کی تہربانی سے تم بھائی بھائی ہو گئے۔ اور تم آگ و دودھ کے گڑھے کے کنارے پر تھے۔ پھر خدا نے تمہیں اس سے نجات دے دی۔

اس آیت میں حق تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اسلام سے پہلے صحابہ کرام کی باہم شہادتیں عداوتیں چلی آتی تھیں جن کو اسلام کی روشنی نے بالکل مٹا دیا۔ اور آپس میں ایسی اخوت قائم کر دی کہ اس بھائی بندی کا رشتہ ہمیشہ رہنے والا تھا۔

مندرجہ بالا آیت اس امر کی گواہ ہے کہ صحابہ کرام میں اسلام لانے کے بعد ایسی دوستی و اخوت پیدا ہو گئی تھی کہ عداوت کا احتمال ہی جایز نہ رہا۔ لیکن شیعہ برخلاف اس کے یہ کہتے ہیں کہ اسلام لاکر بھی ان میں عداوت بدستور رہی۔ اور وہ ایک دوسرے کے دشمن بنے رہے۔ خدا کو سچا مانیں یا شیعہ کے فرعونات مانیں کہ یہ صحابہ ان اگر قرآن سچا ہے۔ اور کوئی مسلمان قرآن کی تائید نہیں کر سکتا۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ صحابہ علیہ السلام اور علی المرتضیٰ باہم بھائی بھائی اور شیر و شکر تھے۔ ایک دوسرے کے مناد پر جان قربان کرتے۔ اور باہم ملکر اسلام کی خدمات بجا لاتے۔ اور کفار سے قتال و جدال کرتے تھے۔ نیز آیت سے ثابت ہو چکا ہے

کہ اسلام لانے سے پیشتر یہ لوگ دوزخ کے کنارہ پر تھے۔ لیکن اسلام کی نعمت حاصل ہونے کے بعد آتش دوزخ ان پر حرام ہو گئی۔ اور یہ بالکل نجات یافتہ ہو گئے۔ لیکن شیعہ کا قول مانا جائے تو وفات نبوی کے بعد سوائے محد و سید چند اشخاص (تین چار) کے سب کے سب مسلمان مرتد و کافر ہو گئے اور جہنم کے گڑھے میں گر گئے۔ پھر تو فاضل کٹر کا مضمون غلط ہو گیا۔ اور مخبر صادق کی شہادت جھوٹی ہو گئی (۴) لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ زیادہ ۴ سورۃ آل عمران رکوع ۷، ترجمہ: خدا نے مسلمانوں پر احسان کیا۔ کہ ان میں سے ایسا ایسا رسول مبعوث کیا جو ان کو ہماری آیتیں سنا تا اور پاک کرتا ہے۔ اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اور تحقیق وہ پہلے صریح گمراہی میں تھے۔

یہ آیت اور اس قسم کی دوسری آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریمؐ کی پاک تعلیم کا یہ اثر تھا کہ آپؐ کے شاگردان رشید سب کے سب جملہ امراض ظاہری و باطنی سے بالکل پاک و صاف ہو گئے تھے۔ اور فوراً اسلام کی چٹاک کے بعد ناممکن تھا کہ پھر ظلمت کفران قلوب پاک میں عود کرتی۔ اور واقعی نبیؐ آخر الزمان کی قوت تاثیر ایک معجزہ تھی جس پر غیر اقوام کو آج تک رشک ہے۔ کہ آدم علیہ السلام سے لے کر اس وقت تک کسی نبیؐ کی تعلیم میں یہ اثر نہیں پایا گیا۔ کہ قصوری سی مدت میں مشرق سے غرب تک نور اسلام پھیل گیا۔ اور ایسے کامل و مکمل مسلمان پیدا ہو گئے جنہوں نے دنیا سے بُت پرستی کا نام و نشان مٹا دیا۔ لیکن شیعہ کا قول مانا جائے۔ تو معاملہ برعکس ہو جاتا ہے۔ کیونکہ بقول شیعہ بہت بڑے مسلمان مہمات اربعہ جو آپؐ کی کونسل کے اعلیٰ امیران آپؐ کے صبح و شام کے مشیر یا تدبیر تھے۔ ان کا ترکیب بھی آپؐ سے نہ ہو سکا۔ بلکہ ان کے دل یا بھی عداوت و کینہ سے نبیؐ علیہ السلام کی زندگی میں بھی مکدر رہے۔ اور آپؐ کی وقت کے بعد تو سب کے سب مسلمان سوائے تین چار اشخاص کے دل سے پھر گئے۔ اور کفر و نفاق اختیار کر لیا۔ تو پھر وہ ترکیب کہاں گیا۔ اور وہ تعلیم کتاب و حکمت کیا ہوئی۔ کیا بغض نبیؐ علیہ السلام سے غرض صرف دو تین اشخاص تھی۔؟ اور نبیؐ علیہ السلام آخر الزمان کی قوت اشجاز کا یہی کرشمہ تھا۔ کہ آپؐ کی آنکھ بند کرنے کی دیر تھی کہ تمام نقشہ سی بدل گیا۔

بھائیو! غور کرو کس قدر اسلام اور ہادی اسلام پر مصیبت آتا ہے۔ اور مخالفین اسلام کو وطن کا موقع ملتا ہے۔ اگر شیعہ کا اعتقاد درست مانا جائے لیکن یہ سب کچھ یہودہ گوئی اور لغویات ہیں جو کسی یہودی کے ہر کانے پر فاضل کے دلوں میں یہ شیطانی وسوسے پیدا ہو گئے ہیں۔ الحق ہادی اسلام کی تعظیم

فضائل صدیقی پر روشنی و لائیں

پاک میں یہ قوت اعجاز تھی کہ آپ کی اینیورسٹی کے تعلیم یافتہ ایسے فاضل پیدا ہوئے جنہوں نے دنیا کو سبق
تزیید سکھا کر ہمیشہ کے لئے اوام پرستی سے نجات دلا دی۔ اقطاع الارض میں نور اسلام کی کرنیں پھینک کر
رفع ظلمات کفر و شرک ہو گئیں۔ رضی اللہ عنہم ورضوئے۔

فَقُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ رِئَاسَاءَ الْبَشَرِ لَكُنْ عَلَيْكُمْ ذُرِّيَّةٌ مِّمَّنْ خَلَقْنَا إِنَّكُمْ لَعِندَ رَبِّكُمْ لَكَاذِبُونَ
وَأَعْلَسُوا أَنْ فَيَكْمُرُوا رَسُولُ اللَّهِ أَوْ يُطِيعُكُمْ فِي تَثْوِيٍّ مِّنَ الْأَمْرِ لَا حَتَمَ لَكُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ حَتِيبٌ إِلَيْكُمْ
الَّذِينَ هُمْ فِي قُلُوبِهِمْ كِبَرٌ وَكَرِهَةٌ إِلَيْكُمْ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ هَؤُلَاءِ هُمُ الَّذِينَ هُمْ الْأَشِدَّاءُ
فَمُنَّاهُم مِّنَ اللَّهِ وَبِعِزَّةِ اللَّهِ عَلَيْهِمْ حُكُومٌ (سورة هجرات دكمه ۱۳)

فَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَعَ اللَّهِ الَّذِي بُدِيَ لَهُ إِعْمَارُ السَّمٰوٰتِ وَٱلْأَرْضِ نَجْمًا مِّنَ ٱللَّهِ وَبِعِصْمَةِ ٱللَّهِ عَلَيْهِمْ حَلِيمٌ
ترجمہ:۔۔۔ مسلمانو! جان لو کہ تمہارے درمیان اللہ کا رسول ہے۔ اگر وہ اکثر باتوں میں تمہارا
کہنا مان لے۔ تو تمہیں تکلیف ہو لیکن اللہ نے ایمان کو تمہارا عجوب بنادیا ہے۔ اور اگر تمہارے دلوں میں
بچا دیا ہے۔ اور کفر و شرک و نا فرمانی سے تمہیں متنفر بنادیا ہے۔ یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔ اور
ان پر اللہ کا احسان ہے۔ خدا وانا وحکیم ہے)

ان پر اللہ کا اسان ہے۔ خدا و نانو عظیم ہے۔
اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کے دلوں میں خدا نے ایمان اسخ اور مضبوط کر دیا ہے۔ اور
ایمان کے ساتھ انکو محبت بھی ہو گئی ہے۔ اور کفر و فسق سے ان کو ہمیشہ کے لئے نفرت ہو گئی۔ جس کا نتیجہ
یہ ہے کہ ایمان کے غلات کوئی بات ان سے میرز و مہونا محال تھی۔ پھر ان پاک نفوس پر یہ الزام کہ ان کی
ایمانی حالت ایسی متزلزل تھی کہ نبی کریم کی زندگی میں بھی ان کا ایمان صرف رسمی اور ظاہری تھا۔ ظاہر میں نبی
کریم کے دوست اور اندر سے دشمن بنے رہے۔ اور آپ کی وفات کے بعد خاندان رسالت پر علانیہ ظلم کرنے
شروع کر دیے۔ کیا یہ آیت کریمہ مذکورہ کی صریح تفسیر نہیں ہے؟ عبرت۔ عبرت۔

۱۴۵) فَأَنزَلَ اللَّهُ سُكُوتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالزَّوْجَاتِ التَّقْوَى وَكَانُوا أَحْسَنَ بِمَا وَاهَلَهُمْ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝ (سورہ ۲۲ ریلوہ ۱۱)

تو جبکہ... پھر خدا نے سکینہ رحمت، اپنے رسول اور ایمان والوں پر نازل کی۔ اور صفت تقویٰ

ان کے لئے لازم کر دی۔ اور وہ اس انعام کے مستحق تھے۔ اور خدا ہر سچے عالم رکھ صاحب ہے۔
 یہ موقع کی آیت ہے جس میں مجاہدین ہدیبیہ کے فضائل و مناقب کا بیان ہے۔ ان کو تسکین
 قنادی گئی ہے۔ اور آئندہ فتوحات و غنائم کی بشارت سنائی گئی ہے۔ اور اسی سلسلہ میں یہ آیت بھی
 ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ اللہ کریم کی طرف سے صحابہ ہدیبیہ پر سیکینہ نازل ہوا۔ اور صفت تقویٰ ان
 کے لئے ایسی وصف لازم ہو گئی۔ جو کبھی متفک نہیں ہو سکتی۔ اور یہ بھی فرمایا گیا کہ یہ سچے جہاں تبارک و تعالیٰ
 واقع اس انعام ظہیم کے بعد سے زیادہ مستحق اور سزاوار تھے۔ اب آپ ہی بتائیں کہ جن لوگوں کیلئے وصف تقویٰ

ذات رسالت آپ اس حدیث کی مجلس میں ذکر کرتا اور وہ فقرہ علیٰ رجبہم انہی ذریعہ فقرے دوہرا کرتا تھا۔ اب خیال فرمائیے کہ آنجناب کا اس غلویت کی مجلس میں ابوبکر صدیق جیسے عاشق صادق جان نثار کی ولایت کا واسطہ دینا اور پھر اس جلسے راجت بخش فقرہ کا رب الفرة کے حضور میں منظوم کا شرف حاصل کیا یہ کام ہی میں دست بوجہا نا یہ فقرہ صدیق اکبر کے حصد میں تھا۔ کون ہے جو صدیقی رتبہ کی ہمہری کا دم بدمرکتا ہے۔ اور کون مرد دوزل ہے جو صدیقی فضائل سے انکار کر سکتا ہے۔

دس پھر دو سرا آپ فقرہ جو لا تحزن کہ جو صدیق اکبر نے اس زبان فیض ترخان سے سنا ان شاء اللہ معنا کا تعلیمی فقرہ ہے۔ جو صدیق اکبر کی عظمت پر روشن دلیل ہے۔ جانتے ہو معیت ایزدی کیا معنی رکھتی ہے خدا ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ ان الله مع الذين اتقوا والذين هم خائفون وصدقات معیت متقین اور محبین کو ہی نصیب ہوتی ہے۔ پھر یہ معیت ایزدی آیت مذکورہ کی رو سے صدیق اکبر کے لئے مخصوص ہو گئی۔ تو پھر ان کا شقی اور محن بڑا اسی مزید دلیل کا محتاج نہ رہا۔ اللہ اکبر معیت ایزدی اور معیت ربی جو رسول پاک سے معیت ایزدی تھی۔ صدیق اکبر کے نصیب ہوئی۔ معنا کی تفسیر جمع پر عہدہ کر دے۔ یعنی یا معک نہیں فرمایا۔ بلکہ معنا فرمایا۔ یعنی خدا تیرے اور میرے دونوں کے ساتھ ہے۔ اگر صدیق اکبر ایسے خاص وقت میں حبیب کبریا رسول الہی کی سچی معیت اختیار نہ کرتا۔ تو کیا اس قدر اکرام و اعزاز کا جواب دہانی سے منیر ہو سکتا۔ اسی سچی خداوندگاری کا سلسلہ ہے۔ کہ رسول اکرم سے اس خاص تعلق حضور کبریا کی معیت الہی سے جڑ لیا۔ یہ ہے۔ ان الله لا یضع احدکم علی احدکم۔

پھر قول الہی انزل الی سکتا علیہ دیکھو فرماتے۔ یعنی خداوند کبریم نے سکتا (رحمت) اس پر نازل فرمائی۔ کیا رحمت الہی کا عمل کرنا کوئی معمول بات ہے یا بڑا مبارک بات ہے وہ شخص جس پر یہ عالمین کی رحمت بھیجنے کی خبر قرآن کریم میں دے چکا ہے۔

۱۵۔ قول ابن عباس انہی الذین کفروا انانی اثباتی رکافوں نے رسول کو اس حالت میں گھروئے گا۔ کہ اس کے ساتھ ایک شخص اور بھی تھا۔ اس امر کی دلیل ہے۔ کہ انکار کو جہنم خداوت رسول سے تھی۔ اس قدر ابوبکر صدیق سے بھی تھی۔ اور ہر دونوں کو یکساں اپنا دشمن سمجھتے تھے۔ اور دونوں کے ساتھ ایک بڑا ڈرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ وہ جناب رسول کے ہر معیت میں شریک کا لگتے۔ چائے غور ہے۔ کہ قرآن پاک میں جس خصوصیت اور شخص تعیین کیا تھا ابوبکر صدیق کا صاحب رسول ثانی الثقلین اور وہ تھا کہ اس وقت سے بیان کیا گیا ہے جس سے موافق و مخالف کو انکار کی گنجائش نہیں رہتی اور کسی دوسرے صحابی کا انکار یا تنقید اس طرح قرآن میں پایا نہیں جاتا۔

واقعہ غار کی تصدیق کتب شیعہ سے

واقعہ غار نے تصدیق مساجد صدیق اکبر یا رسول کے انکار کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ اس نے شیعہ معشوقین اس واقعہ کی تصدیق پر مجبور ہوئے ہیں۔ گو اہل بات رکھتے ہیں نہیں کی۔ مگر اس واقعہ کو چھپانا مشکل ہوا تفسیر عین سکری ملے میں ہے۔ ان الله تبارک وتعالیٰ انی الیہ یا حقیقہ ان العلی الاذنی یقر علیک السلام وبقولک ان اکابرہم والملاؤ من قریش قد دروئے یومئذ ذلک ان ان قال واقرک ان تستصحب اباسل فانه ان انک وساعداک وازوک وثبت علی قاعدک وکافدک کان فی الجنة کان من رفقاہک وفی عرکاتہا من خلصناک الی اللہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا بی سکتی ورسیت ان شکوت یعنی یا ابابکرؓ تطالبنا اطلب و تفرغ یا تاک انت اللہی تحملنی علی ما اذنبہ فکذلک کنی امواہم انک اب تال راہک یا رسول اللہ اما انما لو عشت عسر اللہ لنا اعدت فی جمیعہا امسا عداہم وبقول علی موت فیرج و لو فخر منہ وکان ذلک فی عجزک لکان ذلک استی الی ان استعمر فیہا واکامالک یجریہ کما لک ولک لک فی ما اهلک وولدی الا فیک اذک فقال رسول اللہ لا یسرم ان اعلم لک علی قلبک ورسد ما فیہ موافقا لما جری علی لسانک جعلک موقر منہ و السمع والسمع و ان اس من الجسد و من ان السورج من البدن کما فی اللہی هو لک۔ انقلی و لخصک

مترجمہ ہے: خداوند کا نام یا ام علیہ السلام کا یہ ہے جسے جبرائیل علیہ السلام پر وحی لائے۔ اور کہا کہ اللہ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ ابوبکر اور جماعت قریش نے تیرے قتل کرنے کی تدبیر کی ہے۔ آگے بھل کر فرمایا۔ اور خدا نے تجھے حکم دیا ہے۔ کہ ابوبکر کو اپنا رفیق سفر بنائو۔ اگر وہ موافقت اور موافقت اور اپنے عہد پر قائم رہے۔ تو جنت میں بھی تیرے ساتھ ہوگا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا اے ابوبکر! تو راضی ہے کہ اس سفر میں میرے ہمراہ ہو۔ اور کفار قریش میں طرح میرے قتل کے لئے مجھے تلاش کریں۔ ویسے تیرے قتل کے لئے دیر ہے ہوں۔ اور اس بات کی تشہیر ہوئے تو نے ہی مجھے اس بات پر آمادہ کیا۔ اور میری رفاقت کے سبب سے مجھے قسم عذاب نہیں۔ ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ! میں تو وہ شخص ہوں کہ اگر آپ کی محبت میں عمر بھر مجھے عذاب اور تکالیف پہنچتی رہیں۔ نہ مردوں اور نہ آرام پاؤں، تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ آپ کو چھوڑ کر دنیا کی شہنشاہی قبول کروں۔ میری جان و مال اور مال و عیال

سب کے سب آپ پر قربان ہوں۔ آپ کو چھوڑ کر کہاں جاؤں؟ یہ نہ کہ رسول اللہ وسلم نے فرمایا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ تیرے دل پر مطلع ہوا اور تیرے دل کو تیری زبان کے مطابق پایا۔ بالیقین خدا نے تجھے بمنزلہ میرے سمع و بصر کے گردانا۔ اور تجھ کو میرے ساتھ وہ نسبت ہے۔ جو سر کو جسم سے اور روح کو سینوں کے زون میں اگر کچھ بھی غمت، امام حسن عسکری کی ہے۔ تو وہ امام زمانہ کا مقام کی روایت پر ہے۔ اور خوراکیں کہ اس سے حضرت ابوبکر صدیق کی کس قدر تعریف ہوتی ہے۔ اس روایت سے حجت الہیہ ثابت ہے۔
۱۱۔ ابوبکر صدیقؓ کی رفاقت رسول سفر ہجرت میں اللہ تعالیٰ کے خاص حکم سے عمل میں آئی تھی۔ جس سے معلوم ہوا کہ علم الہی میں اس خدمت کے قابل ابوبکر صدیقؓ سے بڑھ کر کوئی صحابی نہ تھا۔
۱۲۔ اللہ تعالیٰ کو ابوبکر صدیقؓ کو اس خدمت کے لئے خاص طور پر منتخب فرمایا۔ دنیا سے اسام میں ابوبکر صدیقؓ کی فضیلت آشکارا کرنا مقصود تھا۔

۱۳۔ اللہ تعالیٰ نے رسول پاکؐ کو اطلاع دیدی۔ کہ اگر صدیق اکبرؓ نے اس خدمت کو صدق دل سے انجام دیا۔ تو جنت میں بھی رفاقت رسولؐ نصیب ہوگی۔ چونکہ یار غار نے اس خدمت کو باحسن وجوہ انجام دیا۔ اس لئے حسب وعدہ الہی جنت الفردوس میں بھی رفاقت رسولؐ کے وہ مستحق قرار پائے۔
۱۴۔ رسول پاکؐ کا یہ فرمانا کہ ابوبکرؓ تجھے پسند ہے۔ کہ کفار میرے اور تیرے درمیانے آوار یکساں ہوں؟ کیونکہ ان کو معلوم ہے کہ یہ سفر ہجرت تیرے ہی مصالح و مشورہ سے اختیار کیا گیا ہے۔ ابوبکرؓ کی عظمت شان کی دلیل ہے کہ ابوبکرؓ بھی تبلیغ اسام اور امتیصال کفر میں کفار کے نزدیک رسول پاکؐ کے رمت بازو تھے۔ اور ان کو صدیقؓ سے وہی ملاوت تھی۔ جو رسول پاکؐ سے تھی۔

۱۵۔ باوجودیکہ شدائد کا کیف سفر سے حضور علیہ السلام نے اپنے جاں باز عاشق کو آگاہ کر کے یقین دلایا تھا۔ کہ اس سفر میں سخت ترین مصائب کا سامنا ہے۔ پھر عاشق صادق کا اس کو قبول کر کے کہنا کہ مجھے اپنے آقائے امداد کا ساتھ چھوڑنا ہرگز منظور نہیں۔ اگرچہ میری جان قیامت تک عذاب میں پھنسی رہے۔ اور کہ یہ تکالیف حضورؐ کی رفاقت میں جاں نثار عاشق کو روئے زمین کی سلطنت ملنے سے بھی بزرگ رہے۔ راجوت بخش اور آرام دہ ہے۔ بقول شخصے۔

بک جاں چہ متافیت کہ سازیم فلانیت اما چہ توان کرد کہ موجود ہمیں است
صدیق اکبرؓ کے جذبات محبت اور عشق رسولی کا اعلیٰ ثبوت ہے۔

۱۶۔ پھر حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ ابوبکرؓ اللہ علیہم وغیرہ کو تیرے اخلاص و حقیقت کا علم تھا۔ اسی لئے تیرا یار چوڑا بنایا۔ کہ تو میرے سمع و بصر کی بجائے ہے۔ اور کہ میری اور تیری نسبت روح و بدن کی نسبت ہے۔

سبحان اللہ اس سے بڑھ کر فضائل سیدتی کا ثبوت جو شیعی کی معتبر کتاب جو کہ ان کے برگزیدہ امام کی تصنیف سے ملتا ہے۔ اور کیا چاہیے۔ لیکن انہیں صدیقی بلا ہے۔ شیخہ امی و النسخ اور روشن روایات کو بھی تفسیر پر مھول کر دیں گے۔ اللہ سے تفسیر۔ تو شیخہ کے ہاتھ میں امی ہے۔ ہر گھسی ہی نہ پڑتی نظر آئے تیرے جھج جھج میں اگر جان بچا لیتے ہیں۔ لیکن یاد رکھو! اللہ الہیت پر یہ ایک ایسا وہ بہتان ہے۔ کہ وہ تفسیر کی فرض سے کوئی خلاف واقعات کہیں۔ جو تصنیفوں کا فعل ہو کر تلبے۔

دوسری شہادت

واقعہ غار کی تصدیق میں وہ سراسر شہادہ شیعی کی بڑی مستند کتاب مائتہ خیرری سے پیش کیا جاتا ہے۔

ترجمہ	نقصانی	چند گفتاروں کی کہ سالار دین
راوی نے روایت کی ہے۔ کہ جب آنحضرتؐ چچ	چچ سالم بحفظ جہاں آفریں	چند گفتاروں کی کہ سالار دین
سالم بحفظ خدا اس نابکار قوم کے حقوق	بسوئے سرائے ابوبکرؓ رقت	ز نزدیک آن قوم پر مکر رقت
نکل کر ابوبکرؓ کے گھر پہنچ گئے تو ہجرت کیلئے نہ	کہ سابق رسویش خبر داوہ بود	پے ہجرت آن نیز استادہ بود
تیار کھڑے تھے کیونکہ آنحضرتؐ پہلے خبر نہ	یکوشش ندائے سفرد رسید	نئی بردہ خانہ اش چوں رسید
چکے تھے بنی حنیئہ السلام جب اسکے گھر پہنچے	رخانہ بردوں رقت ہمراہ شد	چو تو بکتر زان حال آگاہ شد
اور سفر ہجرت کی ابوبکرؓ نے ندامتی۔	قدوم فلک سائے مجروح گشت	پور فتنہ چندیں بدامان گشت
ابوبکرؓ واقعہ حال ہو کر حضور علیہ السلام ہمراہ	وہ زین حدیث است جائے شگفت	ابوبکرؓ آنگہ بدوشش گرفت
ہو گئے۔ جب حضورؐ اس سفر صحرا طے کیا حضورؐ	کہ یار نبوت تو اند کشید	کہ رس چنان قوت آمد پدید
کے قدم مبارک زخمی ہو گئے۔ تب ابوبکرؓ نے	چو گروید پیدا نشان سحر	بر فتنہ القصد چمند سے وگر
کندھے پر اٹھالیا۔ اور یہ امر واقعہ ہے	کہ خواندے عرب غار تو شوق	بدیدند غارے دران تیرہ شب
کہ اس جاں نثار کو کسی قوت حاصل ہو گئی	وای پیش ابوبکرؓ بہنہ ز پلے	گرفتند در جوف آن غار جا
کہ یار نبوت کا تھما ہو گیا! الحال جلد بے تاد	قبلا بدید آن خستہ چید	بہر جا کہ سوراخ یا رختہ دید
وقت سحر ہو گیا۔ ایک غار نظر آئی جسے عرب	یکے رختہ نگر فتنہ ماندانہ قضا	بدیں گونہ تاشد تمام آن قبا
غار نور کہتے ہیں۔ اس غار میں جاگزیں ہوئے	کفن پائے خود را نمود استوار	براں رختہ ماندہ آن یار غار
جہاں پہلا قدم ابوبکرؓ نے رکھا تھا کہیں	کہ دور از خرو می ماید سے	نیامد جز او این شگرفت از کسے

تیا مچھنی کا سے از غیر او
درآمد رسول خدا ہم بعت ار
چوں شد کا پر و اختتام چنان
در اندم بکفت پاسے آن یا غار
رسیدش زندان ملکے گزند
پیغمبر باد گفت آہ مستر بکش
مکن غم تا دیں صد را بلند
یغادر اندر دین تا سدر و درویش
شدے پور ہو کر ہنگام شام
نمودے ہم نہ حال اہم بشارت
نبی گفت پس پور ہو بگر را
دو جہازہ باید کنوں را بوار
ہم از اہل دین بگریہ کھل وار
از جملہ دار اہل سخن چون شنود
تہی شد از آن آن کوہ و دشت
چسب چہارم برآمد ز غبار

بد نیایاں چو پر و اختتام
نشستند کجا بہم بہر و یار
رسیدند کافر پیاسے بر آں
کہ بر و سوار سوار بود استوار
در آن در و اختتام او شد بلند
رسیدند اعدا دکن راز فاش
کہ از تخم افغنی نیایی گزند
بسر و آں شاہ بخت بمان رب
بہرے و ساس عن آب طعام
حبیب خدا سے بہاں را خبر
کہے چوں پدراہل صدق پوفا
کہارار سادہ بتریب دیار
برو کرد رازی آشکار
دو جہازہ در دم بہر پیانود
یوں خدا غارم راہ گشت
دو جہازہ آورہ پد جہاد

سوار پیاسے پھار کسور بخندے
کہتے کہتے کہتے کہتے کہتے
سوار باقی رہ گیا اس باقی ماندہ سوار
اس بار غار سے اپنا پاں رکھ دیا وہ حبیب
فعل بغیر اسے جہاں تشار کے شکل اور غفلت
محال نہر آتا ہے۔ رسول خدا غار میں داخل
ہوئے اور دونوں دوست کجا بیٹھ گئے جب
پہاں تک نہ پہنچے بکشت کافر آگئے اس
وقت اس نے پاؤں کو سوار میں رکھا
تھا۔ سانپ نے دوسرا اور مار دیکھ کر
نکل گئی۔ پیغمبر نے کہ انا موش رہو۔ نہ موش
نہ ہو جائے غم مت کہو اور آواز نہ نکالو۔
گزند مار کلیف نہ دے گا۔ تین دن تک
تک امر افغنی سے اس غار میں وقت گزارا
ابو بکر کافر زندہ شام کو وقت غار میں کھانا
پہنچا تھا اور کفار کے حالات سے نبی
علیہ السلام کو مطلع کرتا تھا نبی علیہ السلام
نے پیر کو کہا کہ اے شخص جو اپنے باپ کی طرح صاحب صدق و سقا ہے۔ دو تیر ز قدامت چاہیں جو دین طہر تک ہم کو پہنچا
ہیں۔ ایک دین چہرہ والا بھی پیر کو کہا کہ بھرا تھا چہرہ المہر خبر نہ کرنا و نہ مہیا کرنا۔ کفار سے دو جہازہ چلی ہو گئی۔ تو حضور
علیہ السلام غارم را ہو گئے چوتھے روز آپ فارسی سے نکلے اور اونٹ کا ہر گز ایک پر شہنشاہ دو جہاں سوار ہوئے۔ اور
اپنے پیچھے اپنے وزیر یا تدبیر کو سوار کیا۔ اور دوسرے اونٹ پر چڑھا عامر سوار ہو گیا۔

انظم میں شیعی مصنف نے آگے شہادت دے دی ہے کہ کسی قدر جھاک دکھائی ہے۔ تاہم بیان
داخلہ حرف بخت کرے و از انصاف دیا ہے۔ اس قصہ سے جو شیعی فاضل مصنف حملہ سیدری نے بیان کیا ہے حرب
ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں جو صدیق اکبر کے عشق رسولی کا ثبوت دیتے ہیں۔
سفر ہجرت کا راز حضور علیہ السلام نے پہلے اپنے محرم راز صدیق اکبر کو بتایا ہوا تھا۔ اور کھٹ رکی آنکھوں میں

خاک ڈال کر حضور سید سے اپنے صادق صادق الوداد دوست ابو بکر صدیق کے گھر رونق افروز ہوئے۔
(۱۲) صدیق حضور کا جہاں تشار عاشق رات بھر گھر باں گن گن کر اس وقت کا منتظر ہو رہا تھا۔ کہ کس وقت سرور دو
دو جہاں اپنے جہاں باز عاشق کی جھنڈی کو اپنے قاروم محبت لزوم سے مشرف فرماتے ہیں۔ جو نہی آہستہ سنی فوراً
قد موسیٰ ہو گیا۔

(۱۳) ابو بکر نے اپنے محبوب سرور دو جہاں کی پیادہ رونی کی تکلیف کو محسوس کر کے باہر ویرانہ سالی حضور والا کو
اپنے کندھے پر سوار کر لیا۔ اور اس بات کو غنیمت تصور کیا۔ کہ شاہ دو جہاں کے قدموں کی خاک بنے
(۱۴) عاشق صادق کو غارتہ فوق اعلا تات تھی کہ وہ گرانیار نبوت کا متحمل ہو گیا۔ جس کا تحمل ہونا انسانی
طاقت سے بالاتر تھا۔

دھ جب تیرہ غار میں داخل کا وقت ہوا۔ تو حضور علیہ السلام کو نہ داخل ہونے دیا۔ جب تک کہ مارو موہو موزیات
کے تمام سوار بند نہ کرے۔ پتا کرتے چاک کر کے جلائے سوار بند کرے۔ جب تک کوئی چھتیرا باقی نہ رہا۔ تو باقی ماندہ
ایک سوار اپنی ایڑی سے بند کر لیا۔ کہ کوئی عوزی کھٹے تو عاشق کو۔ اور محبوب دو جہاں کو گزند نہ پہنچے۔
(۱۶) آخر کار گزند افغنی کی کلیت برداشت کی۔ اور اس امر کو عین راحت سمجھا۔

(۱۷) تین دن رات اس آفتاب عالم تاب کے انوار تاباں تنہا چل گئے۔ جنہوں نے دو جہاں کو روشن کرنا
تھا۔ اس دوران میں کیا کچھ اسرار قدرت اس خوش نصیب مرید نے مشاہدہ کئے ہوں گے۔ جو اپنے مرشد
مادی دو جہاں سے خلوت گزیرں ہو رہا تھا۔ نہ بے نصیب ابو بکرؓ نے سب طالع ابو بکرؓ۔

(۱۸) حضور سرور کائنات اپنے غلام دوست ابو بکرؓ کے متواتر تین دن رات جہاں رہے۔ چنانچہ ہر صدف
کھانا ابو بکرؓ کے گھر سے جاتا تھا جس کو حضور تناول فرماتے تھے۔ زکیا رسول کافر منافق کے گھر کا کھانا ایسے
ناگ وقت میں منظور کر سکتا ہے۔

(۱۹) سواری کا چند ہیست بھی سپر ابو بکرؓ نے کیا۔ اور حضور علیہ السلام نے ایک ہی اونٹ پر اپنے بار غار
کو اپنے ساتھ سوار کیا۔ اندر بارک سفر ہجرت اس کی ہر اہی میں طے فرمایا۔ پھر تعجب ہے کہ اس قدر فضائل
صدیقؓ اپنی کتابوں میں پڑھ کر بھی شیخہ صدیق کو برا بھلا کہہ کر اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔

تفسیری شہادت

واقعہ غار کے متعلق تفسیری شہادت شیخہ کتاب تفسیری میں یوں پائی جاتی ہے۔

قولہ: لِلّٰہِ تَسْبِیْہٌ وَفَقْدُ نَصْرِہِ اللّٰہُ اِذَا حَرَبَہُ الذِّیْنَ کَفَرُوْا اِنَّہُمْ اِنْ اِذَا کَانَ یَوْمَ الْقِیَامَہِ یَقُوْلُوْنَ اِنَّا کُنَّا مَعَالِہِمْ فَاَنْتَ جَدَدُنَا اَبٰی فَعَنْ رِیْثِہِمْ رَفَعْنَا اِلٰی اَبٰی عَمْرٍو اللّٰہُ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ فِی الْغَارِ قَالَ اِبْرٰہِیْمُ بِنُوْرٍ کُلِّی اَنْظُرْ اِلٰی سَفِیْئَہِ جَعْفَرٍ وَاَحْصِیْ کَقُوْمِ فِی الْجَنُوْرِ اَنْظُرْ اِلٰی الْاَنْصَارِ مُسْتَعِیْدِیْنَ فِیْ اَفْئِکَیْہُمْ فَقَالَ اِبْرٰہِیْمُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ لَعَمْرُ فَاْرِیْہُمْ فَمَسَحَ سَلٰی عَکْبَرِیْہُمْ فَرَاہُمْ فَقَالَ لَمَّا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ اَنْتَ الصَّدِیْقُ

تسبیح کا۔ قولہ الا انصر وہاں راوی کہتا ہے۔ مجھ سے میرے باپ نے حدیث کی اس نے بعض رجال سے جنہوں نے امام صادق تک روایت پہنچائی۔ امام نے فرمایا جبکہ تھے رسول پاک فائیکہ کو فرمایا۔ گویا کہ میں جعفر اور ان کے ساتھیوں کی کشتی کو دیکھ رہا ہوں۔ جو دریا میں کھڑی ہے۔ اور میں انصار مدینہ کو بھی دیکھ رہا ہوں جو اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ابوبکر نے عرض کی یا رسول اللہ آپ ان کو دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا لاں ابوبکر نے کہا مجھے بھی دکھائیے۔ حضور نے ابوبکر کی آنکھوں کو اپنے دست مبارک سے مس فرمایا۔ تو اس کو وہ تماشا نظر آیا حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تو صدیق ہے۔ اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ فاروق جو اسرار حضور انور مشاہدہ فرما رہے تھے۔ ان کے مشاہدہ میں ابوبکر کو بھی شریک فرمایا۔ اور آنکھوں کو دست مبارک سے مس فرمایا۔ تو سب کچھ نظر آنے لگا۔ پھر آپ نے ابوبکر کو کہا کہ بیشک تو صدیق ہے۔ (جب حضور علیہ السلام کے دست مبارک نے ابوبکر کے چہرہ کو متور فرمایا۔ اور کشف اسرار غیبیہ ہوا۔ تو پھر اس پہرہ کو ناز و نور سے کیا خطرہ) جبکہ ایک رومان حضرت جواہر کو عنایت ہوا تھا۔ آگ میں ڈالتے تو چیلے سے زیادہ شفاف و صاف نظر آنے لگتا۔ اور آگ اسکو نہ جلا سکتی۔ بلکہ اور جا بجا بخشتی تھی۔ پھر دست مبارک کی برکت سے جو کشف اسرار غیبیہ ابوبکر کو حال ہو گیا پھر غیبیہ غلمی اس سے کون چھپ سکتا تھا۔ بیشک صدیق اکبر کو کلید اسرار غیبیہ بہ صاف رفاقت فار عطا ہوئی۔ علامہ زبیر یہ حدیث اس بات میں مضی ہے۔ کہ ابوبکر یہ صلہ خدمات سفر حجرت و صاحبیت فار عقب صدیق فار بارگاہ رسالت تار سے عطا ہوا تھا جسکی شہادت کتب معصوت سے دست برداری میں ذلک فضل اللہ علیہ من یشاء وہاں اس سعادت پر زور بازو نیست تانہ بخشد خداے بخشنده۔

اسی مضمون کی حدیث فروع کافی جلد ۴ (روضہ ملک ۳) میں اور حیات القلوب جلد ۲ (ملک ۲) میں مذکور ہے اگرچہ ان میں مصنفین نے حرب عادت کسی قدر غش زنی کی ہے لیکن واقعہ جوں کا توں نقل کر دینے پر مجبور ہو گئے ہیں۔

اعتراف شیعہ

واقعہ غار کے متعلق اگرچہ نص صریح شیعہ فضائل صدیق اکبر موجود ہے۔ بقول شخصے۔

چشم بد اندیش کہ بر کندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر

شیعہ حضرات نے یہاں بھی نفی اعترافات کر کے اپنی خوش فہمی کا ثبوت دیا ہے۔ جن کا در فیہ ضروری سمجھ کر اعتراف شیعہ پہلے درج کر کے پھر جواب لکھا جائیگا۔

اعتراف شیعہ: آیت میں اصحابہ سے ابوبکر کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ قرآن میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی ہے۔ یا صاحبی السجین حالانکہ وہ کافر تھے۔

جواب: سبمان اللہ شیعہ صاحبان کی قرآن فہمی کا کیا کہنا۔ صاحبی یوسف نہیں بلکہ صاحبی السجین مذکور ہے۔ وہ ہر دو صاحب السجین (جیل کے رہنے والے قیدی) تھے۔ صاحبی مضاف اور سجن مضاف الیہ۔ صاحبی کی یا ضمیر متکلم نہیں ہے۔ بلکہ اسل میں صما جبین (تشیفہ) تھا۔ اصناف کے سبب فلن سا قط ہو کر صاحبی السجین کہا گیا۔ سو وہ صاحب زندان تھے۔ اور لصاحبیہ میں صاحب کی اصناف ضمیر کی طرف ہے۔ جو رسول خدا کی طرف راجع ہے غرض صاحب الرسول کہلانا اور چیز ہے۔ اور صاحب السجین اور شیعہ ہے۔ پھر جیل میں رہنے والے یوسف کے ساتھی پیغمبر کے ساتھ نہیں گئے تھے۔ بلکہ اپنے جرم کے باعث اسیر ہوئے تھے۔ اور اصحابہ والا ساتھی خدا کے خاص حکم اور رسول پاک کے خطاب سے رفیق سفر بنایا گیا تھا۔ پھر یہ صاحب غار (حضور اقدس کا یار غار) تھا جو اس وقت تک عاشق حاشیائی نہیں قرب المثل کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔

بہیں تفاوت راہ از کجاست تا بحباب

ایسا ہی قل نصاحبہ وھو یحاکوہ وغیرہ کو سمجھو۔ صرف صاحب کے لفظ کی فضیلت نہیں ہے۔ بلکہ یہ فضیلت مضاف الیہ رسول کی مبارک نسبت سے پیدا ہوئی ہے۔ جو کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہو سکتی۔ سچ پھو! تو شیعہ ایڑی چوٹی کا زور باریں تو اس مراحت و صاحت سے وہ طاقت علی تو کیا قرآن سے علی المرتضیٰ کا صاحب الرسول ہونا بھی ثابت نہیں کر سکتے۔ ہاتھ ابرو ہاتھ کھڑے اِن کُنْتُمْ حَمِلًا حَیْنًا

مذکورہ اگر اللہ العالمین کو ابوبکر صدیق کی فضیلت کا بیان نہ منظور ہوتا۔ تو واقعہ غار میں صرف رسول

کی قوت نہ رکھ سکے۔

اعتراف:۔ اندھیری رات اور تاریک فائیں ابوبکر کو سوراخ کس طرح نظر آئے۔ جن کو بند کرنا پھر یہ قند بھی غلط ہے۔

یہ جواب:۔ یہ ضروری نہیں کہ چند میل مسافت کے بعد غارتور نہ پہنچنے کے وقت بھی تاریک شرب موجود تھی۔ بلکہ وہاں پہنچنے تک سچ کی روشنی کا وقت ضرور ہو گیا ہو گا۔ جیسے صاحبِ حجازی بھی نشانِ بھری نموداری کا قابل ہے۔ پھر روشنی صبح میں سوراخ کا نظر آنا محال نہیں ہے۔ نیز اشیاء معتدض کو اس بات بھی اعتقاد ہو کہ چہرہ انور رسول اقدس وہ سراجِ منیر تھا کہ اس کی نورانی مشاعروں کے سامنے آفتاب کی روشنی بھی مہج تھی۔ جیسا حضرت انس رضی اللہ عنہما رسول کی روضت ہے۔ کہ ایک دن جو دھویں چاند رات میں حضور انور صبح ہوئے تھے۔ میں چاند کی طرف بھی نظر ڈرانا۔ اور پھر چہرہ پورہ نور حضور کو دیکھتا۔ تو مجھے حضور کے طلعتِ زیبا کے سامنے پورے طور پر کھاتے ہوئے معلوم ہوتا یہ بھی آپ کو معلوم ہو گا کہ جن پوسٹ میں یہ کمال تھا کہ اندھیری رات میں مصر کی گلیوں میں پھرتے۔ تو شمع کی ضرورت نہ ہوتی بلکہ چہرہ تاباں کی روشنی کافی ہوتی۔ پھر اس باہِ مدنی کی چہرہ تاباں کے نور سے کیوں انکار ہے؟ اس شمع انور کی موجودگی میں بھی ابوبکر کو سوراخ نظر نہ آتے ہوں۔ پھر یہ بھی آپ کی کتابوں میں عجیباً لکھا جا چکا ہے۔ ورنہ ہے کہ اس شمع نورِ ذاتِ امدی کا یہ اثر تھا کہ فائیں بیٹھے ہوئے دونوں دوست مدینہ میں بیٹھے ہوئے انصار کو گھروں میں بیٹھے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ اور جعفر کی کشتی سمندر میں ہلکے کھاتی نظر آ رہی تھی۔ پھر افسوس ہے کہ شیعہ کو باطن اس بات پر تعجب ہے کہ اندھیری رات میں ابوبکر کو غار کے سوراخ کس طرح نظر آئے۔ اچھا یہ سب باتیں نہ سہی آخر اندھا بھی تو وہ کہ معلوم کر لیا ہے۔ کیا اللہ سے توہ کہ بھی سوراخ غار معلوم نہ ہو سکتے تھے؟ امید ہے کہ اب مقررہ کی تسلی ہو گئی ہوگی۔ اس لئے ہم اس قدر پر اکتفا کرتے ہیں۔

آیت الاٰتِمنصرون والذین آمنوا و عملوا الصالحات شیعہ کا قلع قمع ہو چکا۔ اب ہم اختلاف کی بحث شروع کرتے ہیں۔

(۲۶) وَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا لِّيَبْتَغُوْا مِنْهُ مَغْفِرَةً وَرَحْمَةً ۚ وَهُوَ الَّذِيْ يَهْدِي اللّٰهُ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلِيُخْرِجَهُمْ مِنْ ظُلُمَاتٍ إِلَى نُّوْرٍ ۚ وَهُوَ الَّذِيْ يَهْدِي اللّٰهُ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلِيُخْرِجَهُمْ مِنْ ظُلُمَاتٍ إِلَى نُّوْرٍ ۚ وَهُوَ الَّذِيْ يَهْدِي اللّٰهُ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلِيُخْرِجَهُمْ مِنْ ظُلُمَاتٍ إِلَى نُّوْرٍ ۚ

لہذا یہ واقعات بطور فرقِ غایت اچھا نا پیش کرتے تھے نہ وہاں مثلاً حضرت عائشہ صدیقہ فرائی میں کہ تاریک رات ہوتی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رونے اور روشنی میں سوئی میں جاگنے والی تھی۔ اور ایک روایت میں حضرت عائشہ فرائی میں کہ ایک تیرہ راتوں میں اٹھ

م توحید اکرم کو بستر مبارک پر نہ پایا تاریکی میں نہ اندھروں میں نہ تھیں۔ تلاش کیا۔ تو حضور کے پاؤں مبارک سے میرا لگا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! میں نے تجھے دیکھا کہ تیرے پاس تھی۔ اور ایک روایت میں حضرت عائشہ فرائی میں کہ ایک تیرہ راتوں میں اٹھ

ہُنْ بَعْدَ نَحْوِ فِہِمْ اَمَّا وَیَعْبُدُوْنَ رَبَّیْ لَیْسَ لَہُمْ شَیْءٌ مِّنْ کُفْرِ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ اَھْلُ الْاٰثِمِۃِ لَیْسَ لَہُمْ شَیْءٌ مِّنْ کُفْرِ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ اَھْلُ الْاٰثِمِۃِ

زنت سے چھٹکارا:۔ خدا تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے۔ اور نیک اعمال کئے وعدہ کر لیا ہے۔ کہ بالغرفہ ان کو زمین میں جائز نہیں اور غلبہ بنائے گا۔ جیسا کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا جو تم سے پہلے تھے اور ان کے آل و دین کو جس کے ان کے لئے ایک ہے ممکن رہے ہوئے کر دے گا۔ اور خوف کے بعد ان کی حالت کو امن سے بدل دے گا۔ وہ میری پرستش کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ جس نے اس کے بعد کفران کیا وہ لوگ ناسق ہیں۔

اس آیت میں اھلِ ایمان میں سے ایک بڑے معرکہ کے بعد خلافت کا بھی فیصلہ فرما دیا۔ اگر کوئی دلِ نورِ ہدایت سے منور ہو۔ تو اس کو مسلمان مہرہ کی نسبت اس فیصلہ رحمانی کے مان لینے میں تاثر نہ ہو گا۔ دیکھو اربابِ العباد نے فرمایا ہے کہ ہم نے اس میں القوام جماعت مؤمنین کو حتمی وعدہ دے دیا ہے۔ کہ ان کو خلافت کی سند ضرور عطا کی جائے گی۔ جیسا کہ اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کے سچے پیروں کو ہم نے خلافت عطا فرمائی تھی۔ اس وقت دینِ مرغیب کی خوب استقامت ہو گئی۔ اور خوف کا زمانہ امن سے بدل جائیگا جماعت۔ ایسے مخلص عباد صالحین کی ہوتی۔ کہ باوجود اس اقتدار (عہدہ خلافت) کے حال کرنے کی بھی میری توحید پر قائم رہیں گے۔ اب ہم شیعہ صاحبان سے دریافت کرتے ہیں کہ یہ وعدہ الہی اصحابِ نکتہ کے حق میں پورا ہوا یا نہیں۔ اگر ہوا تو کیا وہ الذین آمنوا و عملوا الصالحات کے مصداق تھے یا نہ؟ اگر نہیں تھے۔ تو کیوں اس انعام الہی (عطیہ خلافت مہرہ) سے مشرف ہو گئے؟ اسکے مستحق تو وہی لوگ تھے جو آمنوا و عملوا الصالحات کے مصداق تھے۔ کیا غیر مستحق لوگ بھی انعام پا جایا کرتے ہیں خصوصاً صاحبِ انعام بخشہ والا اعلامِ القیوب اور علیم بذات الصدور ہو۔ کیا یہ بھی ممکن ہے کہ ایک انعام کا اطلاع تو دوسرے لوگوں کے نام جاری ہو چکا ہے۔ اور تقسیم انعام کی وقت وہ لوگ مندو کھتے رہ جائیں۔ اور ایک دوسری جماعت جو بالکل غیر مستحق تھی۔ انعام پا جائے۔ ایسا کیوں ہوا کہ بوقت تقسیم انعام بخشہ والے کو مستحقین اور غیر مستحقین کے امتیاز میں دھوکہ ہوا۔ یا انعام دینے والے نے اپنا پہلا حکم مسوؤں کر کے دوسرے کو انعام دیدیا اور پہلوں سے وعدہ خلافتی کر دیا۔ یا جماعت مستحقین زیرِ دست تھی۔ اول نے دوسری سے زیرِ دست چھین کر وہ انعام اڑا لیا۔ یہ سب باتیں کفر ہیں۔ نہ اس ذاتِ علیم وخبیر کے آگے اعزاز کے مستحقین اور غیر مستحقین مخفی رہ سکتے ہیں۔ اور نہ وہ اپنے احکام نافذ کو لا جو نور انھیں تبدیل کرتا ہے۔ اور نہ اس کے حتمی وعدوں میں تخلف ہو سکتا ہے اور نہ کوئی طاقت اس سے زیرِ دست ہو سکتی ہو۔ جو اس کے ارادہ پاک کی مزاحمت کر سکے۔ اور اس کی وی ہوئی

نعمت اس کی مقبول جماعت کے ہاتھوں سے چھین سکے۔ وہ فقال لہ ایرئید اور یفعل ما یشاء کی وصفت سے موصوف ہے۔ وہ اپنے ارادوں کو پورا کئے بغیر نہیں چھوڑتا اس کی صفت لا یخلف لکھا ہے۔ اس کے وعدوں میں تخلف کا خیال کرنا کفر ہے۔ اس کے ارادہ مشیت میں ہی تھا کہ بعد وفات سرور کائنات آپ کی خلافت کا اعزاز ان کے چار بگتریدہ اصحاب کو عطا فرمایا جائے۔ یہ اعزاز چونکہ ان کی پاک خدمات کے صلہ میں تھا۔ اس لئے ان کے عطا ہونے پر ان کی خدمات کا بھی پورا احسان ہو جسکی خدمات اسلام میں سب سے زیادہ ہیں جس نے خدا کی راہ میں بہت زیادہ دکھ اٹھائے ہیں جس نے ہمارے اسام کی دعوت سب سے پہلے بلا کسی امتحان لینے کے قبول کی۔ اور سچے ہادی کی تائید میں سب سے پہلے اعدا دین سے مقابلہ کیا جس نے اپنی وجہ امت اور دینی اقتدار نظر انداز کر کے دین رسول کی سچی تابعداری سب سے اعلیٰ اختیار کی ہے جس نے عمر بھر میں اس اپنے پیارے آقا کا ساتھ پورا نبایا ہے جو اس کا نہایت جولاں اور پرخطر موقع میں ہمدرد اور یار غار رہا ہے جس پر اس پاک رسول کی نظر شفقت بلبلا س کے کہ ہے

قدیم ان خود را بیعت نہ از قدر

سب سے زیادہ تھی جس کو اس پاک رسول نے اپنی زندگی کے خیر وقت میں اپنے منہ سے پرکھ کر اور امامت پر مامور کرنے کا امتیاز بخشا ہے۔ اس کو سب سے پہلے اس اعزاز سے تھیلے۔ ثم فثم منطوق آیت صاف پکار رہا ہے کہ خلفاء اربعہ نے اپنے اختیار اور کوشش سے اور نہ کسی منصوبہ سے خلافت کی تحصیل کی۔ بلکہ محض خدا پاک کے ارادہ سے اس کے بموجب ان کو اعزازات ملے۔ اور اسی ترتیب سے ملے جیسا کہ خداوند کریم کی مرضی تھی۔ ورنہ کس کی طاقت تھی کہ ارادہ انہودی پر غالب آسکا اس کے موعود اعزاز کو بلا استحقاق حاصل کر سکتا۔ یا وقت سے پہلے اس اعزاز کا حصہ لے سکتا۔ قدریہ مشیت انہودی پر کوئی انسانی تدبیر غالب نہیں آسکتی۔ اور نہ ارادہ الہی کا مقابلہ انسانی منصوبہ سے ہو سکتا ہے۔ پھر یہ کہنا سخت بے ایمانی ہے کہ وعدہ الہی تو علی المرتضیٰ کے لئے تھا۔ اور وہی سب سے مستحق تھے لیکن نثار نے تروستی سے ان کا حق چھین کر خود خلافت پہلے لے لی۔ بجلا کچھ تو عقل کیجئے۔ یہ تو مان بھی لیں کہ اسد اللہ الغالب پر نثار کی قوت غالب ہو جائے۔ اور ان کے مقابلہ میں شیر خدا خیر شکر لیں ہو کر دم بخور رہ جائیں۔ لیکن یہ کب ہو سکتا ہے کہ نثار خدا کے قدر کی زبردست طاقت کا مقابلہ کر کے اس کی موعود اور دی ہوئی نعمت شیر خدا سے چھین لیں۔ تو یابا من ہذا الخیالات۔ نیز آیت سے ظاہر ہے کہ وعدہ خلافت ایک سے زیادہ اشخاص کے لئے تھا۔ نہ فرد واحد کے لئے کیونکہ آیت میں موعود لہم جماعت مؤمنین ہے۔ نہ ایک شخص الذین آمنوا وعملوا الصالحات ہے جمع پر غور کرو۔ اور جو نشان ان

موعود لہم کا خدائے کریم نے بیان فرمایا ہے یعنی المؤمنین اور الصالحات جو لوگ ان اوصاف میں میں جملہ صلیب سے فائق تھے۔ وہی مستحق ہو سکتے ہیں۔ اور یہ امر مسلم ہے کہ خلفاء اربعہ نورگیر تھے اگر کام سے اور صاف میں فائق تھے۔ وہی اس امر قابل کے مستحق تھے۔ اور ان چاروں کو اس منصب کا اعزاز ان مقرر تھا۔ اور زمانہ خلافت بھی محدود کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ رسول برحق نے الخ لا ینفخ من بعدی ذلک منکم ذلک منکم کی صیغہ میں سال بیان فرمادی تھی۔ تو پھر فرمایا کہ یہ اسے اس ترتیب کے بموجب خلافت میں آئی۔ اور صورت یہی کوئی تھی ہا کہ یہ چاروں بزرگوار اس عطیہ الہی سے اسی میعاد کے اندر پہرہ ور ہو سکتے۔ اگر مولا علی المرتضیٰ کو سب سے پہلے خلافت ملتی۔ تو باقی ہر سہ اصحاب اس نعمت موعودہ سے محروم رہ جاتے کیونکہ ان کا زمانہ زندگی پہلے ہی ختم ہو جاتا تھا۔ ایسا ہی اس ترتیب میں اگر کچھ بھی تغیر ہوتا۔ تو کوئی نہ کوئی صاحب ضرور اس عطیہ سے محروم رہ جاتا۔ سبحان اللہ العلیٰ العظیم اس آیت کریمہ نے مسلمانوں کو اس مسئلہ خلافت کا بھی قطعی فیصلہ فرمادیا۔ اور یہی ثابت کر دیا۔ کہ یہ خدا کا جیسے کہ پہلے امنوا وعملوا الصالحات کے مصداق تھے۔ خلافت ملنے کے بعد بھی ینفخ ذلک منکم ذلک منکم کی صیغہ کے لئے یہ مصداق ہیں گے۔ مگر ہی نہیں ہے کہ اس قدر اقتدار عظیم ملنے پر بھی ان کی حالت میں ذرہ سا تغیر پیدا ہو جائے۔ بلکہ جیسے کہ پہلے مسکن اور قدر کی حالت میں میرے پیچھے مومن نہ کہ اعمال تھے۔ اس اقتدار میں بھی میری عبادت میں مست اور میری توحید میں سرشار رہیں گے۔

صحابیان انور کیجئے یہ آیت خافا واثقہ کے ابدی ایمان پر شاہد عدل ہے۔ نیز خداوند کریم نے ان کے ایمان ابدی کی شہادت دیکر پھر یہ بھی فرمادیا۔ کہ اس میری شہادت کے بعد بھی اگر میرے ان پاک بندوں کے ایمان میں کوئی شخص کلام کرے گا۔ اور ان کے احسان عام کا کفران کرے گا۔ تو مجھ کو وہ گمراہ بد بخت فاسق ہے۔ مومن آیت فمن کفر بعد ذلک فاولئک هم الفسقون و مفسرین نے یہ کیل ہے۔ من انکروا عن احسانہم فاولئک هم الفسقون شیخ صاحبان! ذرا انصاف کی عینک رکھ کر آیت کو پڑھیں۔ تب ان میں تو سہی ول یخبر لکم من بعدہم امناہم کا مصداق کون زمانہ ہے۔ کیا وہ زمانہ جو بعد خلافت جناب امیر علیہ السلام کا تھا۔ شیخ صاحبان تو مانتے ہیں۔ کہ وہ زمانہ تو سخت پر آشوب تھا۔ ہمارا ایک بھروسہ شیخ اپنے رسالہ سماویہ کے صفحہ ۱۲۸ پر اس زمانہ کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتا ہے۔

تو حضرت امیر کی خلافت کا زمانہ بے ایمانیت ہی بی مائتہ صدیقہ وغیرہ فابہت درجہ پر آشوب تھا۔ اور غر

نہیں گویا کشتہ کا سہاواں مور یا تھا یا پھر الیا پر شور زمانہ تو اس پیشینہ گوئی و کتب کے گام صاف
 نہیں ہو سکتا۔ فی الحقیقت یہ زمانہ خلفائے ثلاثہ کا ہی زمانہ تھا کہ بعد اس خوف کے جو وفات رسول
 مقبول کے بعد ارتداد کا فتنہ عظیم برپا ہو گیا تھا میلہ درمیتا جیسے بھی تھے انہوں نے اندھیہ مچا دیا تھا اور
 صدیق اکبر نے توفیق ایزدی سے ان گزالیوں کا خاتمہ کر کے تمام فتنہ فرو کر دیا تھا۔ اور پھر ہمیشہ کے لئے
 اس قائم ہو گیا تھا جتنی کہ ہر سہ خلفاء کے زمانہ میں وہ امن قائم رہا جس سے شیعہ بھی انکار نہیں کر سکتے
 کیا یہ سب الہی وعدے ان منافقوں کے حق میں دیر سے ہوئے ؟ تَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ الْمُنَافِقِ
 اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ اَنْ تَجْعَلَ لِهَذِهِ الْاُمَّةِ خَلْفًا یُّحِبُّوْنَکَ وَیُحِبُّوْنَکَ وَیُحِبُّوْنَکَ وَیُحِبُّوْنَکَ
 وَاَلَسَ نَے جبکہ کتب شیعہ سے استدلال کیا جائیگا ۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرْثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ۚ بَارِئاً
 دُکھ دے۔ جس جگہ ۱۱۰: ہم نے ذکرِ قورات کے علاوہ زبور میں بھی لکھ دیا ہے کہ زمین مومنین کے
 وارث ہوگی۔ پاک بندے ہوں گے۔

وارث میرے پاک بندے ہوں گے۔
اس آیت میں ایک عظیم الشان پیشین گوئی ہے۔ اب دیکھنا چاہئے کہ یہ پیشین گوئی کس زمانہ میں کس
کے حق میں پوری ہوئی؟ خداوند عظیم و خیر خیر ویتا ہے۔ کہ نورائے اور زیور میں پہلے ہی لکھا جا چکا ہے۔
کہ اَلْاَرْضُ لِلّٰہِ اَرْضُ مَغْرِبِہٖ زَبْنِ کَعْنَانِ کے وارث میرے پاک بندے ہوں گے۔ اب بتائیے۔ کہ
یہ زمین کس کے ہاتھ پر منتقل ہوئی؟ حضرت فاروق اعظم کے ہاتھ پر منتقل ہوئی۔ اور اس آیت کے رو سے آپ
عباد صالحین میں سے ہوئے۔ کیا منافق بھی عباد صالحین کہلا سکتے ہیں یا سمجھ کیئے۔ کہ اس سے
زیادہ فخر کیا ہو سکتا ہے؟ کہ ایک عظیم الشان پیشین گوئی جس کی خبریں آسمانی کتابیں سے رہی ہیں وہ
پیشین گوئی آنحضرتؐ کی وفات کے بعد آپ کے چچے خادوم فاروق اعظم کے عہد میں پوری ہوئی
ہے۔ اور کچھ طرفہ یہ کہ اس زمین کے وارث ہمیشہ اہل سنت والجماعت مسلمان ہی رہے ہیں شیعو
پرہیز ان حجت ہے۔ کہ خدا کے نزدیک وہ عباد صالحین میں شمار نہیں ہیں۔ اگر میں تو کیوں ارض مقدسہ
کی ولایت ان کو نصیب نہیں۔

لے قورات میں اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیمؑ سے وعدہ کرتا ہے۔ ”جی تجھ کو اور تیرے بعد تیری نسل کو کھانا کا سارا لہکا میں تو پروزی ہے۔ دیتا ہوں کہ ہمیشہ کے لئے ملک ہو۔ یہی دلش باباء آیت ۱۰ اور نہ لو میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لیکن وہ جو حکیم ہیں۔ زمین کے وارث ہوں گے۔ ۳۷ - آیت“

بلبلن وہ جو علم میں ہیں۔ زمین کے وارث ہوں گے۔ ایتھ۔ ۱۰۔
صافق زمین کے وارث ہوں گے۔ ۱۱۔ جن پر اس کی برکت ہو۔ زمین کے وارث ہوں گے۔ اور جن پر لعنت ہو کٹ جائیں گے۔
نور۔ ۳۱۔ ۳۲۔

بعض مفسرین نے ارض سے مراد حرمین شریفین کی زمین لی ہے۔ بہر حال ارض سے مراد زمین شام و بیت المقدس، ہو یا مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی زمین اس کی وراثت ہمیشہ سے اہل سنت والجماعت مسلمانوں کے ہاتھ میں رہی ہے۔ اور نہ قیامت رہے گی۔ اور وہ بیٹھاد ت الہی عبادہما لحن ہیں۔

سوال :- اس موقع پر مخالفین اعتراض کرتے ہیں کہ اس ہنزہ زمین پر ایک دفعہ نیرید بھی حکومت کر چکا ہے اور نقوڑا عرصہ ہوا ہے کہ بوساطت شریف حسین نصاریٰ کا بھی عمل و دخل رہا ہے اور اب اس سرزمین پر زکامیوں کا قبضہ ہو گیا ہے پھر ایتھ سے صداقت مذہب حق اہلسنت والجماعت کی طرح ہو سکتی ہے ؟

جواب: یہ اعتراض آیت کے الفاظ پر غور نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ اگر مخالف کو قرآن میں تائید کرنا نصیب ہو تو ہرگز ایسے یہودہ اعتراض کی اسے حرأت نہ ہو۔ آیت میں یکتا کا لفظ موجود ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اس ہر زمین پاک پر وارتانہ قبضہ صالح بندوں کا ہوگا۔ اگر کوئی فاسق فاجر یا بد مذہب شخص

عقلمانی و دین

اس امر کی دلیل کہ اربعہ ایک بیت المقدس۔ کہ معظمہ۔ ہرینہ منیر میں سوائے مسلمانان الہندت
والجماعت نقلہ بن النبی اکرم کے دوسرے کوئی فرقہ حکومت نہیں کر سکتا یہ ہے کہ چونکہ ان کلمات مقدسہ میں
بہت سے اولیاء اللہ کے مرقد ہیں۔

[illegible]

لہذا وہاں کی حکومت ایسے شخص کے ماتحت رہنی چاہیے۔ جو تمام کی یکاں عزت و کرامت اور ایسے لوگ مسلمانانِ اہلسنت ہی ہیں جو تمام دنیا سے ایمان رکھتے ہیں۔ اور سب کا ان کے دلوں میں یکساں احترام ہے۔ بڑھاپا اس کے بعد کہ وہیں میں حضرت عیسیٰ اور محمدؐ عربی کی عزت نہیں ہے۔ نصاریٰ بھی رسولِ آخر الزماں کے دشمن ہیں۔ اس لئے انہی مقدسہ میں حکومت کے قابل نہیں ہیں۔ پھر مدینہ منورہ میں حضرت رسولِ پاک کے روضہ اطہر میں آپ کے دو خادم صدیق و فاروقؓ پہلو پہلو سوئے ہیں اگر شیعہ کو وہاں دسترس ملے تو ان دونوں اصحاب کے مزارات کی بے حرمتی کرنے سے دریغ نہ کریں۔ وہابی قابو یافتہ ہوں تو چونکہ ان کے دلوں میں روضہ نبویؐ کا بھی احترام نہیں ہے بلکہ ان کا ایک بزرگ کا قول ہے کہ ہذا صنم اکبر و لو اقدار علیہا لہذا صنم دیر برایت ہے اگر مجھے قدرت ہو۔ تو اسے اگر دوں (علاوہ انہیں باقی مزارات مقدسہ کی بھی ان کے دل میں عظمت و حرمت نہیں ہے۔ اور بس چلے تو سب کی بے حرمتی کرنے سے دریغ نہ کریں۔ اس لئے ان مقدس مقامات کی خدمت و حکومت کے قابل کوئی دوسری قوم کوئی دوسری فرقہ قدر شاہ نہیں رکھتا۔ اسی لئے خدا نے علیہم و خیر نے اپنے تمام نوشتہ میں یہ جتنی وعدہ لکھا ہے کہ ان راہی مقدسہ کی حکومت بطور وراثت ہم اپنے عباد صالحین ہی کے سپرد کریں گے۔ تاکہ مقامات مقدسہ کے سترام میں فرقہ نہ پڑے واللہ اعلم بالصواب

فیضائل اصحاب ثلاثہ کا ثبوت کتب شریعہ سے

قرآنی براین قاسم بیان ہو چکے۔ اب ہم اصحاب ثلاثہ کا کامل الایمان ہونا حضرت علی المرتضیٰؑ اور انکا شیعہ و شکر ہونا۔ ایک دوسرے کا خیر خواہ اور خیر کار ہونا نبی علیہ السلام کے قرابت دار اور سچے تابع ہونا۔ مقبول بارگاہ الہی ہونا۔ بشاہدات الہیہ کتب معتبرہ شریعہ سے بیان کیے ہیں۔ بہر حال یہ قدر میں شیعہ بھی متاخرین کی طرح اصحاب ثلاثہ سے غیظ و غضب اور بغض و عناد رکھتے تھے۔ لیکن پھر بھی واقعات کا جائزہ آسان بات نہیں ہے۔ ان صحیح واقعات کا ذکر مخالفین کی کتابوں میں بھی درج ہے۔ پہلے تو شیعہ اپنی کتاب اہلسنت کو دیکھتے ہی فریٹے تھے۔ لیکن اب یہ جس کی برکت سے کتابیں مل سکی ہیں۔ اور یہی وجہ ہے

کتاب فیض شریعہ کی معتبر کتابوں سے ان کو الزام دے سکتے ہیں۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ واقعہ غار کے متعلق تفسیر عسکری۔ قمی۔ اور حلیہ ہندی کی عبارتیں اور کبھی جاچکی ہیں جن سے فضائل صدیق کا نمایاں ثبوت ملتا ہے۔ اب دوسری کتب سے روایات لکھی جاتی ہیں۔

اول :- فرغ کافی جلد دوم ص ۱۰۱ میں ایک طویل حدیث مرویہ جناب صادق علیہ السلام درج ہے جس میں صدقہ کے متعلق ذکر ہے کہ کل مال صدقہ نہیں کر دینا چاہئے۔ تاکہ خود ملوہم محسوس نہ بن جائے۔ لے لکھا ہے۔ ہذہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلیٰ علیہا الکتاب و الکتاب یصلیٰ علیہا اہل البیت و قال ابو بکر رضی اللہ عنہ عن اہل بیتہ قیل لہ انہ فقتل او مہی بالخنس و قال رسول اللہ لہ انک لست عند موتہما و لست عند عذابہما الشیخ خلیل لہ اونی بلہ ثمرہ عن عائشہ بعدہ فی فضلہ و رخصہ سلمان رضی اللہ عنہ و ابوذر رحمہ اللہما فاما سلمان فکان اذا اشد اعطاه و شعر منہما فوکلہ لیسئلہ عنی یخبر عطاءہ من ذیل فقیل لہما یا ایہما عبد اللہ انک فی زہدک تصنع ہذا و انت لا تدری لعلک تموت الیوم فکان جوابہ ان قال ما لک کراہۃ ان تجوز لی البقا و کذا اخفتم علی الفناء اما علمتم کیا جہل انک انفس قد تلافی علی ما احببنا اذا لم یکن من العیش ما نعبد علیہ و اذا ہی احسرت معیشتنا اطمانت و اما ابوذر رضی اللہ عنہ فکان لہ لزیقات و شویہات یحلبھا و یدبیر منہا اذا اشد علی اہلہ اللحم او نزل بہ ضیف او رای باہلہ الذی معہ خصاصہ یحیرہم لیسئلہ عنہ من الدنیا علی قدر ما یناہب عنہم یقرم اللحم و یأخذ منہم لیسئلہ عنہم لا یتفصل علیہم و من ازہد من اہل النبی او وقد قال فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آہلہ ما قل۔

ترجمہ بالا :- یہ احادیث رسولِ پاک ہیں جن کی تصدیق کتاب اللہ کرتی ہے۔ اور کتاب اللہ کی تصدیق (اپنے عمل سے) ہمیشہ کرتی ہے جو کتاب اللہ سمجھنے کے قابل ہوں۔ ابو بکرؓ نے وقت وفات جب اس کو وصیت کیلئے کہا گیا۔ فرمایا میں پانچویں حصہ مال کی وصیت کرتا ہوں چھٹے پانچویں حصہ کی وصیت کی۔

حالات کے خلاف تیسرے حصہ کی۔ اسے اہل اہل حق ہی ہوتی تھی۔ وہ جانتا کہ تیسرے حصہ کی حیثیت میں زیادہ
نواب ہے۔ تو ایسا ہی کرتا۔ پھر ابوبکر کے دوسرے درجہ پر فضل و زہد میں تم سلمان اور ابوذر کو سمجھتے
ہو پس سلمان کو کوئی عطیہ دیتا۔ پھر سال کی خوراک وغیرہ کر لیتا۔ حتیٰ کہ سال آئندہ کو پھر عطیہ
قال ہو۔ لوگوں نے کہا آپ باوجود زیادہ ہونے کے ایسا کرتے ہیں۔ آپ کو معلوم نہیں کہ آج ہی فوت
ہو جائیں۔ جواب دیا تمہیں میرے زندہ رہنے کی امید نہیں ہے۔ چاہیے کہ میرے مرنے کے بعد میرے عہدے کا اندیشہ ہے
اسے چاہئے کہ میں معلوم ہو کہ انفس اپنے صاحب پر سرکشی کرتا ہے جب تک کہ اسے قدر معیشت نزل
جائے جس پر اسے بھروسہ ہو۔ اور جب وہ اپنی معیشت فراہم کر لے۔ مطمئن ہو جاتا ہے۔ اور ابوذر کے
پاس اونٹنیاں اور بکریاں رہتی تھیں۔ جو دودھ دیتی تھیں۔ اور جب ان کے عیال کو گوشت کی حاجت
ہوتی۔ یا کوئی مہمان آجاتا۔ یا اپنے متعلقین کو کھجور کا دیکھتے۔ ان میں سے اونٹ یا بکری فروغ کر لیتے اور
سب کو تقسیم کر دیتے۔ اور اپنے لئے ایک آدمی کی خوراک رکھ دیتے۔ جو دوسرے سے زیادہ نہ ہو تم جانتے
ہو کہ ان تین مقدس بزرگوں میں سے ہر ایک کی شان ہو سکتا ہے۔ حالانکہ ان کی شان میں رسول اللہ
نے فرمایا جو کچھ کہ فرمایا۔

اس حدیث سے حسب ذیل باتیں ظاہر ہوئیں۔۔۔

۱۱۔ حضرت امام علیہ السلام کے نزدیک حضرت ابوبکرؓ ان مومنین کا ملین میں سے تھے۔ جو کتاب اللہ
کی جگہ کی اہلیت رکھتے تھے۔ اور اپنے عمل سے کتاب اللہ کا حکام کی تصدیق کرتے تھے۔

۱۲۔ حضرت سلمان اور ابوذر فضل و زہد میں دوسرے درجہ رکھتے تھے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کا زہد و فضل
اس سے اول درجہ زیادہ تھا۔

۱۳۔ حضرت ابوبکرؓ ان بزرگواروں میں سے تھے جن کا ہم پلہ کوئی دوسرا شخص نہیں ہو سکتا۔
۱۴۔ حضرت ابوبکرؓ کی شان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی احادیث بیان کی ہیں
سوائے تشریح کے۔ ممکن ہے کہ میں ان احادیث کو ذکر کا اشارہ صرف سلمان اور ابوذر کی طرف
ہو۔ اور ابوبکرؓ ان میں شمار نہ ہوں۔

جو کتب: اگر معترف عقل کا اندھا نہیں ہے۔ تو اہل اہل حدیث میں الفاظ الکتاب تصدیق
اھلکما من المؤمنین کے بعد پہلے ذکر ابوبکرؓ کا ہونا۔ اور پھر سلمان اور ابوذرؓ کے متعلق اہل اسلام
کا یہ فرمانا تم من علمکم بعدہ میں فضلیہ و زہدیہ (جس کا مفہوم صاف یہ ہے۔ کہ ابوبکرؓ کے
فضل و زہد کے دوسرے درجہ پر سلمان اور ابوذرؓ ہیں پھر علیؓ کا شمار کا اشارہ صرف دو کو سمجھنا حد درجہ کی

حاجت ہے۔ حضورؐ کے مشاغل یہ تھے کہ وہ بزرگواروں میں اس بات کی تصریح فرمادے
کہ زہد و فضل میں حضرت ابوبکرؓ کا نمبر سب سے اول ہے۔

انہوں نے انہی مستند کتابوں میں اسی بات کا تذکرہ فرمایا کہ نہ فقہی کی نسبت ایسی شہادت
انہا اہل بیت علیہم السلام پر کر رہی پھر ان کی بزرگوں سے باز نہیں کرتے۔ حکم اللہ علی خلقہ و علی
مستحقہ و علی ائمہ کرامہ و علی غیبت ائمہ

۱۵۔ علامہ طبری کتاب فیہ البیان میں تحریر کرتا ہے کہ کائنات و شیخوۃ اللہ علی النبیؐ ابوبکرؓ
کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ روایت یوں ہے۔ عن نبیؐ قال ان الایۃ نزلت فی ابی بکرؓ
اشتری المؤمن الیاف الذین اسلموا امثل بک لانی و عاوم من فہم و غیرہما و اعفہم
تو کچھ: ابن زبیر سے روایت ہے۔ کہ اہل بیت ان ابوبکرؓ میں نازل ہوئی ہے۔ اس نے قلاموں
کو کہ اسلام لئے اپنے مال سے خریدا لیا۔ جیسا کہ بلال اور عامر بن فہرہ اور ان کو کرا دیا۔

ابن عباس کی خدمات اسلام میں یہ ہوں کہ بلالؓ جیسے عاشق ذات نبویؐ کو کفار کے ہاتھ سے اپنا مال
خارج کر کے نجات دلائے۔ اور ان کو اسے۔ اور ان کو اسے اس کے منہ سے حق بلکہ انہی ہونے کی شہادت
دے۔ اس شخص کی شان والائیں گستاخی کرنا کتنی جرات ہے۔ ہمارے انفس کو دہشت کرے۔

۱۶۔ کتاب احتجاج میں حضرت امام باقر علیہ السلام کی حدیث درج ہے۔ آپؐ نے فرمایا
لست بمبکر فضل ابی بکرؓ و لست بمبکر فضل عمارؓ و لست بمبکر فضل علیؓ و لست بمبکر فضل
سیدنا محمدؐ: میں ابوبکرؓ و عمرؓ کے فضائل کا منکر نہیں ہوں۔ البتہ ابوبکرؓ فضیلت میں برتر ہیں، پھر جس شخص کو حضرت
امام محمد باقرؓ افضل سمجھتے ہوں۔ ان کی فضیلت سے انکار کرنا عذر و وجہ کی شقاوت ہے۔

۱۷۔ کتاب مجالس المؤمنین مجلس سوم ص ۸۹ میں ہے۔ کہ حضرت سلمانؓ فارسی فرماتے ہیں۔ کہ حضور
علیہ السلام حضرت ابوبکرؓ کی شان میں صحابی مجلس میں ہمیشہ یوں فرمایا کرتے تھے۔ ما سب فکھ
البکر بصریوم ولا مملوۃ و لکن لشیء و قس فی قلبہ۔

ترجمہ: ابوبکرؓ نے تم سے زیادہ ناز و روزہ ادا کر کے میں فقیہت حاصل نہیں کی۔ بلکہ اس کے صدق
نفا قلبی کی وجہ سے اس کی عزت و وقار بڑھا ہے۔

پنجم: شیعہ کی بڑی معتبر کتاب کشف الغمہ مطبوعہ ایران ص ۱۱۱ میں یہ روایت درج ہے۔

سئل الامام جعفر عن علی و الساکم عن حلیۃ السیدین علیؓ و جعفرؓ قال تعذرت علی ابوبکرؓ
والصديق سيفه فقال الراوی اتقول هذا کذب الامام عن معاویہ فقال نعم الصديق

باوگفت سوگند اگر می خوردی که در گفته خویش هم نغزی
 من امروز خدمت رسانم بجا بیارم پیش تاسر معطف
 گفت از ابواب اول قسم پس آنگاه ز در درون قدم
 بال کاچول رفت بیرون عمر یکے گفت بال و ناری خیر
 که پیشروا ت نیز با جفت خویش گرفت اسدین پیش
 به آشفست ابو حصص زین گفتگو بگفتا بریم کون خون او
 سولے خانه خود هر خویش رفت چو آمد نزدیک پیش رفت
 چو آمد پیش در و ایستاد صدائے شنید و بال کون
 شنید آنکه میخواند مرد نکو کلامیکه شنید بدست او
 عمر ز در و خواهرش باز کرد چو آمد در و شور آواز کرد
 در افتاد با جفت خواهرش گفتش ز جان و بغیر و تنگ
 گواشت ببتنگی نشو و آنچنان که نزدیک شد تا شوقش بجا
 بیاد و وال خواهرش نوید گر بگفتش چو خواهی ز یک عمر
 اگر ساد گردی ز ما و ملول مؤدوم دین محمد رسول
 کنون اگر گشتی سر بدایم پیش وای بزرگوار دین خویش
 چو شنید ز وای حکایت عمر برانست که برنگرد مگر
 بگفتش یہ دیدی تواز معطف گشتی بدینش چنین مبتلا
 بگفتا کلام خدائے جلیل که آرد با و حضرت جبرائیل
 شنیدیم و گردید بر تاقیبین که مہبت آن کلام پیا آفرین
 عمر گفت زان قول مجر اساس اگر باواری بخوان بے برکن
 برو خواهرش آئی چند خواند عمر گشت چون کرد ویاں بماند
 دشن زان شنیدان بے نرم بود اسلام هر گرم شد
 ازان پس گشتند با هم روان چو رسول خدائے جلال
 بدولت امرائے پیشرفتند چو رست و دید و لقا بر روزند
 یکے آمد ویدان نشست در که استاده با تیغ برور عمر

ابو جہل کو کہا کہ اگر تو قسم کھائے اور اپنی بات پر قائم رہے
 میں آج یہ خدمت بجالاؤں اور حضور کا سرکاٹ لاتا ہوں
 ابو جہل نے پہلے قسم لی پھر اس بات پر آمادہ ہوا۔
 جب اس کام کے لئے روانہ ہوا کسی نے کہا کہ تجھے خبر نہیں ہے
 کہیری ہمیشہ سے اپنے شوہر کے دین بخیریں داخل ہو چکی ہے۔
 حضرت عمر اس بات سے خفا ہوئے اور کہا ابھی اسکو قتل کرنا ہوں۔
 اپنی ہمیشہ کے گھر کو روانہ ہوئے اور جب گھر کے نزدیک پہنچ گئے
 جب دروازہ پر گھر سے ہوئے تو آواز اسی تھی جسے سننے لگے۔
 سنا کہ انکا بیوی ایک کلام پڑھ رہی تھی جسکی مثل آپ نے پہلے کلام تھا
 حضرت عمر نے دنگ کی ہمیشہ سے روانہ کھولنا حضرت عمر نے اگلے کلام پڑھنے
 اپنے بیوی سے کہنے لگے اور اسے گلے سے لپک کر خوب بچھوڑا۔
 اس کا گلا گھونٹا کہ جان نکلنے لگی۔

ہمیشہ چلاقی ہوئی دور کر آئی۔ اور کہا اسے عمر ہم سے کیا چاہتا ہے
 خواہ تو خوش ہو یا ناراض ہم نے تو دین محمدی قبول کر لیا ہے۔
 اب اگر ہمیں جان سے مارو تو ہم یہ سچا دین نہیں چھوڑیں گے
 جب حضرت عمر نے ہمیشہ سے بات اپنی معلوم کیا اس پر پھر بھی
 کہا تم نے محمد سے کیا کچھ لکھا ہے اس کے دین پر مبتلا ہوئے
 ہمیشہ سے کہا خدا کا کلام سنا ہے یہ حضرت جبرائیل حضور کے پاس لائے
 ہم نے یہ کلام پاک سنا ہے اور ہم یقین ہوئے کہ یہ نیک خدا کا
 حضرت عمر نے کہا کہ وہ کلام مجھ پر ظاہر اگر کچھ یاد ہو تو بظہر پڑھو۔
 ہمیشہ سے... چند آیتیں پڑھیں جنکو شکر حضرت عمر حران ہوئے
 حضرت یہ آیات سکر دم ہو گئے اور اسلام کی محبت میں ہر گرم ہوئے
 ازان بعد سب لکر حضور پرور عالم کچھ مدت میں چل پڑے۔
 حضور کے در ویاں پر حاضر ہوئے دروازہ بند دیکھ کر کھڑے ہوئے
 ایک طمان آیا اور اسے دروازہ کی پشت پر کھڑا کر دیا اور حضرت عمر تلواریں لے کر

میز و نی رفت و احوال گفت بماندند حجاب از شکوفت بنی کہیم کے پاس جا کر حال بتایا۔ احباب رسول انبیا سے متوجہ
 چنی گفت پس ہم خیر البشر کہ غم غمیت ہوش کشا یکدر میں رسول پاک کے چچا بزرگوار نے فرمایا کچھ در نہیں وازہ کھولا
 گزارا صدق آمدہ مرتباً وگرایا شد اور اچھا طر و فاد اگر صدق واردت کی آیت ہے تو مبارک و اگر دل میں کچھ اور خیال ہو
 بیتخ کہ وار و حجاب اکل عمر تنقش را سیکر سازم سر ہی تلواریں سے جو گھر میں باندھ ہے عمر کا سر قلم کر دوں گا۔
 چو دریا ز کردید بر روئے او در آمد عمر بال لب غلذہ گو جب دروازہ کھولا حضرت عمر معذرت کرتے ہوئے قدموں پہنچے
 گرفت بر سر و رایتیا نشان دیش بجائے کہ پوشش نرا حضور حضرت عمر سے غلظت ہوئے۔ اور انکو عزت سے بٹھایا۔
 بگفتند حجاب ہم تہنیت وراں شیریانیت میں بقوت تمام احباب نے مبارکباد کی اور حضرت عمر کے اسلام سے دین کو
 پس حجاب دین را شدایں ملما کہ از خدمت سر بر تہنیا مزید قوت حال ہوئی جسکے بعد احباب نے کہا کہ جو حضور کو عزت میں
 بسوی حرم آشکارا و ند نماز صلاحت بجا آورند عرض کر کے اب ہم شریف ہیں ہم اعلانہ جاکر نماز باجماعت گزاریا
 رسیداں سخن چون اجڑاں کھول زبیر الشریافت عرو قبول جب بات حضور کے گوش گزار ہوئی۔ حضور نے منظور فرمایا۔
 درایات بالا سے حسب ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں۔ جو حضرت کی فضیلت کا نمایاں ثبوت ہیں۔
 (۱) آپ کا اسلام لانا حضور پرور کائنات کی استجابیت دعا کا نتیجہ ہے۔ اور نا ممکن ہے جس سفینہ میں نور
 اسلام حبیب کبریا کی خاص توجہ و دعائے داخل ہوا ہو پھر اس میں ظلمت کفر و نفاق داخل ہو سکے۔
 (۲) اسلام عمر کسی دنیوی یا لالی یا طمع سے نہیں۔ بلکہ صداقت اسلام دیکھنے اور کلام الہی کی قوت اعجاز
 کی خاص تاثیر ہونے کے سبب سے ہوا تھا۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ اتنی مدت تک بت رسول اکال کرنے اور تعلیم
 تربیت پانے کے بعد پھر تاریکے ضلالت و کفر خود کر سکے۔
 (۳) حضرت عمر کے اسلام کا خیر مقدم رسول پاک اور احباب رسول نے گنجش سے کیا۔ اور حضور علیہ السلام
 نے بغل گیر ہو کر جو برکات پہنچائیں۔ اور اعزاز بخشا یہ حضرت عمر کا ہی خاص حصہ تھا۔
 (۴) یہ حضرت عمر کے حوالا و بیبروت کا نتیجہ تھا۔ کہ آپ کے اسلام لاتے ہی شوکت اسلام و بااثر ہوئی
 اور بجائے خفیہ عبادت کے خدا کے گھر کہتے اشراف بن چکے نماز باجماعت پڑھنے لگی۔ اور کفاز نامہ بجا کر حضرت
 عمر کی تیغ آبدار کے سامنے آنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔
 جس روز آپ داخل دین میں ہوئے کعبہ میں جمع بہر نماز اہل دیں ہوئے
 آہستہ سے ازاں جو کبھی شمشکین ہوئے فرمایا کیا مشرف دیں ہم نہیں ہوئے
 نام خدا و نام بنی لو پکار کر
 اب تم کو کس کا قر ہے ازاں دو پکار کر

شیعہ کی معتبر کتاب تاریخ ناسخ و تنسیخ ص ۱۱۱ میں اسلام محمد کے متعلق یوں لکھا ہے: عرض کرو۔
یا رسول اللہ از بہر آن آمدہ ام کہ کیش مسلمانان غیرم۔ و کلمہ توحید بر زبان را خم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم از اسام
عمر و قباں شاد شد کہ بیانات بلند بکیر گفت و بکیر از حضرت را اصحاب شدیدند و ہمہ بیکار بکیر گفتند و
باسقبال عمر بیرون آمدند۔ و آنکاء عمر گفت یا رسول اللہ کافران لات و غزنی را آسکا را پرستش میکنند
پیرا بید خدا سے اپنے بانی پرستش کر۔ پس آہنگ کعبہ کرنا۔

ترجمہ ص ۱۱۱:۔ عمر نے عرض کی حضور میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ مذہب اسلام قبول کروں یہ لکھا
کلمہ توحید پڑھا۔ آنحضرت حضرت عمر کے اسلام لانے سے ایسے خوش ہوئے کہ بلند آواز سے کھجور کھجور کی آہنگی بکیر
اصحاب نے سنی اور سب سے نعرہ بلند کیا۔ اور حضرت عمر کے استقبال کو باہر نکلے۔ اس وقت حضرت عمر نے
عرض کی حضور! کافر تو لات و غزنی کی پرستش ظاہر کر رہے ہیں۔ ہم خدا سے قدوس کی عبادت کیوں چھپکر
کریں پھر انہوں نے کعبہ جانے کا ارادہ کر لیا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علانیہ نماز پڑھنے کی اجازت فرمائی۔ تو مصنف کتاب مذکور لکھتا
ہے۔ کہ سب لوگ کعبہ کو اس شان سے چلے کہ

عمر از جانب پیغمبر ابوبکر از طرف دیگر و علی علیہ السلام از پیش و اصحاب از وصال رواں شدند و عمر با شمشیر
خویش از پیش چلے ہی رفت و از اس سوئے کفار قریشیاں چھاں می پناشتند۔ کہ عمر رسول خدا کے راستہ
خواہر سائید۔ ناگاہ دیدند کہ پیش رسول خدا با شمشیر چھاں کردہ می آید۔ گفتند ہاں عمر پرچہ گوئے گفت یا رسول
خدا ایمان آوردہ و اگر کسی از شما بنا لافقی جنبش کند یا ہمیں تبشیر کیفر کنیم و این شعر گفت۔
مَا لِي أَرَاكَ كَلَّمَ قَبِي مَا
الْكُهْلُ وَالشَّيْبَانُ وَالْعُكُلُ مَا
قَدْ بَعَثَ اللَّهُ لَنَا إِمَامًا
مُحَمَّدًا أَقْدَرُ شَرِّ عَمِّ الْكُفَرِ مَا
مَقَاوِدُ يَكْسِرُ الْأَصْنَامَ مَا
نَدْبَتْ عَنْهُ الْخَسَالُ وَالْأَهْمَامَا

پس کافران از ہجر و شتم شدند و آہنگ کرید و عمر نیز بپشتوانی علی السلام با ایشان در آویختہ اکل جنت
از کعبہ بکنار کرو۔ و رسول خدا و اور راکت نماز بگذاشت و باز بخانہ شد۔ و اسلام عمر ابوبکر گوئے راکت کرد
اندھمانا این قصہ مختار اوتار۔ و بالجامع بعد از اسلام بدرخانہ ابوبکر رفت و در کوفت و ابوبکر چل با ننگ
از ان پشت پیادہ و در کشتہ و گفت سر جا و اما انہ چہ حاجت ملایہ کردی و بیخبا شدی۔ گفت آنحضرت اتر
آگاہی ہم کہ ایمان بخدا سے چل آوردیم ابوبکر و شتم شد و در روستا بہت و گفت قبضت اللہ و فقیہ ما جنتیہ
نورجہ ص ۱۱۱:۔ عمر آنحضرت رسول کے پہاڑی تھے۔ اور ابوبکر دوسرے پہاڑی اور علی سائے اور دیگر اصحاب

پچھے روانہ ہوئے اور حضرت عمر اپنی تلوار اپنے سب سے آگے چلے۔ اور کفار قریش مشتعل تھے۔ کہ حضرت
عمر حضور علیہ السلام کو ایذا دیں گے۔ ناگاہ انہوں نے دیکھا کہ وہ تو رسول خدا کی اردل میں تو ارجحائل لئے چلے
چلے آ رہے ہیں۔ سب نے کہا ہاں عمر تمہاری کیا حالت ہے؟ انہوں نے کہا میں رسول خدا پر ایمان لایا ہوں۔
اور اگر تم میں سے کوئی شخص اپنی نالافتی سے ذرہ بھی کچھ بجا حرکت کر لیتا۔ تو اسی تلوار سے اس کا سر قلم
کر دوں گا۔ حضرت عمر نے یہ عربی شعر پڑھے۔
سہ کیا وجہ ہے کہ میں تم کو یہاں کھڑا ہوا دیکھتا ہوں۔ بوڑھوں
جوانوں اور بچوں کو بھی۔ بالتحقیق خدا نے ہمارے لئے ایک امام مبعوث کیا ہے جس کا اسم گرامی محمد ہے جس
نے سچا دین ہمارے لئے جاری کیا ہے۔ وہ بتوں کو توڑ دیں گے۔ اور ہم ان سے اپنے ناموں اور چچاؤں
کو دور بٹا دیں گے۔ پس کافر غفیبناک ہوئے۔ اور انہوں نے حضرت عمر کے قتل کا ارادہ کیا۔ حضرت عمر غ
نے باہر اعلیٰ ان سے مقابلہ کر کے ان کو کعبہ سے دور بٹا دیا۔ اور رسول خدا نے مسلمانوں کیساتھ کعبہ میں دو
راکت نماز ادا کی۔ اور پھر واپس گھر چلے گئے۔ حضرت عمر کے اسلام کو اور لوگوں نے دوسری طرح بیان کیا ہے
مگر صحیح یہی روایت ہے۔ حضرت عمر اسلام لانے کے بعد ابوبکر کے گھر گئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ ابوبکر نے
دروازہ کھولا۔ اور آواز دے گئے کہ کیا۔ کہ آپ نے مجھے کبھی یاد کیا۔ اور کس طرح تشریف لائے؟ آپ نے
کہا کہ مجھے بتانے آیا ہوں۔ پس خدا اور اس کے رسول پر ایمان آیا ہوں۔ ابوبکر کو بہت غصہ آیا۔ اور
دروازہ بند کر لیا۔ اور کہنے لگا خدا تمہارا برا کرے۔ اور جو خبر تم لائے ہو اس کو بھی برا کرے۔ اب
جائے غور ہے۔ کہ اسلام لاتے ہی حضرت عمر کی حق عقیدت کا یہ حال ہو گیا تھا۔ کہ دین حق کی پاس
میں کفار سے دور ہو گئے۔ اور ان کو ملکارا کہ اگر وہ بھی رسول پاک کی شان والا میں بی ادبی سے پیش
آؤ گے۔ تو میری تلوار ہے۔ اور تمہارا سر۔ پھر کس بہادری سے ابوبکر سے جیسے خطرناک دشمن دین کے گھر
میں تہنجا کر اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ کیا ایسی جرأت کوئی شخص کر سکتا ہے؟ پھر حضور علیہ السلام جن کو علوم
الہیہ و آخرین سب معلوم تھے۔ اسلام عمر پر اس قدر خوشی کیوں مناتے۔ اگر معلوم تھا۔ کہ بالآخر
اس نے اسلام سے پھر جانا ہے۔ اور میرے طبیعت کو کلیتہً پہچانی ہے۔ شیعہ! فدا انصاف
کرو۔ اَلَيْسَ هَذَا كَلِمَةً رَجُلٌ وَشَيْئٌ

(۳) پنج الباخث و ہما میں ہے۔

وَمِنْ كَلِمَاتِهِ السَّلَامُ وَقَدْ شَارَكَ عُمَرُ فِي الْخِصْمِ إِلَى عَنِ السُّوْمِ بِنَفْسِهِ
وَقَدْ كَوَّلَ اللَّهُ لِأَهْلِ هَذَا الدِّيْنِ بِأَعَزِّ الْعَوْنَةِ وَسُورِ الْعَوْنَةِ وَالَّذِي نَصَرَهُمْ وَهُمْ قَلِيلٌ
لَا يَنْصُرُونَ وَصَعْبَهُمْ وَهُمْ قَلِيلٌ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ خَشِيَ لَهَيْكُوتِ اللَّهِ تَشْرِئِي هَذَا الْعَدُوَّ

استرحمکم ۵۸: بچہ حضرت عمرؓ نے غزوہ کا پس میں نبرات خود جانا چاہا۔ اور امیہ علیہ السلام سے مشورہ کیا تو آپ نے فرمایا۔ دین اسلام کا غالب آنا۔ اور قلوب ہو جانا کچھ سپاہ کی کثرت و قلت پر موقوف نہیں ہے۔ یہ اسلام اس خدا کا دین ہے جس نے اس کو تمام ادیان و مذاہب پر غالب کیا ہے۔ اور شکرا سلام اس خدا کی فوز جسے جس نے اس کی ہر جگہ نصرت و تائید کی۔ اور اسے ایک بلند مرتبہ پر پہنچا دیا۔ ان کا آفتاب دہاں سے طلوع ہوا۔ جہاں سے طلوع ہونا تھا۔ ہم لوگ اس وعدہ خداوندی پر کامل یقین کیا تھا راسخ القدم

حضرت علی المرتضیٰ کے اس کلام سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) حضرت عمرؓ کو حضرت علی المرتضیٰ پر پورا اعتماد و بیروہہ تھا۔ اور ابھی کامل اتحاد تھا۔ کہ ہر ایک معاملہ میں ان کے مشورہ لیا جاتا تھا۔ ورنہ یہ مسلم ہے۔ کہ کوئی شخص اپنے دشمن سے ایسے اہم معاملہ میں ہرگز مشورہ نہیں لیا کرتا۔

(۲) حضرت علی المرتضیٰ حضرت عمرؓ کو مسلمانوں کا ملجا و ماویٰ سمجھتے تھے۔ اور ان کو کچھ صدمہ پہنچنا۔ صدمہ اسلام تصور فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے آپؓ نے حضرت عمرؓ کو یہ مشورہ نہ دیا۔ کہ اس مہم میں بذات خود معززہ کارزار میں جاؤں۔

اگر خدا نخواستہ باہمی کدورت ہوتی۔ اور حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کے غیر خواہ نہ ہوتے۔ تو یہ مشورہ کیوں دیتے۔ کہ آپؓ کوئی میں نہ جاؤں۔ تاکہ کوئی صدمہ نہ پہنچ جائے۔ بلکہ ان کی تو یہ خوش پیشانی تھی۔ کہ یہ خیر و اہل جہان کا کام تمام ہو۔ اور آپؓ کے لئے جگہ خالی ہو۔ و غرض جناب امیرؓ کا یہ مشورہ دینا۔ کہ آپؓ میدان جنگ میں نہ جاؤں۔ بلکہ اور کسی آزمودہ کار جرنیل کو بھیجیں۔ اس کا بین ثبوت ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ حضرت عمرؓ

صاحب الوراء۔ و صحت تھے۔

ہیں۔ جو اس نے غلبہ اسلام کے بارے میں فرمایا۔ بیشک وہ اپنے وعدوں کا وفا کرنا چاہتا ہے۔ وہ اپنی سپاہ کا دنگا رہے۔ دین اسلام کے پیشوا حضرت کار خلیفہ کا مرتبہ رشتہ سرورائید کی مثل ہے۔ جو موتی کے دانوں کو دانوں کو ایک نظام میں منسلک رکھتا ہے۔ اگر رشتہ ٹوٹ جائے۔ تو تمام دانے متفرق ہو کر بکھر جاتے جاتے ہیں۔ پھر اجتماع کا کل شکل ہے۔ آج کے روز اہل عرب اگرچہ تعمیل میں۔ لیکن شوکت اسلام نہیں کثیر ظاہر کر رہی ہے۔ یہ اپنے اتفاق و اجتماع کی وجہ سے یقیناً دشمن پر غالب ہوں گے۔ تم ان کے لئے قطب آسیا بنو۔ اور آسیا نے جنگ کو گروہ عرب کی طرف گزشتش دو۔ اور اپنے سوا کسی دوسرے شخص کے ماتحت بنا کر آتش جنگ کو برفروختہ کرو۔ کیونکہ اگر تم مدینہ سے باہر چلے گئے۔ تو عرب کے تمام قبائل اطراف اکناف سے یک لخت ٹوٹ پڑیں گے۔ اس وقت پیچھے رہنے والی مستورات کی حفاظت تم پر اس چیز سے زیادہ مقدم ہو جائیگی جو تمہارے سامنے جنگ موجود ہے۔ حرم، یہ کہ اہل ایران تجھے دیکھیں گے۔ تو کہیں گے۔ بس یہی ان عربوں کا سردار ہے۔ اگر اس کا کام تمام کر دو۔ تو پھر نہیں سب طرح سے آرام ہے۔ بیشک یہ اقوال تمہاری لڑائی پر انہیں حریص کر دیں گے۔ اور تمہاری گرفتاری کی از حد طمع کریں گے۔ اور یہ جو تم نے کہا ہے۔ کہ ایرانی فوج مسلمانوں پر چڑھائی کر رہی ہے۔ سو پروردگار عالم ان کی اس حرکت کو تم سے زیادہ مکروہ سمجھتا ہے۔ اور وہ بیشک جس امر سے کراہت رکھتا ہے۔ اس کی تعمیر پر پورا پورا قادر ہے۔ اور یہ بات کہ خطہ اور کی تعداد زیادہ ہے۔ سو یہ خیال کرو۔ کہ ہم گروہ امحاب نے عہد بنی خیر علیہ السلام میں کبھی دشمن کے ساتھ کثیر التقادیر شکر جنگ نہیں کی۔ بلکہ ہمیشہ خداوند عالم کی نصرت معونت ہمارے شامل رہی ہے۔ اور صرف اسی کی نصرت و امداد کے بھروسے پر کفار سے قتل و قتال کرتے رہے ہیں و نیز گھٹا۔ جناب امیر علیہ السلام کے اس فصیح و بلیغ خطبے (معتی مشورہ) آفتاب نیمروز کی طرح روشن ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ اور خلیفہ دوم حضرت عمرؓ باہم شیر و شکر تھے۔ دونوں کو ایک دوسرے پر کامل اعتماد و بھروسہ تھا۔ اس میں بھی غزوہ روم کی طرح جب امیر المؤمنین فاروقؓ نے استدلال اللہ الغالب سے مشورہ طلب کیا۔ تو آپ نے کمال خیر خواہی سے ان کو یہی مشورہ دیا۔ کہ آپ بذات خود معرکہ کارزار میں تشریف نہ لے جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ ایرانی آپ کو لشکر اسلام کا فائدہ اٹھ کر لیکھا رگی ٹوٹ پڑیں۔ آپ کو نقصان پہنچانے کی سعی کریں۔ اگر خدا بخواستہ ماہمی دشمنی ہوتی۔ تو حضرت علیؓ کو خوب موقع ملتا کہ آپ کا یہی صلاح دیتے کہ تم خود لڑائی پر جاؤ۔ تاکہ تم وہاں پر مارے جاؤ۔ اور خلافت کی گدی ہمارے لئے خالی رہے۔ آپ کا یہ فرمان کہ مکان القیم جالاً من مکان النظام من الخیر الخ صاحب اختیار خلیفہ کی مثال رشتہ سرورائید کی سی ہے۔ رشتہ ٹوٹ جائے تو موتی بھی کہیں کے کہیں بکھر جاتے ہیں۔ تو اس امر پر ناطق فیصلہ ہے کہ حضرت

علی المرتضیٰ حضرت عمرؓ کو برحق خلیفہ سمجھتے تھے۔ ورنہ یہ مثال کیوں دیتے۔ شیر خدا کی نگاہ میں فاروق اعظمؓ کی ذات باعث بقا و اسلام و اسلامیان تھی۔ اور آپ صدق دل سے آپ کی سلامتی جان کے متمنی تھے۔

(۳) آپ نے حضرت عمرؓ کو آسیا کے اسلام کا قطب اور محور قرار دیا۔ اس سے زیادہ واضح دلیل اس امر کی کیا ہو سکتی ہے۔ کہ آپ حضرت عمرؓ کو سچا خلیفہ رسول اور پیشوا اسے اسلام سمجھتے تھے۔ پھر اس خطبہ کا لفظ لفظ فاروق اعظمؓ کی تعریف سے ہے۔ پھر حضرات شیعہ کو شرم کرنا چاہیے۔ کہ جن شخص کی تعریف حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں۔ اس کو تم منافق کہو۔ شرم! شرم! شرم! شرم!!!

(۵) اصول کافی میں ہے۔ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا قَدِمْتُ بَيْتَ يَزِيدَ جُرَدَ عَلِيٍّ عَمْرًا أَشْرَفَتْ لَهَا عَذْرَايُ الْمَدِينَةِ وَأَشْرَقَ الْمَسْجِدُ بَصُورُهَا لَمَّا دَخَلْتُهَا فَلَمَّا نَظَرْتُ إِلَيْهَا عَمْرًا غَطَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ أَيْدِيُ فُجْرٍ بَاذَاهُ هُزُّ فَقَالَ عَمْرًا أَلَسْتَ مَعْتَنِي هَذِهِ وَهَمَّ بِهَا فَقَالَ لَهَا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَيْسَ فَلَكَ حَبْلُهَا رَحَبًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَاحْسِبْهَا بِفَيْدِهِ فَخَيْرُهَا فَجَاءَتْ حَتَّى وَضَعَتْ يَدَهَا عَلَى رَأْسِ الْخُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ مَا اسْمُكَ فَقَالَتْ جَهَانُ شَاهُ فَقَالَ لَهَا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ بَلْ شَهْرُ بَنِي نُوَيْهٍ ثُمَّ قَالَ لِلْمُحْسِنِينَ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ لَيْدَتِ نَمْلُهَا خَيْرًا مِنْ أَمْرِ خَيْرٍ فَوَلَدَ عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ۔

ترجمہ: امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب یزدگرد (شاہ ایران) کی بیٹی (مالعنیت) میں حضرت عمرؓ کے پاس آئی۔ تو مدینہ کی کنواری لڑکیوں اس کو دیکھنے کے لئے آئیں۔ اور جب وہ مسجد میں داخل ہوئی۔ تو مسجد اس کی رزشتی سے چمکنے لگی۔ حضرت عمرؓ نے اس کی طرف دیکھا۔ تو اس نے کہا افرودج باذامرز حضرت عمرؓ نے کہا۔ کیا مجھے گالی دیتی ہے۔ اور اس کو منراہنے کا ارادہ کیا۔ تو امیر المؤمنین علیہ السلام نے کہا کہ ایا آپ کو نہ چاہئے۔ آپ اس کو اختیار دیجئے کہ جس مسلمان کو چاہے پسند کرے اور اس کے حصہ میں سمجھ لیجئے۔ تو حضرت عمرؓ نے اس کو اختیار دے دیا۔ اس نے جا کر حضرت امام حسن علیہ السلام کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ امیر المؤمنین نے پوچھا۔ تمہارا نام کیا ہے۔ اس نے کہا جہان شاہ۔ امیر المؤمنین نے

حاشیہ: ۱۔ تاملوں جلد ۱۳ ص ۱۳۰ ہے۔ ۲۔ قیم الامر المصلح لیکو القرآن والنبی والخلیفہ وقائد الجند قیم الامر ہے جو اس امر کا مصلح ہو۔ قرآن۔ نبی اور خلیفہ اور سالار قافلہ پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ گویا جناب امیر کا حضرت عمرؓ کو امر اسلام کا قیم فرمانان کی خلافت کا اعتراف صریح ہے۔

فرمایا نہیں بلکہ شہر بانو حضرت امام حسین علیہ السلام سے فرمایا۔ اے ابو عبد اللہ اس سے تمہارا ایک فرزند پیدا ہوگا جو تمام روئے زمین کے لوگوں سے بہتر ہوگا۔ چنانچہ زین العابدین پیدا ہوئے۔ اس حدیث سے خبیثی امور ناپت ہوتے ہیں۔

(۱) حضرت علیؑ اور امام حسینؑ حضرت عمرؓ کی بارگاہ خلافت میں ہمیشہ باریاب رہتے تھے۔ اور مال غنیمت میں جو فتوحات حضرت علیؑ سے حاصل ہوتا تھا۔ برابر حصہ لیتے تھے۔

(۲) حضرت عمرؓ کو حضرت علیؑ اور آپ کے شہزادہ امام حسینؑ سے اس قدر محبت تھی۔ کہ آپ نے شاہی خاندان کی ایک پری جمال خاتون و شہزادی شہر بانو حضرت امام حسینؑ کو بخش دی جو تمام سادات کی جدہ علیا ہے۔

(۳) جناب امیر علیہ السلام حضرت عمرؓ کی خلافت کو جائزہ خلافت اور آپ کو بھق خلیفہ سمجھتے تھے اسی لئے یہ عطیہ قبول کیا۔ ورنہ ایک کافر یا منافق کی فتوحات کا مال غنیمت ایک متقی متورع مسلمان کو اپنی ذات و اولاد کے لئے لینا ہرگز جائز نہیں ہے۔

سادات پر حضرت عمرؓ کا بھاری احسان

شیعہ سادات اگر احسان فراموش نہ ہوں۔ تو حضرت عمرؓ کے بار منت سے وہ قیامت تک سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ اگر حضرت عمرؓ کا مال ایشیا حضرت شہر بانو حضرت امام حسینؑ کو بخش دیتے نہ زین العابدین کا وجود مسعود ظہور پذیر ہوتا۔ نہ اس کی پشت سے سادات ہی پیدا ہوتے۔ یہ بھی معلوم ہو۔ کہ معاذ اللہ حضرت عمرؓ مسلمان نہ تھے۔ تو ان کا بخشا ہوا مال غنیمت نہ حضرت علیؑ نہ حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کو لینا حلال ہوتا۔ تو پھر حضرت شہر بانو کا نکاح بھی جائز نکاح نہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے اس امر کے جو ایدہ شیعہ سادات ہیں۔ کہ نبی معاذ اللہ تزویج ہی صحیح نہیں تو اولاد کیسے رشید ہو سکتی ہے غرض ہمارے شیعہ بھائی سوچیں کہ یہ برا عقیدہ حضرت عمرؓ کو کافر و منافق سمجھنا کیا کچھ نازیباں پیدا کرتا ہے۔ یہ بھائیو سوچو اور خوب غور کرو۔

ایک اور بات

پھر قابل غور بات یہ ہے۔ کہ حضرت شہر بانو شہزادی کی بخشش بچے خود بھی ایک بڑی ایشیا کی بات تھی۔

کہ اپنی اولاد پر حضرت امام حسین علیہ السلام کو ترجیح دے کہ شہزادی شہر بانو ان کو نکاح کر دی گئی۔ وگرنہ انکی ولی منشا نہ ہوتی۔ تو شہزادی کا امام حسینؑ کو پسند کرنا یا امیر علیہ السلام کی سفارش کا کیا اثر ہو سکتا تھا؟ شیعہ کہتے ہیں۔ کہ شیخین باوجود شکاکشا اور خاتون کی منت خواہند کے بلغ فذک ان کو نہ دیا تو شہر بانو کا اگر انقدر عطیہ کیسے مل سکتا تھا۔ علاوہ ازیں شہزادی سے دولت قید ہو کر انکی توفیق قیامت شامانیہ و شاکی اور گراں بہا زیورات پہنچے ہوئے تھیں۔ ان کے زیورات میں اس قدر جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ کہ جن کی قیمت سے فذک جیسے کوئی باغ خریدے جاسکتے تھے۔ جو شہر بانو مصر لیاں خانہ زرنگار و زیورات و جواہرات حضرت امام حسینؑ کے حوالہ کر دی گئیں۔ اگر حضرت عمرؓ کو نہ رحم شیعہ علیہ السلام سے عداوت ہوتی۔ تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتے غرض حضرت بانو کا عطیہ تمام بے جا مطاعن شیعہ کا ایک مکمل جواب ہے۔ جس کا کوئی جواب الجواب نہیں ہو سکتا۔ شیعہ سخت احسان فراموش اور ناشاکر ہیں۔ کہ باوجود اس قدر احسانات کے پھر ان کی شکایت کرتے ہیں۔ خدا ان کو بدلت کرے۔

(۶) حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۲ میں ہے۔

”خاصہ و عامہ روایت کردہ اندک در جنگ اسلام“

آنحضرت کندن خندق اور میدان صحابہ بہ قیمت فرمودہ کہ

کہ ہر جہل فراع راہ نفر حضرت نمایند و در حصہ سلمان و

زمین بستے رسید کہ کنگ دران اثر فیکو چون سلمان

بخدمت آنحضرت عرض کرد از مسجد اہراب نہ میر آید

و کنگ را ازیناں گرفت و سہ مرتبہ برتے۔ و

می شد کہ یہاں روشن می شد و اللہ اکبر میگفت و

اللہ اکبر میگفت پس فرمود کہ برق اولی قدر من را

دیدم و خدا آن را بمن داد۔ دوم قدر منے شد کہ راوی

و ملک بادشاہ عجم بن داوید پس خدا فرمود۔

علی الدین کنگہ و در کنگہ المشرکوں نے

نچھ نچھ فرمایا۔ قیامت میں ملین کے چہرے بارے۔ و کنگہ کے

پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ خدا اس دین کو غالب کرے گا۔ خواہ کون سا دین ہو۔

یہی واقعہ فرسنگ کافی جلد دوم صفحہ ۱۰۰ پر مذکور ہے۔

بہر بات حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔

یہی واقعہ فرسنگ کافی جلد دوم صفحہ ۱۰۰ پر مذکور ہے۔

خاصہ و عامہ روایت کیا ہے۔ کہ جنگ اہراب میں

حضرت علیؑ و امام حسینؑ کی کھدائی کا کام صحابہ کرام

ہیں اس طرح تقسیم کیا۔ کہ دس دس اشخاص چالیس چالیس

کی کھدائی کریں جو زمین حضرت سلمانؑ اور خدیجہؑ کے درمیان

تقسیم تھی۔ اس میں ایک پتھر آگیا انہوں نے حضور علیہ السلام

و السلام کی خدمت میں عرض کی حضور مجھ اہراب سے اتر

آئے۔ اور ان سے پتھر لے لیا کہ زمین وقفہ پھر پر رسید کیا ہر مرتبہ

پتھر کا تیسرا حصہ آگیا۔ اور ہر دفعہ کی ضرب سے پتھر سے

رشتی نکلی جس سے جہاں روشن ہو گیا حضور و آلہ السلام نے نعرہ

تکبیر بلند فرمایا؟ صحابہ نے بھی تکبیر کی حضور نے فرمایا کہ روشنی

میں میں نے بین کے محلات دیکھ لئے کہ خدا نے وہ ملک مجھے دیا

دوسری تمام کے محلات نظر آئے۔ وہ ملک بھی خدا نے

مجھے عطا فرمایا۔ قیامت میں ملین کے چہرے بارے۔ و کنگہ کے

پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ خدا اس دین کو غالب کرے گا۔ خواہ کون سا دین ہو۔

یہی واقعہ فرسنگ کافی جلد دوم صفحہ ۱۰۰ پر مذکور ہے۔

بہر بات حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔

یہی واقعہ فرسنگ کافی جلد دوم صفحہ ۱۰۰ پر مذکور ہے۔

جلد چہرہ نے بھی اس کو نظم میں لکھا ہے۔

نظم تاریخی

بدل فاقہ ضعف سالار دین
چو بر داشت فواو حار تنگد
بنام خدائی جہاں آفریں
کریک گوشہ سنگ زہم شکست
کرشن شکل دشت صحر اقام
بضرب دوم ضلع دیگر شکست
بفرمود تکبیر بار دوم
دین را بزم حبت برقی چنان
شدیں بار آں سنگ یزید
دراں دم بدو گفت سلمان چنین
چو بدایں و باشد پیر آں
بیا سنج چنین گفت خیر البشر
نمود ایوان کسر سے بمن
سبب اپنیں گفت شرح الایں
بریں مملکت ہا مسلط شوند
بدیں متردہ و مشکرو لطف خدا
شیند ندان مرزہ چو مونسان

ستز تیشہ از دست انصاریں
ور آمد ز بہار ازاں کوہ قاف
یزد تیشہ را سید المرسلین
دراں وقت برقی ازاں سنگ
بر آورد و تکبیر انا نام
یلاں گو تہ برقی ازاں باز حبت
بزیں ازاں سنگ ضرب م
بنی شد تکبیر طرب اللسان
نماذ اختیار پیش بضر و گر
کرای خاک را بہت پہر بریں
تہ تکبیر چوں بر کشودی زباں
کہ چوں حبت برقی شد تکبیر
دوم قصر روم و سوم زمین
کہ بعد از من توان و اندھا دین
بہ این من اہل آں بگو و ند
بہر باز تکبیر کردم ادا
کشد تکبیر شادی کنان

باد جو گر سنگی اور سخت بدن کے حضور علیہ السلام نے
جب خدا کا نام لیکر تیشہ کی ضرب ماری تو پہاڑ
بھی لرز گئے پہلی ضرب کے چھ حصہ ٹوٹ پڑا۔ اور ایسی روشنی
نکلی کہ تمام بیابان بقعہ نور ہو گیا۔ تب حضور علیہ السلام
نے تکبیر چھی۔ دوسری ضرب سے پتھر کا اور ٹکڑا اڑا
اور ایسے ہی روشنی ہوئی تو حضرت سلمان نے حضور
سے دریافت کیا کہ حضور یہ کیا ماہر تھا۔ اور حضور نے
کیون تکبیر فرمائی حضور علیہ السلام نے جواب دیا۔
کہ جب پہلی ضرب سے پتھر سے شعلہ نور اٹھا تو ایوان
کسری مجھے دکھائے گئے۔ دوسری ضرب سے
محلات روم تیسری میں یمن نمودار ہوئے۔ اس کا
سبب جبرائیل نے یہ بتایا کہ میرے بعد میرے بعد ازلان
جو اس دین کے اعوان و انصار ہوں گے۔ ان ممالک کو فتح
کریں گے۔ اور میری طرح ان میں سکری کریں گے
اس بشارت پر میں نے ہر وعدہ شکر کے طور
پر تکبیر کر چھی پس مسلمانوں نے جب بشارت
سنی سب نے غلغلہ تکبیر بلند کیا۔

پس اب ہم شیوخ حضرات سے دریافت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی یہ پیش گوئی کب کس کے عہد میں
پوری ہوئی۔ یہ بات مسلم ہے کہ روم یمن۔ مدائن حضرت عمر کے عہد میں فتح ہوئے۔ قیصر کسری تخت آپ
ہی نے اٹھ بیٹے۔ اور ایوان کسری میں جہاں تخت نوشیروان بچھا تھا۔ مسلمانوں نے ازاں نہ کر نماز جمعہ ادا کی
پھر اگر معاذ اللہ حسب رحم شیعہ حضرت عمر فاروق یا کافر تھے تو حضور علیہ السلام نے ان کے فتوحات کی خوشی کیوں کی

ان کو دین حق کا اعوان و انصار کیوں فرمایا؟ اور ان کی فتوحات کو اپنی طرف منسوب کیوں کیا؟ اس
روز روشن کی طرح واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمر کو بناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا چاہنے والے تھے
تصور فرماتے تھے۔ تب ہی توان کی فتح کو اپنی فتح فرمایا۔ اور دین مبین کے چھ مددگار انصار کا لقب
عطا فرمایا۔ کہ ہے

بریں مملکت ہا مسلط شوند برائیں من اہل آں بگو و ند

یعنی دین حق کے پاسبان و اعوان میرے جانشین ان ممالک پر مسلط ہوں گے۔ اور میری طرح حکمرانی
کریں گے۔ ان کی فتح میری فتح ہوگی۔ اور ان کی حکومت میری حکومت ہوگی۔ کیا شیخ صاحبان میں
کوئی صاحب بصیرت ہے جو اپنی کتابوں کی بین منہایت دیکھ کر خیال کرے کہ بن پاک ہستیوں کی
تم شکایت کرتے ہو۔ رسول پاک کے دین کی انہوں نے کسی مدد کی اور کیسے کیسے ماوی جہودت سلاطین
کو حلقہ جوش اسلام بنایا۔ اور دنیا کی آبادی میں ظلمت کفر کو مٹا کر انہوں نے نور اسلام پھیلایا۔
مولانا شبلی نے الفاروق حصہ دوم میں یونین مومنین کی لئے کے موفی فتوحات فاروقی
کی وعدت اوس کے حدود اندلس کی یوں تشریح کی ہے۔ کہ

حضرت عمر کے مقبوضہ ممالک کا کل رقبہ ۲۲۵۱۰۳ میل مربع یعنی مکہ منظر سے شمال کی جانب ۱۰۲۶
مشرق کی جانب ۱۰۲۶ جنوب کی جانب ۴۸۴ میل تھا۔ مغرب کی جانب چونکہ صرف جہدہ تک جہدہ
حکومت تھی۔ اس لئے وہ قابل ذکر نہیں

اس میں شام۔ مصر۔ عراق۔ جزیرہ خوزستان۔ عراق عجم۔ آذربائیجان۔ فارس۔ کرمان۔ خراسان
اور بلخان جس میں بلوچستان کا کچھ حصہ آجاتا ہے۔ شامل تھا۔ یہ تمام فتوحات خاص حضرت عمرؓ کی
فتوحات ہیں۔ اوس کی تمام عسارت و تسخیریں سیکھ ہی زیادہ ہے

پیچ تو یہ ہے کہ دنیا کے اسلام حضرت عمرؓ کی ذات اقدس پر جس قدر فخر کرے جائے۔ آپ اپنے عہد
خلافت میں ایسی مشکلات کو حل کیا۔ جو انسانی طاقت سے بالاتر ہے۔ لیکن انہیں تیس بلا و امصار دھڑے
بڑے شہر جس میں کذا کی حکومت اور قوں کی خدائی مانی جاتی تھی۔ فتح کر کے انکو دارالاسلام بنایا۔ اور
باشندگان کو کلمہ توحید پڑھایا۔ چار ہزار جامع مسجد تعمیر کیں۔ ہزاروں چٹانے گرائے۔ اور آتشکدے سو
کئے حق یہ ہے کہ آجنگاہ کی کوشش اور علم و ہمت نے مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک
آفتاب عالم تاب کی طرح نور ایمان پھیلایا۔ اور پھر ضلالت میں مشعل ہدایت جلا کر نالکے کفر کو مٹا دیا۔
آپکی صولت فاروقی نے شکر و قیر و کسری کو تربیت دی اور عجم و عراق سے بیچاران غنیمت حاصل کی۔ شاعر نے خوب

نظم اردو

کیا ہو گیا ہے غلط یہ شیخ کرام کو
دیتے مقلدات ہیں منبر پر بیٹھ کر
حضرت کے دوستداروں کو دیکھ کر گالیاں
لعنت کا درو کرتے ہیں صلوات کے بجائے
حضرت ہمارے رحمت عالم ہیں بالیقین
یہ بات پس لیں یہ ہے یا عقل سے
اصحاب کو رسول سے جھوٹے ہیں جدا
ایسی معیشت ان کو تھی حاصل رسول سے
زندہ رہے تو آپ پر ہر دم مست رہے
مگر بھی ساتھ چھوڑا نہ اپنے حبیب کا
دہلو بہ پہلو سوئے حضرت کے دونوں پیار
محشر میں بھی نہ چھوڑیں گے ہرگز نبی کا ساتھ
جلد سے غریب حد سے حب لاکرے
آغوش میں نبی کے وہ سوتے ہیں دوستو
جب لا یتجباؤ ذلک حق نے بتا دیا
کرتے ہو اپنے نامہ اعمال کو سیاہ
ڈالا گئے ہیں طوق ہے لعنت کا تم نے کیا
مغرب میری کہ ہے اب ولہ کی شمت
ڈال رہی ہے چٹ خراب کی بچھیں دراز ہیں
کریتے سال بھر میں ہیں مجلس امام کی
مجلس حسین کی لگی ہے واہ واہ کیا
چوڑے مسکے۔ دووم قلند میں جمع ہاں
روزہ۔ نماز کا نہ یا مسر بھر میں نام

نا پاک منہ سے لیں گے یہ نام حسین کو
زندہ شہید ہوتے ہیں قرآن سے گواہ
ہے پتینا حرام یہ صادق سے لکھ دیا
قول خدا و قول پیغمبر سے ابا
ہیں دشمنان دین نہ مومن ہیں یہ دیر
(۹) حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۱۰۱

دوسری روایت ہے کہ کسری شاہ ایران نے رسول کے
پس منت خاک بھی جھوٹے فرمایا کہ غریب میری ات
اس زمین کی مالک ہوگی جیسا خاک اس نے میری لئے بھی۔
اب یہ مسلم ہے کہ پیشینگی بھی حضرت عمر کے ہمد فرخ میں پوری ہے۔ چنانچہ ملک ایران کو آپ نے ہی
فتح کیا۔ اگر معاذ اللہ حضرت عمر منافق و کافر تھے۔ تو حضرت کا یہ فرمان کہ میری امت سرزمین ایران کی مالک ہوگی
کیسے درست ہو سکتا ہے۔ کیا امت رسول میں کافر و منافق بھی شمار ہو سکتے ہیں؟ اور نبی علیہ السلام ان
کی فتح کو اپنی امت کی فتح قرار دے سکتے ہیں؟
(۱۰) حضرت عمر و اماد علی تھے۔

ایک روشن دلیل اس امر کی کہ حضرت عمر سے حضرت علی المرتضیٰ کو کمال محبت و پیار تھا۔ اور ان کے
نزدیک ان کی شرافت و نجابت مسلم تھی۔ یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے اپنی دختر یلدا دختر حضرت ام کلثوم
کار شتر حضرت عمر کو دیکر نکاح کر دیا اگر معاذ اللہ وہ منافق تھے۔ تو جناب امیر علیہ السلام نے بیوہ ام کلثوم کا کیوں انکار کیا؟
شیعہ اس امر سے تو انکار نہیں کر سکتے۔ کہ حضرت ام کلثوم بنت علی حضرت عمر کی تزویج میں آئیں۔
لیکن اس بارہ میں انکو سخت اضطراب لاحق ہوا اس طرح طرح کی تاویلات رکھ کر سے کام لیتے گئے۔
ایک روایت یہ وضع کی گئی کہ حضرت ام کلثوم حیرا چھین لی گئی۔ جیسا کہ فروع کافی جلد ۲ باب
تزویج ام کلثوم میں ہے۔

عن کذا عن ابی عبد اللہ علیہ السلام
السلام فی تزویج ام کلثوم فقال
ان فی ذلک اولیٰ فخر و عظیم اکرام
زرارہ نے روایت کی ہے کہ حضرت امام
جعفر صادق سے عذابا نکاح ام کلثوم کیا
گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ یہ پہلی شرمگاہ
جو ہم سے چھین لی گئی۔

خاص تصریح ہے کہ وہ حضرت علی کی اپنی دختر تھیں۔ اسی لئے اَوَّلُ فَرَجٍ غَضِبْنَا کہا گیا۔ ورنہ اسرار کی طرح اگر چھین لی جاتی۔ تو حجاب امیر علیہ السلام اور ان کے اہلبیت کو اس کی کیا ننگاریت تھی؟ اور حضرت عمرؓ کو حضرت علیؓ سے خواستگار بنی نکلج اور طرح طرح کی ترغیب ترہیب کی کیا ضرورت تھی؟ جب لوگ نابالغ تھی تو لوگوں کے وراثہ کی اجازت سے نکاح ہو سکتا تھا۔ اور اس میں کسی قسم کی کوئی وقت نہ تھی۔

اس میں مطلق شک و شبہ نہیں ہے۔ کہ حضرت ام کلثوم حضرت فاطمہ الزہراء کے بطن سے حضرت علیؑ کی زچہ تھیں۔ اور نکاح حضرت علی المرتضیٰؑ سے بخوشی و خور کر یا۔ اس کے متعلق ہم شیخ کی کتاب حدیث تہذیب الاحکام صفحہ ۷۳ سے دوسری حدیث نقل کر رہے ہیں۔

عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ مَا تَتَّ
أَمَّ كَلْتُمْ مِنْهُ هَلِي وَأَبْنَاهَا زَيْدُ بْنُ عَمْرٍ
بْنِ خَطَّابٍ فِي سَاعَةٍ وَأَحْيَا نَارَ

اس حدیث میں صاف بیان ہے کہ حضرت ام کلثوم جو حضرت کی زوجہ محترمہ تھیں۔ علی المرتضیٰ کی دختر تھیں۔ اور ان کے شکم سے زیدین عمر بن خطاب پیدا ہوا۔ اور ماں بدیا دونوں ایک روز ایک ہی وقت فوت ہوئے تھے۔ اب جو لوگ کہتے ہیں کہ ام کلثوم کا نکاح عمر بن الخطاب سے ہوا تھا۔ وہ حضرت علیؑ کی نہ تھیں۔ اس حدیث سے ان کی تکذیب ہوتی ہے۔

دوسری حدیث :- اس کی تائید میں ایک دوسری حدیث جو فروع کافی جلد ۲۱ میں ہے ہمیشہ کی جاتی ہے۔

عَنْ سَلِيمَانَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ
أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ امْرَأَةٍ
تُورِي عَنْهَا زَوْجَهَا أَيْنَ كَحُشْدٍ فِي
بَيْتِ زَوْجِهَا أَوْ حَيْثُ شَاءَتْ
فَقَالَ بَلْ حَيْثُ شَاءَتْ ثُمَّ قَالَ إِنَّ
عَلَاءَ أَصْحَابِ اللَّهِ عَلَيْهِ لَمَّا مَاتَ عُمَرُ

اس حدیث سے اس امر کا فیصلہ ہو گیا کہ ام کلثوم زوجہ غمیر حضرت علی کی بیٹی تھیں۔

له ي حديث نهديب الحكام مصنفه ابو جعفر محمد بن حسن طوسي (ت ٤٥٠ هـ) مطبوعه ايران كتاب الطلاق باب علة النكاح

کیونکہ جب حضرت عمرؓ فوت ہو گئے۔ آپ جا کر ام کلثوم کو اپنے گھر لے آئے۔ اگر ام کلثوم آپ کی بیٹی نہ ہوتی تو آپ کی رضا مندی کے بغیر ان کا نکاح حضرت عمرؓ سے ہوتا تو باہمی تعلقات یا نکل منقطع ہو گئے ہوتے۔ پھر ان کو کیا پڑی تھی۔ کہ وفات شہر سیران کو اپنے گھر لے آئیں۔ علاوہ انہیں ایک برہان قاطع اس امر کی کہ ام کلثوم منکوحہ حضرت عمرؓ جناب امیر کی اپنی دختر حضرت فاطمہؓ کے شکم سے تھی۔ یہ سواہر اول کافی صاف مطبوعہ نو لکھنوی میں ایک آسمانی وصیت کا ذکر ہے جس میں جناب امیرؓ کو جن مکارہ پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ منجملہ ان کے سہک اور مت بھی ہے۔ جو غضب ام کلثوم بنت فاطمہؓ کی طرف اشارہ ہے۔ جدید کہ ملا خلیفہ قزوینی نے صافی شرح اصول کافی ج ۱ سوم ص ۱۵۱ میں یوں لکھا ہے

گفت امیر المؤمنین پس ایضا است مضطرب شدم و فقیک فکر کردم و فهمیدم آن سخن را از امین الہی
بہر نعل علیہ السلام کہ مرو شکستن عہد نیت یکبارہ مرو نصیب خستہ است بزور خواہند گرفت تا قوت انجیب غم نام کلثوم فاطمہ علیہا
پس اس عبارت سے ظاہر ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کو سقن کے معطل ہو جانے قرآن کے پڑھنا

میرا نام ہے۔ کعبہ کے گراؤ میں نے آپ کی ریش کو خون آلود کر دیا ہے۔ اس قدر صدمہ نہ ہوا۔ جیسا کہ عصب
ام کلثوم کی خبر سن کر ہوا جس کی وجہ سے آپ منہ کے بل گر پڑے۔ پھر اگر آپ کی حقیقی دستر نہ تھیں۔ بلکہ
اسلام و سنت نبوی کی لڑکی تھیں۔ تو آپ کو اس سے فتنی آجائے اور منہ کے بل گر پڑنے کی کیا وجہ تھی؟ ہاں تو کو

جب تحقیق بالا سے صاف ہو گیا کہ امام کلثوم بنت علی کا نکاح حضرت عمرؓ سے انکی رضا مندی سے ہوا تھا۔ اور بنت علی اپنے شوہر حضرت عمرؓ کے گھرانے کی زندگی بھر آباد رہی تھیں۔ ایک بیٹا زید بھی وہاں پیدا ہوا تھا۔ تو حبان علیؓ اگر واقعی امیر علیہ السلام کے محبوب صادق ہیں۔ تو پھر امام علیؓ کو کالیاں دینا ان کو مناسب نہیں۔ کیا شیعوں اس بات پر غور کر سکیں؟ ویسے تو شیعوں صاحبان کہا کرتے ہیں۔ ۷۔
علی کو میں محمدؐ سے تو بہتر کہہ نہیں سکتا۔ مگر اپنے سے بہتر ڈھونڈ کر داماد کرتے ہیں۔
لیکن ہاں اس منقولہ کو بھول کر داماد علیؓ کو بجائے بہتر سمجھنے کے بدتر سمجھتے ہیں۔ یا اللعجب۔

(۱۰) یورپین مؤرخین کی شہادت :-

مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ وَكَانَ

میں ان کی قوت فیصلہ میں ہمیشہ انائی اور سنجیدگی پائی جاتی تھی۔ انہوں نے اپنے گزارہ میں معمولی سرداران عرب کے قناعت آمیز طریقہ سے کبھی تجاوز نہیں کیا۔ اگر کوئی اجنبی دور کے ملک سے آتا۔ تہ بڑی مسجد کے صحن کے چاروں طرف دیکھ کر سوال کرتا۔ کہ خلیفہ کہاں ہے! حالانکہ وہ شہنشاہ اپنے معمولی لباس میں اس کے سامنے بیٹھا ہوتا تھا۔ سارہ مزاجی اور ادائے فرض ان کے اصول تھے۔ بڑی ذمہ داری کے عہدہ کے فرائض ادا کرنے میں بے رعایتی اور پرنسپل گاری شہبورا اور ضرب الشل تھی۔ آپ امور خلافت کے انصرام میں ایسے خوف سے کام کرتے۔ کہ اکثر اوقات پکار لگتے۔ کہ کاش امیری مال مجھے نہ جیتی۔ یا میں گھاس کا پودا ہوتا۔

جوانی میں آپ اکھڑ اور تند مزاج و صاحب انتقام شہور تھے۔ اور ہمیشہ اپنی تلوار کو نیام سے باہر نکالنے کو تیار رہتے۔ بدر کی لڑائی میں آپ ہی نے صلاح دی تھی۔ کہ تمام قیدیوں کو قتل کیا جائے مگر عمر رسیدگی۔ اور تجربہ کاری نے آپ کی فطرت کو نرم کر دیا تھا۔ آپ کے عدل و انصاف کی قوت نہایت مضبوط تھی۔ حکام اور عمال کی تقریر میں آپ کا انتخاب طرفداری سے بالکل بری ہوتا تھا۔ انہیں چابک لیکر آپ گلیوں اور کوچوں میں گشت کیا کرتے تھے۔ تاکہ ملزموں کو موقع برسر آویں۔ یہ ایک کہادت بن گئی تھی۔ کہ عمر کا چابک دوسروں کی تلوار سے زیادہ خوفناک ہے۔ مگر باوجود ان سب باتوں کے آپ کا دل نہایت نرم تھا۔ اور آپ کے رحم کی بے شمار مثالیں بیان کی جاتی ہیں جن میں آپ نے بیوائوں اور یتیموں کی دستگیری کی۔ کتاب سکنسٹرن آف محمد مؤلف سر ولیم میور

ایسا ہی ڈاکٹر موسو لیباں پیرس کا مشہور قاتل اپنی مشہور اور نامور کتاب سویلیٹیشن آف دی عرب میں حضرت عمرؓ کے متعلق یوں رقمطراز ہے۔

حضرت عمرؓ بعض اس کے کہ افواج اسلام کی پیش بہا غنیمتوں میں حصہ لیں۔ محض ایک عہد کے مالک تھے۔ جس میں معتد و پیوند تھے۔ اور آپ راتوں مساجد کی بیڑھیوں پر غریبوں کے ساتھ سو رہا کرتے تھے۔ جس وقت عثمان کا نصرانی باور شاہ جو مسلمان ہو گیا تھا۔ حضرت عمرؓ سے ملنے کے لئے آیا۔ تو حسب اتفاق ایک عرب نے ناوائتہ اسے دھکا دیا۔ اس پر بادشاہ نے خفا ہو کر اسے مارا۔ عرب کی نالش پر حضرت عمرؓ نے فیصلہ کیا۔ کہ وہ بادشاہ کو مارے۔ اس پر بادشاہ نے کہا۔ اے امیر المؤمنین یہ بھی ہو سکتا ہے؟ کہ ایک فاحی بادشاہ کو ہاتھ لگائے۔ خلیفہ نے جواب دیا۔ کہ اسلام کا قانون یہی ہے۔ اسلام میں زرہ کی عزت ہے۔ نہ ذلت کی۔ بہا سے پیغمبر کی نظروں میں سب مسلمان برابر تھے۔ اور ان کے خلفاء کی نظروں میں بھی یہی مساوات قائم رہے گی! حضرت عمرؓ ہی کا زمانہ تھا جس میں اسلام کی بڑی ملک گیر مابں شروع ہوئیں۔ آپ

جس قدر عمدہ منتظم تھے۔ اسی قدر چہ سالار بھی۔ اور آپ کا انصاف ضرب الشل ہے جس وقت آپ خلیفہ ہوئے تو یہ تقریر کی۔

”اے سامعین غور سے سنو! میری نظروں میں تم میں سے ضعیف سے ضعیف شخص سب سے قوی ہے بشرطیکہ وہ حق پر ہو۔ اور تم میں سے قوی سے قوی شخص اضعاف الناس ہے۔ بشرطیکہ وہ ناحق پر ہو!“
فی الحقیقت مسلمانوں کی سلطنت کی ابتدا حضرت عمرؓ سے ہوئی۔ اور جس وقت عربوں کے خلیفہ سے شہنشاہ ہرقل شام سے بھاگ کر قسطنطنیہ جا چھپا۔ تو اس نے معلوم کیا۔ کہ اب حکومت دوسروں کے ہاتھ چلی گئی!

غیر مسلم مورخین کی ان شہادتوں سے عمرؓ کے شہنشاہ اعظم ہو کر زبد و توسع۔ اتقا و حقیقت الہی انصاف پتروہی۔ حق پسندی کا ثبوت ملتا ہے۔ پھر افسوس ہے۔ کہ شیعہ ادوہائے اسلام کرتے ہوئے ایسی مایہ ناز ہستی پر زبان طعن دراز کریں۔ عرض حضرت عمرؓ کے کمالات استقصاء شکل ہے بمعنی اسلام نے ان کی سوچ و فہم میں ضخیم کتابیں لکھی ہیں چونکہ ہمارے روئے سخن صرف شیعہ حضرات ہے۔ اس لئے ہمارے ہتھ اندر سے ان کے شیعہ کی مستند اور مسلمہ کتب سے اور کی شہادت لکھی گئی ہیں۔ و قریب عسقر کا مملکت۔ خدا کرے کہ کسی بھائی کی ہدایت کا باعث ہو۔ وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔ اب ہم خلیفہ سوم کا ذکر کرتے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل کے متعلق حسب ذیل شہادت شیعہ کی مستند کتب سے درج کرتے ہیں۔

پہلی شہادت: شیعہ کی اصح الکتاب مہدقہ امام فاضل علیہ السلام فرمود کافی جلد ۱ کتاب الفتنین ۹۹
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ الْحَلَبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ
أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ اُتَمُّهُنَا
بَنِي الْعَبَّاسِ مِنَ الْمُحْتَنَمِ وَالنَّدَاؤُ مِنَ الْمُحْتَمِ
قُلْتُ كَيْفَ النَّدَاؤُ قَالَ يَنَادِي مَنَادٌ مِنَ السَّكَاةِ
أَوَّلَ الْأَمْرِ الْأَوَّلِ حَالًا وَشَيْعَةً هُمُ الْفَلَاوَنُ حَالًا
محمد بن علی حلبی روایت کرتا ہے۔ کہ میں نے امام صادق سے سنا وہ فرماتے تھے۔ بنی عباس کا اتمہ و انتہا
یقینی ہے۔ اور ندا بھی یقینی ہے۔ میں نے کہا وہ ندا کیا ہے۔ فرمایا آسمان سے پکار رہے والا ابتداء روز
میں پکارا کرتا۔ خبردار علی! اور اس کے پیرو کا مینا ہے

وَيَا أَيُّهَا الْمَدِينَةُ خُذِي مِنْهُمْ الْقَائِمُونَ وَفَرِّقِي بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْأَعْيُنِ عُمَانُ
 اس حدیث میں جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ صاف تصریح ہے کہ ہر روز دن کے اول و آخر ہمیشہ غیب سے آواز آتی ہے۔ پہلے یہ کہ علی اور اس کے تابعین فائز المرام ہیں۔ پھر اسی طرح دوسری آواز آتی ہے کہ عثمان اور اس کے متبعین بھی فائز المرام ہیں۔ پھر تیسری تصریح کے بعد اگر شیعہ فضیلت عثمان سے انکار کریں تو امام والامقام کی تکذیب ہوگی۔ دوسری شہادت: ایسا ہی کتاب مذکور کے جلد ۳ ص ۱۱ میں ہے۔

فَجَلَسَ سَهْلُ بْنُ سَهْلٍ وَوَعْدُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحُسْنُ عَمَانُ فِي حُسْنِ الْمَشْرِكِينَ وَبَايَعُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَصَرَّحَ بِأَخْذِ يَدِهِ عَلَى الْأَخْزَى عُمَانُ وَقَالَ الْمُسْلِمُونَ طُوبَى لِعُمَانٍ قَدْ كَانَتْ بِالْبَيْتِ وَبَعَثَ مِنَ الصَّفَاءِ وَالْمَرْوَةِ رَجُلًا خَلَّ رَسُولُ اللَّهِ مَا كَانَ لِيَقُولَ فَلَمَّا جَاءَهُ عُمَانُ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ أَطَقْتَ بِالْبَيْتِ فَقَالَ مَا كُنْتُ إِلَّا طُوبَى بِالْبَيْتِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَطْفُئْ بِهِ
 سہیل بن عمرو سفیر مشرکین (رسول خدا کے پاس بیٹھا اور حضرت عثمان (سفیر رسول) مشرکین کے لشکر میں بیٹھے۔ رسول پاک نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارا۔ اور عثمان کی (غائبانہ) بیعت کی مسلمان کہنے لگے زبے نصیب عثمان نے طواف کیا اور صفامروہ کی سعی نصیب ہوئی۔ آنحضرت نے فرمایا عثمان ایسا نہیں کرے گا۔ پھر جب عثمان آئے تو حضور علیہ السلام نے دریافت کیا عثمان کیا تم نے طواف کعبہ کیا عثمان نے کہا میں طواف کعبہ کرنا حالانکہ رسول پاک نے طواف نہیں فرمایا۔

اس روایت سے فضیلت عثمان کا نمایاں ثبوت ملتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ قرار دے کر بیعت کی۔ اور اپنا سفیر خاص بنا کر مشرکین مکہ میں بھیجا۔ پھر حضرت عثمان کے عاشق صادق ہونے پر اس قدر اہتمام و تھکا۔ کہ مسلمانوں نے جب طوبیٰ لعثمان کہا کہ یہ کیا کہ عثمان نے طواف کعبہ اور سعی صفامروہ سہل کی۔ تو آپ نے فرمایا۔ ایسا کرنے والی عثمان جیسے جاں نثار عاشق سے توقع نہیں ہو سکتی۔ کہ ہمارے بغیر کبھی طواف کعبہ کرے چنانچہ عثمان کے آنے پر اس بات کی تصدیق ہو گئی۔

مشرکین مکہ نے عثمان کو کہا بھی کہ طواف کعبہ ہم منع نہیں کرتے البتہ تمہارے پیغمبر کو طواف نہیں کرنے دیں گے لیکن عثمان نے اکیلے طواف کرنے سے انکار کر دیا۔

صاحب حلیہ حمیدی نے اس واقعہ کو یوں لکھا ہے۔

بمقصد رواں شد چوتیرا لکھا عثمان زمین پر چوم کر رحمت سے روانہ ہو گیا
 جو وقت اصحاب روزہ و دیگر بگفتند چندین بغیر البشر جب چاہا گیا۔ احباب کہتے تھے خوش نصیب
 خوشحال عثمان با احترام کہ شد مستش حج بیت المرم عثمان کس حج بیت اللہ سے نصیب ہوا رسول
 رسول خدا چوں شنید اس سخن بیاض چینی گفت با آئین پاک نے جب یہ سنا تو فرمایا لگے۔ ہم عثمان
 بعثمان ندریم ما این گماں کہ تنہا کند طواف آن آستان سے کبھی یہ توقع نہیں رکھتے کہ ہمارے سوائے
 کما طواف کرے۔

کفار مشرکین کی اجازت طواف اگر میل داری طواف حرم بکن انت نیست کن خشم اگر تجھے طواف کعبہ کا شوق ہو تو کیجئے کوئی
 لیکن محالست اس بے گزاف کہ آمد محمد برائے طواف مانع نہ ہوگا۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ محمد
 چوں شنید عثمان زو این سخن چینی دا زبان بخان اہرم ان اگر طواف کریں عثمان نے یہ سن کر کہا کہ طواف
 کہ طواف حرم بے رسول خدا نباشد بر سر وانش روا کہ رسول خدا کے سوائے ان کے جان نثار کبھی نہیں کر سکتے
 اگر شیعہ انصاف سے دیکھیں تو حضرت عثمان کے کمال ایمان، عشق رسول، خلوص نیت اور رسول
 علیہ السلام کا ان پر کامل اعتماد بلا کسی مزید دلیل کے اس روایت سے ظاہر و سہید ہے۔ اور یہ تو حضرت عثمان
 کیلئے ایک بڑا بھاری اعزاز ہے کہ حضور علیہ السلام اپنے دست مبارک کو دست عثمان قرار دیں۔ یہ
 یہ ایسی خصوصیت اور فضیلت مہیروہ ہے کہ کسی دوسرے حلیل القدر صحابی کو نصیب نہیں ہوئی۔ وَكَذَلِكَ
 فَضَّلَ اللَّهُ يُونُسَ مِنْ قَبْلُ

تیسری شہادت: شیعہ کی مستند کتاب نہج البلاغہ مطبوعہ مصر جلد اول ص ۱۱ میں ہے۔
 إِنَّ النَّاسَ وَرَائِي وَقَدْ اسْتَفْسَرُونِي بِبَيْتِكَ وَيُنْفِخُونَ فِي أُذُنِي مَا أَدْرِي مَا أَقُولُ إِنَّكَ مَا
 أَقُولُ شَيْئًا تَجْهَلُهُ وَلَا أَذْكَ عَلَى شَيْءٍ لَا تَعْرِفُهُ إِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نَعْلَمُ مَا سَبَقْنَاكَ
 إِلَى شَيْءٍ فَتُخَيِّرُكَ عَنْهُ وَلَا تَخْلُوْنَا بَيْنِي وَبَيْنَكَ كَمَا رَأَيْنَا سَمِعْنَا وَحَكَمْنَا بِرَسُولِ اللَّهِ
 كَمَا حَكَمْنَا وَمَا بَيْنَ أُنَى قَحَاةٍ وَلَا عُمْرٍ مِنَ الْخَطَابِ أَوْ لِي بِجَمَلِ الْحَقِّ مِنْكَ وَأَنْتَ أَقْرَبُ
 إِلَى رَسُولِ اللَّهِ وَشَيْخَةٍ رَحِمَ مِنْهُمَا وَقَدْ بَلَّغْتَ مِنْ حُجَّتِهِ مَا لَمْ يَبْلُغْ

ترجمہ: اے نبی! لوگو! میرے پیچھے ہیں جو مجھے تمہارے اور اپنے مابین سفیر بنا کر لائے ہیں۔ چنانچہ میں تمہیں جانتا
 کہ آپ کو کیا کہوں میں ایسی بات کوئی نہیں جانتا جسے آپ نہ جانتے ہوں۔ اور نہ ہی تجھے کوئی ایسی بات
 جانتا ہوں جسکو آپ نہ پہچانتے ہوں۔ بیشک جو کچھ میں جانتا ہوں۔ وہ آپ ہی جانتے ہیں جیسا کہ تم نے

دیکھا ہے۔ آپ نے بھی دیکھا ہے۔ اور جو کچھ ہم نے سنا آپ نے بھی سنا ہے جیسے ہم نے رسول خدا کی مصاحبت حاصل کی ہے۔ آپ نے بھی کی ہے۔ اور ایسا کہ اگر عمر آپ سے زیادہ عامل حق نہ تھے۔ آپ نے فرمایا کہ جو سے رسول علیہ السلام سے ان سے زیادہ قرب رکھتے ہیں۔ اور آپ کو دامادی رسول کا وہ فخر حاصل جو ان دونوں کو حاصل نہیں ہے۔

اس خطبہ میں حضرت علی المرتضیٰ کمال صراحت سے اوصاف امیر المومنین عثمانؓ یوں بیان فرماتے ہیں

- (۱) علم و معلومات میں ہم اور آپ برابر ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے جو ہمیں آپ سے زیادہ معلوم ہو۔
- (۲) ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ جسے ہم جانتے ہوں۔ اور آپ کو اس کا علم نہ ہو۔
- (۳) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا جو کچھ ہم نے دیکھا سنا۔ اس میں بھی ہمیں اور تمہیں مساوات ہے۔ (ہمیں کسی امر میں تم پر ترجیح نہیں ہے)
- (۴) آپ کو حضور علیہ السلام سے دوسرے دو یا دوں پر دو وجہ سے ترجیح ہے۔ ایک قرابت کی وجہ سے۔ اور دوسرے داماد رسول ہونے کے باعث۔

شیعہ صاحبان میں اگر کچھ بھی انصاف ہو۔ تو ان کی تسلی کے لئے جناب امیر کا یہ خطبہ دربارہ فضیلت عثمان کافی و وافی ہے جب جناب امیر حضرت عثمانؓ کو سر ایک کمال میں علمی ہو یا حبیبی کسی اپنے برابر سمجھتے ہیں۔ اذعان کو قرابت رسول اور دامادی کا اعتراف کرتے ہیں۔ تو پھر شیعہ بزرگوار کس کریں۔ شہادت امیر علیہ السلام کی وہ تردید نہیں کر سکتے۔ یہ ایسی زبردست شہادت ہے جس کے مقابلہ میں روافض کی خرافات کی ذرہ بھر وقعت نہیں ہو سکتی۔ اگر حضرت عثمانؓ معاذ اللہ کافر و منافق ہوتے تو حضور علیہ السلام اپنی دو صاحبزادیاں نیچے بعد دیگرے ان کو نکاح نہ کر دیتے۔ یہ جو تھی شہادت حضرت عثمانؓ کے داماد رسول ہونے کا ثبوت۔

جو تھی شہادت اس بارہ میں کہ حضرت عثمانؓ ذوالنورین کو حضور علیہ السلام کا داماد ہونے کا فخر حاصل ہے شیعہ کی مستند کتاب حیات القلوب مصنف ملا باقر مجلسی جلد دوم ص ۱۱۱ میں ہے۔

در قرب الاسناد لمجد من حضرت صادقؑ (ترجمہ) قرب الاسناد میں معتبر اسناد کے ساتھ حضرت امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے۔ کہ رسول خدا کی اولاد جو حضرت خدیجہؓ کے شکم سے ہوئی۔ طاہرہ ابوالقاسم اور فاطمہ۔ ام کلثوم۔ رقیہ۔ زینب تھیں۔ فاطمہ کا نکاح حضرت

ابنی امیہ بن عبد شمس را۔ و بن عثمان بن عفان ام کلثومؑ علی سے کرنا۔ اور زینب ابوالقاسم کو نکاح کر دی۔ اور عثمانؓ کے ساتھ ام کلثوم کا نکاح ہوا۔ ابھی وہ حضرت عثمانؓ کے گھر نہ گئی تھیں کہ فوت ہو گئیں۔ پھر حضورؐ نے حضرت رقیہؓ کا حضرت عثمانؓ سے نکاح کر دیا۔

اس روایت سے جو شیعہ کے مفروض الاطاعت امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے۔ ثابت ہوا۔ کہ حضور علیہ السلام نے اپنی دو صاحبزادیاں (ام کلثوم۔ رقیہ) کا نکاح حضرت عثمانؓ سے یکے بعد دیگرے کیا۔ پہلی صاحبزادی ام کلثوم کا آباؤ ہونے سے پہلے وصال ہو گیا۔ تو پھر دوسری صاحبزادی رقیہ کا ان سے نکاح کر دیا گیا۔ جو عمر بھر ان کے گھر آباد رہیں۔

شیعہ کی تفسیر امیری اس واقعہ سے کہ حضرت عثمانؓ کو حضورؐ کی دامادی کا فخر حاصل تھا۔ اور اسی وجہ سے ان کا لقب ذوالنورین مشہور ہے۔ شیعہ سخت بنقرار ہوتے ہیں۔ اور کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا۔ کہ اس بزرگست الزام کا کہ اگر حضرت عثمانؓ نبی اکرمؐ کے تھے۔ تو حضور علیہ السلام نے اپنی صاحبزادیاں ان کو کیوں نکاح کر دیں۔ جب کہ ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ﴾ ذکر کیا کہ اپنی لڑکیاں مت (اور مزاحمت ہو چکی تھی) کہ کفار سے نہ ملے نہ کئے جائیں۔ شیعہ کیا جواب دیں۔ اس موقع پر لین حال ہو کر عجیب حیلہ سازیاں کرتے ہیں۔ پہلے تو یہ کہتے ہیں۔ کہ سوائے فاطمہ کے اور کوئی لڑکی حضورؐ کی تھی ہی نہیں۔ اور یہ ان کا ایسا دھوکہ ہے۔ جس میں تمام غوام شیعہ کو پھنسا رکھا ہے جب کبھی کہہ کہ حضرت عثمانؓ داماد رسول تھے۔ چھوٹا کہہ دیتے ہیں کہ اور کونسی سی بیٹی حضرت کی تھی۔ جس کا نکاح حضرت عثمانؓ سے ہوا۔ اس لئے میں اس معاملہ کو ذرا وضاحت سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ شیعہ کے اس مغالطہ کا قلع قمع ہو جائے۔

کتب رسول پاکؐ کی حقیقت فاطمہؑ کے سوائے کوئی بیٹیاں نہیں

میں جبران ہوں۔ کہ جاہل شیعہ معذور ہیں۔ لیکن لکھے پڑھے شیعہ اس بات سے کس طرح انکار کر سکتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کے بطن سے حضرت فاطمہؑ کے علاوہ دو بیٹیاں صاحبزادیاں زینبؓ۔ ام کلثومؓ اور رقیہؓ بھی تھیں۔ چنانچہ ان کے ثبوت میں ایک توحید القلوب روایت لکھی جا چکی ہے۔

دوسرا ثبوت :- اس امر کا کہ حضرت رسول پاک کی صاحبزادیاں چار تھیں جو سب کی سب ام المومنین ندیجہ کے بطن سے تھیں۔

شیعہ کی مستند کتاب حدیث مصدقہ امام مہدی علیہ السلام اصول کافی ص ۲۸۵ میں ہے۔
وَتَزَوَّجَ خَدِيجَةً وَهَوَّاءَ ابْنِ بَضْعَةَ وَعَشْرًا
سِتَّةَ قَوْلًا لَهَا مِنْهَا قَبْلَ الْمُبْعَثِ الْقَامِ
وَرَقِيَّةَ وَزَيْنَبَ وَأُمَّ كَلثُومَ وَقُلَّةً لَهَا
الْمُبْعَثِ الطَّيِّبِ وَالظَّاهِرِ وَالْفَاطِمَةِ عَلَيْهَا

اس روایت سے صاف مثل روایت حیات القلوب کے ثابت ہو گیا۔ کہ حضور کی صاحبزادیاں فاطمہ کے علاوہ رقیہ زینب ام کلثوم بھی تھیں۔ جو حدیث الکبریٰ کے شک مبارک سے پیدا ہوئی تھیں۔ ایسی ظاہر روایات کے ہوتے ہوئے اگر شیعہ عوام کو دھوکہ دیں کہ حضرت کی ایک ہی صاحبزادہ تھی تو اس مصرعہ کے مصداق ہونگے۔ ع :- چہ نلاور است در سے بکف چراغ دارد۔

تیسرا ثبوت :- شیعہ کی مشہور و منداول کتاب تحفۃ العوام جو ہر ایک خاص و عام شیعہ کے گھر میں بالعموم موجود رہتی ہے۔ اس کے تحت جلد اول میں سرسبزہ ادویہ میں صاف لکھا ہوا ہے۔
اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى رَقِيَّةَ بِنْتِ نَبِيِّكَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى أُمِّ كَلثُومَ بِنْتِ نَبِيِّكَ اے خدا رحمت
بھیجو رقیہ دختر رسول پر۔ اے خدا رحمت بھیجو ام کلثوم بنت رسول پر شیعہ کی مستند کتاب حدیث
تہذیب الاحکام مطبوعہ ایران جلد اول کتاب الصلوٰۃ ص ۱۵۸ میں بھی حضرت فاطمہ کے علاوہ رقیہ اور ام کلثوم
دختران نبی علیہ السلام کے درج پر درود و صلوٰۃ درج ہے۔

اب امید ہے کہ عوام شیعہ اپنے علماء سے سوال کریں گے۔ کہ اگر رسول کی ایک ہی بیٹی تھی تو
اور اوادیہ میں رقیہ و ام کلثوم بنات النبی کیوں ذکر ہوتی ہیں جن پر صلوٰۃ بھیجا اسی طرح ضرور
ہے۔ جیسا کہ حضرت فاطمہ پر۔

چوتھا ثبوت :- حیات القلوب جلد دوم ص ۲۹۹ میں ہے۔
پس یازدہ مرد و چہار زن خفیہ از اہل مکہ گزشتند
و بجانب حشر روان شدند۔ و از حشر آہن
عثمان بود و رقیہ دختر حضرت رسول کہ زن او
ورقیہ دختر رسول جو عثمان کی منکوحہ تھیں۔

اس روایت میں اس امر کی تصریح ہے۔ کہ جب حضرت عثمان نے یا م خدا و رسول حبشہ کو ہجرت
کی۔ اس وقت آپ کے ساتھ حضرت رقیہ بنت رسول بھی تھیں۔ جو ان کی جوڑو تھیں۔ کیا شیعہ حضرات
ان روایات بنیات کی تردید کر سکتے ہیں کلا و سناشتا
خ :- حق کو چھپانا سہل نہیں ہے جناب من !

جواب شیعہ

جب شیعہ حضرات اس میں تصدیق جانتے ہیں۔ اور ایسی صریح معتبر روایات کے ہوتے ہوئے
انکار کی گنجائش نہیں پاتے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ رسول پاک نے یہ نکاح اپنی بعثت سے قبل یا
ممانعت نکاح با مشرکین سے پہلے کر دیا ہوگا۔ لیکن یہ عذر دریک قابل سماعت نہیں ہے۔ کیونکہ
شیعہ کی کتابوں میں یہ بھی تصریح ہے۔ کہ حضرت رقیہ بنت رسول کا نکاح اس وقت ہوا تھا جب آپ جنگ
بدہ کو روانہ ہوئے تھے۔ جیسا کہ حیات القلوب جلد دوم ص ۵۵۹ میں ہے :-

و ابن ابی یسجد معتبر از ان حضرت روایت
کرده است کہ از برائے رسول متولد شد از خدیجہ قاسم
و طاہر و نام طاہر عبد اللہ بود و ام کلثوم رقیہ و زینب
و فاطمہ و حضرت امیر المومنین فاطمہ را تزویج نمود و تزویج
نمود زینب را ابو العاص ابن ربیعہ و ام مرثدہ بود از
بنی امیہ و عثمان بن عفان ام کلثوم را تزویج نمود و
پیش از آنکہ نجاشہ آید و برقت الہی واصل شد پس
چون بھنگ بدر رفتند حضرت رسول رقیہ را با تزویج نمود
رسول پاک نے رقیہ کا نکاح حضرت عثمان سے کر دیا۔

اب شیعہ کا یہ قول عذر بھی دفع ہو گیا۔ جنگ بدر کا واقعہ اس وقت ہوا جب رسول پاک منصب سالت
پر سرفراز ہو کر اشاعت کلمہ توحید میں کمر بستہ تھے۔ اور اس وقت مشرکین کو رشتے ناطے دینے کی ممانعت ہو چکی
تھی غرض حضرت عثمان کے لئے یہ فقرہ دو صاحبزادیاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی تزویج میں آئیں۔
ان کی نصیبت کیلئے ایک کامل سرکفیٹ ہے اس کے ہوتے ہوئے جو شخص امام رسول کو گایاں دیتے ہیں

وہ رسول کے بھرت دشمن ہیں۔ خدا ان کو عقل سے ناکر وہ راہ راست پر آجائیں۔

حضرت عثمان کے حامد و محاسن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ آپ نے جس قدر مالی و جانی خدمت اسلام کی۔ دنیائے اسلام باقیامت اس کی ممنون رہے گی۔ روایات میں چونکہ آپ کے فضائل کا بہن ثبوت کتب شیعہ سے لکھا گیا۔ اس لئے ہم مزید بیان خوف طوالت سے چھوڑ کر وہ روایات لکھتے ہیں۔ جن سے اصحاب ثلاثہ کی مشترکہ تعریف ثابت ہوتی ہے۔

اصحاب ثلاثہ کی مشترکہ تعریف

حضرت عبداللہ بن علی المرتضیٰ نے جہاں اصحاب ثلاثہ کی فرداً فرداً اپنے اقوال میں تعریف فرمائی ہے۔ وہاں مشترکہ اوصاف کا بیان بھی ان کے خطبات میں پایا جاتا ہے۔ جو ان کے فضائل کا بہن ثبوت ہے۔ اس لئے اب ہم ایسی روایات لکھیں گے۔ جو کتب شیعہ میں اصحاب ثلاثہ کے اوصاف کے متعلق مشترکہ پائی جاتی ہیں۔ اول پنج البلاغت جلد اول میں ہے۔

لَقَدْ هَمَدْتُ أَقْوَامًا فِي عَهْدِ خَلِيلِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً الْيَوْمَ مِنَ الْبُكَاءِ وَحُصِّ الْبُطُونُ مِنَ الصِّيَامِ ذُلُّ الشَّقَاءِ مِنَ الدُّعَاءِ صَفَرُ الْأَكْوَابِ مِنَ السَّهْرِ عَلَا وَجُوهُهُمْ غَبَرُ الْخَاشِعِينَ أَوْ نَبَاكَ إِخْوَانِي الدَّاعُونَ نَحْوَ لَمَانٍ لَطَمَاءَ إِلَيْهِمْ وَكُفَّ الْأَيْدِي عَلَى فِرَاقِهِمْ أَنَّ الشَّيْطَانِي كَمْ مَطْرَقَةٍ وَيَرِيدُ أَنْ يُجْلِي وَيَسْكَرُ فَقَدْ هَمَدْتُ وَيُعْطِيكُمْ بِالْجَمَاعَةِ الْفُرْقَةَ فَاصْدُرُوا عَنْ تَوْحَاتِهِ وَاقْبَلُوا التَّصِيحَةَ مِنْ أَهْلِهَا إِلَيْكُمْ وَاقْبَلُواهَا عَلَى أَنْفُسِكُمْ۔

ترجمہ :- میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو کچھ بے کثرت گریہ سے ان کی آنکھیں میری گینیں تھیں۔ روزہ داری کی وجہ سے ان کے پیٹ خالی ہو گئے تھے۔ دعا کرتے کرتے ان کے ہونٹ خشک ہو گئے تھے۔ شب بیداری کے سبب ان کے چہرے زرد تھے۔ کثرت ہجرت کے باعث ان کے چہرے خاک آلود ہوتے تھے۔ وہ لوگ میرے بھائی تھے۔ جو گزر گئے ہمیں لازم ہے۔ کہ ان کی ملاقات کی پیاس رکھیں اور ان کے فراق میں واقفوں سے لاتعداد کاشیں۔ شیطان قبائے لئے رشتہ پیدا کرتا ہے۔ اور چاہتا ہے۔ کہ دین کی رسی کو بار بار پارہ کر دے۔ اور تمہاری جماعت میں تفرقہ ڈال دے۔ تم اس کے وساوس سے بچو۔

نہ ابن بابویہ کی کتاب المحصال بطور ایزن مشک تاص میں یہ حدیث پوری اسناد کے ساتھ مندرج ہے ۲۔

اور اپنے رہنما کی نصیحت مانو اور اپنے ملایں گے گو کرو۔

اس خطبہ میں جناب ابی بکر علیہ السلام نے اصحاب رسول کی جو فوج ہو گئے ہیں۔ بجز تعریف فرمائی ہے۔ کہ وہ قائم المیل۔ صائم النهار تھے۔ خشیت الہی ان کے رگ و ریشہ میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ گریہ و ناری میں مصروف ہمیشہ مسرور و مسرت تھے۔ یہ میرے بھائی تھے۔ ان کے فراق کا دل میں سخت صدمہ ہے۔ پھر مسلمانوں کو نصیحت فرمائی۔ کہ شیطان تم کو گمراہی میں ڈالنا چاہتا ہے۔ اور جماعت میں تفرقہ ڈالنے کے ور ہے۔ یہ شیطان کی پیروی مت کرو۔ اور جماعت سے علیحدگی اختیار مت کرو۔

شیعہ حضرات بتائیں۔ کہ کیا اصحاب ثلاثہ ان افراد میں داخل تھے یا نہ۔ اور یہ اوصاف ان میں پائے جاتے تھے یا نہیں۔ بیشک حضرت امیر کو اپنے ان بھائیوں خلفا ثلاثہ کی فرقت کا دل میں رنج تھا۔ ان کے اوصاف یاد کر کر دل کو تسکین دیتے تھے۔ اور مسلمانوں کو ان کے طریق پر چلنے اور جماعت میں ملے رہنے کی ترغیب دیتے تھے۔

شیعہ کے نزدیک تو صرف محدود چند۔ ابو بکر۔ مقداد۔ سلمان فارسی کے سوائے اصحاب رسول سے کوئی مسلمان ہی نہ رہا تھا۔ پھر وہ اقوام جن میں یہ اوصاف تھیں۔ کہاں تھے۔ جن کی وفات کا جناب امیر کو اندر رنج تھا۔ اس میں کلام نہیں ہے۔ کہ وہ لوگ جن میں یہ اوصاف تھیں۔ خلفاء رسول اور ان کے پیروان دین تھے۔ جن کو تمنا و اشتراک فرماتے ہیں۔ اور ان صحابہ مشفق جناب امیر کی نصیحت کی پیروی نہ کر کے شیطان کے منہ ہو کر سوارِ ظلم سے علیحدگی کر بیٹھے۔ (خدا ہدایت کرے)

دوم۔ پنج البلاغت جلد اول میں ہے۔

وَمِنْ كَلَامِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى مَعَاوِيَةَ كَيْفَ بَالِيَعْنِي الْقَوْمُ الَّذِينَ بَايَعُوا ابْنًا بَكْرًا وَعَمْرًا وَخُثَمَانًا عَلَى مَلَأَ يَعُوهُمْ عَلَيْهِمُ وَلَمْ يَكُنْ لِلشَّاهِدِ أَنْ يُخْتَارَ وَلَا لِلْخَائِبِ أَنْ يُرَدَّ وَ إِنَّمَا الشُّرَى لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ أَنْ اجْتَمَعُوا عَلَى رَجُلٍ وَسَمَوْهُ أَمَامًا كَأَيِّ ذَاكَ اللَّهُ رَقِيٌّ فَإِنْ خَرَجَ عَنْ أَكْثَرِهِمْ خَلِيفَةً يُطِيعُونَ أَوْ يُبَايِعُوا وَدَوَّاهُ إِلَى مَا خَرَجَ مِنْهُ فَإِنْ أَبَى قَتَلُوهُ عَلَى إِقْبَاعِهِ عَيْنُ سَبْعِيلِ الْمُؤْمِنِينَ وَوَلَاةُ اللَّهِ مَا تَوَلَّى۔

ترجمہ :- جناب امیر کے ان خطوط میں سے جو معاویہ کو آپ نے لکھے۔ یہ بھی تھا۔ کہ میری بیعت ہی قوم نے اسی امر پر کی ہے جس پر انہوں نے ابو بکر و عمر و عثمان سے کی تھی۔ اب کسی حاضر یا غائب کو اس بیعت کے رد کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اور شوریٰ مہاجرین و انصار ہی کا حق ہے۔ جس شخص کی بیعت پر ان کا اتفاق ہو۔ خدا کو بھی وہی منظور ہے۔ پھر جو شخص اس متفقہ خلیفہ کی اطاعت سے کسی طعن یا بدعت کے

باعث اخراج کرے۔ اور شوری کا حق ہے کہ اسے اس خلیفہ کی اطاعت پر مجبور کریں۔ اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ دینے پر اس سے لڑیں۔

اس خطبہ میں جناب امیر نے مسئلہ خلافت و خلیفہ کا بالکل فیصلہ فرما دیا۔ اور آپ نے یہ بھی بتا دیا کہ میری اور خلفائے سابقہ کی خلافت ایک ہی طریق سے ایک ہی جماعت (مہاجرین و انصار) کے انتخاب سے عمل میں آئی ہے۔ اور انتخاب خلیفہ کا حق بھی مجلس شوریٰ مہاجرین و انصار ہی کو ہے۔ وہ اپنی متفقہ رائے سے جس شخص کو خلیفہ کر دیں۔ عند اللہ بھی وہی خلیفہ برحق ہے۔ جو ایسے منتخب کر دے جس خلیفہ کی اطاعت سے مخرف ہو جائے۔ اس کو مسلمان خلیفہ کی اطاعت پر مجبور کر سکتے ہیں۔ نہ مانے تو اس سے لڑائی بھی کی جاسکتی ہے۔ اب جو لوگ کہتے ہیں کہ خلافت کے مفاد سب سے پہلے امیر علیہ السلام تھے۔ اور خلفائے کا انتخاب غلط ہوا تھا۔ وہ جناب امیر کے اس قول کی تکذیب کرتے ہیں۔ جو بقول محدث ہر چار خلفاء کا انتخاب ایک ہی طریق سے ایک ہی جماعت کے ہاتھ سے عمل میں آیا۔ اور بقول جناب موصوف خدا کی رضا ہی اسی میں تھی۔ تو پھر شیعوں کا حق کیا ہے کہ اس کے خلاف یہ کہنے کی جرأت کریں۔ کہ حق تو علی کا تھا۔ بخلاف نے زیر بستی خلافت چھین لی۔ اگر ایسا ہوتا تو جناب امیر یوں فرماتے کہ نہایت کا انتخاب تو نااہل لوگوں نے غلط کر دیا تھا۔ اور خدا بھی ان کی خلافت پر راضی نہ تھا۔ ہاں جس جماعت نے میرا انتخاب کیا۔ اور جس طریق سے کیا۔ یہ جائز انتخاب اور منظور خدا تھا۔

اس خطبہ سے بھی ثابت ہوا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علی انتخاب خلیفہ سے نا راض تھے۔ اور انہوں نے بیعت نہ کی تھی۔ یا جبراً قہراً بیعت کرائی گئی تھی۔ یہ سب کچھ یار لوگوں کی طرہ اور اہتمام محض ہے۔ کیونکہ جناب ممدوح خود فرماتے ہیں کہ مجلس شوریٰ کے فیصلہ پر جو شخص راضی نہ ہو۔ اور منتخب شدہ خلیفہ کی بیعت سے انکار کرے وہ مؤمنین کے طریقہ سے واجب القتل ہے۔ اور کہ خدا کو بھی وہی فیصلہ منظور ہے جو مہاجرین و انصار کی مجلس شوریٰ فیصلہ کر دے۔ کیا شیعوں اصحاب جناب امیر المؤمنین کے اس فرمان واجب الاذعان کے سامنے سر تسلیم خم کریں گے۔

سورة حیات القلوب جلد ۱ صفحہ ۱۱۶

وَالشَّاقِقُونَ الْمُؤْمِنُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَوَضَعُو عَنْهُمْ أَصْلَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَاسِينَ الَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ يَخْتَارُ
ایمان کرو۔ اندر نیکی راضی شد خدا از ایشان و راضی شدند از و حضرت فرمود۔ پس خدا ابتداء نمود بآں کاینتر
حجرت کردہ یوزند۔ بقدر زجر آں پس در مرتبہ دوم انصار را بکارد۔ کہ بعد از مہاجرین یاری آنحضرت نمودند

پس در مرتبہ قرار داد و بقدر درجات و منازل کے کہ ایشان نزد او ہست۔

شیعی مصنف نے تفسیر آیت میں مہاجرین و انصار اور تابعین کی تعریف اور ان کے درجہ کا ذکر کیا ہے۔ یہ کون تھے؟ کیا اس کے مصداق وہی تھیں؟ تقدیر۔ ابوذر۔ سلمان۔ یہی تھے۔ کیا خلفاء ثلاثہ مثلاً مہاجرین و انصار سے خارج ہیں۔ اگر ان کے ستراج ہیں۔ تو ان کے درجات اور راضی مرضی ہونے سے کیوں انکار کیا جاتا ہے؟ کیا خلیفہ پاک کا کلام مناز اللہ جھوٹا اور شیعوں سے ہے۔ چہاں ہم۔ حملہ حیدری میں جنگ بدر کے بیان میں لکھا ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کی قلت اور کفار کی کثرت اور ان کے ساتھ سامان کو دیکھا۔ تو دست بردار ہو کر فرما لے گئے۔

خدا یا اگر اس صفت تین از عباد
کہ کردند امر ترا انقبیا و
بحکم تو بتند بر کین میسای
ندیدند بیش و کم دشمنای
ہمانند از دستخ کو تاء و موت
بیابند از و موت اعدا شکست
بروئے زمین تا قیامت اگر
نگرد و پرستندہ لے و اگر

ترجمہ چھوڑ دے۔ خدا اگر تیرے قلیل بندے جو تیرے عبادت گذار ہیں۔ اور تیرے حکم کی تعمیل میں لڑائی پر کمر بستہ ہو کر دشمن کی قلت و کثرت کی پرواہ نہیں رکھتے۔ اگر یہ دشمن کے ہاتھ سے شکست یاب ہو کر فتحیابی نہ ملے گی۔ تو بار خدا یا روئے زمین پر تا قیامت تیری پرستش کرنے والا کوئی باقی نہ رہ جائیگا۔ بتاؤ جن اشخاص کے متعلق حضور علیہ السلام نے یہ شہادت دے کر حق تعالیٰ سے دعا کی۔ کہ تیرے فرمانبردار بندے ہیں۔ اور تیرے عشق کے لیے متوالے ہیں۔ کہ تیرے دشمنوں سے لڑائی کرتے وقت دشمنوں کی تعداد کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ اور یہ تیرے لیے مخلص بندے ہیں۔ اگر ان کا وجود صفحہ دہر سے مٹ گیا۔ تو دنیا میں تیرا پیوستہ تیرا نام لیوان جیسا قیامت تک پیدا نہ ہوگا۔ یہ لوگ کون تھے؟ وہی مہاجرین و انصار جن کے سر شکر ثلاثہ رضی اللہ عنہم تھے۔ یا کوئی اور گناہی شیعوں کے تین چار بزرگ۔ ہر ایک معرکہ کارزار میں شامل ہو کر دشمن کی صفیں الٹ دیا کرتے تھے۔ یا یہی حضرات تھے جنہوں نے نبی علیہ السلام کی زندگی میں ہی آپ کی وفات کے بعد بھی دین اسلام کو شرق سے غرب تک پھیلایا اور دشمنان دین کا نام و نشان باقی نہ رہنے دیا۔ انصاف! انصاف!!

پہنچ حیات القلوب جلد ۱ صفحہ ۱۱۷

عروہ بن مسعود چوں عرض کرد و حدیث از جناب قریش بخیرت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اگر دیکھ کہ سرگاہ آنحضرت و صفوی ساخت یا دست می نشست مبارک میگردند و در گشتن آن
آب بھر تیرہ کہ یک دیگر بکشد و ہر مرتبہ کہ آب در ہاں یا آب بینی می انداخت بدمت خود آن را
می ربودند و چون امر می فرمود بر یک دیگر سبقت می گرفتند و امتثال آن و چون سخن می منبر نمود
صدایانے خود را بہت می کردند و بر روستے مبارک آنحضرت نظری کردند و سر را در پیش می افکند
و چون عروہ بن زید قریشی برگشت گفت اسے گروہ قریش من بنزد بادشاہ حم و بادشاہ روم و بادشاہ
حبشہ رفتہ بروم و ندیدم کہ چہ قوسے بادشاہ خود را تعظیم و اطاعت کنند مثل آنکہ اصحاب آنحضرت
تعظیم اطاعت می نمایند۔ فتوحیکہ : عروہ حدیث میں جب عروہ بن مسعود کفار قریش کا سفیر ہوا تو آنحضرت
کے پاس آیا۔ اس نے دیکھا کہ جب حضور و نحو کرتے یا تاکہ دھوئے۔ جب آپ منہ سے غلوکے نکل
سے پانی پھینکتے۔ برکت کے لئے انھوں میں لیکر اپنے منہ اور بدن پر ملتے۔ اور اگر کوئی بالیسم لہر
سے کرتا۔ اس کے پینے میں ایک دوسرے پر سبقت کرنا چاہتے تھے۔ جب حضور کلام کرتے۔ یہ
لوگ چپکے ہو جاتے۔ اور حضور انور کے رخ انور پر تیز نگاہ ڈال دیتے تھے۔ اور آپ کے حضور
میں ٹھیکر اپنے سر پہنچے بھکا دیا کرتے۔ جب عروہ نے یہ حالت دیکھی۔ اور قریش میں لوٹا تو
کہنے لگا۔ میں نے بادشاہان حم و روم و حبشہ کو دیکھا ہے۔ لیکن میں نے ایسی کوئی قوم نہیں دیکھی
جو اپنے بادشاہ کی اس طرح تعظیم کرتے ہوں۔ جیسے اصحاب نے رسول اپنے مستہنشاہ اسلام
کی اکرام و تعظیم کرتے ہیں۔

اسی مضمون کو صاحب جملہ حدیثی نے نظم میں بیان کیا ہے۔

ہیں آنکھ گاہ در مجلس شاہ دین	نشست از زبان و گروہ دین
کہ اصحاب اور اکسند امتحان	بریند کہ چوں است اخلاص شان
نظارہ کردہ ابروز چشم	نہانی ہیں دید از زیر چشم
چو اکرام و تعظیم و سربانبری	ارادت شعاری عقیدت دری
را اصحاب نسبت بسالار دین	بتابید آن مرد و زیدہ میں

ترجمہ : عروہ بن مسعود جب مجلس رسول پاک میں اس لئے گھات لگا کر بیٹھا کہ اصحاب کے
اخلاص و جان نثاری کا امتحان کرے۔ بنگاہ تو اس نے غصہ سے بار و پر گروہ ڈالی۔ مگر نیچی نظر سے اٹھنے
دیکھنا شروع کیا۔ جب اس نے عاشقان جمال احمدی کی ارادت و عقیدت کا حال دیکھا۔ تو اسے
بچہ تعجب ہوا۔ کیونکہ پہلے اس کی نظیر نہ دیکھی تھی۔

جب عروہ قریش کے پاس واپس گیا تو اپنے چشم دید واقعات کی ان کو جا کر یہ اطلاع دیتا ہے۔

کہ میں آنچہ ندیدم زیاراں او	از ان سرکشت جان نثاران او
در ایران و در روم و در زندگبار	ندیدم ز نیک و بد آن و یار
کہ وارند یا سس شہر خود چہ میں	بسا بند و بر نقشش پائش جہیں
عجرا انداز آب و ہن	بر آن آب خوں می کند آہن
کہ گیرند آن آب مالند و	از ان آب تازہ کنند آہر و
ہر گرا بہی از ہستراں	کہ نقش او پاک چوں کہتراں
بر آب و وضو ش تراے کنند	کہ خواہند سراے خود بش کنند

ترجمہ : میں نے آنحضرت کے جاں باز اصحاب میں دیکھا ہے۔ میں ایران و روم اور زندگبار
میں کسی نیک و بد کو نہیں دیکھا۔ کہ وہ اپنے بادشاہ کا اس قدر اکرام کریں۔ کہ اس کی جوتیوں پر اپنے ماتھے
رگڑیں۔ عجز اگر آب دہن پھینکنا چاہے۔ تو اس کے لینے کے لئے مجمع میں کشت و خوں تک فوت
پہنچ جاتی اس آب دہن کو لے کر اپنے پہروں پر ملتے اور اپنی آبر و بڑھاتے ہیں۔ اور جس بڑے سے بڑے
سردار کو دیکھو وہ آپ کی جوتیاں اپنی خادم کی طرح صاف کرتا ہے۔ ان کے وضو کا پانی حاصل کرنے
پر ایسا جھگڑا مینا ہے۔ کہ سروینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

جب اصحاب نے رسول کی جان نثاری کی یہ حالت ہو۔ کہ کفار بھی اس پر رشک کریں۔ اور عترف
ہوں۔ کہ ایسی کوئی قوم نہ زمین پر موجود نہیں ہے جو اپنے اقلیہ میں جان نثاری کریں۔ اور اس
کے پاؤں کی خاک سرور چشم۔ اور آب دہن کو زینت چہرہ کے لئے غارہ لگاؤں سمجھتے ہوں۔ جو ان
کی شمع جمال پر پروانہ وار گرے چوتے ہوں۔ اور سرکشت اس کی خدمت میں جان سپاری کے لئے
بر وقت حاضر ہوں۔ کیا یہ نہ کبھی قیامت تک اترنے والا ہے؟
یہ وہ نہ نہیں جسے ترشی آتا دوسے۔

وہ لوگ سخت حقیقت شناس ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ کہ رسول پاک کے آنکھ بند کرنے و فوت
ہونے کا نہ ہوتی۔ کہ وہ ساری کھیل بگڑ گئی۔ نہ وہ عشق رہا نہ وہ محبت سب کے سب اصحاب فاضل
تین چار کے دین سے پھر گئے۔ لا حول و لا قوۃ۔ جن لوگوں کو کوہ عشق میں گذر نہ ہو۔ ایسی بیکسی باتیں وہی
کرتے ہیں عاشقان ذات احمدی کے سوز جگر کا حال وہی جانیں۔ جن کو اس نعت سے ہر ہوا ہو۔
چو دل بہ ہر نگارے نہ بستہ لے نہ

الحق جان نشان رسول پاک جیسے حضور کی زندگی میں دین حق کے سنیار تھے۔ بعد وفات نبی بھی انہوں نے اپنی جانیں اعلیٰ کے لئے وقف کر دی تھیں۔ انہوں نے انشائیہ اسلام میں عربی شریعت کر دی۔ اور تمام دنیا کو کلمہ توحید کا قائل کر کے چھوڑا۔ خلفائے رسول نہ تھے۔ تو خدا سے قدوس ... کا جیغہ قدس قرآن بھی تم تک نہ پہنچتا۔ نہ کسی کو اسلام و مسلمان کی ہی خبر ملتی۔ دنیا کے اسلام فاتح فارس و روم و اقصیٰ کے سابق خلفاء کی تابعدار و برتر شرفندہ احسان و عظیمی رضی اللہ عنہم و شہداء ... اگرچہ وہاں رسول اکرم کے سب سے بڑے پیروں تھے۔ لیکن خلفائے اربعہ نے انہیں اسلام کے وہ دشمن بنادے تھے۔ جن کے نور نے عالم کو منور کیا۔ اور جن کی بدولت مشرق سے مغرب و جنوب سے شمال تک خشکی و تیزی میں اسلامی حکومت کا ڈنکا بجایا۔

چار یار

چار کے اعداد سے پس حق تعالیٰ کو ہے پیار
جسم کی ترکیب ہے اربعہ عناصر سے ہوئی
عرش سے نازل ہوئیں چاروں کتابیں متو
ہیں فرشتے بھی مقرب چار جو شہباز ہیں
کعبۃ اللہ میں بچے چاروں مصطفیٰ ہیں ضرور
اربعہ متناسب پڑھتے ہیں طفلان سکول
تھا فخذ اربعۃ من الطیر جو ارشاد حق
چار پائے تخت کے ہوتے ہیں بیشک و دو تو
چار کے اعداد میں لاریب منظور مسند
نامہ حسن بن علی اور حضرت علی المرتضیٰ

میں حبیب کبریا کے برگزیدہ چار یار
ہوتے ہیں ہر ایک مکان کے ویکھو دیوار چار
میں اولوا الامر و اعیان ایزد و عفار چار
میں مذاہب بھی یہی مقبول ہے انکار چار
خافو اسے بھی طریقت کے ہیں پرانوار چار
اور مربع شکل کے اضلاع بھی ہیں چار چار
ہے تمہیں معلوم تھے وہ طائر طرب چار چار
اور جوارح بھی ہر ایک انسان کے ہیں چار چار
بالیقین ہے دوزخی کرتا ہے جو انکار چار
تھے یہ خوشان نبی احمد تخت چار چار

ہیں چراغ مسجد و محراب و منبر سے و غیر
یہ ابو بکر و عمر و عثمان و حبیب یار چار

نہ زبور۔ تورات۔ انجیل۔ قرآن۔ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ سچے جبرائیل
میکائیل۔ اسرافیل۔ خزائیل۔ جبرائیل۔ نقشبندی۔ قادری۔ سہروردی۔

خلافت و امامت

اب ہم شیعہ سی کا حرکتہ آثار مسئلہ خلافت و امامت شروع کرتے ہیں۔ اور اس پر کسی قدر تفصیل سے روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ یہ مسئلہ تمام نزاعات کا اصل الاصول ہے۔ مسئلہ خلافت میں اہل سنت و اجماعت کا اختلاف ہے۔ کہ خلافت کا زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس سال بتلایا تھا۔ جن نفوس مقدسہ کی دینی و اسلامی خدمات بیش از بیش تھیں۔ بموجب وعدہ الہی اس مخصوص زمانہ میں ان کو یہ اعزاز بالترتیب حاصل ہوا۔ اولاً بالفاق اہل بیت علیہم السلام حضرت محمد فاروق۔ پھر عثمان ذوالنورین۔ پھر علی المرتضیٰ منصب خلافت رسول پر مقرر ہوئے۔ سب کی خلافت جائز خلافت تھی۔ یہی ترتیب رب العباد کو منظور تھی۔ اور اپنے وعدے کے مطابق حق تعالیٰ نے ان بزرگان اسلام کو یہ جلیل القدر منصب خلافت عطا فرمایا۔ خلافت و امامت ایک ہی چیز ہے۔ امامت اصول دین سے نہیں ہے۔

اہل تشیع کا مذہب ہے کہ امامت اہل بیت سے ہے۔ حق امامت بعد وفات رسول حضرت علیؑ کا تھا۔ ان کی امامت منصوص تھی۔ خدا و رسول نے انہی کی امامت پر رض کی لیکن خلفائے ثلاثہ نے برتری تحت خلافت پر بیٹھ گئے۔ ان کی خلافت ناجائز خلافت تھی۔ ان کا زمانہ جو جفا کا تھا۔ عدل و انصاف کا زمانہ حضرت علیؑ کا تھا۔ اور بس۔ اس موقع پر حسب ذیل امور تنقیح قائم کر کے ہر ایک امر پر ہم بالتفصیل مدلل بحث کریں گے۔

تنقیح فرد

(۱) کیا امامت و خلافت دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ یا دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے؟ اور کیا امامت

اور کیا امامت اصول دین سے ہے یا نہ؟

(۲) کیا امامت حضرت علیؑ کا ہی حق تھا۔ اور وہ خلیفہ بلا منسل تھے۔ اس کے متعلق قرآن یا حدیث سے کوئی نص ہو چکی تھی۔ یا انتخاب خلافت شوریٰ مہاجرین و انصار و اتفاق اہل بیت علیہم السلام سے ہی ہوتا ہے۔ اور اسی میں رضائے الہی تھی۔

(۳) کیا حضرت علیؑ خود طالب خلافت بلا تعلیل تھے۔ اور خلافت کچھن جہان سے پروردگار ہدایت و انصار کے ورید و حسنینؑ کو ساتھ لے کر غیرتے رہے۔ بیان کو مطلق غیبت نہ تھی۔ اور بنسبت خلافت کے وزارت کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ اور پہلے خلافت کے دعویدار ہونے کو قبل از وقت مطالبہ تصور فرماتے تھے۔

(۴) کیا حضرت علیؑ نے خلافت و ثلاثی بیعت کی۔ اگر کی تو صبراً قہراً یا رضامندی خود کی۔

امراقول

چونکہ ان تمام امور میں شیعوہ مدعی اور ہم مدعا علیہ ہیں۔ کیونکہ مسند خلافت رسول پر ہم قابض و متصرف
ہے۔ شیعوہ ہزار چھ پکار کریں۔ وہ زمانہ گزریگا۔ ان کو اب قبضہ و غلبہ غنا محال ہے۔ اس لئے بار شہوت
جلا امور میں بذریعہ شیعوہ ہوگا۔ اور ہمارے ذمہ اس کی تردید ہوگی۔

پہلے امر کے متعلق شیعوہ کہتے ہیں۔ کہ امام معصوم ہونا چاہیے۔ خلافت میں عصمت ضروری نہیں ہے اس لئے امامت و خلافت دو علیحدہ علیحدہ امور ہیں۔ لیکن قرآن ہمیشہ۔ اور اقوال ائمہ کرام اس کے برخلاف ہیں۔ اہل شیعہ کا صرف یہ دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ اس کے متعلق ان کے ہاتھ میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔

عظمت صرف انبیاء کرام کا خاصہ ہے۔ جو لوگ اماموں کی عظمت کے قائل ہیں۔ وہ گویا شرک
فی النبوة کرتے ہیں۔ یہ بات ازلیں عجیب ہے۔ کہ شیخ حضرات انبیاء کو تو مشتم بالذنب کر لے ہوئے۔
ان کی عظمت پر حملہ کر دیتے ہیں۔ لیکن اماموں کو معصوم سمجھتے ہیں۔ ع۔

چنانچہ اہل بشر اسبق الانبیاء حضرت آدم علیہ السلام کی نسبت ان کا اعتقاد ہے کہ ان میں تین اہل کفر میں سے دو موجود تھے چنانچہ اصول کافی ص ۵۱ میں ہے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ السَّلَامُ أَصُولُ الْكُفْرِ ثَلَاثَةٌ الْحِرْصُ وَالْاِسْتِنْبَادُ
وَالْحَسَدُ فَامَّا الْحِرْصُ فَإِنْ أَدَمَ حَبِيبٌ نَهَى مِنَ الشَّجَرَةِ حَمَلَهُ
عَلَى أَنْ أَكَلَ مِنْهَا وَامَّا الْاِسْتِنْبَادُ فَإِبْلِيسُ حَيْثُ أَمَرَ بِاللَّحْجُودِ إِيَّاهُ فَبَا

حاشیہ ۱۲۹ لغت کی کتاب تاموس جلد ۳ ص ۶ میں ہے۔ الخلیفۃ السلطان الاولیٰ نظام
خلیفہ جلیل القدر شاہ کو کہتے ہیں۔ ایضاً جلد ۳ ص ۵ میں ہے کہ امام صاعۃ شہید من رئیس اور غیرہ امام

لَا تَكُنْ مِنَ الْخَاسِرِينَ

توحید کا : امام جعفر صادق نے فرمایا۔ اصول کفر تین ہیں۔ حرص اور تکبر اور حسد۔ حرص تو آدمؑ
نے کی جب درخت سے منع کیا گیا۔ تو حرص نے اسے کھانے پر برا انگیتہ کیا۔ اور تکبر شیطان نے
کی جب آدمؑ کے لئے سجدہ کا حکم ہوا۔ وہ انکاری ہوا۔ حسد آدمؑ کے دو بیٹوں نے کیا۔ جب کہ
ایک نے دوسرے کو قتل کیا۔

جائے غور ہے کہ شیعہ ابوالبشر آدم علیہ السلام کو ابلیس کے ہم پلہ بیان کرتے ہیں۔ کہ اصول کفر سے ایک ابلیس کے حصے میں آیا۔ یعنی تکبر۔ دوسرا آدم کو تعزیر ہوا۔ یعنی حرص۔ شاہان خلف شدید ہیں تو ایسے ہوں۔ زہد مجد و آدم سے بھی نہ ملیں۔ پھر دوسروں کو ان سے کیا شکایت ہو سکتی ہے۔ اسی پر اکتفا نہیں ہے۔ بلکہ شیعہ ابوالبشر کو ابلیس سے بھی بیتر قرار دیتے ہیں کہ ابلیس نے اصول کفر سے صرف تکبر کیا۔ لیکن آدم نے حرص کے علاوہ حمد بھی کیا۔ یعنی ان میں دو اصول کفر پائے گئے

چنانچہ حیات القلوب جلد اول صفحہ میں ہے کہ خدا نے آدم کو اہل بیت پر حمد کرنے سے منع کیا۔ اور کہا میرے نوروں کی طرف حمد کی نگاہ سے مت دیکھنا۔ ورنہ تمہیں قرب رحمت سے جدا کر دیا جاوے گا۔ اور بہت ذلیل ہو گئے۔ مگر آدم ان پر حمد کرنے سے باز نہ آیا۔ اور اسی کی سزا میں حیات سے آدم و حوا ہر روز نکال کر باہر پھینکے گئے عبارت یوں ہے۔

ایسے آدم کو تو انظر بکفید سوئے خود را و حجت ہائے من بیدیدہ حسد پس شمار پایائیں می فرستم از جو را خود و بر
شما می فرستم خواری خود را پس و سویمہ کرد شیطان ایشان را و فریب داد۔ و بریں داشت کہ از دست
منزلت آنها بکفید پس نظر کرد سوئے ایشان بیدیدہ حسد پس بایں نسبت ایشان را بخود بنگذاشت و
باری و توفیق خود از ایشان بزداشت (انتهی المصنف)

کوئی ان عقل کے دشمنوں سے پوچھے کہ اپنی اولاد کے حق و جمال کو دیکھ کر انسان خوش ہوا کرتا ہے یا اس پر حسد کیا کرتا ہے ؟ فرض شیعہ نے اپنے جد اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام کا خوب حق ادا کیا۔ کہ شیطان سے بھی بدتر بنا دیا۔ پس جماؤ شمشادھی سرد یہی نہیں بلکہ شیعہ کہتے ہیں۔ انسانوں کی گتھار کا باعث یہی آدم علیہ السلام ہوتے ہیں۔ وہ گناہ نہ کرتے۔ تو کوئی بشر بھی گتھار نہ ہوتا۔ چنانچہ حیات القلوب ص ۱۵ میں ہے۔

دلبند و عبید از حضرت امام محمد باقر مشغول است که اگر او قسم گناه نمی‌کند - هیچ مومنی گناه نمی‌کند -

ہاتھیں لے کر کھڑے ہوئے تھے۔ آپ کیساتھ کون تھا۔ وہی حضرت ابی آپ کے شامل حال تھے۔ اور اسی وجہ سے دنیا کی طاقتیں آپ کے مقابلہ سے عاجز آگئیں۔ اور اس اللہ الغالب لا فتی
 اَلَا تَعْلَمُ اَنَّ سَيِّدَتِ الْاَزْدِ وَالْفَقَارِ سے مدد ملتی تو اکیلے مقابلہ پر کھڑے ہو جاتے تو مخالفین کا تہنہ نہیں
 کرتی۔ جیسا کہ بیچ البلاغت مطلوبہ بیروت جلد ۱ صفحہ ۱۵۵ ایضاً مطبوعہ دار الفکر میں لکھا ہے۔
 قَالَ امير المؤمنين اِنِّي وَاللّٰهُ لَو لَقَيْتُهُمْ وَاحِدًا وَوَهْمًا طَلَعُوا الْاَرْضَ كَمَا كَانُوا
 بِالْبَيْتِ وَلَا اسْتَوْحَشْتُ رَسْمَ حَيْمَلَهُمْ: جناب امیر نے فرمایا۔ خدا کی قسم اگر میں ان کے مقابلہ میں
 کھڑا ہو جاؤں۔ اور زمین سے پریموں۔ تو مجھے کچھ پرواہ نہ ہو۔ اور نہ مجھے کچھ وحشت ہو۔
 پھر جب آپ تنہا سارے جہان کے مقابلہ کے لئے کافی تھے۔ اور اصحاب ثلاثہ نے آپ کے
 زیر رستی خلافت چھین لی ہوتی۔ تو وہ ان کو دنیا میں دھم نہ لینے دیتے۔ اور ایک پل میں تباہ کر دیتے۔
 اس سے صاف ثابت ہے کہ حضرت امیر المؤمنین علی خلافت بلا فصل اپنا حق نہیں سمجھتے تھے اور
 اور جس طرح خلافت کی ترتیب عمل میں آئی۔ اسی پر راضی تھے۔ اور خدا کو بھی وہی منظور تھی۔
 پانچویں دلیل۔ اگر ترتیب خلافت حق نہ تھی۔ اور اصحاب ثلاثہ نے خلافت زیر رستی چھین لی تھی
 اور اپنے وقت میں وہ جو روح تھا اور بے انصافی کرتے رہے تھے۔ تو حضرت علی کا پہلے تولد سے جہاد کرنا
 فرض تھا۔ اگر اس کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ تو ان کے مشیر کار نہ بن سکتے۔ اور مال غنیمت میں حصہ نہ لیتے
 بلکہ ان کا فرض تھا کہ ملک چھوڑ کر ہجرت کر جاتے۔ جیسا کہ ایسے موقع پر ہجرت کر جانا بحکم الہی فرض ہے۔ جبکہ
 لڑائی کی نہ ہجرت فرمائی۔ بلکہ ہر ایک امر میں ان کے صلاح کار اور مشیر بنے رہے۔ اور غنائم سے حصہ
 لیتے رہے۔ تو اس سے اس امر کا یقین ہوتا ہے کہ آپ ہرگز ہرگز خلافت بلا فصل اپنا حق سمجھتے تھے
 ان پانچ دلائل سے ہر ایک با سمجھ انسان اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ حضرت علی خلیفہ بلا فصل نہ تھے
 پہلی خلافتیں صحیح اور درست تھیں۔ اور حضرت نے انکو درست تسلیم کیا۔ اور خدا کو بھی یہی منظور تھا۔
 اب دیکھنا یہ ہے کہ شیعہ کے پاس خلافت بلا فصل علی المرتضیٰ کے متعلق کیا دلائل ہیں؟ اور انکا جواب
 لے قرآن میں ہے۔ اِنَّ الْاٰمِنِيْنَ كُوفُوْهُمُ اَمَّا لَكُمْ فَتَخَاطَبُوْهُمُ بِقَوْلِهِمْ كَقَوْلِ الْاَوَّلٰمِ اَمَّا لَكُمْ فَتَخَاطَبُوْهُمُ بِقَوْلِهِمْ كَقَوْلِ الْاَوَّلٰمِ
 قَالُوا اَلَمْ تَكُنْ اَرَاَنَّ اللّٰهَ وَاٰيٰتُہٗ قَدْ جَآءُوْا فِیْہَا اَوَّلٰمًا مَّا لَہُمْ جِہَنَّمُ سَاوَتْ مَعٰہِلُہُمْ اَوَّلٰمًا
 ترجمہ: جن لوگوں کی فرشتوں نے اس حالت میں روح قبض کی کہ انہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہوا تھا۔ فرشتے
 چھپیں گے کہ تم کس حالت میں تھے کہیں گے کہ ہم زمین میں مارے ہوئے تھے۔ فرشتے کہیں گے کیا خدا کی زمین پر
 نہ تھی۔ تم اس میں ہجرت کر جاتے۔ ان لوگوں کا کہنا اور ترجمہ ہو گا۔ جو برا ٹھکانا ہے۔

دلائل شیعہ (ختم غدیر)

شیعہ دلائل کا زیادہ مدار بہریت ختم غدیر پر ہے۔ اور اس کو وہ حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت
 پانچویں دلیل بہریت۔ دلیل سمجھتے ہیں تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے حجۃ الوداع
 سے مراجعت فرمائی۔ اور آنجناب نے مقام ختم غدیر میں قیام فرمایا۔ جو کہ معطر اور مدینہ منورہ کے درمیان
 واقع ہے تو بعض انہی میں جو آنحضرت جناب امیر فرمے ملک میں پرہیزگار تھے۔ جناب امیر کی آنحضرت
 کے پاس پہنچے۔ اور انکی بات کہیں حضور علیہ السلام نے اس خیال سے کہ اگر اراحت لوگ اپنے انہی سے
 اس طرح کی بدگمانیاں کریں گے۔ تو انتظام میں خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہے۔ اسلئے حضور نے یہ طوط
 سمجھو کہ عام لوگوں کو جمع کر کے خطبہ فرمایا۔ جس سے اہل غرض جناب امیر رضی اللہ عنہ کی برت اور شاکیوں
 کی تنبیہ تھی۔ اور اس خطبہ میں یہ الفاظ فرمائے۔ یَا اَعْلٰی اَمْرِ الْمُسْلِمِیْنَ اَلَسْتُ اَوَّلٰی بِكُمْ مِنْ الْفَسَادِ
 اَلَا اَبَا اَبَا اَلَمْ تَرَ کُنْتُ مَوْلَاہُ عَلٰی مَوْلَاہُ اللّٰہِ وَالْمَنْ مَوْلَاہُ اللّٰہِ وَوَعَدَہُ مَنْ حَاذَاہُ۔
 ترجمہ: اے جماعت مسلماناں۔ کیا میں تمہارے نزدیک تمہاری جانوں سے بہتر نہیں ہوں
 ماضی میں کہا۔ ہاں حضور۔ پھر فرمایا۔ جو شخص مجھ کو دوست رکھے۔ علی کو دوست رکھتا ہے۔ بار خدایا
 جو شخص علی کو دوست رکھے۔ تو بھی اس کو دوست رکھیو۔ اور جو علی کو دشمن رکھے۔ تو اس کو دشمن رکھ
 شیعہ کہتے ہیں کہ یہ خلافت بلا فصل حضرت علی کا اعلان تھا۔ جو رسول پاک نے خدا کے حکم سے
 کیا۔ چنانچہ بار بار امیر نے آنحضرت کو خدا کا پیغام سنایا۔ کہ علی کی ولایت کا اعلان کیا جائے۔ لیکن
 آپ ٹرتے تھے کہ لوگ کہیں گے۔ اپنے داماد کے لئے ایسا کرتا ہے۔ آخر جبریل نے یہ رست سنائی۔
 یَا اَیُّہَا الرَّسُوْلُ اِنَّا نَزَّلْنَا اٰیٰتِہٖ مِنْ ذِکْرِہٖ وَانْ لَّکُمْ نَفْعٌ لِّمَآ کُنْتُمْ سَاۡلَہٗ
 وَاللّٰہُ یَعْلَمُ سِرَّکُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُہْدِی الْکَافِرِیْنَ ط
 ترجمہ: اے رسول جو حکم میرے رب نے تجھے دیا ہے۔ اس کی تابانی کر دیجئے۔ اگر آپ نے
 ایسا نہ کیا۔ تو حق رسالت کا ادا نہ کیا۔ اور خدا لوگوں کے شر سے تجھے بچاؤ والا ہے۔ خدا کا فرشتہ کی پیروی
 نہیں کرتا۔
 سوایت اور حدیث میں کوئی نفاذ ایسا نہیں ہے جو ولایت علی یا خلافت بلا فصل پر صریح یا
 یا نہایت سے ولایت کرے۔ حدیث صرف اسی قدر مفہوم ہے کہ حضرت علی کی شکایات سے بے فیاد ہیں

امان کے ماتحتوں کی شکایت کرتے وقت یہ خیال کرنا چاہیے کہ وہ رسول کے دوست کی شکایت کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کو ان سے محبت و پیار کرنا چاہیے۔ اور حضرت علیؑ کی عداوت باعثِ رضاءِ مندی ہے۔ حق تعالیٰ نے یہ آیت کا معنی ہے کہ نبی علیہ السلام کو جو احکام حق تعالیٰ نے بابتِ توحید، نماز و روزہ، حج و زکوٰۃ بھیجے ہیں۔ ان کی کوئی تبلیغ کرنی چاہیے۔ ایسا نہ کریں گے۔ تو حق رسالت ادا نہیں ہوگا۔ اور لوگوں کی شر و ایذا کا کچھ نہ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا حافظ و ناصر ہے۔ شیعوں کا مکتبی سے آیت و حدیث میں ولایت و خلافت کو کھینچنا چاہتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا کہ اس کا رسول علیؑ کی خلافت کا اعلان کر دے۔ تو ایسے گول مول الفاظ اور بیستمان کی کیا ضرورت تھی؟ صاف طور پر حکم ہوتا۔ یا لَیْسَ الْوَسْطُ بِلَاکُمْ بَلْ اَکْثَرُ عَلٰی رَأْسِ رَسُوْلٍ عَلٰی کِی وَلَايَتِ کِی تَبْلِیْغِ اَعْلَانِ اکر دیجئے۔ پھر حضرت جیسا افصح الفصحاء ایسا کر رکھ دینا گول مول کلام کیوں بولتا۔ بلکہ صاف طور پر فرمادیتے۔ یا مَحْسَرُ الْمُسْلِمِیْنَ اَنَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَنَا خَلِیْفَتِیْ بَعْدَ وَفَا تِی۔

جب خدا نے واللّٰهُ یَجْعَلُ لِّمَنْ یَّشَاءُ فَرَاکَ وَوَعْدَ حِفَاظَتِیْ فَرَمَا تھا۔ تو پھر کس انسان کا خوف ہو سکتا تھا۔ بے کھٹکے صاف الفاظ میں علیؑ کی خلافت بلا فصل کا اعلان کر دیتے۔ لیکن شیعہ ایمان سے کہیں۔ کہ اس حدیث اور اس آیت میں کون لفظ ایسا ہے جس سے علیؑ کی خلافت ولایت کا استدلال کیا جاسکتا ہے۔

لفظ مولیٰ

شیعہ کہتے ہیں کہ لفظ مولیٰ سے مراد اولیٰ بالتصرف ہے۔ اور اسی لفظ سے ولایت علیؑ کا استدلال کیا جاسکتا ہے۔ لیکن جہاں تک کتبِ لغت کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ وہیں اسکا ثبوت نہیں ملتا۔ اماموں جو لغت عربی کی مستند کتاب ہے۔ اس میں لکھا ہے۔ الْمَوْلٰی الْمَالُ وَالْعَبْدُ وَالْحَصَانُ وَالْقَرِیْبُ وَالْبَنُ الْحَمْرُ وَنَحْوُهُ وَالْحَبَارُ وَالْحَسَنُ وَالْزُّبُنُ وَالْحَمْرُ وَالشَّرْکُ وَالْکَرْبُ وَالشَّابِیْرُ وَالْمُحِبُّ وَالشَّابِیْعُ وَالْحَبَشُ (قاموس جلد ۲ ص ۱۱۱)

ترجمہ: مولیٰ کا معنی مال اور غلام اور صاحب اور قریبی رشتہ دار جیسا چچا زاد بھائی وغیرہ اور پسر موی اور حلیف اور بیٹا اور چچا اور سانبھی اور آقا اور مددگار اور داماد ہے۔ اب بتائیے اولیٰ بالتصرف کو کسی کتاب میں لکھا ہے۔ اور ایسے مشترک لفظ سے جس کے

اس قدر مختلف معانی ہوں۔ جتنی کہ غلام تاج حکم اور پسر بھی اس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ استدلال میں۔ حالانکہ ان کو ان سے محبت و پیار کرنا چاہیے۔ اور حضرت علیؑ کی عداوت باعثِ رضاءِ مندی ہے۔ حق تعالیٰ نے یہ آیت کا معنی ہے کہ نبی علیہ السلام کو جو احکام حق تعالیٰ نے بابتِ توحید، نماز و روزہ، حج و زکوٰۃ بھیجے ہیں۔ ان کی کوئی تبلیغ کرنی چاہیے۔ ایسا نہ کریں گے۔ تو حق رسالت ادا نہیں ہوگا۔ اور لوگوں کی شر و ایذا کا کچھ نہ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا حافظ و ناصر ہے۔ شیعوں کا مکتبی سے آیت و حدیث میں ولایت و خلافت کو کھینچنا چاہتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا کہ اس کا رسول علیؑ کی خلافت کا اعلان کر دے۔ تو ایسے گول مول الفاظ اور بیستمان کی کیا ضرورت تھی؟ صاف طور پر حکم ہوتا۔ یا لَیْسَ الْوَسْطُ بِلَاکُمْ بَلْ اَکْثَرُ عَلٰی رَأْسِ رَسُوْلٍ عَلٰی کِی وَلَايَتِ کِی تَبْلِیْغِ اَعْلَانِ اکر دیجئے۔ پھر حضرت جیسا افصح الفصحاء ایسا کر رکھ دینا گول مول کلام کیوں بولتا۔ بلکہ صاف طور پر فرمادیتے۔ یا مَحْسَرُ الْمُسْلِمِیْنَ اَنَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَنَا خَلِیْفَتِیْ بَعْدَ وَفَا تِی۔

حدیث خیم غدیر کا بغیر خلافت ہونیکا ثبوت شیعہ

شیعہ حضرات مسئلہ خلافت بلا فصل ثابت کرنے کے متعلق عجیب حکم کھاتے ہیں۔ اور ہر جہت پر پور کرتے ہیں۔ پران کی دہلیکاتی ہوئی کشتی ساحلِ مقصود پر پہنچ نہیں سکتی۔ لہٰذا نے قصہ زلف دراز جاناں کو کیا بیان تو کیا کیا بیان میں الجھا اور ترویج کہتے ہیں۔ کہ حدیث خیم غدیر خلافت بلا فصل علیؑ پر نص جلی ہے۔ اور قصہ قرطاس کو اصل ثابت کرنے کی بے سود کوشش کرتے ہیں۔ لیکن کسی طرح بھی اپنے مقصود میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہم اس امر کو ثابت کرنے کیلئے کہ حدیث خیم غدیر سے خلافت بلا فصل جناب امیر کی ثابت نہیں ہوتی۔ کتب شیعہ سے ہی حسب ذیل استدلال کرتے ہیں۔

اول: جلا والیون اردو مطبعہ مطبع معفری لکھنؤ میں کے چنڈ میں ذکر ولایت و ذات رسول اسلام میں لکھا ہے۔ ”پس حضرت نے چشم بھول کر فرمایا اے عباسؓ اے خیم رسول خدا میری وصیت میرے اہلیت اور میری عورتوں کے حق میں قبول کرو۔ اور میری میراث لو۔ اور میرا زمین اور میرے سے وادوں کو فعل میں لاؤ۔ اور مجھ کو میری کرو۔ عباسؓ نے کہا یا رسول اللہ میرے یہ صریح الفاظ ہیں۔ اور آپ پر اسے تند اور بار بار سے زیادہ بخشش و سخاوت فرماتے رہے ہیں۔ اور میرا مال آپ کے وعدوں اور بخششوں کو وفا نہیں کر سکتا۔ اس سے مجھ کو ممانعت رکھیے۔“

پس حضرت نے فرمایا۔ میں میراث اسکو دے گا۔ جو قبول کرے۔ اور اس طرح قبول کرے۔ جو حق قبول کرنے کا ہے۔ اور جیسا کہ اے عباسؓ تو نے جواب دیا۔ وہ جواب نہ دیکھا پس جناب امیر سے خطاب فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا۔ اے علیؓ میری میراث لو۔ کہ تم سے مخصوص ہے۔ اور کسی کو تم سے اس میں نفع نہیں ہے۔ میری وصیت کو قبول کرو۔ اور میرے وعدوں پر عمل کرو۔ اور میرے قرض ادا کرو۔ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ خلیفہ علیؑ کے متعلق پہلے خیم غدیر وغیرہ میں فیصلہ ہوا نہیں تھا۔ ورنہ حضرت عباسؓ کو یہ کیوں کہا جاتا۔ کہ میری وصیت کو قبول کرو۔ بلکہ پہلے ہی سے حضرت

علیؑ کو کہا جاتا کہ اسے علیؑ تم کو ہم نے یہ مقام خرم غدیر خلیفہ اور اپنا وصی بنا دیا ہے تم ایسا کرنا اور ویسا کرنا
 دوہم: جلاء العیون ص ۶۲ میں لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام نے آخری وقت میں جو خطبہ فرمایا اس میں
 یہ بھی فرمایا کہ جو شخص والی امر مسلمان ہو۔ لازم ہے کہ انصاف نیکو کاری رعایت اور بدکاری سے پرہیز کرے
 اور یہ آخری مجلس تھی کہ حضرت منیر پشرواہ نے گئے یہاں تک حق تعالیٰ سے ملاقات فرمائی
 حضور علیہ السلام کے اس آخری خطبہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اس وقت تک
 کسی شخص کو حضور علیہ السلام نے خلیفہ نہیں بنادیا تھا۔ اگر خرم غدیر میں آپؐ ایضاً بن چکے ہوتے تو حضورؐ
 یہ نہ فرماتے کہ جو شخص والی امر مسلمان ہو الخ۔
 بلکہ حضرت علیؑ کو صریح خطاب فرما کر کہتے کہ اسے علیؑ تم میرے بن والی امر مسلمان ہو۔ تم ایسا کرنا
 اور ویسا کرنا۔

سوم: جلاء العیون ص ۶۲ میں ہے شیخ مفید نے روایت کی ہے کہ حضرت نے لوگوں کو خدمت
 کیا اور سب چلے گئے۔ عباسؓ اور ان کے بیٹے فضل اور علی بن ابیطالب اور ابیہیت مخصوص
 نزدیک حضرت رسالت لگائے۔ عباسؓ نے کہا یا رسول اللہ اگر خلافت ہم بنی ہاشم میں قرار پائیگا
 پس ہم کو بشارت دیجئے کہ بادشاہ ہوں اور اگر آپ جانتے ہیں کہ ہم پر ستم کریں گے۔ اور ہم سے
 خلافت کو غضب کریں گے پس اپنے اصحاب سے ہماری سفارش کیجئے حضرت نے فرمایا تم کو بعد
 میرے ضعیف کریں گے۔ اور تم پر غالب ہوں گے۔
 اگر امیر علیہ السلام کی خلافت کا فیصلہ چلے ہو گیا ہوتا۔ تو اس موقع پر حضرت عباسؓ بجائے اس کے
 کہ امر خلافت ہم بنی ہاشم میں قرار پائیگا۔ یوں کہتے کہ اگر خلافت علیؑ میں کس کا آپ نے فیصلہ کر دیا ہے
 قائم بحال رہے گی۔ تو ہم کو بشارت دیجئے۔

چہارم: کتاب حیات القلوب جلد ۲ ص ۲۲۱ میں ہے

روایت کردہ اندک عامر بن طفیل و ازید بن قیس بقصد قتل آنحضرت آمدند چوں داخل مسجد شدند عسکر
 بہ نزدیک آنحضرت آمد و گفت یا محمد اگر من مسلمان شوم۔ برائے من چہ خواہد بود حضرت فرمود برائے تو
 نخواہد بود۔ آنچہ برائے من مسلمانانست و تو خواہد بود۔ آنچہ بر من مسلمانانست گفت بخودم بعد از خود
 خلیفہ گردانی حضرت فرمود۔ اختیار این امر بدست خداست و بدست من و تو نیست۔

تو چونکہ وہاں سے کہ عامر بن طفیل و ازید بن قیس بارادہ قتل آنحضرت آئے جب مسجد میں داخل
 ہوئے۔ تو عامر نے کہا اگر من مسلمان ہو جاؤں۔ تو مجھے کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا۔ تجھے وہ کچھ ملے گا جو

تمام سامان کو ملیگا۔ اور جو مسلمانوں کو زحمت پہنچےگا۔ تمہیں بھی پہنچےگا۔ چہر س نے کہا کہ میں چاہتا ہوں۔
 کہ آپ اپنے بعد مجھے خلیفہ بنادیں۔ آپ نے فرمایا۔ اس کا اختیار خدا کو ہے۔ مجھے اور تجھے اس بات میں دخل نہیں
 سوا کہ فیصلہ خلافت تھی علیؑ جو کیا ہوتا۔ تو آپ کا جواب یہ ہوتا کہ خلافت فیصلہ ہم حق علیؑ کے پاس ہے۔
 اب اس کا مطالبہ نہ سوچو۔ آپ کا یہ فرمان کہ خلافت کا فیصلہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس امر کا بھی
 ثبوت ہے کہ آنحضرتؐ اپنی زندگی میں اس کے محتاج کوئی فیصلہ نہیں فرماتے۔

پنجم: حیات القلوب جلد ۱ ص ۱۱۱ میں یہ تفسیر آئیہ واذ اسر الی بنی ہاشم و اسر الی بنی ہاشم
 میں لکھا ہے علی بن ابیہاشم و عیاشی روایت کیا کہ اندک چوں حضرت نے خطبہ فرمایا کہ ہر شخص کو مطلع شد و حضرت را در آن باب
 کتاب خود حضرت فرمود کہ دست از من بردار کہ برائے خاطر تو ماریہ را خود تمام کرد امیدم و راز سے تو میگویم
 کہ اگر آں راز بدیگا کہ خبری۔ بہ تو خود بدیگا خبری خدا و قہر مانگا و من کیجے مردمان سے نہ اندک چہیں باشد
 بلکہ آں راز کدام است حضرت فرمود کہ راز آنست کہ ابو بکر بعد از من پچھلے خلیفہ خواہد شد۔ و بعد از وہ پرتو
 خلیفہ خواہد شد حضرت نے کہا کہ خبر دادہ است باین امر حضرت فرمود خدا امر خبر دادہ است پس حضرت نے
 ہاں رفتہ اس خبر را بعد از من سنا و عیاشی خبر دے خود ابو بکر را بآں راز مطلع گردانید۔ پس ابو بکر بہ نزد حضرت
 آمد و گفت۔ ہائشہ از حضرت خبر نقل کرو۔ من اعتماد سے بر قول او ندا رہم تو از حضرت سوال نما کہ آں خبر راست
 است یا نہ پس عمر بہ نزدیک حضرت آمد و گفت اس پر خیاست کہ ہائشہ از تو نقل میکند حضرت نے فرمایا کہ
 حال منکر شد۔ و گفت من باو سخن نگفتم۔ گفت اگر خبر راست است از ما مخفی مدار تا آنکہ بیشتر در کار خود تدبیر
 کنیم چوں حضرت نے اس شہید گفت علیؑ حضرت چہین گفت۔

تو چونکہ وہاں سے کہ عامر بن طفیل و ازید بن قیس بقصد قتل آنحضرت آمدند چوں داخل مسجد شدند عسکر
 بہ نزدیک آنحضرت آمد و گفت یا محمد اگر من مسلمان شوم۔ برائے من چہ خواہد بود حضرت فرمود برائے تو
 نخواہد بود۔ آنچہ برائے من مسلمانانست و تو خواہد بود۔ آنچہ بر من مسلمانانست گفت بخودم بعد از خود
 خلیفہ گردانی حضرت فرمود۔ اختیار این امر بدست خداست و بدست من و تو نیست۔
 تو چونکہ وہاں سے کہ عامر بن طفیل و ازید بن قیس بارادہ قتل آنحضرت آئے جب مسجد میں داخل
 ہوئے۔ تو عامر نے کہا اگر من مسلمان ہو جاؤں۔ تو مجھے کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا۔ تجھے وہ کچھ ملے گا جو
 تمام سامان کو ملیگا۔ اور جو مسلمانوں کو زحمت پہنچےگا۔ تمہیں بھی پہنچےگا۔ چہر س نے کہا کہ میں چاہتا ہوں۔
 کہ آپ اپنے بعد مجھے خلیفہ بنادیں۔ آپ نے فرمایا۔ اس کا اختیار خدا کو ہے۔ مجھے اور تجھے اس بات میں دخل نہیں
 سوا کہ فیصلہ خلافت تھی علیؑ جو کیا ہوتا۔ تو آپ کا جواب یہ ہوتا کہ خلافت فیصلہ ہم حق علیؑ کے پاس ہے۔
 اب اس کا مطالبہ نہ سوچو۔ آپ کا یہ فرمان کہ خلافت کا فیصلہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس امر کا بھی
 ثبوت ہے کہ آنحضرتؐ اپنی زندگی میں اس کے محتاج کوئی فیصلہ نہیں فرماتے۔

ایسا ہی دیگر شیعہ سنی نے بھی آیتہ اِنَّا اَنْشَأَ النَّبِیَّ الْخَلْفَیَّ کے متعلق اسی طرح روایت کی ہے چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں یہ روایت زیادہ وضاحت سے بیان کی گئی ہے۔

اب اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ حق تعالیٰ نے خلافت کے متعلق آنحضرت کو اطلاع بخشدی تھی۔ آپ کے بعد خلیفہ ابوبکرؓ پھر عمرؓ پھر عثمانؓ پھر علیؓ علیہ السلام کے بعد حضرت علیؓ کے خلیفہ بنے۔ دیکھو شیعہ کی کتب اس امر کی شہادت دے رہی ہیں کہ حضرت علیؓ کی خلافت مخصوص نہیں بلکہ یہ جو آیتہ اِنَّا اَنْشَأَ النَّبِیَّ الْخَلْفَیَّ ابوبکرؓ کی مخصوص ہو چکی تھی۔ جبکہ اطلاع خدا نے رسولؐ کو دی اور آپ نے اپنی ازواج کو اس سے مطلع کر دیا۔ یہ سچ ہے۔ الْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهَا الْاُكْهُدَاءُ ششم شیعہ کہتے ہیں کہ تمام ختم قدیرین رسولؐ پاک نے ۱۲ لاکھ اصحابؓ کے روبرو جناب امیرؓ کی خلافت کا اعلان کر دیا تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو ناممکن تھا کہ اصحابؓ رسولؐ جو حضورؐ علیہ السلام کے قول و فعل پر اپنی جانیں قربان کئے ہوئے تھے۔ حضورؐ علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کو جن کی خلافت کا فیصلہ رسولؐ پاک فرما گئے تھے۔ سب کے سب ساتھ چھوڑ جاتے اور فیصلہ رسولؐ کے خلاف ابوبکرؓ کی خلافت پر جماع کر لیتے۔ جہاں العیون ملے۔ میں ہے جب رات ہوئی جناب امیرؓ حسینؓ کو اپنے ہمراہ لے کر ایک ایک گھر بہا برن انصار کے گھر۔ مگر بغیر عیار آدمیوں کے اور بروایت تین آدمیوں کے اور کسی آدمی نے بیعت قبول نہ کی (انتہی مخفیاً)

شیعہ تسلیم کرتے ہیں کہ سوائے چار شاخیں مقدسہ ابوبکرؓ سلمانؓ عمارؓ کے باقی جمیع اصحابؓ حضرت ابوبکرؓ کے لاکھ پر بیعت کر لی۔ اور جناب امیرؓ حسینؓ کو ہمراہ لے کر بہا برن انصار کے در بدر پھرنے لگا۔ کچھ راجح کرتے ہیں کہ میرا ساتھ دو۔ کسی نے ساتھ نہ دیا۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ میں کچھ ایسا نقص تھا کہ کوئی مسلمان بھی ان کا خلیفہ بننا پسند نہ کرتا تھا یا حضرت ابوبکرؓ میں کچھ ایسا نقص تھا جس کے گرویدہ ہو کر اصحابؓ رسولؐ نے قاطبہ ان کی بیعت اختیار نہ کر لی۔ اہلسنت والجماعت کے ہاں ایک حدیث ہے، لَا تَجْعَلُوا مَعْرَاضَیَ عَلِیٍّ عَلَی السَّلَاطَةِ وَحُضُورِکَ فَرَاہِیْمِی اَمّت گمراہی پر جمع نہ ہوگی ایسا ہی کتب شیعہ سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ جیسا کہ حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۳۱ میں ہے سیز و ہم آنست کہ خدا ایشان را از گرسنگی نجات دیشاں را کہ اہی جمع نمیکند۔ وقت چلے خواہ اس امت نبیؐ آخر زمان سے تیرھویں بات یہ ہے کہ یہ امت بھوک سے ہلاک نہ ہوگی۔ ابوبکرؓ پر انکا اجماع نہ ہوگا پھر کیسے مانا جاسکتا ہے کہ امت موجودہ گمراہی پر جمع ہو کر خلافت ابوبکرؓ پر متفق ہو گئی۔ اور اپنے رسولؐ پاک کے فیصلہ کی پرواہ نہ کی گئی۔ اس بات کو عقل و فہم دونوں تسلیم نہیں کرتے۔ لہذا ائمہ اربعہؓ کی باتیں

یہ تمام ختم قدیر آنحضرتؐ کی متابعت کا فیصلہ کر دیا تھا۔ ہفتم ختم قدیر کا مسئلہ بافضل خلافت اسوۃ حسنہؐ بھی سچ نہیں ہے۔ کہ جناب امیرؓ نے دعویٰ خلافت کے وقت اس حدیث سے استدلال نہیں کیا۔ اگر حدیث خلافت بلا فصل پر سچ تھی۔ تو آپ کو عین وقت پر اس سے استدلال کر کے فریق مقابل کو نرم کرنا چاہئے تھا۔ لیکن کسی کتاب شیعہ سے یہ ثابت نہیں ہے۔ کہ جناب امیرؓ نے حدیث ختم قدیرؓ کو استدلال میں پیش کیا تھا۔

ہشتم: حدیث ختم قدیرؓ پر شیعہ کو بھی اطمینان نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث قرطاس سے تسک کر کے اپنا مدعا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ اگر پہلے ہی سے مسئلہ خلافت کا فیصلہ ہو چکا تھا تو پھر وقت وفات اس تکلیف کی حالت میں حضورؐ علیہ السلام کو خلافت کے فیصلہ لکھنے کیلئے قلم و دیاں منگو نہ کی کیا ضرورت تھی اور اگر کہا جائے کہ آنحضرتؐ کو اطمینان نہ تھا کہ آپ کا فیصلہ مان لیا جائیگا۔ تو پھر یہ کھلے فیصلہ پر جو لاکھوں کے مابین میں بحالت صحت ایک کھلے میدان میں کیا گیا تھا۔ اطمینان نہ تھا تو بحالت مرض ایک تنگ جگہ میں چند افراد کے روبرو اعلان خلافت بلا فصل علی المرتضیٰؓ پر کس طرح اطمینان ہو سکتا تھا۔ (مسئلہ قرطاس کی بحث آئیگی)

شیعہ کی دوسری دلیل

حضرت علیؓ کی خلافت: ہلال کے متعلق دوسری دلیل شیعہ کی یہ آیت ہے۔

اِنَّمَا وَلِیْکُمْ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یَقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُوْنُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَکَانَ حُرّاً کَوْنُہٗ (ترجمہ: تمہارے مددگار خدا اور رسولؐ خدا ہیں اور مومن لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ امداد رکوع و سجود کرنے کا وہی ہیں۔)

اس آیت سے شیعہ ولایت علیؓ کا استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ آیت میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے ولایت امیرؓ علیہ السلام ثابت ہو۔ اگر لفظ ولی سے استدلال ہے۔ تو یہاں خدا اور رسولؐ اور تمام مومنوں پر اس کا اطلاق کیا گیا ہے جو نماز۔ زکوٰۃ کے باند ہیں۔ تمام صیغے جمع کے ہیں۔ پھر ان سے ایک فرد حضرت علیؓ کو ولایت انصاف کا نہیں کرنا ہے۔

شیعہ نے اس موقع پر ایک عجیب روایت وضع کی ہے۔ جیسا کہ اصول کافی کتاب الحج میں ہے

لَا وَفَّیْرُ دَاکِیْ سَوْنٌ یَا تَوَیْقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ۔ حال باقی ہوا ہے۔ یہاں کبرخ یعنی شروع ہے۔ ۱۱

حفاظت کی۔ تو پھر حضرت علی المرتضیٰ جنکی نسبت مشہور ہے کہ نماز پڑھنے کی وقت آپ ایسے استغراق میں ہوتے کہ دنیا و مافیہا سے کچھ خبر نہ رہتی۔ پھر ایسی حالت استغراق میں ایک گداگر کی کتب تک کی آواز آپ کے کانوں تک کہ طرح پہنچ سکتی۔ اور یہی تسلیم کیا جائے کہ آپ کی نماز خشوع و خضوع سے غافل تھی۔ یعنی استغراق تمام نہیں تھا۔ آپ نے ساری کی آواز سن لی۔ تو پھر نماز کی حالت میں کثیر پاورا تار پہننا۔ اور پھر سائل کو اشارہ کرنا۔ کہ یہ لیجا۔ کیا معنی رکھتا ہے جب ایک شخص نماز ادا کر رہے تھے۔ تو اس کی تکمیل کے بغیر دوسرے فرض ادا نہ کرنا کی طرہ متوجہ ہوا کیا ضروری تھا؟ اگر آپ نے سائل کو خط دینا تھا۔ تو نماز سے فاسخ ہو کر بھی دے سکتے تھے۔

سو ہم آیتیں دیکھتے ہیں الزکوٰۃ وَهُوَ رَاحٍ لِّهٖ لِحَابَتٌ ۖ (یعنی وہ زکوٰۃ دیتے اور نماز پڑھتے ہیں) اور روایت موضوع میں سائل کو چار قیمتیں ایک ہزار دینار دینے کا ذکر ہے کیا ادا نہ کرے زکوٰۃ کا یہی طریق ہے اس سے پہلے یہ ثابت کر دینا چاہیے کہ جناب امیر صاحب زکوٰۃ تھے اور اس قدر مال رکھتے تھے کہ اسکی زکوٰۃ ایک ہزار دینار دینی آپ کے ذمے واجب تھی۔ اگر شیعہ صاحبان ایڑی چوٹی کا بھی ذرا لگا لیں۔ تو وہ یہ ثابت نہیں کر سکتے۔ تو جب آپ صاحب زکوٰۃ نہ تھے۔ اور نہ اس قدر زکوٰۃ آپ کے ذمے واجب تھی۔ تو پھر زکوٰۃ زکوٰۃ زکوٰۃ دیتے ہیں زکوٰۃ کا مفہوم صحیح نہیں ہو سکتا۔ غرض یہ روایت بالکل عقل و قیاس کے خلاف اور بار لوگوں کی بنائی ہوئی ہے۔ ایسی وضعی روایات سے تمسک کر کے شیخ حضرت خلافت بلا فصل علی المرتضیٰ کے بارشہوت سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔

شیعہ کی تیسری دلیل

صحیح بخاری و مسلم میں بارہین عازب سے روایت ہے کہ جب رسول خدا نے غزوہ تبوک کا قصد فرمایا۔ تو جناب امیر کو بل بچوں کی حفاظت کے لئے مدینہ طیبہ میں مقرر فرمایا۔ کفار نابکار نے جناب امیر کو طعن دیا کہ رسول خدا آپ کو اپنے ساتھ کیوں نہیں لے جاتے۔ جناب امیر کو یہ بات ناگوار گذری آپ نے رسول خدا سے یہ اجرا بیان کیا اور عرض کی یا رسول اللہ انا متخلف فی النساء والصبیان۔ (کیا مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ دینا چاہیے)۔ تو حضور نے آپ کی دلجوئی کے لئے فرمایا۔ امّا متخلفی انت تکون معی۔ (میں نے تم کو ہمارے ساتھ ہی لے لیا)۔ اور ان کا لہو بھلائی کرنا چھوڑ دینا چاہیے کہ تو مجھے بغیر لہ ماروں گے۔ تو موسیٰ سے لے لیا میرے بعد نبوت نہیں ہے)۔

شیعہ اس سے استدلال کرتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول پاک حضرت علی کو اپنے بعد خلیفہ سمجھتے تھے۔ سو حدیث میں ایسا لفظ نہیں ہے جس سے آپ کی خلافت بلا فصل کا استدلال ہو۔ کیونکہ۔

(۱) مارون کو موسیٰ نے عارضی طور پر اپنی عدم ہاضمی کے وقت کیا تھا جو ب کوہ طور سے واپس چلے گئے تو حضرت مارون خلیفہ نہ رہے۔ گو وہ نبی متقل تھے۔ ایسا ہی یہاں بھی سمجھنا چاہیے۔

(۲) اس قسم کی خدمت بہ حسب قرابت اپنے پسرا و داماد کے ہی سپرد کی جاسکتی ہے۔ کہ مسووات اور بال بچوں کی نگرانی رکھے۔ ایسی خدمت کو خلافت سے کیا تعلق۔

(۳) یہ مسلم ہے کہ حضرت مارون حضرت موسیٰ کی زندگی میں فوت ہو گئے تھے۔ پھر خلیفہ کیسے۔

بہ حسب مشتبہ یہی خلیفہ نہ ہوئے۔ تو مشتبہ کی خلافت کیسی؟

(۴) حضرت مارون سے تشبیہ صرف قرابت داری کی وجہ سے دی گئی۔ ورنہ وہ نبی تھے۔ غرض موسیٰ سے بڑے تھے۔ حقیقی بھائی تھے۔ جناب امیر میں ان اوصاف سے ایک بھی نہ تھی۔ پھر اس حدیث سے استدلال خلافت بلا فصل چہ معنی دار ہے؟

(۵) اس تشبیہ سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ زندگی میں جیسے مارون بوجہ قرابت داری موسیٰ کی نیابت کرتے تھے۔ ویسے جناب امیر بھی خدات خانگی پر حضور کی عدم موجودگی میں مامور رہے۔ بعد وفات موسیٰ حضرت مارون نہیں۔ بلکہ رشح بن نون اور غالب بن یوقنا خلیفہ ہوئے۔ اس طرح بعد وفات نبی ابو بکر اور عمر خلیفہ ہوئے۔ گویا یہ حدیث شیعہ کی تردید کر رہی ہے۔ نہ کان کے مدعا کی اس سے تائید ہوتی ہے۔

شیعہ کی چوتھی دلیل

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي مُدْرِكُ فِتْنَتِ الْفُلَانِ كِتَابِ اللَّهِ وَعِزَّتِي أَنْ تَمُوتُوا بِمَالِ الْفُلَانِ (ترجمہ) حضور نے فرمایا۔ میں چھوڑے جاتا ہوں تم میں دو وزنی چیزیں۔ کتاب اللہ اور اپنے اقرار کہ تم ان کی اتباع کرو گے میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔

اس حدیث سے بھی شیعہ جناب امیر کی خلافت بلا فصل کا استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ اس حدیث

اسی صفحہ پر آگے ایک دوسرا لکھی ہے جس کے آخری الفاظ یہ ہیں: وَأَبْنَا أَسْرَيْنَ فُلَانٍ وَفُلَانٍ وَ
فَارَأَيْتُمْ تَعْنَهُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَعَلَى أَوْلِيَاءِ رَسُولِهِ (میں تیرا یہوں فُلَان - فُلَان مرو اور فُلَان عورت
سے۔ اہست خدا ہو۔ ان پر اور ان کے دوست رکھنے والوں پر) حاشیہ پر لکھا ہے: کہ بجائے فُلَان
کے نام ان کے لئے بیٹیوں نے حق مرتضیٰ کا چھین لیا۔

سستی نصیاتی و توجہ کی ہیں !

جو سنی بھائی ایسے روافض سے دوستانہ تعلقات رکھتے ہیں۔ اور ان کو اپنا مسلمان بھائی
رکھتے ہیں۔ وہ خود کریں کہ جو لوگ تمہارے بزرگان دین اصحاب و ازواج رسول سے یہ
لب رکھتے ہوں کہ پیر ایک نماز کے بعد ان کے نام لے کر لعنت و تبرا کرنا ان کا یومیہ ورور ہو۔
ن بزرگان دین پر یہی لعنت نہیں کرتے۔ بلکہ ان لوگوں کو بھی اس میں شامل کرتے ہیں جو ان
ن رکھتے ہیں یعنی تمام اہلسنت والجماعت مسلمانوں کو۔ پھر حریف ہے کہ غیور سنی ایسے بطونیت
خاص کو اپنا دوست بنائے۔ جو عنترت رسول سے اس قدر دشمنی رکھتے ہوں۔ اور سنیوں سے انکو

سستی کا جتناڑہ

کتاب شیعہ میں لکھا ہے۔ اول تو سنی کا چنانہ نہ پڑھا جائے۔ اگر بغیر دست پڑھے تو بجائے
دعا کی میت پر بد دعا کرے۔ چنانچہ تحفۃ العوام میں ہے۔ اور اگر میت سنی خلاف مذہب ہو اور
بغیر دست نماز پڑھا پڑے۔ تو بعد پڑھتی تکبیر کے کہے۔ اَللّٰهُمَّ اَخْرِجْ عَبْدَكَ فِي عِبَادِكَ وَبِاَوَّلِكَ
اَللّٰهُمَّ اَصْلِهِ حَرِّ نَارِكَ اَللّٰهُمَّ اَذِقْهُ اَشَدَّ عَذَابِكَ (ترجمہ) اے خدا اس بندے
میت کو اپنے بندوں میں اور اپنے شہروں میں ذلیل و رسوا کر کے خدا اس کو نارِ جہنم سے جلا لے
خدا اس سخت ترین عذاب سے۔

۱۰
۱۱
۱۲
۱۳
۱۴
۱۵
۱۶
۱۷
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰

تہ بیوقوف کہنے کی ضرورت اس لئے لاحق ہوئی کہ براہِ مسلمہ کی کتاب نہ ملے یہودیوں کے لئے کہ وہ خود دیکھتے ہیں کہ محمدؐ انھیں یہ عبارت کہاں لکھی ہے۔ فافحص

۱۵۰ مطالب روزوں و ایتوں کا ایک ہے۔ کیونکہ سینوں کو روشنیہ نہیں دیا لوگ حجاز اور مدینہ میں

تقل بکبر۔ قرآن پاک کی عزت اہلسنت والجماعت کے دلوں میں ہے۔ وہ اس کی تلاوت میں شہ
رِقد مصروف ہیں۔ حفظ قرآن اہلسنت کے مردوں عورتوں بچوں بوڑھوں کا معمول ہے۔ یہ خلاف
اس کے شیعوں حضرات اس کو صحیح ہی نہیں سمجھتے۔ بلکہ اس کو حروف ناقص پر از غلط سمجھتے ہیں جس
قرآن کی انتظام میں ہیں اس کی زیارت خواہیں بھی نصیب نہیں۔ غرض شیعوں کے دلوں میں بولہ
عناوہ جامع القرآن حضرت عثمانؓ کی قرآن بالکل عزت نہیں ہے۔ اسی لئے شیعوں حفظ قرآن کی نعمت سے
بالکل محروم ہیں۔ یہ خلاف اس کے کہ اہلسنت میں ہزاروں حافظ قرآن موجود ہیں جو رات دن تلاوت
قرآن میں مصروف رہتے ہیں۔ اور سال بھر میں نماز تراویح میں سینوں کی ہر ایک مسجد میں قرآن ہوتا ہے لیکن
شیعوں تراویح کے سہ سے ہی شکر ہیں۔ اس لئے ختم قرآن کیوں کریں۔ وَفَإِذَا لَقِیَہُ اللَّهُ یَوْمَئِذٍ صَافًّیًا
تقل اصغر۔ حضرت رسولؐ کی عزت اہلسنت والجماعت کے دلوں میں ہے۔ ہم حضرت رسولؐ سے محبت
رکھنا اپنا دین و ایمان سمجھتے ہیں۔ اور کسی بزرگ پر زبان طعن دراز کرنا گناہ سمجھتے ہیں۔ لعنت تیرا بازو
کو مبارک ہو۔ ہم تو رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ کی امت ہیں۔ کسی کو برا کہنا ہمارا شیعوں نہیں ہے۔ اہلسنت
کا دل آئینہ کی طرح صاف و شفاف ہے۔ کہ رنگ کینہ و بغض اس کو مگر نہیں کر سکتا۔
کفر است در طریقت با کینہ داشتن آئین با ست سینہ چو آئینہ داشتن
ہاں روافض کی زبان طعن سے نہ اپنا چ سکتا ہے۔ نہ بیگانہ۔ حضرت رسولؐ سے جو سلوک کرتے ہیں۔
اس سے توبہ۔

توبین عیترت رسول ﷺ

عقرب رسول سے مروا تو آپ کے خویش و اقارب میں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کو معاویہ کا فتنہ
منافق کہتے ہیں۔ تحفۃ العوام جلد ۱ صفحہ ۱۱۱ ہے۔ کتاب تہذیب میں وارو ہے کہ جائے نماز
سے نہ اٹھو جب تک کہ تو امیہ پر لعنت نہ کرو۔ مروان سے چار مرو ہیں۔ کہ حق مرتضیٰ کا
چچین لیا۔ مجسّم کو شہید کیا۔ نسبت ہی کی انتہا سمجھ لیا۔ اور چار عہد میں ہیں۔ کہ آثار
پہنچایا۔ نسبت جناب رسول مقبول کی ۴

سُتُو! جاتے ہو۔ یہ لوگ تمہارے جنازوں میں شامل ہو کر میتوں سے کیا سلوک کرتے ہیں کیا تم اس بات کو گوارا کر سکتے ہو کہ ایک شخص تمہارے خیر یا زنگ کی میت کے جنازہ کی طرف ہوا اور اس کے لئے بدعاؤں کرے۔ کہ نہ دیا اسے چہنہ میں داخل کر۔ اور سخت سے سخت عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے نہ انہیں لا کشش پر خدا کیلئے نماز پڑھنے کو آئیں گے بدو عا کیلئے پھر عزت رسول میں سے آنحضرت کی تین لڑکیوں۔ ام کلثوم۔ رقیہ۔ زینب کو اولاد رسول سے ہی خارج کر دیتے ہیں۔ یہ کس قدر توہین و تمناک عزت رسول ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ فاطمہ الزہراء جین سے اگرچہ بظاہر محبت کا اظہار ہے لیکن انکی توہین ہنسک کا بھی کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ بوقت ضرورت حضرت علی کو کالی کلوتج دے لینا جائز کیا گیا ہے چنانچہ اصول کافی میں ہے: **إِنَّ عَلِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ عَلَى مَنِي كُوفَتَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَسْتَعِينٌ إِلَيَّ شَيْءٌ فَسَبُّونِي (ترجمہ)** حضرت علی نے کوفہ میں منبر پر کوفہ پایا۔ لوگو! تمہیں میری سب و تم کی طرف بلایا جائے گا پس تم مجھے کالی کلوتج دے لینا۔ وہ چہنہ ان تھقہ بانوں کو خدا ہانت کر بھوٹ میں بھی عبادت ہے۔

کیا بھوٹ کا شکوہ تو یہ جواب ۱۱ تھقہ ہم نے کیا تھا ہمیں ثواب ملا پھر حضرت علی کی شان میں کہ قدر افراتفریط سے کام لیں ان کی چوٹی و ہنسک صریح کرتے ہیں۔

حضرت علی کی بوجہ ملیح

طفولیت کا معجزہ شیعہ بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی ابھی شیر خوار تھے کہ گریں اردو مانو جن کا سر مثل پہاڑ کے تھا۔ چار سو گز لمبا تھا۔ دانت چار چار راشت طبع۔ منہ میں گز چوڑا اور گہرا۔ غار کی طرح تھا۔ اس نے ایک دن شہر کا رخ کیا۔ سب لوگ مارے ڈر کے جنگلوں میں بھاگ گئے اردو سیدھا حضرت علی کی طرف آیا۔ آپ نے ایسے بیٹے اس کو سر سے پاؤں تک چیر دیا۔ خون دریا جاری ہو گیا۔ اردو کے دو ٹکڑے بچے کے گہوارے کے دونوں طرف ایسے پڑے ہوئے تھے جیسے پہاڑ کے دو ٹکڑے۔ آٹھ سو آدمیوں نے شکل ان کو اٹھا کر شہر کے باہر پھینکا۔ اور جناب نے شیعہ کے مشہور منظر مرزا محمد علی امرتسری نے جس کو علامہ صائری لاہوری کا نفس ناطقہ کہا جاسکتا ہے۔ بمقام مسجد پٹنہ دارخان عدالت دیوان ستی رام صاحب نیز جج بہار میں اپنے حلفی بیان میں لکھا کہ جو شخص حضرت علی کو کالی کلوتج دے گا۔

ان کی تحسین و افرین کا غلغلہ بلند ہوا۔ و فضاں تلخ و قری مصائب
دوسرا معجزہ: زنجیر کی ڈرائی میں ہو کر کیطرت سے ایک جہان مرحوب نامی حضرت علی سے مقابل آیا اپنے جولواریاں۔ اس کو دھیر کرتی ہوئی زمین پر اور وہاں سے اتر کر زمین تک پہنچی۔ حامل زمین کو چیرنے کو تھی۔ کہ جبرائیل نے پر نیچے کچیا۔ کہ کٹ کر پیر جا پڑے۔

زین کو جلا کے پشت فرس پر کیا گذر دو کر کے زین خاک پر آئی وہ شعلہ در
سیماب کی طرح نہ کہیں دم لیا مگر پہنچی زمین سے گاؤں زمین پر یہ کز و فر
بیٹھی تو پاس سے ایک خدا کے جلیل کے اٹھی تو کاشتی ہوئی پر جبرائیل نے

نیز سید نعمت اللہ جزائری نے انوار مایہ میں یوں لکھا ہے۔

رَوَى الْبُزْجِيُّ فِي كِتَابِهِ لِقَاءَ وَصَفَتْ وَقَعَتْ خَيْبَرُ وَأَنَّ الْفَتْحَ فِيهَا كَانَ عَلَى يَدِ عَلِيٍّ ابْنِ حَبِيبٍ أَمْلَ
بَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ مُسْتَبْشِرًا بَعْدَ قَتْلِ مُحَمَّدٍ فَسَأَلَ النَّبِيَّ عَنْ اسْتِشَارَةِ فَقَالَ يَا
رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي عَلَيْكَ التَّارِقُ وَالسَّيْفُ لِيَضْرِبَ بِي بِأَمْرِ اللَّهِ سُبْحَانَكَ إِنْ سَأَلَ فَيُلْ وَكَأَيُّل
أَنْ يَفْضَحَ عِنْدَكَ هَذَا فِي الْهَرَاءِ حَتَّى أَوْضِرَّ بِكُلِّ قُوَّةٍ مَعَهُ هَذَا أَفْضَحَ نَضْفَيْنِ
وَكَذَا أَفْضَحَ مِنْ أَعْيُنِهِ كَذَا أَفْضَحَ وَوَصَلَ السَّيْفُ إِلَى طَبَقَاتِ الْأَرْضِ فَقَالَ يَا كَلْبَ سُبْحَانَكَ
يَا جَبْرِئِيلُ مَا جَاءَ إِلَى نَحْتِ الْأَرْضِ وَأَمْعَرَ سَيْفُكَ عَلَى عَنِ الرَّصُولِ إِلَى شَوَارِ الْأَرْضِ حَتَّى لَا تَقْلِبَ
الْأَرْضَ فَتَضَيِّتَ فَمَا مَسَكْتُمْ وَكَانَ عَلَى جَنَاحِي أَنْقُلُ مِنَ الْمَدَائِنِ قُوَّةً لَوْ طَرَدْتِ سَبْعَ مَدَائِنَ
وَقَطَعْتَ مِنَ الْأَرْضِ وَوَقَعَتْهَا فَوْقَ رُشَيْمٍ وَاحِدَةٍ مِنْ جَنَاحِي إِلَى قُرْبِ السَّمَاءِ وَلَقِيتُ مُنْظِرَ الْأَمْرِ
إِلَى وَقْتِ السَّحَرِ حَتَّى أَمَرَ فِي اللَّهِ بِقَلْبِهِمَا فَمَا وَبَدَتْ لَهَا أَفْضَحُ سَيْفُكَ عَلَى فَسَلَّمَ النَّبِيُّ
بِأَمْرِ عَلِيٍّ هَارُونَ سَاعِدِي رَفَعَهَا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهَا قَدْ كَانَ فِيهِمْ شَيْءٌ كَافِرٌ نَافِعٌ عَلَى قَفَاهُ
وَسَمِعْتُكَ إِلَى السَّمَاءِ وَفَافَتْهُ اللَّهُ سُبْحَانَكَ أَنْ يَعْدَ بِهِمْ فَلَمَّا أَنَّ كَانَ وَقْتُ السَّحَرِ أَعْلَبَ
ذَلِكَ الشَّيْءُ عَنْ قَفَاهُ فَأَمَرَنِي بَعْدَ بَهَارِ تَلَوِّهِ بِرِي فِي أَيْمَنِ كِتَابِي رِدَائِتِ كِي سَجَا
اس شیعہ کا واقع بیان کیا۔ اور یہ کہ وہ حضرت علی کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام مرحب کے قتل
ہو جانے کے بعد جناب رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اشارت دی۔ تو نبی کریم نے فرمایا کہ یہ کسی بات
سے ہیں جبرائیل عرض کیا کہ رسول خدا جب حضرت علی نے مرحب کے مارنے کیلئے تلوار اٹھائی تو اللہ تعالیٰ
نے حضرت اسرافیل اور حضرت میکائیل دونوں کو حکم دیا کہ وہ ہوا میں حضرت علی کا ماتھہ تقاضا لیں تاکہ پورے
زور سے تلوار مارنے پائیں اور ہوا جو داس کے انہوں نے مرحب کو دو ٹکڑے کر دیا۔ اور اسی طرح اس کی

آپنی زمرہ اور اس کے گھوڑے کو بھی دوغرم کر دیا۔ اور تمام طبقات زمین تک اتر گئی۔ تو مجھے اللہ تعالیٰ سبحانہ نے حکم دیا کہ: "جبرائیل زمین کے نیچے فوراً پہنچو۔ اور حضرت علیؑ کی تلوار روک لو تاکہ وہ گاؤں زمین کو نہ کاٹ ڈالے تاکہ زمین زیر و زبر نہ ہو جائے پس میں گیا۔ اور اس کو روک لیا۔ اور وہ تلوار میرے پیروں پر قوم لوط کے شہروں سے بھی زیادہ بھاری تھی۔ حالانکہ وہ سات شہر تھے۔ جن کو میں نے ساتویں شہر سے اکھیڑا اور اپنے بازو کے ایک سیر پر آسمان کے قریب تک اٹھالیا تھا۔ اور میں حکم کی انتظار میں سخت تک ٹھہر رہا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے انٹ دینے کا حکم فرمایا۔ لیکن میں نے ان کا کچھ حضرت علیؑ کی تلوار کے بوجھ کے برابر نہ پایا جھنڈے فرمایا۔ تو نے اٹھانے کے وقت ہی کیوں نہ الٹ دیا تو جبرائیل نے عرض کیا کہ: "رسول خدا اس لئے کہ ان لوگوں میں ایک بوڑھا کافر بیٹھ کے بل سویا ہوا تھا۔ اور اس کے بال سفید آسمان کی طرف تھے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کو ان کے عذاب دینے سے شرم آئی۔ اور پھر جب سور کا وقت ہوا بوڑھے نے کروٹ بدلی تو خدا تعالیٰ نے مجھے ان کو عذاب دینے کا حکم فرمایا۔"

شیعہ مصنفین کو ایسی دور از عقل و قیاس روایات لکھنے سے شرمانا چاہیئے۔ کیا یہ جناب شجاعت تاب کی تعریف ہے۔ یا آپ کی نسبت تمخر ہے تعجب ہے۔ کہ تلوار کا وجود زیادہ سے زیادہ یقین چار فٹ ہو گا پھر وہ کس طرح ساتویں طبقات زمین کو چیر کر گاؤں زمین تک جا پہنچی۔ باوجودیکہ جناب مدوح نے اپنی پوری قوت سے بھی تلوار نہ چلائی تھی۔ پھر اس کا ثقل جبرائیل کے بازوؤں پر حضرت لوط علیہ السلام کی سات شہروں کی زمینوں سے جو ساتویں طبقہ تک اکھڑ کر جبرائیل نے سحر تک اٹھائے رکھا۔ کس طرح زیادہ ہو گیا۔ پھر حق تعالیٰ کو جب اس امر کا علم ہوا۔ کہ جناب امیر کی تلوار اس قدر غضب ڈھالنے والی ہے۔ تو بجائے اس کے اسرائیل و میکائیل کو ہوا میں ان کے بازو قہلم رکھنے اور جبرائیل کو ساتویں زمین کے نیچے جا کر سیف علیؑ کی نود سے گاؤں زمین کو چالنے کا حکم دے۔ جناب امیر کے دل ہی میں القا کیا جاتا کہ تلوار چلاتے وقت خدا رحم سے کام لینا۔ ایسا نہ ہو کہ سیف علیؑ طبقات ارض کو چیر کر گاؤں زمین کے ٹکڑے ہی کر ڈالے اور زمین تو بالا ہو جائے

ایسا ہی جنات سے لڑائی وغیرہ دور از عقل کہا نیاں بیان کی گئی ہیں۔ جن کو پڑھ کر مخالفین اسلام مضحکہ اڑاتے ہیں۔ پھر اس کے مقابلہ میں جب تفریق سے کام لیکر آپ کی شان گھٹانے لگتے ہیں۔ تو خدیجیوں سے بھی بڑھ جاتے ہیں۔

حضرت علیؑ کی ہمت و شجاعت

حضرات شیعہ جناب امیرؑ کی شجاعت کے اس قدر افسانے بیان کرے کہ باوجود جناب مدوح ہر پلہ بدلتے ہیں۔ تو جناب شجاعت تاب کو ایسا ٹکھا اور نہ دلا بنا دیتے ہیں کہ مخالفین آپ کی ہمت میں کمی ڈال کر بیعت ابوبکرؓ کے واسطے گھسیٹ لیجالتے ہیں۔ اور معاویہؓ خاتون جنت کے شکم پر دروازہ لگا کر محسن کو شہید کر دینے کی روایات بیان کر کے تو میں حضرت رسولؐ کا حق لو کر نے میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس سے پس انداز لے۔ امت گلے مبارک جناب امیرؑ میں ریشیاں ڈال کر سجدے لیا کرتے اور برطانیہ کو بکریب دروازہ پر پہنچے اور جناب فاطمہؑ مانع ہوئیں اس وقت قہقہہ اور ہر وادیت دیکر غرغریے تازیانہ بازوئے جناب فاطمہؑ پر مارا کہ بازو جناب سیدہ کا شکستہ ہو گیا۔ اور منہ چر گیا۔ پھر بھی جناب فاطمہؑ نے جناب امیرؑ سے ہاتھ نہ اٹھایا۔ اور ان اشقیاء کو گھر میں آنے سے منع کیا۔ یہاں تک کہ دروازہ شکم جناب فاطمہؑ پر گر دیا۔ اور پیوں کو شکستہ کیا۔ اور اس فرزند کو تو شکم میں جناب فاطمہؑ کے ہتھکا۔ اور حضرت رسولؐ نے اس کا نام محسن رکھا تھا۔ شہید کیا۔

اب جانے غور ہے۔ اس سے زیادہ تو میں حضرت رسولؐ کی ہمت کی تعریف کرنا چاہتا ہوں کہ ان کے لئے ایسی روایات وضع کی جاتی ہیں جو حضرت علیؑ اور خاتون جنت کی غایت دھوکے کی توہین کا اہلک میں کیا کوئی عقلمند شخص ایک منٹ کے لئے بھی یقین کر سکتا ہے کہ اگر صحابہؓ رسولؐ خاتون جنت علیہم السلام کی پوری ہمت کر کے تو کوئی منافق بھی ان کی بیعت اختیار نہ کرتا۔ اور جناب امیرؑ خاتون جنت کی اس درجہ کی توہین دیکھ کر خاموش رہ سکتے۔ یا خود مر جلتے یا خشم کر دیتے۔ اور یہ کس کی ولایت تھی کہ شیر خدا کی گروں میں رشتی ڈاکٹر گھسیٹ کر لے جائے۔ اور آپ چوں تک نہ کریں۔

بات یہ ہے کہ شیعہ حضرات دوستی کے پردہ میں جب قدر و ثمنی الطبیعت سے لڑتے ہیں۔ ایسا خارجی بھی عزت نہیں کرتے۔

کیوں دوستی کے پردہ میں کرتے ہو دشمنی،
کیوں دامنِ ادب کی اڑتے ہو دجھیاں

حضرت علی کا تارلق فیصلہ

حضرت علی المرتضیٰ نے شیعہ و سنی سوال کا اساتذہ الفاظ میں ناطق فیصلہ فرمایا ہے۔
چنانچہ نرج البلاء غمہ ملک والیضا مطبوعہ بہران مکتب میں ہے۔

سَيَهْلِكُ فِي صِفْقَانِ حُبٍّ مَقْرُوطٍ تَذَهَبُ بِهِ الْحُبُّ إِلَى غَيْرِ الْحَقِّ وَصَبْخُ مَقْرُوطٍ تَذَهَبُ بِهِ الْبُغْضُ إِلَى خَيْرِ الْحَقِّ وَخَيْرُ النَّاسِ فِي حَالِ التَّمَطُّ الْأَوْسَطُ فَالْكُفْرُ مِنَ الشَّكَاكِ الْأَعْظَمُ فَإِنَّ يَدَ اللَّهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَإِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةُ فَإِنَّ الشَّكَاكُ مِنَ النَّاسِ لِلشَّيْطَانِ كَمَا كَانَ الشَّكَاكُ مِنَ الْفَخْمِ لِلذُّبِّ الْأَوْسَطُ دَعَا إِلَى هَذَا الشَّعَارِ فَاقتُلُوهُ وَلَوْ كَانَ تَحْتَ عَمَائِكَ هَذِهِ (ترجمہ) دو تارقی میرے بارے میں ہلاک ہو جائیں گے محبت دوستی میں افراط (غلی کرنا) والا کہ اس کو یہ دوستی حق سے بدلیجائے۔ اور دشمن دشمنی میں افراط کرے والا۔ کہ اس کو یہ غنا و حق سے دور کر دے۔ خوشحال انسان میرے بارے میں وہ ہیں جو میانہ روی اختیار کرتے ہیں۔ تم اسی جماعت کے تابع ہو جاؤ اور بڑی جماعت کی اتباع کرو۔ کیونکہ خدا کا ہاتھ بڑی جماعت کے سر پر ہے۔ تفرقہ سے باز آ جاؤ۔ کیونکہ جماعت سے علیحدہ ہونے والا انسان شیطان کا شکار ہوتا ہے۔ جیسا کہ ریڈ سے الگ ہونے والی بکری بھیڑیے کا شکار بنتی ہے۔ خیر از جو نہیں جماعت سے علیحدگی کی دعوت دیں۔ انکو قتل کرو۔ اگرچہ میری اس دستار کے نیچے ہوں۔

جناب امیر نے اپنے خطبہ میں حقانیت مذہب اہلسنت والجماعت پر مہر کر دی ہے۔ اور افضیول اور غایہوں کے مذہب کو مردود قرار دیا ہے۔ کیونکہ افضی محبت مفرط ہیں جو جناب امیر اور دیگر ائمہ کو مثل انبیاء معصوم سمجھتے ہیں۔ اور حضرت علی کو دیگر انبیاء سے افضل اور نبی آخر الزمان کا ہم کیجھتے ہیں۔ افضیول میں ایسے فرقے بھی ہیں جو جناب امیر کی رسالت بلکہ الوہیت کے بھی قائل ہیں۔ اسکی تفصیل آگے اور حال کے شیعہ اگرچہ نظام آپ کی الوہیت کے قائل نہیں۔ تاہم اوصاف ایسے بیان کرتے ہیں جو آپ کو دہر الوہیت پر پہنچا دیتے ہیں۔ چنانچہ علم ماکان و مایکون انکو قائل ہونا۔ اشیائے حلال و حرام کرنے کا اختیار موت و حیات پر اختیار وغیرہ وغیرہ بہت سے اوصاف ہیں جو شان الوہیت تک پہنچا دیتی ہیں اس لئے بقول جناب امیر یہ مذہب باطل ہے۔ ایسے ہی خارجی جو جناب امیر سے اس پر بعض رکھتے ہیں۔ کتاب کو مشرک و کافر قرار دیتے ہیں۔ یہ بھی مردود انلی ہیں۔ مان خط اوصل

میانہ روی اختیار کرنے والا مذہب اہلسنت والجماعت ہے جو جناب امیر سے محبت رکھتے ہیں۔ لیکن شان نبوت والوہیت تک پہنچانا کفر جانتے ہیں۔ اس آپ سے بغض رکھنا بھی کفر و الحاد سمجھتے ہیں۔ اس لئے یہی مذہب جناب امیر کے نزدیک مذہب برحق ہے۔

دوم جناب امیر نے خطبہ الفاظ میں فرمایا ہے کہ مذہب حق وہ ہے جس طرف مسلمانوں کا سوا عظم (بڑا گروہ) ہے۔ اب یہ امر مسلم الثبوت ہے کہ روافض و خارجی بمقابلہ مسلمانان اہلسنت والجماعت اسے میں نمک بھی نہیں ہیں۔ اور اسلام کا سوا عظم در بڑی جماعت یہی مذہب اہلسنت رکھتا ہے۔ اس لئے حسب فیصلہ امیر یہی لوگ اہل حق ہیں۔ اور خدا نے واحد کا دست فضل اسی بڑی جماعت کے سر پر ہے۔ اور اس مذہب سے علیحدگی اختیار کرنے والے بشر ہاوت جناب امیر شیطان کے متبع ہیں۔ اگرچہ وہ کہتے ہیں جہان علی کہلاتے ہوں۔ کیوں کہ آپ نے بالترصیح فرمایا ہے کہ جو تمہیں اس بڑی جماعت سے علیحدگی کی طرف مدعو کرے وہ واجب القتل ہے۔ اگرچہ میری دستار مبارک کے زیر سایہ ہونے کا دعویٰ یعنی حب علی کا دعویٰ رہے۔

امید ہے کہ جناب امیر کے اس ناطق فیصلہ کے ہوتے ہوئے سنی و شیعہ نزاع کے فیصلہ کے لئے اور کسی ضروری دلیل کی ضرورت نہ ہوگی۔ ہاں جن لوگوں کی قسمت میں خدا اور ہٹ کھی ہے وہ ایسی دشمنی و لائل سے بھی ناپائید نہیں اٹھا سکتے۔
حکیم بحث کے را کہ یافتہ سیاہ باب زفرم کوثر سفید توال کرو۔

ائمہ اہل بیت کی توثیق

جناب امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ اور خاتون جنت سے روافض کے سلوک کا ذکر ہو چکا ہے۔ دیگر ائمہ اہلبیت سے بھی شیخان علی نے ایسا ہی سلوک کیا ہے۔

حضرت امام حسن

جناب امیر کے قلعہ اکبر حضرت امام حسن سے حضرت امیر شیعہ اس لئے ناراض ہیں کہ آپ نے امیر معاویہ سے صلح کر کے مسلمانوں کو کشت و خون سے بچالیا جناب ممدوح اپنے شیعہ کے جو روئے ستم کی ہیں قدر

شکاکت کرتے ہیں۔ ذیل کی روایات سے ظاہر ہے۔ (۱) جلاء العیون ۲۹۸ میں ہے: جب ان منافقین نے یہ کلام حضرت سے سنا۔ ایک نے دوسرے پر نظر کی اور کہا۔ اس کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو معاویہ سے صلح منظور ہے۔ اور چاہتے ہیں کہ منصب خلافت معاویہ کو دلائیں۔ پس سب اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا۔ عاؤ اللہ کے فضل پر کافر ہو گیا ہے۔ یہ کہہ کر پلو کر دیا۔ اور اسباب امام حسن کا لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ جائے نماز حضرت کی پاؤں کے نیچے کھینچ لی۔ اور دھکا دوش مبارک سے تاملی۔

(۲) جلاء العیون ۲۹۹ حضرت نے فرمایا بخرا سوگند اس جماعت سے میرے لئے معاویہ بہتر ہے یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم شیعہ ہیں۔ اور میرا روضہ قتل کیا۔ اور میرا مال لوٹ لیا۔ بخدا معاویہ سے میں عہدوں۔ اور اپنا خون حفظ کروں۔ اور اپنے اہل عیال میں بہن ہو جاؤں اس سے بہتر ہے۔ کہ یہ لوگ مجھے قتل کریں۔ اور میرے اہل عیال وغیرہ و اقارب ضائع ہو جائیں۔ بخدا سوگند اگر میں معاویہ سے جنگ کروں۔ یہی لوگ مجھے پکڑ کر معاویہ کو دے دیں۔

(۳) اسی کتاب کے صفحہ ۲۷۷ میں ہے۔ شیخ کشی نے بسند مقبر امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ ایک روز امام حسن اپنے گھر کے دروازہ پر بیٹھے تھے ناگاہ ایک سوار آیا کہ اے صفیان بن لیلیٰ کہتے تھے۔ اس نے کہا۔ التلاحم علیک یا مہذبن المؤمنین (اے ذلیل کسندہ مہذبان)

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ شیعان علی نے ان کے خلف اکبر حضرت امام حسن سے کیا سلوک کیا۔ صحت اس جرم پر کہ معاویہ سے صلح کرتا ہے۔ ان کو اور ان کے قبلہ جناب امیر کو معاویہ کا کافر کہا۔ بلکہ کہ ان پر گڑبگڑ سے مل لوٹ لیا۔ اور آپ کے پاؤں کے نیچے سے منگلی کھینچ لیا۔ اور دوش مبارک سے چاؤ مارا۔ پھر ایک مجلس نے آپ کو ذلیل کسندہ مومنان کا خطاب دیا۔ یہ تو ان شیعوں کی کڑوتختی جہنوں نے آپ کا جمال اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ پھر حال کے شیعوں کا کیا کہنا۔

مُتَاخِرِينَ شِيعَةً

متاخرین شیعہ جو جو باتیں جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ وہ کسی شہید سے اور ان کی طرف منسوب کی جائیں۔ تو وہ بھی از الہ حیثیت عرفی کا استغاثہ و انکر کر دے۔

پنچاچھ منہ خیرین شیعہ کا سرگروہ نا باقر عباسی امام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یوں گہرا فحشانی کرتا ہے۔ جلاء العیون ۲۹۹ میں ہے۔ روایت ہے کہ ایک روز امام حسن مجلس معاویہ میں تشریف رکھتے تھے مروان نے کہا۔ آپ کی موت پر ان کے بال بیلہ سفید ہو گئے ہیں۔ امام حسن نے فرمایا سید اس کا یہ ہے۔ کہ بنی ہاشم کا دین خوشبودار ہے۔ اور جاری ازواج و بیویوں کو مستحکم کرتی ہیں۔ اور ان کی ہوائے نفس سے ہمارے بال شارب سفید ہو جاتے ہیں۔ اور چوں کہ تم بنی امیہ گندہ ذہن ہو۔ تمہاری ازواج تمہارے وہنوں سے اقرار کرتی اور اپنا منہ تمہارے رخسار کی جانب رکھتی ہیں۔ اس لئے تمہارے رخسار جلد سفید ہو جاتے ہیں پس مروان نے کہا۔ بنی ہاشم میں ایک نسل استیلا ہے۔ کہ خواہش بملع زیادہ رکھتے ہو۔ امام حسن نے فرمایا۔ غواہش ہماری عورتوں سے سب کی گئی۔ اور وہ بھی مردوں میں اضافہ ہوئی۔ اور تمہارے مردوں سے علیحدہ کر کے تمہاری عورتوں میں دیکھی ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ زن امویہ سوائے مرد ہاشمی دوسرے سے سیر نہیں ہو سکتی۔

لَوْحُولٌ وَلَا قُوَّةَ۔ ایسی فحش اور بیہودہ گفتگو تو ازبائش لوگ بھی کرنے سے شرماتے ہیں۔ اور پاک لوگوں کے ذمے اقرار کو وہ ہر مجلس اجنبی لوگوں کے سامنے اپنی مستورات (ازواج) کی نسبت ایسی بے شرمی کی باتیں بیان کرتے تھے کہ وہ ہمارے منہ کی خوشبو سوگھتی ہیں۔ اور ان کے نفسانی جذبات کے اثر سے ہمارے بال شارب سفید ہو جاتے ہیں۔ اور پھر یہ مقدس لوگ دوسروں کی مستورات پر ایسا کینہ جملہ کر سکتے ہیں۔ کہ تمہاری عورتوں میں اس قدر شہوت تیز ہوتی ہے۔ کہ وہ ہاشمی مردوں کے ہوا سیر ہی نہیں ہوتیں۔ اللہ اکبر! ایسے نادان و دستوں سے زنا و فحش اچھا ہوتا ہے۔

تو ان کے گروہ یار عمار۔ ازل بہ کہ جابل بود غم گار۔
دیکھئے۔ تو شیخ صاحبان جو جنگ فحشوں کی مجلس میں دراستہ پر بیٹھ کر ایسے ہی ایہ گوئی کیا کرتے ہیں۔ اسی پر ان پاک نفوس کو بھی قیاس کر لیتے ہیں۔ شرم شرم۔
تو یہ۔ توبہ ناقصبت اندیش راوی نے حضرت امام حسن کی پاک ذات پر کیا یا چہانہ حاکم کیا ہے کہ وہ ہر مجلس ایسی بد تہذیبی اور افلاقی سے مگری ہوئی باتیں کیا کرتے تھے۔ جو ہوا پرست بے تمیز مستند تنخایہ میں بیٹھ کر باہم ایسی فحش۔۔۔ گوئی کیا کرتے ہیں۔

مگر امام تو کیا۔ شیعہ حضرات تو ان کا بھی ایسے الزام دینے سے دریغ نہیں کیا کرتے۔ چونکہ یہی حضرت ملا باقر مجلسی اپنی مصنفہ کتاب ہیات القلوب جلد ۳۱ میں رقمطراز ہیں۔ و بسند معتبر از حضرت امام رضا منقول است کہ از افلاق پیغمبران است خود را پاکیزہ کردن و خود را خوشبو کردن۔ و بسیار مجلس کردن

و بسیار زنا و داشتن -

ترجیح دہا :- امام رضا فرماتے ہیں کہ پیغمبروں کے اخلاق یہ ہیں۔ اپنے بدن کو کاپڑ نہ پہنا
نوشہ لوگاتے رہنا۔ بہت جھگڑنا۔ اور بہت غور میں رکھنا۔

لا حول ولا قوۃ - شہوت پرستی اور کثرت جماع پیغمبروں کے اخلاق میں شمار کیا جاتا ہے۔
شیعہ ہوش کرو! مخالفین اسلام تمہاری یہ حالت دیکھ کر شان انبیاء و ائمہ میں کیا کہیں گے؟
انس! اے نے فروعت کلم آمد نے اصول شرم باید از خدا و از رسول -

قاتلانِ امام حسین شیعہ تھے

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے جو سلوک شیعہ نے کیا کتب شیعہ اس پر
شاہد ہیں۔ کوفہ سے ہزاروں کی تعداد میں مراسلات بھیج کر امام علیہ السلام کو منگوا یا۔ پہلے حضرت امام مسلم
موجودہ سال بچوں کے شہید کیا۔ پھر امام حسین علیہ السلام کو انہی شیعہ حضرات نے بے دردی سے
قتل کیا۔ چنانچہ جلاء العیون اردو جلد اول ص ۱۸۱ میں تصریح ہے۔
”پس میں ہزار ہر عراقی نے امام حسین سے بیعت کی۔ اور جنہوں نے بیعت کی تھی۔ خود انہوں نے
نمشیر امام حسین پر کھینچی۔ اور ہونہر بیعت مانے امام حسین اکی گردنوں میں تھیں۔ کہ امام حسین کو شہید کیا
(اس مسئلہ کی تفصیل آگے آئے گی)۔

قاتلانِ امیر رضی اللہ عنہ شیعہ ہی تھے

اسی طرح امیر المؤمنین علی المرتضیٰ بھی شہر کوفہ میں جو شیعہ بن علی کا مرکز تھا۔ ایک ملعون کے ہاتھ سے
شہید ہوئے۔ چنانچہ جلاء العیون اردو جلد اول ص ۱۸۱ میں درج ہے۔
پس جبریل نے کہا محمد یدرستیکہ آپ کا برادر علی بن ابی طالب بعد آپ کے مقہور و مظلوم ہوگا
اور اس امت کے منافق اس پر غالب ہوں گے۔ اور اس سے غضب خلافت کریں گے۔ اور آخر میں
بدترین خلائق و بدترین اولین و آخرین تنزیل کے کشندہ ناقہ صالحوں کے ہاتھ سے اس شہر میں ہجرت کرے گا
وہاں شہید ہوگا۔ اور وہ علی کے شیعوں اور فرزندان شیعہ کا عمل و مسکن ہوگا۔

ابن ابی قحطاف جناب امیر شیعہ تھا جس نے آنجناب سے محبت و خوشامدی کی تھی۔ اور اپنے
ہمد و بیان پر اقصیٰ کھائی تھیں چنانچہ کتاب مذکور کے جلد اول ص ۱۸۱ میں ہے۔

شیخ مفید وغیرہ نے بعد ازاں سے مقبرہ روایت کی ہے۔ کہ جناب امیر نے لوگوں سے بیعت لی۔
اس وقت عبدالرحمن بن ملجم مروی ملعون آیا کہ حضرت سے بیعت کرے۔ حضرت نے اس کی بیعت قبول
نہ فرمائی۔ یہاں تک کہ تین مرتبہ حضرت کی خدمت میں آیا۔ اور تیسرے روز میں حضرت سے اس نے بیعت
لی جب اس نے پیٹھ پھیری حضرت نے پھر سے بلایا۔ اور تیسریں میں۔ کہ بیعت سے انحراف نہ کرنا
اور ہمد مانے محکم اس ملعون سے لیتے۔ ا۔ ج۔

نظم

ان کو فیوں نے کیسی دغا دی امیر کو
بزد نام خارجی تو میں بغض و عناد میں
مسلم کو بھی شہید کیا کر کے یہاں
پھر کر دیا شہید جناب حسین کو
بلوایا کس نے آپ کو لکھ کر اسلحہ
بھوکے پیاسے مارنے کی طلبیت سب
قاتل جناب کے بھی روئے ہیں آہ آہ
ماتم ہوا امام کا گھر میں یزید کے
اس سنت یزید سے لائق ہے اجتناب
صابر کو ملتا اجر ہے رب العالی سے
کرنے سے جزع فزع کے ہوتا ہے پس گناہ

مطلوب بس نصیحت احباب سے دیکھو
کیونکہ حد سے اپنا مکر صاف ہے ضمیر

← پیڑ →

حضرت امام محمد باقر و جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ

ان حضرات پر تو شیعوں صاحبان کی انتہائی زیادہ عنایت ہے۔ بلکہ وہ اپنے مذہب کی دارو مدار ہی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام پر رکھتے ہیں۔ ان حضرات کی نسبت جو جو اہم شیعہ شیعہ صاحبان نے لکائے ہیں۔ ستر عجیب آتا ہے۔

(۱) حضرت محمد باقر کی نسبت شیعہ کی معتبر کتاب من الایضہ الفقہ جلد ۱ ص ۱۷۱ لکھا ہے۔
 خَلَّ أَبُو جَعْفَرٍ الْبَاقِرُ فِي بَيْتِ الْخَلَاءِ فَوَجَدَ لُقْمَةً فِي الْقَدْرِ فَاخَذَهَا وَغَسَلَهَا وَدَفَعَهَا إِلَى مَمْلُوكٍ كَانَ مَعَهُ فَقَالَ تَكُونُ مَعَكَ لِأَوْعَاظِهَا إِذَا أَخْرَجْتَ فَلَمَّا خَرَجَ قَالَ لِمَوْلَاكَ إِنِّي أَلْقَيْتُهَا يَا بَنِي رَسُولِ اللَّهِ (ترجمہ) امام محمد باقرؑ نے اپنے غلام کے حوالہ کیا۔ کہ اسے محفوظ رکھنا جب میں باہر نکلوں گا۔ اسے کھاؤں گا۔ جب آپ باہر نکلے تو نوکر سے کہو کہ انا لکھا۔ اس نے کہا کہ حضرت وہ تو میں نے کھا لیا۔ آپ نے کہا میں نے تجھے آزاد کیا کیونکہ تو مجھے کھانے سے جنتی ہو گیا۔ اور جنت میں سے خدمت نہیں لیا کرتے۔ دیکھئے! یہ کیسا الزام اور الامقام پر ہے۔ کہ آپ گونہ سے طوٹ کر کھو کر کھانا بنا جانتے تھے۔ بلکہ اس میں لکھا تھا اب سمجھو کہ کھانے سے جنت ملتی ہے۔ بھائی جنت تو پاک ہے۔ پھر ایک چیز کے کھانے سے جنت مل سکتی ہے؟
 (۲) کیا حضرت امام پہلے جنتی نہ تھے؟ گونہ سے طوٹ کر کھا کر جنتی بننا چاہتے تھے۔

(۳) یہ بھی عجیب بات ہے کہ جنت ایسی ازل ہو گئی ہے کہ صرف ایسے متعفن لقمہ کھانے سے ملتی ہے۔ بہر حال امام کی طرف ایسی روایات منسوب کرنا ان کی ذات اقدس کی از حد توہین ہے۔
 (۴) اِنَّ ابَا جَعْفَرٍ فَلْيَبِ السَّارِقُ كَانَ يَقُولُ مَنْ كَانَ يَوْمًا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَدُ خُلُقٍ لِّلْعَمَامِ الْوَمِيذُ قَالَ فَدَخَلَ ذَاتَ يَوْمٍ الْحَكَّامُ فَتَنُّوهُ فَلَمَّا اَنَّ اطْلُقَتِ التُّرُودَةُ عَلَى بَدَنِ النَّبِيِّ الْمَلِيذُ فَقَالَ لَهُ مَوْلَى لَهُ يَا بَنِي اُمَّتِكَ لَمْ تُصَبِّحْ بِالْمَلِيذِ زِيَرَةً لِّزُومِهِ وَقَدْ اَلْقَيْتَهُ عَلَى نَفْسِكَ فَقَالَ اَمَّا عَلِمْتُ اَنَّ التُّورَةَ اطْلُقَتِ الْعَوْرَةَ (منزوع کافی جز دوم جلد ۲ ص ۱۷۱)

(ترجمہ) امام باقر علیہ السلام کہا کرتے تھے کہ جو خدا اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ وہ غلام میں تہنہ باندھے بغیر غلام ہو کر رہے۔ ایک روز آپ غلام میں داخل ہوئے۔ تو اپنی شرمگاہ کو آپ نے جوڑ دیا۔

بچہ نہ لگا چکے۔ تو تہ بند کھول کر پھینک دیا۔ غلام نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ تو میں تہ بند باندھنے کا ضروری حکم دیا کرتے تھے۔ اور آج آپ نے تہ بند اتار کر پھینک دیا۔ ہے۔ فرمانے لگے مجھے معلوم نہیں ہے کہ چونہ نے شرمگاہ کو چھپا لیا ہے۔

تو تہ تہ پک کے ذمے یہ کیسا افتراء ہے کہ لوگوں کو تو تہ بند باندھے غلام میں داخل ہونے کا حکم دیتے تھے اور خود شرمگاہ کو چونہ لگا کر تہ بند پھینک اپنے غلام کے سامنے تنگ دھڑنگ کھڑے ہو کر اس کے قرض ہونے پر یہ جواب با جواب دیا۔ کہ چونہ لگا لینا ستر عورت کے لئے کافی ہے کیا ایسی حرکت بھی کوئی با حیا آدمی کر سکتا ہے؟ ایسی یہ وہ روایات آپ کے ذمے لگا کر آپ کی ہر تک کی جاتی ہے۔ استغفر اللہ۔ ایک اور سنیئے۔

(۳) فروغ کافی جلد ۲ جز دوم ص ۱۷۱ ہے۔ عَنْ ابْنِ حُسَيْنٍ الْمَاضِي قَالَ الْعَوْرَةُ عَوْرَتَانِ الْقَبْلُ وَالْآخِرُ اَمَّا الْاَوَّلُ فَمُسْتَوْرٌ بِالْاَلِ لِيَتَيْنِ قَدْ اسْتَرَتِ الْقَضِيْبَ وَالْبَيْضَتَيْنِ فَتَدَسْتَرَتْ الْعَوْرَةُ وَقَالَ فِي رِوَايَةٍ أُخْرَى فَاَمَّا الْاَوَّلُ فَقَدْ سَتَرَتْهُ الْاُولَيَتَانِ فَاَمَّا الْقَبْلُ فَاسْتَرَتْهُ مِيْدَتُكَ (ترجمہ) امام ابو الحسن ماضی فرماتے ہیں کہ شرمگاہ میں صرف دو ہیں۔ اگلی اور پچھلی۔ لیکن پچھلی تو خود جو تڑوں سے چھپی ہوئی ہے۔ پس جب تہ نے ذکر اور نصیبتین کو چھپا لیا۔ تو تہ نے اپنی شرمگاہ کو چھپا لیا۔ اور دوسری سترت میں ہے کہ روبرو تو جو تڑوں نے چھپا لیا ہے۔ دوسری کو فقط لاکھ سے چھپا لو۔ پس ستر عورت ہو گیا۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ۔ امامان پاک کا وجہ تو بہت برفع ہے۔ کوئی یا حیا شخص ایسا حکم دے نہیں سکتا کہ انسان ستر یا تنگ صرف ذکر پر یا تہ لگا کر کھڑا ہو جائے۔

(۴) اسی فروغ کافی جز دوم ص ۱۷۱ میں ہے۔ عَنْ ابْنِ حُسَيْنٍ الْمَاضِي قَالَ اَلْقَطْرُ إِلَى عَوْرَةٍ مِّنْ لِّسْنٍ وَمُسْلِمٌ مِّثْلُ نَظَرِكَ إِلَى عَوْرَةِ الْحَمَامِ۔

(ترجمہ) امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ کافر مرد یا عورت کی شرمگاہ کو دیکھ لینا ایسا ہے جیسا کہ دھکی شرمگاہ دیکھ لینے میں منہ لٹکے ہیں۔

وامرہ خوش! حضرت شیخ اپنے اپنے غلام کی طرف کیلئے عجیب سائل منسوب کرتے ہیں۔ کہ مسلمان مرد اور عورت کی شرمگاہ کو چونہ سے ڈھانپ لینا چاہیئے۔ ماں کافر مرد و عورت کی شرمگاہ دیکھا کرو۔ جیسے گدھے کی شرمگاہ کو ستر نہیں ہے۔ ستر کافر کا بھی وہی حکم ہے کسی شاعر نے کیا خوب گویا ہے۔
 نگاہ شوق کو حال ہے کیا کیا لطف نثارہ
 کھربان دیکھا جائز ہے معشوقان کافر کو

اسی قسم کے عجیب و غریب مسائل ائمہ اہلبیت کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ ان میں سے کسی قدر مسائل بطور مشنت نمونہ غرور و رنج کئے جاتے ہیں۔

مسائل شیعہ جو ائمہ اہلبیت کی طرف منسوب کئے گئے ہیں

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو بداد ہونا ہے یعنی معاذ اللہ وہ جاہل ہے۔ اس کو سب باتوں کا علم نہیں۔ اسی وجہ سے اس کی اکثر پیشینگوئیاں غلط ہو جاتی ہیں۔ اور اس کو اپنی رائے بدلنا پڑتی ہے۔ ایسا ضروری مسئلہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کے برابر کوئی عبادت نہیں ہے۔ چنانچہ اصول کافی ص ۱۱۱ میں منقول باب ہی بداد کے متعلق باندھا گیا ہے۔ اہل اہمیت ذیل ملاحظہ ہوں۔

(۱) عَنْ ذُرَّارَةَ بْنِ اَعْيَنٍ عَنْ اَحَدِهِمَا قَالَ مَا عْبَدَ اللَّهُ بَشَرًا مِثْلَ الْمَلِكِ اَوْ

(۲) عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ لَوْ عَلِمَ النَّاسُ مَا فِي الْقَوْلِ بِأَنَّ الْمَلِكَ اَوْ مِنْ كَلَامِهِ مَا فُتِرَ وَوُضِعَ الْكَلَامُ قَبْلَهُ

(۳) عَنْ مَرَّازِمِ بْنِ حَرَكِيمٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ مَا فُتِرَ بَنِي قَطٍّ حَتَّى يَقْرَأَ اللَّهُ بِخَمْسِ بِلَالِكِ اَوْ الْمُسْتَرْيَةِ وَالْجَوْدِ وَالْعَبُودِيَّةِ وَالطَّاعَةِ

نور علی (۱)۔ (۲)۔ (۳)۔ زرارہ بن اعین نے حضرت امام باقر یا صادق سے روایت کی ہے کہ خدا کی عبادت بداد سے بڑھ کر کسی چیز میں نہیں۔ (۲) مالک جہنی کہتے ہیں کہ نام صادق نے کہا اگر لوگوں کو معلوم ہو کہ بداد کے آخر کر کے میں ثواب ہے۔ تو وہ اس سے باز نہ رہیں۔ (۳) مرارم بن حکیم راوی ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے کہا کسی نبی کو نبوت نہیں ملی جب تک اس سے پانچ چیزوں کا اقرار نہ لیا گیا ہو۔ بداد اور مشیت اور سب سے محبوبیت اور طاعت کا۔

ان روایات سے بداد کا ضروری مسئلہ ہونا اس کا ثواب عظیم علی عبارت میں ذیل ہو جانا ثابت رہی یہ بات کہ بداد کیا چیز ہے۔ سو اس کے متعلق کتب لغت کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ کتب لغت میں لکھا ہے۔ بَدَأَ اَنْ اَتَى ظَهْرًا اَوْ مَالًا لَمْ يَظْهَرْ وَفُلَانٌ يَخْضَعُ كَوَدَّ اَنْ يَكُونَ اَوْ يَكُونَ مَعْلُومًا يَكُونُ جَوَابًا

بداد کی مثالیں

شیعہ کی کتابوں میں بداد کے واقعات بہت مذکور ہیں ذیل میں دو واقعات ذکر کیا جاتے ہیں۔ (۱) امام جعفر صادق نے بتایا ہے کہ میرے بعد اللہ تعالیٰ نے میرے فرزند اسماعیل کو امامت کیلئے نامزد کیا ہے لیکن بعد میں فرمایا کہ مجھے اسماعیل سے موسیٰ کاظم کو خدا نے امام بنا دیا ہے۔ جیسے کہ علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں روایت کی ہے عَنْ جَعْفَرِ الصَّادِقِ اَنَّ سَمَاعَةَ بْنَ اَسْمَاعِيلَ قَادِمًا مَقَامًا بَعْدَهُ لَمْ يَظْهَرْ فِي اَسْمَاعِيلَ مَالًا لَمْ يَظْهَرْ فَعَجَلَ قَائِمًا مَقَامًا مَوْسَى فَسُئِلَ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ بَدَأَ اللَّهُ فِي اَسْمَاعِيلَ مَا بَدَأَ اللَّهُ فِي شَيْءٍ كَمَا بَدَأَ اللَّهُ فِي اَسْمَاعِيلَ ابْنِي

قرجی (۱)۔ امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ انہوں نے اسماعیل کو اپنا قائم مقام اپنے بچے بنایا پھر اسماعیل سے کچھ ناپسندیدہ حرکت سرزد ہوئی۔ تو پھر موسیٰ کاظم کو اپنا قائم مقام بنا دیا۔ اس کی وجہ روایت کی گئی۔ تو امام غفر فرمایا اسماعیل کے متعلق خدا کو بداد ہوا۔ اور خدا کو پہلے ایسا بداد نہیں ہوا۔ جیسا میرے بیٹے اسماعیل کے بارہ میں ہوا۔

دوسرا واقعہ امام علی تقی نے خبر دی ہے کہ میرے بعد میرا بیٹا محمد امام ہو گا۔ لیکن شاید خدا کو علم تھا کہ وہ باپ کی زندگی میں فوت ہو جائے گا جب وہ نہ ہوا تو معاذ اللہ خدا کو راستے بدلنی پڑی پھر من عکری امام ہوئے۔ یہ واقعہ اصول کافی ص ۱۱۱ میں مذکور ہے۔

عَنْ أَبِي اَلْهَاسَنِمِ الْجَعْفَرِيِّ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ أَبِي الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ مَا مَاتَ ابْنُ اَبِي جَعْفَرٍ وَرَأَيْتُ اُمَّ فُلَانٍ فِي نَفْسِي اُرِيدُ اَنْ اَقُولَ كَاثِمًا اَعْنِي اَبَا جَعْفَرٍ وَابْنُ مُحَمَّدٍ فِي هَذَا الْوَقْتِ كَانِي الْحُسَيْنِ مَوْسَى وَاسْمَاعِيلَ وَانْ قَدَسَتْهُ كَفَقَتْهُمَا اِنَّ كَانَ اَبُو مُحَمَّدٍ الْمَرْجَا بَعْدَ ابْنِي جَعْفَرٍ فَاَقْبَلَ عَلَيَّ اَبُو الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَبْلَ اَنْ اُطْلِقَ فَقَالَ لَمْ يَأْتِ اَبَاكُمْ بَدَأَ اللَّهُ فِي ابْنِي مُحَمَّدٍ بَعْدَ ابْنِي جَعْفَرٍ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْرِفُ لَمَّا كَمَا بَدَأَ اللَّهُ فِي ابْنِي جَعْفَرٍ بَعْدَ ابْنِي جَعْفَرٍ مَا كَشَفَ بَعْدَ عَنْ حَالِهِ وَهُوَ كَمَا حَدَّثَكَ نَفْسُكَ فَاَنْ كَرِهَ اَبُو مُحَمَّدٍ اَنْ يَكُونَ خَلْفًا لِي ابْنِي الْحَسَنِ مِنْ بَعْدِي عِنْدَ اَبَاكُمْ مَا يَحْتَاجُ اِلَيْهِ وَمَنْ اَتَى الْاَمَامَ تَرَاهُ (۱) جَعْفَرِ بْنِ اَبِي جَعْفَرٍ مِنْ رِوَايَتِ بَعْضِهِمْ مِنْ اَبِي الْحَسَنِ (۲) اَمَامِ تَقِي کے پاس بھیجا ہوا تھا جب ان کے بیٹے ابو جعفر محمد فوت ہو گئے۔ اور میں اپنے دل میں خیال کر رہا تھا۔ اور کہنا چاہتا تھا۔

محمد بن عسکری کا معاملہ اس وقت مولیٰ کاظم اور اسماعیل کا سا ہے۔ ان دونوں کا واقعہ بھی ان دو کی طرح ہے۔ اچانک امام تہی سبزی طروت متوکل ہو گئے۔ ابھی یہ بات کہنے نہ پایا تھا۔ اور کہا کہ ابو شامہ خدا کو اور محمد بن عسکری کے بارہ میں محمد کے بعد یاد ہو۔ جو بات معلوم نہ تھی معلوم ہو گئی جیسا کہ خدا کو بارہ مولیٰ کاظم اسماعیل کے بعد یاد ہوا جس سے اہل حقیقت ظاہر ہو گئی۔ اور یہ بات ویسی ہی ہے۔ جیسے تم نے اپنے دل میں خیال کی۔ اگر یہ ہو کار لوگ اس کو ناپسند کریں۔ اور ابو محمد (من عسکری) میرے بعد میرا خلیفہ ہے۔ اس کے پاس تمام ضرورت کی چیزیں کا علم ہے۔ اور نیز اس کے پاس اہمیت امامت بھی ہے۔

اور یہ بات کہ بدائے ماننے سے معاذ اللہ خدا کا جاہل ہونا لازم آتا ہے۔ خود علماء شیعہ نے تسلیم کر لیا ہے چنانچہ مولیٰ ولدا علی مجتہد علم شیعہ نے اپنی مصنفہ کتاب اساس الاصول ص ۱۱۱ میں تحریر کیا ہے اَقْلَمُ أَنَّ الْبَدَاءَ لَا يَنْبَغِي أَنْ يَقُولَ بِهِ أَحَدٌ وَنَا يَكُونُ أَنْ يَنْصِفَ الْبَارِي تَعَالَى بِالْجَهْلِ كَمَا لَا يَخْفَى۔ (ترجمہ) جانتا چاہئے کہ بداء کا قائل نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ اس سے باری تعالیٰ کا جاہل ہونا لازم آتا ہے۔

متاخرین شیعہ میں سے مولیٰ ولدا علی صاحب جیسے علماء مناظرین کو جب اہلسنت نے شرمندہ کیا تو کہنے لگے کہ بداء کا قائل ہونا نہ چاہئے۔ لیکن شیعہ مولیٰ ولدا کو مانیں یا اصول کافی جیسی مستند اور مسند قلم مہدی کتاب حدیث کا اعتبار کریں شیعوں بدائے ماننے پر مجبور ہیں۔ ع۔ آئیچہ استاد اہل گفت ہماں میگرم۔ نفوذ بالشریب حضرات شیعہ خدا کے بداء کے قائل ہو کر خدا کو جاہل بتا رہے ہیں۔ تو دوسروں کو کیا شکایت۔ ہ

مجھ میں ہی نہیں آتی ہے کوئی ذوق بات انکی کوئی جانتے کیا جانے کوئی مجھے تو کیا لگے

دوسرا مسئلہ تقیہ

شیعہ کا ایک مسئلہ تقیہ کا ہے۔ کتب شیعہ میں اس کی بہت تعریف کی گئی ہے اور اس کو اہل حاشیہ نے تعجب سے دیکھا ہے کہ جب نوشتہ کتب شیعہ امام کی یہ علامت ہے کہ وہ بجائے رحم کے ران سے پیدا ہوئے ہیں اور ان کی بڑائی و عظمت و کبریا و قدرت کا وحید لا الہ الا وہی ہوتی ہے نیز رسول علیہ السلام نے حضرت علی کو بارہ نفاخے ہر کہہ کیے نام نام لکھ کر رکھے تھے جو جہیل درگاہ النبی تھے۔ پھر حضرت امام کو مخالف کہیے کہ اسماعیل بھی ران سے پیدا ہوئے ہوں گے۔ ان کے اہل بیت بھی لکھی ہوئی ہوں گی۔ اور نفاخے میں ان کے نام کا موجود ہے پھر خدا کو بھی شتاعت نہ ہوں کر ران اعلان کرنا پڑا کہ اسماعیل نہیں بلکہ مولیٰ کاظم امام ہوئے۔ یا اللعجب،

عبادت میں شمار کیا گیا ہے۔ اصول کافی ص ۱۱۱ میں ہے۔ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْنَا سَلَامٌ التَّقِيَّةُ مِنْ دِينِي وَدِينِ آبَائِي وَلَا رَيْبَ أَنَّ لَهَا تَقِيَّةً كَمَا رَأَى مُحَمَّدٌ بَاقِرٌ نَزَّيَا تَقِيَّةٌ مِثْلُ رَأْيِ أَبِي بَابٍ وَأَوَاكَ دِينَ بے۔ اور ترقیہ نہ کرے۔ اس کا کوئی ایمان ہی نہیں ہے۔ نیز اصول کافی ص ۱۱۱ میں ہے۔ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْنَا سَلَامٌ يَا أَبَا عَصْرٍ إِنَّ تَقِيَّةً أَعْتَلَّ الدِّينَ فِي التَّقِيَّةِ وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا تَقِيَّةَ كَمَا (صادق علیہ السلام نے فرمایا اسے ابو عمر تھوٹے دین کے تقیہ میں ہے۔ جو تقیہ نہ کرے وہ بے دین ہے۔)

اب دیکھنا یہ ہے کہ اتنی بڑی عبارت شیعوں کا دین و ایمان تقیہ چیز کیا ہے۔ واضح ہو کہ تقیہ کہتے ہیں خلاف حق (جھوٹ) بات کہنا۔ اور حق کا اقرار کرنا جیسا کہ روایات ذیل سے ظاہر ہوتا ہے اصول کافی ص ۱۱۱ میں ہے۔ عَنْ أَبِي بصيرٍ قَالَ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْنَا سَلَامٌ التَّقِيَّةُ مِنْ دِينِي قُلْتُ وَمِنْ دِينِ اللَّهِ قَالَ إِي وَاللَّهِ مِنْ دِينِ اللَّهِ وَلَقَدْ قَالَ يُوسُفُ ابْنُ الْحَيُّو إِنْ كُنْتُمْ لَسَا وَقُونَ وَاللَّهِ مَا كَانُوا أَسْرَقُوا شَيْئًا وَلَقَدْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ إِنْ نِيَّ سَقِيمٌ وَاللَّهِ مَا كُنْ سَقِيمًا۔ (ترجمہ) ابو بصیر سے روایت ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا تقیہ خدا کے دین سے ہے۔ راوی نے کہا کیا خدا کے دین سے ہے امام نے فرمایا اللہ خدا کے دین سے ہے۔ یہ سب یہ سب نے کہا۔ اسے قائلہ والو تم چور ہو۔ بخدا انہوں نے کوئی چوری نہ کی تھی۔ بلکہ ہم نے کہا میں بیمار ہوں بخدا وہ بیمار نہ تھے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ تقیہ جھوٹ بولنے کو کہتے ہیں جیسا کہ معاذ اللہ یوسف و ابوالکلام جھوٹ بولنے کے قائلہ والوں نے کوئی ستر نہ کیا تھا۔ ان کو صادق کہا گیا۔ اور ابوالکلام تندرست تھے جھوٹ سوٹ بیمار بن بیٹھے۔

حیات القلوب بلدا شگ میں ہے۔

و در چند حدیث جو مکر فرمود کہ تقیہ سچا کس تقیہ اصحاب کہف غیر مدبر ستیکہ ایشان ز نار می ایستند و بعد کا ہے مشرکان حاضرند پس خدا ثواب ایشان بمضاخف گردانید

ترجمہ:۔ دوسری حدیث معتبرہ ہے کہ کسی شخص کا تقیہ اصحاب کہف کے تقیہ کے برابر

ہے یہ غلط ہے کیونکہ قرآن میں لکھا ہے۔ فَطَرْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نَارٍ وَتَرَابٍ وَلَقَدْ رَآهُ نَزُولًا فِي السُّمُومِ وَاللَّهُ يَوْمَئِذٍ فَاعِلٌ لَا تُؤْمِنُ بِهِ إِلَّا قَلِيلٌ وَاللَّهُ يَوْمَئِذٍ فَاعِلٌ لَا تُؤْمِنُ بِهِ إِلَّا قَلِيلٌ وَاللَّهُ يَوْمَئِذٍ فَاعِلٌ لَا تُؤْمِنُ بِهِ إِلَّا قَلِيلٌ

اور انہوں نے جھوٹ بولنے کو تقیہ کہا ہے۔

تہیں ہو سکتا، کہ وہ جو پہلے اور کفار کی خیدوں میں شامل ہوا کرتے تھے۔ اور خدا نے ان کا ثواب دینا چاہا ہے۔

اس روایت سے یہ وضاحت ثابت ہوا کہ تقیہ جھوٹ بولنے کو کہتے ہیں۔ بڑے تقیہ باز اصحاب کہتے تھے۔ وہ یہاں تک جھوٹ بولتے تھے کہ مسلمان ہو کر جو پہن لیتے۔ اور شرک بیکر کفار کی عیدیں میں شامل ہو جاتے۔ اور اس کا ثواب عظیم حاصل ہوتا۔ اللہ اللہ شیخ خود تو جھوٹ بولا کریں تقیہ کا ثواب نہیں۔ لیکن پاک لوگوں پچھروں۔ اولیاءوں۔ اماموں کو تقیہ باز جھوٹ کہنے والا کہنے سے تامل کیا کریں۔ مگر نہیں۔ ان کے دستِ استم سے زمام بچتا ہے۔ نہ ولی۔ نہ نبی۔ اس وقت رسالہ موعظہ تقیہ جس میں اقوال علامہ ہابری لکھے گئے ہیں۔ میرے سامنے ہے۔ اس میں جناب امیر علیہ السلام کا تقیہ یوں درج ہے۔ فرمایا ہے اس اصول پر جس کو میں بیان کر چکا ہوں۔ امیر المؤمنین حضرت علیؑ نے خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں تقیہ کیا۔ اور ضرورت تھی کہ جو طرح صدر اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۹ مہینہ اہل ایمان ہونے کے باوجود تقیہ کیا جناب امیرؑ نے بھی قلت ائمہ و اعداء کے سبب خلفاء سے تقیہ کیا۔ اس تقیہ کرنے سے اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت و قوت رجراٹ پر کوئی حریف نہیں وارد ہوتا تو لازماً نفس رسولؐ (علیؑ) پر جو کسی طرح پیغمبر سے کسی وقعت میں بھی زیادہ نہ تھے۔ کوئی اعتراض لازم نہیں آ سکتا۔ مزید یہاں جناب امیرؑ نے بھی محض حفاظت اسلام کیلئے اس وقت تقیہ کیا۔ اگر وہ تقیہ نہ کرتے صدر اسلام کا زمانہ تھا۔ اور مسلمانوں کی باہمی کشمکش سے اسلام خطرہ میں چڑھتا۔ پس علیؑ نے بنا بر حدیث معتمدہ ثلاثہ کی معیت ہرگز نہیں کی۔ اور تقیہ میں زمانہ گذار دیا۔ ہاں اگر بیعت ثلاثہ کے لئے مجبور کیا جاتا۔ تو لازماً پھر وہ مقابلہ میں خود الفجار اٹھانے کو ترجیح دیتے۔ اور تقیہ توڑ دیتے۔ مگر اخبار معتبرہ کی بنا پر نہ بیعت کیلئے وہ مجبور نہ کئے گئے۔ نہ انہوں نے تقیہ توڑا باوجود تقیہ کرنے کے بھی با اعتراضات کا برعلیاد

لے رسول خدا اور تقیہ خدا کے لئے غور کرو۔ رسول پاکؐ نے ہر چند کفار کے سے اذیتیں اٹھائیں۔ تکالیف کا سامنا کیا۔ اخبار حق اور ایمان کلے توحید سے نہ رکھے ہی وجہ ہے کہ اسلام کی اشاعت بلاد کفار میں ہو گئی۔ اور کفر و ظلمت کی تاریکی دور ہو گئی۔ مگر رسول خدا تقیہ کرتے۔ تو اسلام کس طرح پھیلتا۔ قلت ائمہ و اعداء کا ذکر فضول ہے۔ جن کے شامل حال نصرت ہوتی ہے۔ وہ قلت و کثرت اعداء کی پرواہ نہیں کرتے۔ کچھ عین فحشہ و فحشہ کی قلت خیارہ لکھتے ہیں۔ ہاؤن اللہ۔ ساری خدائی کی طرف۔ فضائل الہی کی طرف۔ حضرت علیؑ کے زمانہ میں تو اسلام کے نام لیا والا کون تھا۔ رسول پاکؐ کے پاس کونسی فوج تھی جو جب آپؐ نے ایمان کفار کے ساتھ کلمۃ التوحید والہی کا اعلان کیا۔ پھر جناب امیرؑ کے بعد الیہ ان کے کہہ رہے تھے کہ یہاں کے خدائی طاقت رکھتے تھے۔ اور ہر بھی ان کے اختیار میں تھی پھر تقیہ کرنے کی

الہت علیؑ نے سیرت شریف پر عمل نہیں کیا۔ بلکہ عمل کرنے سے انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ جناب امیرؑ کی خلافت ظاہری کا زمانہ آیا۔ اور آپؑ نے دوران خلافت میں اصحاب ثلاثہ کے رشتے ڈالے ہوئے اسلام کے سب زائل کر دیے۔ اور اس کو از سر نو اٹھایا کیا۔

مستند تقیہ کی ایجاد

موجدان مذہب شیخ نے جب یہ دیکھا کہ جناب امیرؑ کے خطبات اور ائمہ اہلبیتؑ کے اقوال سے اصحاب ثلاثہ کی تعریف بیداری جاتی ہے۔ اور جناب امیرؑ عہد خلافت اصحاب ثلاثہ میں ان کے شیعہ و شکر رہے۔ اور ہر معاملہ میں ان کے مشیر و تدبیر رہے۔ انکے چچے نمازیں پڑھتے رہے۔ مال غنیمت ان سے حصہ لیتے رہے۔ اور مالانہ وظائف نقد و جنس حاصل کرتے رہے۔ پھر کس طرح تقیہ کیا جاسکے۔ کہ اصحاب ثلاثہ سے وہ ناراض اور ان کی خلافت کو وہ ناجائز سمجھتے تھے۔ اس کے جواب کیلئے انہوں نے مسئلہ تقیہ ایجاد کیا۔ کہ یہ سب کچھ جناب امیرؑ اور اہلبیتؑ کا تقیہ تھا۔ اور یہی فضیلت رکھتا ہے۔ اور دین کے دس اجزا میں سے ۹ اجزا تقیہ میں ہیں۔ اور تمام ائمہ ثلاثہ انبیاء علیہم السلام کا دین و ایمان تقیہ ہی تھا۔ چلو چھٹی سہوی جہاں مدیوں کی تسکین خاطر کے لئے تقیہ کی پڑیا کافی ہے۔ یہاں تک کہ کہدیا۔ کہ ائمہ اہلبیتؑ نے فرمایا ہے۔ دین حق ظاہر کرنے کے لئے نہیں۔ بلکہ چھپانے کے لئے ہوتا ہے۔ اصل کافی حد تک میں ہے کہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے اپنے ایک خاص تنبیہ کو یوں فرمایا۔

يَا سَيِّدِي اِنَّكَ تَكُنْ دِيْنًا مِّنْ كَلِمَةِ اَعَزَّكَ اللهُ وَمِنْ اَذْهَبَ اَذْهَبَ اللهُ.

ترجمہ:۔۔۔ اے سلیمان تم ایسے دین پر ہو کہ جو اس کو چھپائے۔ اللہ اس کو غرت دیگا۔ اور جو اس کو ظاہر کرے۔ خدا اس کو زائل کرے گا۔

دوسری جگہ اس کتاب کے صفحہ ۵۵ میں ہے۔ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَلَيْهِمَا السَّلَامُ مَنْ اَذَاعَ عَلَيْكَ شَيْئًا مِنْ اَمْرِنَا لَمْ يَكُنْ اَعِيْذًا اَوْ لَمْ يَكُنْ اَخِيًّا. (ترجمہ) امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ جو شخص ہم سے مذہب میں سے کچھ ظاہر کرے۔ گویا اس نے ہمیں گمراہ قتل کر دیا۔ نہ ظالم۔ نیز کتاب مذکور کے صفحہ ۵۵ میں ہے کہ مَنْ اَذَاعَ عَلَيْنَا حَيْثُ يَنْسَلِبُكَ اللهُ الْاَوْثِيَانِ. (ترجمہ) امام صادق نے فرمایا جو ہماری جگہ کو ظاہر کرے۔ خدا اس کا ایمان نہیں لیتا ہے۔

ہر ایک قاتل ذی بصیرت سمجھ سکتا ہے کہ یہ حدیثیں بار لگوں کی گھڑت ہیں۔ ورنہ ائمہ سیر دین

علیہ السلام نے شیعہ کی کتاب متبرکہ اصول و فروع کافی۔ امام الدیون۔ حلقہ بیروت میں تصریح ہے۔ و باقی سہل پر

وہیں جو مخالف بعض وسعت کی مانگتے

تبر استقامت

شیخ حضرت کے مسائل کا کیا کہنا۔ ح۔ جو بات کی خدا کی قسم لا جو ایسا کی۔ ہر ایک مسئلہ
نرا اور ہر ایک مفقودہ انجورہ روز کا تشبیہ انہی مسائل میں سے ایک عجیب و غریب مسئلہ عتہ کا ہے عتہ
کی فقہاء میں مستقل رسالے تصنیف کئے گئے ہیں۔ اور اس کا اس قدر ثواب بیان کیا گیا ہے کہ غالب
اور مفقودہ صرف اسی قدر کیا اس کے لئے کلید حیرت کے مالک ہو سکتے ہیں۔ یہ آیات و نیل ملاحظہ ہوں۔

فصل

۱۶ تحفۃ العوام جلد ۲ صفحہ ۲۷ میں فرمایا۔ جو شخص منفقہ کرے عمر میں ایک مرتبہ وہ اہل بہشت سے ہے
دوسری حدیث میں ہے کہ عذاب نہ کیا جائے گا۔ وہ مرنے اور وہ تورات کہ منفقہ کر لے۔

بقیہ صفحہ ۱۵۹ جناب امیر کے گلے میں دسی، واکلمہ ہدیت کے لئے ابوبکر کے پاس لے گئے اور اپنے مجبور اُبعیت کی کیا یہ سب ایات
مجموعہ ملی ہیں، حائری کے پاس اس کے خلاف کوئی روایت معتبر موجود ہے۔ اے حاشیہ صفحہ ۱۵۹ شروع کافی کتاب الروضہ
صفحہ ۱۶۱ میں تصریح ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا پہلے خلیفہ کے دستور العمل کو اگر میں تبدیل کرنا چاہوں۔ تو لوگ مجھ سے متفر
ہو جائیں گے۔ اسی لئے میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا۔ کیا جناب امیر فرماتے ہیں۔ یا سید علی حائری اس کی تفصیل اس کتاب کے
صفحہ ۲۴ پر ملاحظہ ہو جس سے حائری صاحب کی تاویلات کی قلعی کھل جاتی ہے۔ (احقر مظہر حسین غفرلہ)

(۳) ایسا ہی منہج الہادوقین علیہ میں ہے۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَمَتَّعَ مَرَّةً أَمْرًا
سَمَّيْتُ الْفَرْقَ الْبَيْنَ وَمَنْ تَمَتَّعَ مَرَّةً أَمْرًا سَمَّيْتُ الْفَرْقَ الْبَيْنَ
(ترجمہ) نبی علیہ السلام نے فرمایا جو ایک مرتبہ متعہ کرے۔ خدا کے قہر سے نجات ملے جو دو مرتبہ کرے
اس کا حشر ایک لوگوں پر پھیلے گا۔ اماموں۔ ولیوں کے ساتھ ہوگا جو تیسری مرتبہ متعہ کرے یہ رسول پاک
کے ساتھ جنت میں داخل ہوگا۔

۴۷۔ تَبَّانِ اسْتَشْفَىٰ عَلَى اللَّهِ عَلَيْهِ مِنْ مَغَمٍّ مَرَّةً وَاحِدَةً عَتِقَ ثَلَاثَةً مِنَ النَّارِ وَمَنْ مَغَمَّ مَرَّتَيْنِ عَتِقَ ثَلَاثًا مِنَ النَّارِ وَمَغَمَّ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ عَتِقَ كُلَّهُ مِنَ النَّارِ۔ (ترجمہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو ایک دفعہ متع کرے۔ اس کے بدن کا قیصر اربعہ آتش و دوزخ سے آزاد ہو جاتا ہے۔ جو دو دفعہ کرے اس کے دو ٹولٹ اور چوتین مرتبہ کرے اس کا تمام بدن آتش و دوزخ سے آزاد ہو جاتا ہے۔

(۵) قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَعَرَ مَرَّةً دَرَجَتَهُ لِدَرَجَةِ الْحُسَيْنِ وَمَنْ شَعَرَ مَرَّتَيْنِ دَرَجَتَهُ لِدَرَجَةِ الْحُسَيْنِ وَمَنْ شَعَرَ أَرْبَعًا مَرَّاتٍ دَرَجَتَهُ لِدَرَجَةِ الْحُسَيْنِ (تاج محمد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایک دفعہ متذکرے ورجہ امام حسین کا پائے۔ اور چار دفعہ متذکرے تو درجہ امام حسین کا حاصل ہو تین دفعہ کرنے سے حضرت علی کا تیسرا چار دفعہ کرنے سے رسول پاک کا ہم رتبہ ہو جائے۔ ایسا شیعہ کی معتبر تفسیر منہج الصالحین ۲۵۶ میں ہے۔

سبحان اللہ کیلئے مذہب میں متعہ مبارک میں کس قدر فضیلت ہے۔ نہ ایسی فضیلت تہا ز روزہ
نہ حج نہ زکوٰۃ نہ قرینہ عبادات کی ہے۔ کہ حسب روایت نمبر ۱۱۸ عمر پھر میں ایک دفعہ متعہ کر لینے سے بہشت کا
ٹھیکہ مل جاتا ہے۔ اور جو مزایا عورت متعہ عیدیا کا ثواب کر لے۔ عذاب روزِ خ سے نجات مل جائے
اور حسب روایت نمبر ۲ متعہ کنندہ حبیبِ شمل کرتا ہے۔ تو اس کے بدن سے جو بے تعداد

قطرات پانی کے گرتے ہیں۔ ایک قطرہ سے ستر ستر فرشتے پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو قیامت تک اس نیک مومن کو متعہ کفندہ کے لئے خدا سے طلب مغفرت کرتے رہتے ہیں۔ بموجب روایت غیر ۳ ایک دفعہ یہ فعل نیک متعہ کرنے سے غضب الہی سے امان مل جاتی ہے۔ دو دفعہ عمل کرنے سے شرمح الابرار (صدیقین شہداء انبیاء) ہونے کا حق ہو جاتا ہے۔ تیسری دفعہ عمل متعہ کو کجا لائے سے توحید کا وہ درجہ مل جاتا ہے۔ جو نبی آخر الزمان کیلئے مخصوص ہے۔ بھولے روایت غیر ۴ ایک دفعہ متعہ کرنے سے بدن کی تہائی دو دفعہ کرنے سے دو تہائی تین دفعہ کرنے سے تمام بدن پر آتش و درخ حرام ہو جاتی ہے۔ منطوق روایت غیر متعہ کی اتنی بڑی فضیلت ہے۔ کہ ایک دفعہ متعہ کر فیہ من کا۔ دو مرتبہ کرنے سے تمام سین تین دفعہ کرنے سے حضرت علی کا اور چار دفعہ کرنے سے رسول کا درجہ مل جاتا ہے۔ پھر ناز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ اور دیگر عبادات کرنے کی کیا ضرورت جن میں بدنی و مالی تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں پس چار دفعہ کا ثواب (متعہ) کر لیا جائے۔ ہم خرماء و ہم ثواب خلافت بھی حاصل ہو۔ اور بہشت بھی مل جائے۔ نار جہنم کا کھٹکا نہ رہے۔ امام حسنؑ۔ امام حسینؑ۔ اعلیٰ رسول پاک کے ہم رتبہ ہو کر نعم جنت کے مزے لوٹے۔ کیا کوئی شخص ایک منٹ کے لئے بھی مان سکتا ہے۔ کہ یہ یہودہ روایات جو ائمہ دین کی طرف منسوب کی جاتی ہیں مبنی الواقع ان کے ہی اقوال ہیں۔ یہ عجیب بات ہے۔ کہ ایک شخص شہوت رانی کی طرف سے ایسے فعل قبیح کا ارتکاب کرے اور وہ جنت الفردوس کا مالک بن جائے۔ اور امانوں اور انبیاء کا ہم رتبہ ہو جائے۔ کہوٹ کلمۃ تخریج من اقوالہم ان یقولون لا یکن یا کلا ایسے اقوال کا ائمہ الطہریت کی طرف منسوب کرنا عترت الرسول کی بہت بڑی ہتک ہے۔ احفظہ اللہ منہ۔

انسوس ہے کہ متعہ جیسا حیا کش مسئلہ اسلام کا ایک فرقہ ایجاد کر کے دامن اسلام پر ایک بدعہادہ بنے لگاتا ہے۔ ہم آریہ کے خلاف مسئلہ نیوگ کے متعلق اعتراض کرتے ہیں۔ آریہ اس کے جواب میں متعہ کا مسئلہ پیش کر دیتے ہیں۔ بتائیے اس کا کیا جواب دیا جاسکتا ہے؟

متعہ کیا چیز ہے؟

متعہ فی الحقیقت زنا ہے۔ جس کا نام صرف تبدیل کیا گیا ہے۔ اور اوصاف ساری وہی ہیں کیونکہ متعہ میں گواہ رکھنے کی ضرورت نہیں۔ توریت بھی نہیں۔ تعداد بھی معین نہیں۔ یعنی عورتوں سے

پلے متعہ کر سکتا ہے۔ جیسا زنا میں خرچی مقرر اور وقت معین کیا جاتا ہے۔ ایسا ہی متعہ میں بھی پیشہ و عورتیں بے حجاب بازاروں میں پھرتی ہیں۔ اسبطرح متعہ عورت کو بھی پردہ کی ضرورت نہیں ہے۔

احیرت متعہ:- بازاروں کی اجرت خرچی چار اٹھ آنہ یا دو روپیہ مقرر کی جاتی ہے۔ لیکن متعہ عورت کی اجرت و خرچی حسب روایات کتب فقہیہ متعہ بھی بھر گیوں یا ستویہ و غیرہ کافی ہے۔ فروغ کافی جلد ۱ ص ۱۹۴ میں ہے۔ عن الزحوی کہ قال لا یحبہ اللہ علیہ السلام عن ابی ہریرہ کہ قال کف من یزیر روی نے امام صادق علیہ السلام سے پوچھا۔ کہ متعہ کی کم درجہ اجرت کیا ہے۔ آپ نے کہا متعہ بھی بھر گے (۲) دوسری روایت اسی کتاب کے ۱۹۴ میں ہے۔ عن ابی بصیر قال سئل عن ابی عبد اللہ علیہ السلام عن اخی مہر المتعہ ہو قال کف من طعام وینق او سویق او تنہر۔ ابو بصیر کہتا ہے میں نے صادق سے دریافت کیا کہ متعہ میں ادنیٰ مہر کیا ہے؟ کہا متعہ بھی بھر طعام آٹا یا ستویہ بھریں۔

بے تعدد عورتوں سے متعہ ہو سکتا ہے

نکاح چار عورتوں سے زائد نہیں ہو سکتا ہے۔ لیکن متعہ عام اجازت ہے۔ خواہ ہزار عورتوں سے جمع کرے ممانعت نہیں ہے۔ عن ابی بصیر قال سئل ابو عبد اللہ عن المتعہ اھی من الادیع قال لا ولا من السبعین۔ فروغ کافی جلد ۱ ص ۱۹۴، ابو بصیر کہتا ہے۔ صادق علیہ السلام سے متعہ کے بارے میں دریافت کی گئی کہ کیا چار عورتوں سے بھی متعہ ہو سکتا ہے۔ کہا چار کیا بلکہ ستر کی بھی حد نہیں ہے۔

عن زرارۃ ابن اخیس قال ما سئل من المتعہ قال کم شئت زرارۃ نے امام علیہ السلام سے پوچھا۔ کہ کتنی عورتوں سے متعہ ہو سکتا ہے۔ کہا جتنا چاہیے۔

ایک عورت سے بار بار متعہ

ایک عورت کو نکاح کر کے طلاق ملنے دی جائے۔ تو دوبارہ اس سے نکاح نہیں ہو سکتا لیکن

متعد کے متعلق عام اجازت ہے۔ ایک عورت سے کبھی بار متعد کیا جاسکتا ہے۔
 عَنْ ذَرَّانَةَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لَهَا جَعَلْتُ فِدَاكَ الرَّجُلُ يَتَزَوَّجُ
 الْمُتَعَدَّ وَيَقْضِي شَرْطَهَا ثُمَّ يَتَزَوَّجُ رَجُلًا آخَرَ حَتَّى بَانَتْ مِنْهُ ثُمَّ يَتَزَوَّجُ رَجُلًا
 الْأَوَّلُ حَتَّى بَانَتْ مِنْهُ ثَلَاثًا وَتَزَوَّجَتْ ثَلَاثًا ثُمَّ أَزْوَاجَ يَحِلُّ لَهَا أَنْ يَتَزَوَّجَهَا
 قَالَ تَهْمُ كَمُ شَاوٍ كَلَيْسَ هَذِهِ مِثْلُ الْحُرَّةِ هَذِهِ مُسْتَأْجِرَةٌ وَهِيَ بِمَنْزِلَةِ الْأَمَّاكِ
 تَوْجِيهًا:۔ نظرہ کہتا ہے میں نے امام باقر علیہ السلام سے کہا۔ میں آپ پر قربان کوئی شخص متو
 کرے اور اس کی شرط پوری ہو جائے پر دوسرا شخص اس سے متعد کرے حتیٰ کہ اس سے قطع تعلق ہو جائے
 پھر اس سے متعد کرے حتیٰ کہ تین دفعہ اس سے قطع تعلق ہو۔ اور تین نماز ذکر کر چکی ہو۔ کیا پہلا شخص اس سے
 متعد کر سکتا ہے؟ آپ نے کہا جتنی دفعہ ہی چاہے متعد کیا کرے۔ یہ آزاد اور امسلس عورت جیسی نہیں بلکہ
 کرایہ کی عورت اور نوادیوں کی جابجا ہے۔

متعد دوریہ

حضرات شیعیہ نے متعد کے متعلق ایک اور لطیف صورت یہ پیدا کی ہے کہ ایک ایک
 عورت سے ایک رات میں دس مرتبہ آمیزش کر متعد کریں۔ اور یکے بعد دیگرے سب سے ہم بستر ہوں
 اگر وہ عورت ایسی ہو کہ اس کا حیض بند ہو چکا ہے۔ تو یہ متعد دوریہ بھی جائز ہے۔ چنانچہ قاضی نور اللہ
 شوسری نے کتاب مصائب التوابین میں تحریر کیا ہے۔ وَأَمَّا تَامِيْعًا فَلَا تَمَانَسُهُ إِلَى أَحَدٍ كَيْفَا
 مِنْ أَهْلِ جَوْزِ دُونَ يَمْتَعُ الرَّجُلُ كَيْلًا وَاحِدَةً مِنْ أَهْلِ سَوَاءٍ كَانَتْ مِنْ
 ذَوَاتِ الْأَنْثَرِ أَمْ لَا فَمَتَاخَا نَفِي بَعْضُ قِيُودِهِ وَقَدْ لَكَ أَنَّ الْأَخْطَابَ قَدْ خَصَّوْا ذَالِكَ
 بِالْأَيْسَةِ لَا يَغْيُرُهَا مِنْ ذَوَاتِ الْأَنْثَرِ (توضیحاً) مصنف نواقض الروائض نے جو ہمارے
 اصحاب کی طرف منسوب کیا ہے۔ کہ بات کو جائز رکھتے ہیں۔ کہ بہت سے اشخاص ایک رات
 ملکر ایک عورت سے متعد کریں۔ وہ حیض والی ہو یا آنسہ ہو۔ اس میں خیا تنا بعض قیود چھوڑ دی گئی
 ہیں۔ کیونکہ ہمارے اصحاب نے اس کو اس عورت کیساتھ مختص کر دیا ہے جس کو حیض نہ آتا ہو۔ نہ یہ کہ
 جس سے چاہے متعد کرے۔

بہر حال عورت آنسہ ہی کیوں نہ ہو۔ ایک رات میں ایک عورت سے بے تعداد اشخاص کا متعد

کرنا کتنا بڑا لہجہ خیالی کا فعل ہے جس کو حضرات شیعیہ جائز سمجھتے ہیں۔

ایک یہودہ حکایت

ولد اوکان متعد نے اس بارہ میں عجیب و غریب حکایتیں وضع کی ہیں۔ اور یہ بھی خیال نہیں کیا۔ کہ
 ایسی یہودہ کالیات سے ائمہ اہلبیت کی کہاں تک ہشک و توہین ہوتی ہے۔

فروع کافی جلد ۲ ص ۱۹ میں ہے۔ حَسَّاهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمِيرٍ اللَّيْثِيُّ إِلَى أَبِي جَعْفَرٍ فَقَالَ لَنَا
 مَا تَقُولُ فِي مُتَعَدِّ النِّسَاءِ فَقَالَ أَحَلَّهَا اللَّهُ فِي كِتَابِهِ وَعَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ قَهْرًا وَحَلَالًا
 الْيَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَ يَا أَبَا جَعْفَرٍ مِثْلُكَ يَقُولُ هَذَا وَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَكَهْنُ عَمَّا فَقَالَ
 وَإِنْ كَانَ فَعَلْتَ قَالَ أُعِيدُكَ بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ أَنْ تَحِلَّ شَيْئًا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ فَقَالَ لَنَا
 فَأَنْتَ عَلَى قَوْلِ صَاحِبِكَ وَأَنَا عَلَى قَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الْأَوْحَاثُ
 فَأَنْتَ الْأَوَّلُ مَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّ الْبَاطِلَ مَا قَالَ صَاحِبُكَ قَالَ
 فَأَقْبَلَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمِيرٍ فَقَالَ الْبَيْتُ لَكَ أَنْ نِسَائِكَ وَنِسَائِكَ وَأَخَوَاتِكَ وَبَنَاتِ عَمَّتِكَ
 يُفَعِّلُنَّ قَالَ فَكَفَّرَ عَنْ هَذَا أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِينَ ذَكَرَ نِسَاءَ آوَةَ وَبَنَاتِ عَمَّتِهِ۔
 ترجمہ:۔ ابن عمیر لیسٹی نے امام باقر علیہ السلام سے متعد کا مسئلہ دریافت کیا۔ تو انہوں نے کہا ہمارے
 اس کی کتاب میں اور اپنے رسول کی زبان سے حلال کیا ہے۔ پس وہ قیامت تک حلال ہے۔ ابن
 عمیر نے کہا۔ آپ جیسا امام یہ بات کہے۔ مگر اگر عمر نے اس کی جو امت کا فتویٰ دیدیا ہے۔ آپ سے یہ
 زیادتیں کہ جس چیز کی حرمت عمر نے بیان کی ہو اسے آپ حلال کریں۔ امام باقر نے کہا۔ تو عمر کے قول پر
 میں رسول اللہ کے قول پر کاربند رہوں گا یہ سبلی بات قول رسول ہے۔ اور تیرے صاحب
 کا قول باطل ہے۔ ابن عمیر نے کہا۔ کیا آپ کو یہ بات پسند ہے۔ کہ آپ کی عورتیں۔ لڑکیاں
 بہنیں۔ پھوپھیاں۔ یہ فعل کریں۔ امام باقر نے یہ بات سن کر اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اور
 کچھ جواب نہ دیا۔

ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ یہ فقہ یار لوگوں کا وضع کیا ہوا اور مختص غلط ہے۔ اگر امام باقر معاذ اللہ
 متعدی حلت کے اسناد قائل تھے کہ اس کو سنت رسول اور نیامت تک جائز سمجھتے تھے۔ تو یہ پھر
 عورتوں کا سوال آجانے سے کیوں خفگی آجاتی۔ کیا بات ہی متقطع ہو گئی۔ اور کوئی جواب نہ بن پڑا۔

یہ عجیب بات ہے کہ جو فعل مردوں کے لئے قیامت تک حلال اور موجب ثواب ہو وہ عورتوں کے لئے باعث شہم و عار ہو۔ کوئی حکم اسلام میں ایسا نہیں ہے کہ جو ذکر کے لئے میباح اور انانہ کے لئے حرام ہو۔ وبالعکس اس سے صاف ثابت ہے کہ متعہ عورت و مرد کے لئے یکساں حرام ہے نہ عقل اس کو درست سمجھتی ہے۔ نہ نقل سے اس کا کوئی ثبوت ہے۔

اسی طرح اس کتاب میں ص ۱۱۹ پر ایک دوسری حدیث میں دربارہ متفقہ امام باقر علیہ السلام اور امام ابو حنیفہؒ کے مابین مکالمہ زنج کیا گیا ہے۔ مضمون ہر دو حدیث کا قریباً ایک ہی قسم کا ہے۔ اس لئے اس کا اندراج ضروری نہیں سمجھا گیا۔

مستقیم سے ممانعت

دوسری جگہ فروغ کافی جلد ۲ ص ۱۹۲ میں ایک حدیث ہے جس سے متعدد کی مخالفت ثابت ہوتی ہے۔ عَنِ الْمَقْتَبِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ فِي الْمَقْتَبِ هُوَ مَا كُنِيَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَكُنِيَ فِي مَوْضِعِ الْحُورَةِ فَيُحْمِلُ ذَاكَ عَلَى رَأْسِهِ لِيَشْوَاهَا وَأَفْخَايَا (مفضل کہتا ہے میں نے امام صادق علیہ السلام سے سنا وہ فرماتے تھے۔ متعدد چھوڑ دو کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ کوئی شخص عورت کی شرمگاہ دیکھے اور اس کا ذکر اپنے بھائیوں اور اجاب سے جا کر کرے۔)

[illegible]

(ترجمہ) حضرت ابو الحسن نے اپنے بعض عقائد کو کہا کہ متفقہ اہل سنت کرو صرف سنت بجالاؤ۔ اور اس مصروف مت بجاؤ۔ تاکہ تم اپنی مشکوہ غریبوں اور کمزوروں سے ہٹ جاؤ اور وہ معطل رہیں۔ اور پاکیا رہ کر تباری و انگریہوں اور ہمیں واس وید سے کہ حکم متفقہ دیا ہے۔) لعنت کریں۔

دوسری حدیث میں متفقہ کے اصرار کی مخالفت کہے۔ اور پہلی حدیث میں کلی مخالفت ہے۔ اور یہ بات کہ احادیث شیعہ میں اس قدر تعارض و مخالفت ہے کہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ کونسا حکم درست اور کونسا درست نہیں ہے۔ ایک تشریح طلب امر ہے جس کو یہاں اپنے موقع پر بیان کریں گے۔

عرض متعجیبا مخرب اخلاق حیا سوز مسکدا اسلام کا سکہ بے گز نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ بیندگان

نفس و ہوا کو اس سے کیسی ہی دلچسپی کیوں نہ ہو۔ شاعر کہتا ہے۔

مظاہر ہے کہ یہ کسی تم کو سے وصال ہو
 نہ مہربان ہے کہ نہ نا بھی حلال ہو

پرومختار مسئلہ انبیاء پر ائمہ کی فضیلت

یہ مسلم ہے کہ نبی کے درجہ کو غیر نبی نہیں پہنچ سکتا۔ خواہ کیسا ہی غوث قطب۔ ولی۔ امام ہو۔ لیکن
شیعہ کا یہ عقیدہ ہے کہ ائمہ اہلبیتؑ جمیع انبیاء سے افضل ہیں۔ چنانچہ حق الیقین ارو و صفہ میں
ہے۔ اکثر علماء شیعہ کا یہ اعتقاد ہے کہ حضرت افضل ارو گیر امام ائمہ ظاہرین جمیع انبیاء سے افضل
ہیں۔

پانچواں مسئلہ: شیعہ کا اعتقاد ہے کہ جناب امیر و دیگر ائمہ خدا کی زبان منہ آنکھ ہاتھ اور جسم اللہ (خدا کی پسلی میں) اصول کافی حد تک ہیں۔ عَنِ اسْوَدِ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ حَقَرٍ فَانْشَأَ يَقُولُ اَيْتَدَا مِنْهُ مِنْ عَيْنٍ اَنْ اَسْأَلَهُ عَنْ حُجَّةِ اللَّهِ وَتَنْزِيلِ بَابِ اللَّهِ وَتَحْنُ الْكَسَائِ اللَّهُ وَتَحْنُ وَتَحْنُ اللَّهُ وَتَحْنُ عَيْنِ اللَّهِ فِي خَلْقِهِ وَتَحْنُ وَلَا تَحْنُ اَمْرُ اللَّهِ فِي عَيْنِهِ (اسود بن سعید کہتا ہے۔ میں امام باقر علیہ السلام کے ہاں بیٹھا تھا۔ وہ خود ہی کہنے لگے بغیر اس کے میں نے دریافت کیا ہو۔ ہم خدا کی محبت میں۔ ہم خدا کا دروازہ ہیں۔ ہم خدا کی زبان اور خدا کا منہ اور خدا کی آنکھ ہیں۔ اس کی مخلوق میں۔ اور ہم خدا کے امر کے اس کے بندوں میں مختار

(لاہ میں ۷۰)

اس کتاب کے اسی صفحہ پر ہے۔ حَدَّثَنِي مَا كُنْتُمْ اِنْ عَمَّا رَا الْجَهَنِّي قَالَ سَمِعْتُ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ يَقُوْلُ اَنَا عَيْنُ اللهِ وَاَنْبَاؤُ اللهِ وَاَنْكَبَتُ اللهُ وَاَنْتَ يَا كَبُ اللهِ وَاَنْتُمْ بِنِ ابِي عَمَّارِ كِتَابِے۔ میں نے امیر المؤمنین سے سنا کہتے تھے۔ ہم خدا کی آنکھ۔ اس کے ہاتھ اس کے پہلو اور خدا کے دروازہ ہیں۔)

چہنما صلی اللہ علیہ وسلم: مگر یہ اسلام کا یہ مسل فقیر ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کے افضل ہیں۔ اس کے خلاف حضرت علیؓ کی کہ رسول کے ہم مرتبہ بلکہ ان سے بھی افضل سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اسول کافی صلا میں ہے۔ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ يَا سَلْبَانُ مَا جَاءَ مِنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ يُؤْخَذُ بِهِ وَمَا يُنْفَى عَنْهُ يُشْفَى عَنَّا جَرَى لَنَا مِنْ فَضْلِ مَا جَزَى لِرَسُولِ اللَّهِ (صداق نے فرمایا

اسے سلیمان جو امیر المؤمنین تھے انہوں نے منع کر دیا۔ اس سے باز رہو۔ علی کو وہی فضیلت حاصل ہے جو رسول کو ہے۔

پھر سورۃ کتاب مذکور میں لکھا ہے۔ قَالَ امیر المؤمنین انا قسبکم اللہ بکین الجنۃ والنار وانا الفاروق الہدی وانا صاحب العصا والاسیم ولقد افترت لی جمیع الملائکۃ والشیطان مثل ما افترت لہم ولقد حملت علی مثل حمل رسول اللہ وھو حمل کمال التبت واکتھبت اید علی وکیبت نطق وادعی فاکسئی وامتنطق فانطق علی الخ منطوقہ ولقد اعدت خصائم یطھن احد قلی عانت علم المنايا والباہیا والاکساب وفضل الخطاب فلم یفنی ما سبقنی وکفر یفنی عنی ما غاب عنی البشر ما اذن اللہ واودعی عن اللہ عز وجل کل ذالک مکذبی اللہ غیب باذنہ (تفسیر) امیر المؤمنین نے فرمایا میں خدا کی طرف سے جنت و دوزخ کی تقیم کا مالک ہوں۔ میں فاروق اعظم ہوں۔ اور صاحب عصا اور اسیم ہوں۔ تمام ملاکات ارواح نے اسی طرح میرا اقرار کیا۔ جمیع کہ رسول کا انہوں نے اقرار کیا۔ مجھے اسی سواری پر سوار کیا گیا۔ جو رسول کی سواری من جانب الشریقی مجسم صلعم ملائے جائیں گے۔ اور پوشاک پہنائے جائیں گے۔ اور کلام کہے جائیں گے۔ اسی طرح میں بھی نکارا جاؤں گا۔ اور پوشاک پہنا دیا جاؤں گا۔ اور کلام کروں گا کلام رسول کی طرح۔ میں پانچ چیزیں زیار کیا ہوں۔ جو کسی کو مجھ سے پہلے نہیں دی گئیں۔ مجھے موتوں۔ مصیبتوں۔ نبیوں۔ فیصلہ حق کے علوم دئے گئے ہیں۔ پہلی باتیں مجھ سے چھپی نہیں رہیں۔ اور نہ غیبی امور مجھ سے مخفی ہیں۔ میں خدا کے حکم سے بشارت دوں گا۔ اور خدا کی طرف سے سب کچھ پورا کروں گا۔ ان تمام امور کا مجھے خدا نے کلی اختیار ویدیا ہے۔ ان روایات سے ثابت ہے کہ فضیلت میں رسول اور علی کو ہر حال میں۔ دوسری میں تشریح کر دی گئی ہے۔ کہ جو خصوصیات رسول اکرم کی ہیں۔ ان میں علی ان کے شریک ہیں۔ بلکہ علوم خمسہ کے حامل ہونے میں رسول کے بعد علی کا ہر خالق ہو گیا۔

بحار الانوار جلد ۱۵ صفحہ ۱۵۵ میں ہے۔ ایک راوی نبی صلعم سے نقل کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت نے حضرت علی سے فرمایا۔ اے علی تمہارے لئے بہت سی چیزیں ہیں۔ کہ ان جیسی میرے لئے بھی نہیں ہیں۔ اول یہ کہ کفایت جیسی تمہاری ہوئی ہے۔ حالانکہ اس جیسی ہوئی میرے لئے نہیں ہے۔ اور تمہارے نقطہ سے تمہارے بعد نہج ان اثبات فضیلت علی کیلئے موبدان مذہب شیعہ نے کیسا عجیب استعمال قائم کیا ہے۔ (باقی طہ پر)

ہیے ہیں۔ کہ ان جیسی میرے نقطہ سے نہیں ہیں۔ اور کچھ جیسی تمہاری ساس میں۔ ایسی میری کوئی ساس نہیں ہے۔ اور کچھ جیسا تمہارا خسر ہے۔ حالانکہ میرا کوئی خسر نہیں ہے۔ اور جو جیسی تمہارے نسی بھائی میں۔ حالانکہ اس جیسا میرا کوئی نسی بھائی نہیں ہے۔ اور نالہ تہمتا شیعہ ہاجرہ جیسی تمہاری والدہ میں۔ ان جیسی میری والدہ نہیں ہے۔

ساتواں مسئلہ :- یہ ماننا مسئلہ ہے۔ کہ قبض ارواح خاصہ خالق الارواح وحقا پاک ہے۔ اور مانگہ اس کام پر مامور ہیں۔ لیکن شیعہ کا اعتقاد ہے۔ کہ آنحضرت کو انہ طاہرین سے ملکہ بعض یا تمام ارواح کو قبض کرنے کا حق حاصل ہے۔ چنانچہ حق الیقین اسدو ۱۹۹ میں ہے۔ میں نے اشارہ ہے کہ آنحضرت علی تمام انہ طاہرین کیساتف بعض روحوں کو قبض کرتے ہیں۔ یا تمام روحوں کے قبض کرنے میں حکم خدا جل رکھتے ہیں۔ مگر تفسیر کے سبب منافقوں سے اور ان یاران کے جنکی عقل ضعیف ہے۔ انکی تصریح نہیں کی ہے جیسا کہ خطبہ غیر مشہورہ میں فرمایا۔ کہ میں حکم خدا زندہ ہوں والا اور ماریوا لاسول۔

آٹھواں مسئلہ :- موت و حیات انہ کے اختیار میں۔

مسئلہ ہر ہے کہ موت و حیات خدا کے اختیار میں ہے۔ کسی انسان کو اس کا اختیار نہیں دیا گیا۔ لیکن شیعہ کا اعتقاد ہے کہ انہ الہمیت کو موت و حیات پر کلی اختیار تھا۔ چاہے سر یا ہاند سر یا چنانچہ اصول کافی ۴۸ میں باب یوں یا نہ صا گیا ہے۔ باب ان اؤمۃ علیہم السلام یقلون شی یوتون واکم لا یوتون الا باذنہم (باب اسکا کہ انہ اپنی نیکو وقت جاتے ہیں اور موت انکے اختیار میں ہے)

اسی صفحہ میں ہے۔ عن ابی بصیر قال قال ابو عبد اللہ علیہم السلام ائی امام لا یعلم ما یصیبہ والی ما یصیب فلیس ذالک بحجۃ اللہ (البصیر کہتا ہے۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا میں امام کو اپنی مصیبت کا علم نہ ہو۔ اور کہ اس کو کب مصیبت پہنچے گی۔ تو وہ خدا کی طرف سے مقرر ہے)

ما فیہ بقیہ ۱۵۷۔ ان منطلق کی رو سے تو رعیت کا ایک ادنیٰ شخص بھی بادشاہ سے بڑھتا ہے۔ یوں کہ ہر بادشاہ آپ جیسا جلیل القدر بادشاہ ہے۔ لیکن آپ کا کوئی ایسا بادشاہ نہیں ہے۔ یا ایک زندیق شان الہی میں یوں کہہ سکتا ہے کہ ہمارا خدا جامع صفات کمالہ اور وعدہ لاشر یک ہے۔ لیکن خدا کا کوئی ایسا خدا نہیں ہے اس لئے خدا خدا اللہ میں خدا سے فضیلت میں بڑھا ہوا ہوں۔

ہر شے میں رائے شیعہ عجیب با صواب ہے۔ جو بات کی خدا کی قسم لا جواب ہے۔

فتاویٰ مسئلہ: یہ مسئلہ بھی مسلم ہے۔ کہ علم ما کان وما یكون خاصہ ذات باری ہے مگر شیعہ کہتے ہیں کہ ائمہ کی یہ سب معلومات حاصل ہیں۔ اصول کافی ص ۱۵۹ میں باب ہی یوں باندھا ہے باب ان الائمۃ علیہم السلام یتعلمون علم ما کان وما یتکون و انہ او یخفی علیہم شیء و باب اس کا ائمہ کو علم ما کان وما یكون حاصل ہوتا ہے۔ اور ان پر کوئی امر کائنات سے مخفی نہیں ہے کتاب مذکور کے صفحہ ۱۶ میں ہے **سَمِعُوا ابْنًا عَبْدَ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ اِنِّي لَا كُفْلُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَاعْلَمُ مَا فِي الْخَبْرَةِ وَاعْلَمُ مَا فِي النَّارِ اَعْلَمُ مَا كَانَ وَهَائِلُ** امام صادق نے فرمایا جو کچھ آسمان و زمین میں ہے سب کچھ جانتا ہوں۔ اور گزشتہ و آئندہ کل واقعات دنیا کا بھی مجھے علم ہے۔

دسواں مسئلہ: آسمان و زمین و مابینہا جناب امیر کے تابع حکم۔ شیعہ کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کے تابع حکم آسمان و زمین و مابینہا سب کچھ ہے چنانچہ حق الیقین ص ۱۳۲ میں ہے: **بَيْنَ صَاحِبِ عَصَا وَمِجْمَعٍ هُنَّ يَدَايَا** کہ خدا نے ابروؤں و رعدوں اور برقوں کو اور تاریکی و روشنائی اور ہوا اور پہاڑوں اور دریاؤں اور ستاروں اور آفتاب و مہتاب کو میرا مقرر کیا ہے میں اس امت کا لادری ہوں۔

گیادھیاں مسئلہ: میت پر بدو کا ایک مشہور کہاوت ہے: **مَرَّةً هُوَ كَوَارِءُ شَاهٍ مَرَّةً شَخْصٍ** سے کسی کو سرباقی نہیں رہتا۔ ہر ایک متنفذ اس کی حالت پر رحم آتا ہے۔ اور اس کے لئے دعا خیر کرتا ہے لیکن شیعہ حضرات ایسے صاف باطن ہیں کہ میت شیعہ نہ ہو۔ بلکہ سنی ہو۔ تو اس کے جنازہ میں کھڑے ہو کر بچائے دعا کے بدو عا کرتے ہیں جیسا کہ ہم پر امت تحفۃ العوام ثابت کر چکے ہیں۔ اور غضب یہ ہے کہ ائمہ طاہرین کے ذمہ بھی الزام عاید کیا کرتے ہیں کہ وہ بھی ایسا کیا کرتے تھے چنانچہ فروع کافی ص ۹۹ جلد ۱ میں ہے۔ **عَنْ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ رَجُلًا مِّنَ الْمُتَفَقِّهِينَ مَاتَ وَخَلَعَ الْحُلُمَ**

نے توبہ بھلا تلافی کے بارے میں قلت اعوان و انصار کا فہرست نہ ہوا۔ جب آپ کے تابع حکم سوا اور پہاڑوں دریا اور رعد و برق بلکہ ستار اور آفتاب مہتاب بھی تھے۔ تو پھر انکو تلافی کے مقابلہ سے کیا ڈر تھا۔ ایک پہاڑ کو حکم دیتے۔ دشمنوں کے سروں کو توڑ پھوڑ دیتا اور رعد و برق کو اشارہ کرتے ان کی آنکھیں اٹکھلا کر بھیر کر دیتے۔ پہاڑوں کے درجہ زمین کو ساتھ لئے فک تھاں کر کے لئے جانکی کیا ضرورت تھی۔ انسوس شیعہ صحابیان ایسی خلاف عقل باتیں کہہ کر جگ ہنسائی کرتے ہیں۔ اور صرفا نہ تحفۃ بالذہن میں جناب امیر کو شریک گردانتے ہیں۔

عَلَى صَلَواتِ اللَّهِ عَلَيْهِ يَمُوتُ وَلَقِيَهُ مَوْلَى لَمَّا فَقَالَ لَمَّا الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ تَلَدِهِ بِأَفْكَوْنٍ قَالَتْ فَقَالَ لَمَّا مَوْلَى أَفْكَوْمَيْنِ حَنَانُهُ هَذَا الْمُنَافِقُ اِنْ أَصْلَى عَلَيْهَا فَقَالَ الْحُسَيْنِ اَنْظُرْ بِنَ تَقُومُ عَلَى يَمِينِي فَمَا سَمِعْتَنِي أَقُولُ فَقُلْ مِثْلًا فَلَمَّا اَنَّ كَبُرَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اللَّهُ أَكْبَرُ قَالَ اللَّهُمَّ اَلْعَنُ فُلَانًا عَبْدَكَ الْفَ الْفَ لَعْنَةُ مَوْلَانِكَ خَيْرٌ مِنْ لَعْنَةِ الْكُفْرَانِ لَعْنَةُ الْكُفْرَانِ لَعْنَةُ الْكُفْرَانِ فِي عَمَلِكَ وَبِلَا حِلِّكَ وَاصْلًا حَرَنَارِكَ وَادِمًا أَشَدَّ عَذَابِكَ فَإِنَّكَ كَانَ يَتَوَلَّى أَعْلَاءَكَ وَ يُعَلِّقُ أَوْيَارَكَ وَيُبْغِضُ أَهْلَكَ بِكَيْتٍ نَبِيلِكَ۔

ترجمہ: امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک منافق مر گیا حضرت امام حسین جنازہ کے ہمراہ چلے جا رہے تھے کہ آپ کا غلام راستہ میں مل گیا۔ امام نے پوچھا کہاں جاتا ہے کہیں اس کے جنازہ سے بھاگتا ہوں۔ اس پر غلام پڑھتا نہیں چاہتا۔ آپ نے کہا دیکھ میری دایمی جانب کھڑا ہو جانا۔ اور جو کچھ میں کہوں تو بھی کہتے جانا جب تک میری امام حسین نے یوں کہا۔ الہی تو اپنے ظان بندے کو نذر اہل حق کر۔ جوڑی ہوئی الگ الگ نہ ہوں الہی تو اپنے اس بندے کو اپنے بندوں اور شہروں میں رسوا کر۔ اور آگ کی گرمی میں تپا۔ اور اس کو سخت عذاب چھکا۔ کیتیرے دشمنوں سے دوستی اور تیرے دوستوں سے دشمنی کرنا چھو۔ اور تیرے نبی کی اہلیت کا دشمن تھا۔ جلے غور ہے کہ حضرت امام حسین جیسے بے روبرو شخص کو جس نے بیزید کی بیعت نہ کرنے کے باعث اپنا اور اپنی اہلیت کا سر کاٹا یا۔ ایک منافق کے جنازہ پڑھنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔

جس کی وجہ سے حاضرین جنازہ دھوکے میں پڑ جائیں۔ کہ یہ تو کوئی بڑا پکا سچا مسلمان تھا کہ اس کے جنازہ میں امام حسین جیسے برگزیدہ امام بنفس نفیس تشریف لائے۔ اور اس کے جنازہ کی نماز اور قرائی غلام کے سوا کسی اور شخص کو کیا معلوم تھا کہ چپکے چپکے آپ کیا کہہ گئے۔ دعا دے کر بدو عا کرتے تھے۔ دوم: نماز جنازہ تو صرف دعا کے لئے ہوتی ہے۔ اگر جناب امام کو ال گھنٹ میت کے طبع نہ کرنا ہی منظور تھی۔ تو گھر میں بیٹھا کر سکتے تھے جنازہ پڑانے کی کیا ضرورت تھی۔ امام والا مقام کی بدو عا گھر بیٹھے ہی تیرہ بدو تھی۔

دیکھئے کیسی کیسی بیہودہ روایات گھر گھر ائمہ کرام کے فرئے اتہام لگاتے ہیں۔ بھلا جس شخص کے نماز رسول پاک کی یہ شان ہو کہ ایک منافق کے جنازہ پڑ جائیں۔ تو اس کے لئے طلب مغفرت کریں حتیٰ کہ رب العزت فرمائے کہ اگر ستر دفعہ بھی اس نابکار کے لئے استغفار کی گئی۔ تو بھی بخشنا نہ جائیگا قرآن جائیں۔ اس ہی روف و رحیم کے کہ آپ فرمائے گئے میں اکہتر دفعہ استغفار کرتا۔ اگر اس سے بخشنا

کتا نجس العین ہے۔ کتہ میں گر پڑے تو کنواں پسید ہو جاتا ہے۔ جب تک سارا پانی نہ نکلے۔ پال نہیں
ہوتا۔ لیکن شیعوہ مذہب میں ہے۔ کتا۔ مرغی۔ چوہا۔ بلی وغیرہ کی طرح پانی میں گر جائے۔ تو صوف
پانچ رُہول نکال دو۔ کنواں پاک ہو جاتا ہے۔ فرسخ کافی علیہ السلام سے۔ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ
السَّلَامُ فِي الْفَأَنَةِ وَالسَّنُورِ وَالْكَأْسِ وَالطَّيْرِ وَالْكَلْبِ قَالَ مَا لَهُمْ يَتَفَسَّخُونَ أَوْ يَتَغَيَّرُونَ
مَطْعَمُ الْمَاءِ فَيَكْفِيكَ خَمْسٌ وَارْتِمَتْ بِحُكْمٍ صَادِقٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ سے چوہا۔ بلی۔ مرغی۔ بکری
کتے کی بابت دریافت کیا گیا دیو کتہ میں گر پڑے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر سوچ نہ جائیں۔ پانی کا
کاوانہ نہ بدلے تو پانچ رُہول نکال دینا کافی ہیں۔

سورہوں میں شیعوں کی کئی کئی باتیں ہیں۔ تو میں ڈول نکالنے کا فی فی میں اور کچھ لکھنے تو چاہتا ہوں۔
 ۱۔ ذابت فیہا استنقی منها اربعون ذکوا الی خمسین ذکوا۔ یہ کچھ لکھنے میں
 میں گوہ گرے تو میں ڈول پانی کے نکالے جائیں اور کچھ لکھنے سے پانی نکالیں۔
 ۲۔ ذابت فیہا استنقی منها اربعون ذکوا الی خمسین ذکوا۔ یہ کچھ لکھنے میں
 سے ذابت فیہا استنقی منها اربعون ذکوا الی خمسین ذکوا۔ یہ کچھ لکھنے میں
 وضو کیا کریں۔ کوئی ڈول کھینچنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ کتاب مذکور کے صفحہ مذکور پر ہے وہاں
 وقع فی البئر فنبیل من عذرة رطبة او یأبسن من سرقین فلا یأسن بالوضوء
 ۳۔ ذابت فیہا استنقی منها اربعون ذکوا الی خمسین ذکوا۔ یہ کچھ لکھنے میں
 یا گوہ سے آلودہ تو کچھ صحت نہیں ہے۔ اس کو میں کے پانی سے وضو کیا جائے پھر بھی پانی نکالنے کی ضرورت
 نہیں ہے۔

اٹھنا ہواں مسئلہ: نمازی مرد نمازیں کھڑا ہو۔ اور کسی چیز کی ضرورت ہو تو اشارہ سے مانگ سکتا ہو۔
عورت کو کسی چیز کی حاجت ہو۔ تو وہ تالی پیٹے یا لٹون پر ہاتھ مارے۔ من الجھنے القیہ میں ہے۔
مَنْ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الرَّجُلِ إِذَا دَانَ الْحَاجَةَ وَهُوَ يُصَلِّي فِي الصَّلَاةِ قَالَ لِيَشْرُ
بِيَدِهِ وَالْمَرْأَةُ إِذَا دَانَ بِالْحَاجَةِ تَضَعُ (تدکھینے) امام صادق نے فرمایا نمازی مرد نمازیں
کھڑا ہو تو ہاتھ سے اشارہ کر کے مانگ لے اور عورت کو کوئی چیز مطلوب ہو تو
وہ تالی کھائے۔

انیسواں مسلم گھٹی یا تیل کے برتن میں کتا گر پڑے اور زندہ ہی نکال لیا جائے۔ تو وہ گھٹی وغیب و
ناپاک نہیں ہوتی۔ فرصت کافی علیحدہ حیز و نانی میں سے ہے۔ وَقَعُ الْقَارِۃُ اَوِ الْكَلْبِ فِي السَّمَنِ

الزُّبَيْدُ ثُمَّ خَرَجَ مِنْهَا أَنْفَاسٌ بَاطِلَةٌ إِنَّهَا كَمِثْلِ الْغَيْمِ وَجَاءَ يَوْمَئِذٍ السَّيْفُ بِرُءُوسِهِ وَأُتُوا بِغُلَامٍ فَاذْكُوا وَابْكُوا يَوْمَئِذٍ لِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمٌ

بیسواں مسئلہ گوشت کی دیک پکائی جائے اور اس سے مرہو چوانکل ٹیڑھے شور یا پھینک
 دیا جائے اور گوشت کو یہ ٹیاں دھو کر کھال و زکات مذکورہ میں ہے۔ قَدْ رُطِحَتْ قَا زَافِئِرُ
 فَلَوْ يَهْرَقُ مَرْقَاهَا وَيُؤْكَلُ لَمْ يَكُنْ اَنْ يُكْتَلْ (ترجمہ) دیک میں گوشت پکایا گیا اور
 اس میں سے چر یا نکلا ہو۔ تو شور یا پھینک دیا جائے۔ اور گوشت دھو کر کھالیا جائے۔

اکیسواں مسئلہ :- ایک پانی کا پیرنالہ دوسرا پیناب کا جاری ہو۔ آپس میں مل جائیں کپڑا یا اور چیزیں کہ
 وہ پانی لگ جائے۔ پیدا نہیں ہوتے۔ فروغ کافی جلد اس کے۔ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 قَالَ لَوْ أَنَّ مِيزَانِي سَأَلَ أَحَدًا عَنْهُمَا مِيزَانُ آبٍ يُولُ وَأُخْرَى مِيزَانُ مَاءٍ فَتَحْتَلَطَا لَكَرَّ
 لَمَّا لَكَ مَنَّا كَانَتْ بَيْنَهُمَا سُبُلٌ (ترجمہ) صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ دو پیرنالے جاری ہوں ایک پیناب
 اور دوسرا پانی کا اور دونوں لگے ہو جائیں اور اس میں سے کچھ ٹپکے بن رہا کپڑے لگ جائے اس
 میں کچھ حث نہیں ہے

بابیسواں مسئلہ شیعوہ مذہب میں جنبی شخص قرآن کر سکتا ہے۔ فروع کافی جلد میں ہے۔ عن
 ابن بکیر قال سئل ابا عبد اللہ علیہ السلام عن المجنب یا کل ویترب ویتھا و
 یدک من اللہ ماشاء (ترجمہ) ابن بکیر نے صادق علیہ السلام سے پوچھا کیا جنبی شخص کھانی
 سکتا ہے اور قرآن پڑھ سکتا ہے آپ نے کہا ہاں کھائے پئے قرآن پڑھے جس قدر اذکار کرنا چاہے
 تیسواں مسئلہ شیعوہ مذہب میں جنازہ ہے وضو جائز ہے۔ فروع کافی جلد اول میں ہے۔ عن
 یونس بن یعقوب قال سئل ابا عبد اللہ علیہ السلام عن الجنائزۃ الاصلی علیہا علی فیہ
 وکبر فقال نعم انما هو تکبیر و تسلیم و تشهد (ترجمہ) یونس بن یعقوب نے صادق علیہ
 السلام سے دریافت کیا میں نماز جنازہ وضو کے بغیر پڑھ سکتا ہوں؟ آپ نے کہا ہاں جنازہ صرف

یہودیوں کا مسئلہ :- شیخ مذہب کی رو سے اگر کوئی شخص اپنی ساس یا سالی سے یا جوہر کی بیٹی سے
 زنا کرے غور سے اس پر حرام نہیں ہوتی۔ فروع کافی جلد ۱ ص ۱۸۱ میں ہے۔ عَنْ ابْنِ جَبْرِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ
 (ع) قَالَ قَالَ ابْنُ أَبِي حَتْمٍ قَالَ قَالَ ابْنُ أَبِي حَتْمٍ قَالَ قَالَ ابْنُ أَبِي حَتْمٍ قَالَ قَالَ ابْنُ أَبِي حَتْمٍ
 (ع) قَالَ قَالَ ابْنُ أَبِي حَتْمٍ قَالَ قَالَ ابْنُ أَبِي حَتْمٍ قَالَ قَالَ ابْنُ أَبِي حَتْمٍ قَالَ قَالَ ابْنُ أَبِي حَتْمٍ

چھتیسواں مسئلہ۔ شیعہ مذہب کے نزدیک سنی مسلمان۔ کتے اور ولد الزنا سے بھی برا ہے۔
 فرود کافی بلد اس پر ہے۔ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال لا یتقبل من الذبیہ
 التي یجتمعون فیہا غسالتہا انما کان فان فیہا غسالتہا ولدا الزنا وهو لا یطہر
 الی سبعۃ ابار و فیہا غسالتہا الناصب وهو شر من الناصب ان الله یخلق خلقا اھون
 من الکلب وان الناصب اھون علی اللہ من الکلب (تفسیر) امام جعفر صادق علیہ السلام
 نے فرمایا۔ ایسے کنوئیں کے پانی سے مت نہاؤ جن میں حمام کا مستعمل پانی پڑتا ہے۔ کیونکہ اس میں اللہ
 کے بدن کا پانی بھی گرا ہوا ہوتا ہے۔ اور ولد زنا سات پشت تک پاک نہیں ہو سکتا۔ اور اس میں ناہی
 رکھی کے بدن سے گرا ہوا پانی بھی ہوتا ہے۔ اور وہ ناصبی رستی۔ ولد زنا اور کتے سے بھی بدتر ہے
 خدا نے تمام مخلوق سے برکت کو نبایا ہے۔ اور ناصبی کتے سے بھی برا ہے۔
 دیکھو! شیعہ صاحبان شیوں کو کتے اور ولد زنا سے بھی برا سمجھتے ہیں۔ پھر اگر سنی ان سے براؤ
 کریں۔ تو ان سے بڑھ کر کون بے غیرت ہو سکتا ہے۔

سیقتیسواں مسئلہ۔ شیعہ کے عقیدہ کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ثلاثہ وارواح پاک
 پر ہفت و تبر اور اہل ثواب ہے۔ چنانچہ بحوالہ تحفۃ العوام لکھا جا چکا ہے۔ اور نیز حق الیقین صاحب
 میں ہے۔ اور ہمارے اعتقاد اس برات و تبر میں یہ ہے۔ کہ نیراری طلب کرنا چاہئے۔ چاروں توں
 سے یعنی ابو بکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ و معاویہؓ اور چاروں عورتوں سے یعنی عائشہؓ۔ حفصہؓ و ہندہؓ و
 ام المکرمہ۔ اور ان کے تمام اتباع و اشیعہ۔

دیکھو! شیعہ ہمارے بزرگان دین اصحاب ثلاثہ کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ ان کو اور اہم بات المؤمنین ازواج
 رسول کو بدعت قرار دینا اور ان سے بدعتیں سمجھتے ہیں۔ اور ان بدعت و تبر میں تمام دو ستمدان اصحاب ثلاثہ وارواح
 پاک کو بھی شریک کرتے ہیں۔ پھر اگر ہم ایسے دل کو فرما دیں تو ہمیں متعصب اور متناقض میں مسئلہ اندازہ
 سمجھا جائے۔

ہم آج بھی کرتے ہیں تو جو جلتے ہیں بدنام وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا
 اترتیسواں مسئلہ۔ شیعہ کے نزدیک ان اصحاب اہلبیت پر بھی لعنت و تبر بھیجنا واجب ہے۔ یہ سب
 لہ شیعہ سنی کو ناصبی کہتے ہیں جیسے حق الیقین صاحب ابن ادریس نے کتاب السیرۃ میں روایت کی کہ
 لوگوں نے امام علیؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر ناصبی کے جاننے اور پہچاننے میں اس سے زیادہ کے قتال میں
 کہ حضرت امیر المؤمنینؓ پر ابو بکرؓ و عمرؓ کو مقدم جانے والی امامت کا اعتقاد رکھو حضرت نے جواب دیا کہ جو شخص یقیناً رکھے وہ ناصبی

دو امامت کیا چاہتے حق الیقین صاحب نے ۶۲۶ میں لکھا ہے کہ ثلاثہ و ثنن اہلبیت اور معاویہ و یزید و دیگر ناصب
 اہلبیت سے نیراری واجب ہے۔ کیونکہ انہوں نے خلافت کا جو روادعویٰ کیا۔ کہہ لگائے اس پر جلیلہ اور
 اور یزید سے بھی نیراری واجب ہے۔ کیونکہ انہوں نے امامت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔
 ہمارے تو یہ ہے کہ شیعہ ان علیؓ کے دست تم سے اولاد علیؓ اور اہلبیت سے بھی نیراری کے۔ اور ثلاثہ تو

کس شمار میں ہیں۔
 صوفی و رند و نون تیر غزوہ سے تباہ خانقاہ گیسو بیڑاں تو خمر ابات خراب
 اترتیسواں مسئلہ۔ شیعہ کی معتبر کتاب فرود کافی بلد کتاب الروضہ ص ۱۱ میں ہے۔ کہ حضرت امام
 کہ حضرت امام زین العابدینؓ نے یزیدی بیعت کی۔ عیارت یہ ہے۔ ثم ارسل الی علی بن الحسینؓ
 علیہما السلام فقال لکم مثل متاکلتہما لیس فیہ شیء فقال علی بن الحسینؓ علیہما السلام
 ارایت ان کما اقررتک الیس قتلک فی کما قتلت الرجل بالافس فقال لکم یزید عنہ اللہ بلی
 فقال لک ما علی ابن حسینؓ علیہما السلام قد اقررتک لک ساسات انا حیدرہ کمرہ لک فان شئت
 فامسک عن شئت فبقہ فقال لک یزید لک لک حقتہ ما لک ولک یقضات ذلک من شئت
 (تفسیر) پھر یزید نے امام زین العابدینؓ کے پاس آؤں بھیجا۔ اور ان کو وہی بات کہی تو قریشی مرو کے ساتھ
 گئی تھی امام نے کہا۔ یہ تو بتاؤ۔ دیکھیں تمہاری بیعت کا اقرار نہ کروں تو مجھے قتل کر دینا۔ جیسا کہ کل مرو
 قریشی قتل کر دیا گیا ہے۔ یزید نے کہا ہاں ایسا ہی ہوگا۔ امام زین العابدینؓ نے کہا میں یہی خلافت کو تسلیم
 کرتا ہوں میں تو تمہارا محبوب و غلام ہوں۔ خواہ مجھے اپنے پاس رکھو یا فروخت کر دو۔ یزید نے کہا۔ تو نے اچھا
 کیا ہے۔ اپنی جان بچا لی ہے۔ اور تیری شان میں کمی نہیں ہوئی۔

غور کرو شیعہ کہا کرتے ہیں۔ کہ اہل السنۃ والجماعہ یزید کو خلیفہ مانتے ہیں۔ اہل السنۃ تو اس فاسق کو
 کبھی خلیفہ تسلیم نہیں کرتے۔ لیکن شیعہ ہیں۔ کہ امام زین العابدینؓ کی بیعت کے قابل ہیں۔ بھلا یہ کس طرح
 مانا جاسکتا ہے۔ کہ ایک قریشی تو اس ملعون کی بیعت کرنے پر موت کو ترجیح دے۔ اور امام سجاد زین العابدینؓ جو
 اس امام عالی مقام کے فرزند تھے جنہوں نے صرف بیعت نہ کرنے کی وجہ سے سسپنی اور اپنے اہلبیت کی جان قربان
 کر دی۔ ان سے یزید کی غلامی کا اقرار اپنی کیلی جان کی خاطر کب تصور ہو سکتا تھا۔ اس سے تو ثابت ہوتا
 ہے معاذ اللہ ایک امام قریشی بھی امام موسویؓ سے استقامت میں برتر نکلا کہ ایک فاسق و جاحل کی بیعت
 پانی ہاں کی قربانی کر ترجیح دی۔ لیکن امام نے جان کو ایمان سے زیادہ عزیز سمجھا۔ ان ہذا کلام اللہ تعالیٰ
 چالیسواں مسئلہ۔ تمام مانوں کا اعتقاد ہے کہ نانہ۔ رزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ ہر ایک مسلمان پر فرض ہے۔

جائے غور ہے کہ اللہ تعالیٰ تو بتوں کو بھی جبرائیل سے منع کرے اور جناب باقر علیہ السلام فرمائیں کہ
 سید ابی الموہب قسوق وقتال کفر یعنی مسلمان کو برا کہنا کبیرہ جرم ہے۔ اور اس سے لڑنا کفر ہے
 امام مازنی کے متبع لعنت کو تو اب غلط اور باعث کفر و جہالت ہے۔ اگر یہ درست ہے تو شیعوں کو نادر و زہرہ حج
 زکوٰۃ وغیرہ عبادات کی ادائیگی کی ضرورت کیسے جب وہ لعنت لعنت کا ورد کرتے ہوئے لعنتی بن جاتیں تو
 نیکیاں ان کے نامہ اعمال میں وضع ہو جاتی ہیں۔ اور کز و زول گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور کز و زول گناہ
 بلند ہو جاتے ہیں۔ دن کو لعنت کا وظیفہ کر لیں۔ تو دن بھر گناہ کرتے پھریں۔ ان کا کوئی گناہ شام تک
 نہیں بچھا جاتا۔ اور رات سے وظیفہ کے بعد صبح تک کوئی بدی نہیں لکھی جاتی۔ تو چلو چھٹی ہوئی۔ پوری رات
 مشغول غم و غم کاری۔ وغیرہ سب بد معاشیاں کرتے رہیں۔ ان کو کوئی بانی پر کس نہ ہوگی۔ ایسے عقائد
 ایسے مذہب کا کیا کہنا۔

بیالیسواں مسئلہ: شیعہ نہ صرف تاریخ روم و فارس شہر نبی و امام علی حضرت عمرؓ کو ہی معاذ اللہ کافر کہتے
 کہتے ہیں۔ بلکہ تمام اہلسنت والجماعت کو جو ان کو اپنا پیشوائے دین سمجھتے ہیں کافر کہتے ہیں۔ چنانچہ مالاباقر
 مجلسی اپنی کتاب حیات القلوب میں لکھتے ہیں: "و شک نیست در کفر عمرؓ کہ عمر اہل اسلام و اند پھر اگر ہم
 خالی شیعہ کو کافر کہیں۔ تو ہمیں کیوں علامت کی جاتی ہے۔"

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

ایم بر سر مطلب

مضمون اتنا لمبا ہو گیا ہے کہ اصل مضمون سے ہم بہت دور جا پڑے ہیں۔ حدیث ثقلین کی بحث اور
 یہی تھی۔ جو شیعہ خلافت بافضل جناب امیر رضی اللہ عنہ بر ایک دلیل پیش کرتے ہیں۔ سو ثقل الکبرقرآن
 کریم سے شیعہ کے انکار کے زبردست دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ پھر ثقل الصغیر ائمہ اہلبیت کی ہتک
 و توہین کی تشریح بھی کر دی گئی ہے۔ اور یہ کہ ائمہ اہل ہار کے ذمے شیعہ ایسے گندے اور متعفن شرمناک
 مسائل منسوب کرتے ہیں۔ جو ان کی سراسر ہتک و توہین ہے۔ اس لئے شیعہ کو حدیث ثقلین دائرہ اسلام
 سے ہی خارج کر دیتی ہے۔ کجا یہ بات کہ وہ اس سے استدلال کر سکیں۔

شیعہ کی دلیل پنجم

ایک اور دلیل آیت ذیل سے دیکھائی ہے۔
 قُلْ لَا اسئلكم عکبرا اجرا الا المودة فی القربی و من تم سے اس تبلیغ پر اب نہیں مانگتا
 اس یہ چاہتا ہوں کہ قرابت کی وجہ سے مجھ سے محبت کرو۔

اس آیت کا شیعہ حضرات یہ معنی کرتے ہیں کہ میں تم سے اور تو کچھ اجر نہیں مانگتا۔ اتنا
 اجر مانگتا ہوں کہ میرے قریبیوں (اہلبیت) سے دوستی رکھو۔

اس آیت میں بھی سنا خلافت علیؓ پر کوئی اشارہ تک پایا نہیں جاتا۔ اگر یہی معنی تسلیم کر
 لیا جائے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقرباء سے دوستی رکھنا ضروری ہے۔ تو اہلسنت کو
 اس سے آپ انکار ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت علیؓ کو پہلا خلیفہ مان لو جناب شیخ
 خود اس کو مطالبہ قبل از وقت قرار دیتے ہیں۔ جیسے کہ آگے ذکر ہو گا۔ اور حضرت علیؓ کو خلیفہ الیہ تسلیم
 کرنے سے بھی محبت اور مودت میں کچھ فرق نہیں آتا۔ اور اگر آیت کا وہ معنی کریں جو شیعہ کہتے ہیں تو حضرت
 علیؓ اللہ علیہ السلام کی شان نبوت پر جرح آتا ہے جب حق تعالیٰ نے تمام دیگر انبیاء کا مقولہ قرآن کریم میں بیان
 فرمایا ہے۔ کہ ہم تبلیغ رسالت پر کچھ اجر نہیں مانگتے تو ختم المرسلین کی نسبت یہ اعتقاد کہ آپ اس امر
 پر اجاب طلب کرتے تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس کے منافی ہے۔ نیز یہ آیت دوسری آیت کے
 مخالف ہو جاتی ہے۔ جو یوں ہے۔ قُلْ مَا اسئلكم علیہ من اجرا و ما انا من المستکبرین کہ ہمارے
 میں تم سے تبلیغ رسالت پر کسی قسم کا اجر نہیں مانگتا۔ کچھ تکلیف چاہتا ہوں۔

اگر آیت کا مضمون یہ ہو کہ میں تم سے اور تو کچھ اجر نہیں چاہتا۔ ہاں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ تم میرے
 رشتہ داروں سے دوستی کرو جس کا دوسرا معنی یہ ہو گا کہ ان سے مروت و سلوک کرو۔ ان کی مالی اور
 جانی امداد کرتے رہو۔ تو یہ رسالت نہیں۔ بلکہ خود غرضی میں داخل ہو گا جس کا آخرت کی نسبت گمان نہ ہو
 علاوہ اس کے چونکہ قرآن میں اس قسم کے اقوال جو انبیاء کرام کی طرف سے بیان ہوئے ہیں۔ ان سب میں جناب
 قوم کفار ہے۔ پھر اس صورت میں یہ قیاحت لازم آتی ہے۔ کہ کفار جبکہ رسالت مآب سے دشمنی رکھتے
 تھے۔ تو اس حالت میں آپ انکو کس طرح کہہ سکتے تھے کہ تم میرے رشتہ داروں سے محبت و دوستی رکھو۔
 نیز آیت میں لفظ القربی واقع ہے۔ ذوی القربی نہیں۔ سو قرآن کے معنی رشتہ داری ہے۔ رشتہ دار

اس کا معنی ہرگز نہیں ہو سکتا۔
 صحیح فقہیہ آیت کا یہ ہے کہ آپ کفار مشرکین سے کہہ دیجئے کہ تمہیں ساتھ مذاق دشمنی کرتے ہو۔
 میں تم سے تین رسالت کا کچھ اجرت نہیں مانگتا۔ یعنی اس میں کوئی ذاتی غرض نہیں ہے۔ چونکہ میں تمہارا
 رشتہ دوستی ہوں۔ اس لیے مجھے تم سے دشمنی کے تم سے محبت و موافقت کی امید ہوتی ہے۔ پھر اس آیت کا
 مفہوم وہی دیا جائے جو شیعہ کہتے ہیں۔ تو بھی اس میں اس امر کی کیا تخصیص ہے۔ کہ وہ حضرت کے قریب
 یہی بار قدر علی فاطمہ زینبین ہی میں۔ اس میں تو جمیع رشتہ دار شامل ہو سکتے ہیں۔ نیز شیعہ کا اس آیت
 سے استدلال اس لیے بھی صحیح نہیں ہے۔ کہ انیسویں صدی کے ابتدائی وقت مسلمان بھی پیدا
 ہی نہ ہوئے تھے۔ نہ حضرت فاطمہ جناب امیر کی زوجیت میں آئی تھیں۔ بلکہ یہ واقعات ہجرت کے بعد
 کے ہیں۔ لہذا آیت کا معنی کچھ ہی کیوں نہ لیا جائے۔ شیعہ اس سے ہرگز استدلال نہیں کر سکتے

شیعہ کی چھی لیس

نیز خلافت باطل حضرت علی پر آیت ظاہر ہے۔ بھی استدلال کرتے ہیں اِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ
 لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّيسَ اَهْلَ الْاَيْمَنِ وَكُلُّهُمْ عَظِيمٌ
 تو چھپو، خدا چاہتا ہے کہ اس اہلبیت تم سے جس (نپاکی) کو دور کر دے اور تم کو پاک کر دے۔
 جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے)

وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اہلبیت جن میں حضرت علی بھی شامل ہیں
 معصوم تھے۔ اس لیے وہی امت کے لائق تھے غیر معصوم قابل امامت نہیں ہو سکتا۔ سو اس آیت
 سے شیعہ کا استدلال ہرگز درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ سابق و سابق امت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ
 آیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اس کے ماقبل ائمہ اربعہ
 تمام آیات میں ازواج مطہرات سے خطاب ہے۔ یہ کیسے طرح درست ہو سکتا ہے کہ پہلے اہل بیت ازواج
 کا تذکرہ ہو۔ اور بعد میں ایک ٹکڑے کے خلاف حضرت علیؑ کا ذکر مسنین کیے بغیر آیات میں آجائے۔
 ہو کہ امت کے بالکل خلاف ہے۔ بہر حال کوئی اچھو اور با افضالت شخص ماقبل و بعد و دیگر ہر خیال
 نہیں کر سکتا کہ یہ آیت ازواج مطہرات کے خطاب میں نہ ہو۔

دوسرے لفظ اہلبیت ہر ایک زبان میں عورتوں پر اطلاق ہوتا ہے۔ فارسی میں اہل خانہ عورت کو کہتے ہیں۔ ہندی

میں گھروالی عورت سے مراد ہوتی ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس آیت میں اہلبیت سے مراد ازواج
 رسول نہ ہوں۔

سوم۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ بھی اس لفظ کا اطلاق ازواج پر ہی ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم کی بیوی
 حضرت سارہ کو جب فرشتوں نے فرزند کی بشارت دی اور انہوں نے اپنے بچے میں نے اور اپنے شوهر کے
 بڑھا ہونے کے باعث اس بشارت پر تعجب کیا۔ تو ارشاد ہوا۔ اَلْعَجَبُ مِنْ مَرْحِیْ اٰمْرِ اللّٰهِ حَسْبَہُ اللّٰہُ
 وَبَرَکَاتُہٗ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْاٰیْمَنِ اِنَّکُمْ حَسْبُکُمْ وَ (تو سمجھا) کیا خدا کے کام (قدرت) سے آپ
 تعجب کرتی ہیں۔ خدا کی رحمت اور برکتیں اسے اہلبیت تمہارے شامل سال ہوں بیشک وہ خدا کی بار
 بزرگتر ہے۔ اِسْمٰجِلُ لفظ اہلبیت سے مراد اتفاق شیعہ دینی حضرت سارہ میں۔ تو پھر آیت متنازعین اہلبیت
 سے مراد خلاف محاورہ قرآن غیر ازواج کیوں ہو۔

چہارم۔ اہلبیت فقہر الہی وہی ہوتے ہیں۔ جو ہمیشہ کیلئے گھر میں ہی رہیں۔ سورہ صافات ازواج میں
 میں ہی پائی جاتی ہے جس گھر میں نکاح ہو گیا۔ وہیں کی ہوں میں لیکن بیٹیاں یا نواسے یا داماد جو کہ دوسرے
 گھر یا پیش اختیار کر لیتے ہیں۔ اس لیے ان پر اس لفظ کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ حضرت علیؑ اپنے گھر
 رہتے تھے۔ حضرت فاطمہ بھی نکاح کے بعد اپنے شوهر علیؑ کے گھر چلی گئیں۔ حسینؑ کا تولد ہی مکر
 گھر میں ہوا۔ پھر رسول پاکؐ کے گھر میں رہائش رکھنے والی ان کی بیٹیاں ہی تھیں۔ اس لیے اہل بیت اہلبیت
 بغیر ان کے کوئی ہو نہیں سکتا۔

۱۔ شیعہوں کی تفسیر صافی میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں یعنی اِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّيسَ اَهْلَ الْاَيْمَنِ وَكُلُّهُمْ عَظِيمٌ
 اھل بیت النبوة وھذ اھل بیت علیؑ (تو چھپو، خدا چاہتا ہے کہ اس اہلبیت تم سے جس (نپاکی) کو دور کر دے اور تم کو پاک کر دے۔
 تم کو خطا کر گیا۔ میں تعجب کا مقام نہیں۔ لہذا اس سے ثابت ہوا کہ حضرت سارہ حضرت ابراہیمؑ کی اہلبیت ہیں۔ لیکن تعجب کیونکہ
 وہی ہیں۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲

اعتراض شیعہ

اس پر شیعہ کا یہ اعتراض ہے کہ اگر اہلبیت سے مراد نبی و اہل بیت (ع) ہیں تو بجائے
 عتقکم اور عظیمکم غنائم مذکورہ کے عتقکم و عظیمکم غنائم مذکورہ اس مقام پر نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے
 کہ اگر اہلبیت کے لفظ کا مصداق مؤنث و ازواج ہیں تو ان کے لفظ اہلبیت مذکور ہے۔ اس لئے لفظ مذکور
 کے لفظ سے غنائم مذکور استعمال ہوگی جیسا کہ دوسری آیت مذکور میں باوجود اس کے خطاب حضرت سائر و مؤمن
 سے تھا لیکن لفظ تذکر لفظ اہل البیت علیکم ضمیر مذکور کا استعمال کیا گیا۔ ایسا ہی یہاں بھی ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اہلبیت میں اقرب و اقرب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہے
 کیونکہ اس بیت کے رہنے والے آپ بھی تھے۔ اس لئے برعکس اہل بیت و اہل بیت کے لفظ استعمال فرما کر
 مستعمل ہوئی۔ تاہم یہاں یہ ہے کہ کلام عرب میں بعض اوقات جمع و نکر کے لفظ استعمال ہوتے ہیں جیسا
 کہ شاعر انیسویں صیغہ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔ لَحْ قَانُ شَبَّتْ حَرَمَتْ النِّسَاءُ سِوَاكَ اَلِیَاہِیْ حضرت
 کے قصہ میں مذکور ہے۔ قَالَ لَا هَلْیَا اَمَلْتُ اَرْوِیْ نَبِیِّیْ لَیْ کَیْہَا کَہْہَا جَانِیْ سو یہاں بجائے اُمَلْتُ کے
 اَمَلْتُ ضمیر مذکور کا استعمال ہوا۔ امید ہے کہ مقدمہ جوابات سے مقررین کو پوری تسلی ہو جائیگی۔

دوسرا اعتراض

شیعہ کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ حدیث کسا سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت حضرت عائشہ فاطمہ حسین
 کے متعلق ہی نازل ہوئی ہے۔ یعنی یہ آیت میں وقت نازل ہوئی حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں چار بزرگوں
 کو بلا کر چاہے کیجیے کر لیا۔ اور دعا فرمائی۔ اَللّٰهُمَّ قُوْا لَکُمْ اَهْلًا یٰبَنِیْیَیْ فَقَدْ هَبَّ عَنْہُمْ اَلرَّجْسُ وَ طَهَّرَہُمْ
 طَہْرَیْنِیْ اَوْرَاسَہِیْ میرے اہلبیت میں ہیں ان سے گناہ دور کر دو اور ان کو پاک کر دیا پاک کرنا یہ حق ہے اگر
 اہلبیت سے مراد ازواج و اولاد ہیں تو ان کو کیوں نہ پاک کریں و دعا کی۔

جواب

سو اگر غور و تدبیر سے کام لیا جائے تو اس حدیث سے مزید ثبوت اس امر کا ملتا ہے کہ آیت کا مصداق

ازواج ہی تھیں۔ اور چونکہ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان چار بزرگوں میں سے بھی محبت تھی جو کہ اہلبیت میں از
 بہت نسبت داخل تھے۔ اس لئے چاہا۔ کہ یہی اس انعام الہی سے بہرہ یاب ہو جائیں۔ اس لئے انکو
 بلا کر کے دعا فرمائی کہ اے اللہ میرے اہل بیت میں داخل ہو۔ انکو میری اہل بیت سے پاک کر دے۔ ورنہ اگر یہ چار ہی آیت
 کے مصداق ہوتے۔ تو انہی حکم آجائے کے بعد چھ پرانے کیسے دعا کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی جو تفسیر میں داخل تھا
 اس کی مثال یہ ہے کہ ان دنوں سرکار نے فوجی خدمات کے عوض فوجی ملازمین کے معاشوں اور
 بھائیوں کے لئے فوجی وظائف منظور کر کے آرڈر جاری کیا۔ کہین فوجیوں نے جو گاہ پر یہاں خدمات کی
 ہیں ان کے بیٹوں اور بھائیوں کو اس قدر ماہوار وظیفہ ملا کر دیا۔ سو ان لوگوں کے بیٹے اور بھائی موجود تھے جب انکو
 یہ انعام ملا۔ تو بعض فوجی اہل بیت نے سرکار کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور فلان لڑکا میرا بیٹا ہے۔ جو
 بیٹے کے کما حقہ مقام ہے۔ اس کو اس انعام سے حصہ ملنا چاہئے۔ پتا چلے سرکار نے ازراہ ہرمانی ایسے لوگوں کو
 بھی جو بطور بیٹے پیش کئے گئے۔ وظائف دیے۔

سو ایسا ہی مسکحون خیار میں خیال کرنا چاہئے۔ کہ جب اہل بیت النبی ازواج رسول کے متعلق تھیں
 انعام نازل ہوا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بیٹی۔ و اما کو بھی پیش فرمایا۔ کہ یہ لوگ بھی میرے
 اہلبیت میں داخل ہیں۔ انکو بھی یہ انعام عطا ہو۔ اسکی تائید اس حدیث بخاری سے ہوتی ہے کہ ام سلمہ نے رسول
 صلی اللہ علیہ وسلم کی اسنت سے یہاں تک کہ ان میں اہلبیت میں داخل ہوں۔ آپ نے فرمایا اِنَّکَ عَلٰی خَیْرٍ۔
 ازراہ تہ تو پہلے ہی سے بہتر ہے۔ یعنی تو حقیقی طور پر اہلبیت سے ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے خطاب فرمایا
 ہے۔ چونکہ ام سلمہ نے لئے دعا تحصیل حاصل میں داخل تھا۔ اس لئے اسکو آپ نے اس دعا میں داخل نہ فرمایا۔

یہ جو معاملہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس اور ان کی اولاد کیسے بھی فرمایا چنانچہ حافظ ابو نعیم اصفہانی نے
 بروایت مرح کی ہے۔ عن ابی سعید الساعدی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للعباس لا تبرح
 الت ویتوک فدا ان لی فیکم حاجۃ قال فجمعہم العباس فی بیت فادام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہم
 علیکم جبرۃ قالوا بحمد اللہ یا بنی امت وامنیا رسول اللہ قال تقاربوا تقاربوا فرحف بعضہم الی بعض
 قال فلما امکنوا اشعل علیہم بلاء ثم قال صلی اللہ علیہ وسلم ہذا عباس غمی وھذا اہل بیتی استقرہم
 من النار کنتری لیاہم بلاء فقی ہذا فامنت اسکفہ الیاب وھذا البیت امین امین امین نزل اولی
 البیۃ ملک مطبوخہ داسۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن) ابو اسید ساعدی سے روایت ہے کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس سے فرمایا کل تم اور تمہارے بیٹے گھر سے باہر نہ جائیں۔ کیونکہ مجھے تم سے کچھ کام ہے۔ کہ (روای نے) ان
 کو عباس نے ان کو ایک گھر میں جمع کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا السلام علیکم تم نے نبی کریم

شیخ کی ساتویں دلیل

قَالَ تَعَالَى وَأَنْدَرُ أَهْلًا وَأَيْمًا وَنَحْوَهُمَا مَا وَفَّاءُكُمْ وَأَنْتُمْ تَنْتَهَلُونَ فَيُحْجَلُونَ
لَعَنَ اللَّهُ قَوْمًا عَلَى الْكَذِبِ ط (آپ کہیں تو ہم بائیں اپنے بیٹوں کو اور تم اسے بیٹوں کو اپنی عورتوں کو اور
تمہاری عورتوں کو۔ اپنے وجودوں کو اور تمہارے وجودوں کو پھر مبالغہ کریں۔ کہ خدا کی لعنت جو دونوں پر ہے
وجہ استدلال یہ بیان کی جاتی ہے کہ نصاریٰ خیران سے جب مباہلہ کی قرار دہی جیسا کہ آیت
ظاہر ہے تو سنت رسول انہیں چار بزرگوں علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ کے ساتھ لیکر نکلے جس سے معلوم ہوتا ہے
کہ حجاب نباشے کی رسول پاکؐ کے دل میں کوئی قدر و منزلت نہ تھی۔ اس لئے جناب امیرؑ کی بیوی وفات کے بعد خلافت
کے لائق تھے۔

جواب

اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ آیت سے یہ بزرگ مفہوم نہیں ہوتا کہ حضرت علیؑ ہی امامت و خلافت
کے مستحق ہیں اور اس سے نہ آیت کا کوئی لفظ اس امر پر دلالت کرتا ہے بلکہ آیت کا مفہوم عبادت یہ ہے کہ ہر عورت
سے حسب ذیل ششخص مباہلہ کیلئے نکلیں مباہلہ کرنے والے بذات خود۔ اور ان کی اولاد۔ ان کی مستورات
چونکہ مسلمان فریق سے تھیں اور اس بار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے صحابہ تھے۔ جو کفار سے جدا
کرتے تھے۔ اس سے یہ سب لوگ انفسائیں داخل تھے۔ انہوں نے اور سے میدان مباہلہ میں نکلتا تھا۔
درجہ دوم میں ان کی اولاد و احفاد و کور وانات۔ درجہ سوم میں ان کی مستورات۔ ایسا ہی کفار کی طرف سے
ابو عمارؓ۔ اسید۔ عاتق۔ موہبہ۔ ابی بنی اور عورتوں کے اٹکلے۔ اس سبب کہ یہ کہنا کہ سوائے ان چار بزرگوں
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ کوئی نہ نکلا یا آپ کسی کو ساتھ نہ لے گئے معصومین آیت کے بالکل خلاف
ہے کیونکہ اگر حضور علیہ السلام مع علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ کے نکلے تو انفسائیں۔ ابنا و ناکا معصومین تہو رہے بلکہ
ہے۔ یعنی رسولؐ علیؑ بذات خود نکلے۔ اولاد رسولؐ سے فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ۔ اتھ ہوئے لیکن ابنا و ناکا معصومین
کیونکہ آپؐ یہ ہو سکتا ہے۔ حضرت فاطمہؑ نساء الرسول نہیں۔ بلکہ ابنا و نساء الرسول میں داخل تھیں پھر آیت کا معصومین
کے طرح ہر سکتا ہے۔ نیز کفار کا مقابلہ رسولؐ اور سروران فوج احباب کیا رہے ہو۔ اور صرف مباہلہ
سے حضرت رسولؐ ان کے راضی ہو چکے۔ آپؐ حضرت فاطمہؑ اور حسنؑ، حسینؑ کے نکلے پر راضی ہو چکے۔ حضرت رسولؐ

اور حضرت علیؑ تو یہاں تک کہ مقابلین میں داخل تھے لیکن فاطمہؑ و حسنؑ جو عدل کے قابل تھے اگر مقابل
میں نہ لے کر شہرہ فریق میں انھیں تو کفار کی ملو کیسے پوری ہو سکتی تھی جبکہ ان کے استیصال کیلئے عوام
اور ابوبکر صدیقؓ جو سلامت زندہ موجود رہتے۔

غرض عقل و نقل دونوں اس امر کے تسلیم پر آمادہ کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مباہلہ کے
لئے حضرت علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ کو ہی ساتھ لیا۔ اور جب آیت سے حضرت علیؑ اور ان کے متعلقین کی شخصیت
ثابت نہیں ہوتی۔ تو اس کے خلاف روایات خواہ کتنی ہی کی ہوں یا اہل سنت کی قابل استدلال نہیں ہو
سکتیں کیونکہ شیوخ حضرات ایسی روایات کے گھر لینے میں پورے مشاق ہیں۔ اور کتب اہل سنت میں بھی کثرت
انذاری کر لینے سے دریغ نہیں کرتے۔

ایک عجیب روایت

حیات القلوب جلد ۱ ص ۲۵۲ میں ہے: "چون اس آیت نازل شد قرآن کریم و تفسیر و دیگر مباحث کنند
و نصاریٰ بآیت خود کثرت تندی پس ابو عمارؓ صاحب خود گفت کہ فوالظن کہ اگر محمدؐ یا فرزندوں و اہلبیت
خود ہی آید پس بترسید از مباہلہ او و اگر اسباب و اتباع خود ہی آید از مباہلہ او پوئہ تکفیر
(توبہ) جب آیت مباہلہ نازل ہوئی اور دوسرا دن مباہلہ کے لئے مقرر ہوا اور نصاریٰ اپنی جگہ پر واپس
ہوئے تو ابو عمارؓ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے کہ کل و کیف اگر (صلی) اپنے فرزندوں اور اہلبیت کیساتھ
مباہلہ کے لئے نکلیں تو ہمیں ڈرنا پڑے گا اور اگر جناب و اتباع کے ساتھ نکلیں تو ذرا پرواہ نہ رہے۔
اب جگہ فخر ہے کہ نصاریٰ بخیران کو جناب امیرؑ اور دیگر اہلبیت کے ساتھ خوش و خرم آجی کس وجہ سے
ہو گئی تھی کہ ہر ایک کے لئے ان کے لئے ان کی روح کا پتی تھی۔ ممکن ہے کہ حضرت علیؑ کو تو انہوں نے دیکھا
ہو۔ اور ان کے پیشرو کو دیکھ کر قیافہ سے ایسا کم لگایا ہو لیکن حسنؑ، حسینؑ اور جناب سیدہؑ انہوں نے نہ دیکھا۔
کہ ان کے مباہلہ میں شمولیت سے اس قدر خوف پیدا ہوا کہ یہ سب کچھ شیوخ و حضرات کی خوش اعتقادی کی
باتیں ہیں۔ ورنہ کفار کو ہر شے جناب رسولؐ پاکؐ اور ان کے احباب کی بار جو ات اور علیؑ انھار کے مصداق تھے
سے ہمتی اور ان کے کارناموں سے آگاہ ہو چکے۔ انہیں کس خوف سے انہوں نے نہ مباہلہ منظور کیا۔ نہ مقابلہ بلکہ
مہاجرت پر مجبور ہو گئے۔

اگر اب فریق مان لیا جائے کہ ہم بخیران جناب امیرؑ کی طفیل ہی سر ہوئی۔ تو یہ ایسی کوئی نئی بات ہے

ہو کر آپ اپنی بیعت خوانا چاہیں۔ تو لوگ اسلام کی کوئی راہ کہیں۔ تو آپ نے اپنے استحقاق کا
 کو اپنے سینہ ہی میں تختی رہنے دیا۔ لوگوں کو ہرگز اپنی خلافت کا استحقاق نہیں بتایا اور نہ ہی
 بیعت کر لی۔ نہ کسی نے آپ کو اپنے بیعت کی۔ نہ کوئی ناگوار تنبیہ پیش آیا۔ آپ نے عین حال انیشی سے
 وقت کی نزاکت کو محسوس کر کے اپنی بیعت کے لئے کسی فروبشر کو نہیں کہا۔ بلکہ طیب خاطر خود
 کر لی۔ ایسے متعارض اقوال کے ہوتے ہوئے شیعوں اپنے دھوئی میں کامیاب نہیں رہتے۔ اور بلاشبہ
 تنقیح چہارم بھی حق اہل سنت والجماعت خلاف اہل تشیع ثابت ہو جاتی ہے۔

فیصلہ

جب ہر چہ بار امور تنقیح بحق اہل سنت والجماعت خلاف شیعوں بلکہ اہل قرآن و حدیث
 و احادیث ائمہ اہلبیت و اقوال جناب امیر مہتمم ہو گئے ہیں۔ تو دھوئی شیعوں اہل قرآن و حدیث
 و بحق اہل سنت خلاف شیعوں سے جاری ہے۔ کہ امامت و خلافت ایک ہی چیز ہے۔ اور
 حضرت امیر کی خلافت یا مصلحت پر کوئی نص قرآن و حدیث میں ثابت نہیں ہے۔ اس کا جواب خلافت
 شوریٰ ہا جبرین و انصار و اتفاق اہل حل و عقد سے عین منشاء و ایندی سے درست طور پر ہوتا ہے۔
 امیر مہتمم کے خلاف ثابت نہیں ہے۔ بلکہ وہ وزارت کو خلافت پر ترجیح دیتے تھے۔ اہل انہوں نے
 رعیت پر یہ خلاف کی بیعت کی۔ اور یہ خلافت بالکل حق شیعوں کا یہب شور و غضب انکی لاشی
 اور بہات اور بہت زور و جہ سے ہے۔ اور درحقیقت دھوئی کے لباس میں یہ جناب امیر اور علم
 اہلبیت کے تحت تیں دشمن ہیں۔ خدا ان کو پادشہ کرے۔ اب خلافت کی بحث ختم ہو چکی۔ اور دلائل
 سے ہم نے اپنے دین کو ثابت کر دیا۔ جس کا جواب شیعوں قیامت تک نہیں دے سکتے۔ اب ہم ان مطالب
 کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو شیعوں احیان انحضرت کے اصحاب پاک اور انواج مطہرات کے خلاف
 کیا کرتے ہیں۔ ہم ان تمام مطالب کا جواب شافی الزامی اور تحقیق طور پر دیں گے۔ اور اس مسئلہ لا عقلی
 نقلی سے شیعوں کے ان ہزیمات کا قطع قع کریں گے۔ واللہ الموفق۔

مطالعین شیعہ

ہر چہ شیعوں کے مطالعین کے شافی جواب کتب متقدّمین اہل سنت والجماعت میں دیئے جا

پہلے ہیں۔ لیکن شیعوں سے انکار ہے کہ پھر نہ سنت رنگ میں انہی اعتراضات کو رد و براہ کرم
 ان کے پاس ان کے طاعن کو ایک آگے کر کے پہلے لکھ کر ان کے مذاق شکن جوابات تحریر
 ہوتے ہیں۔ تاکہ اہل سنت و جماعت کو ان کے خلاف اس کی جواہر میں سہولت ہو۔

بہلا طعن

پہلا طعن روافض کا جناب صدیق اکبر کی نسبت یہ ہے۔ کہ آپ نے جیش اسامہ سے تعلق برید
 ملائکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس لشکر کو فروتیار کر کے اسامہ کی انتہی میں روانہ کیا۔ اور
 سب کو باہتمام شیعین کر دیا۔ اور برحق اکید و مبالغہ سے فرمایا۔ کہ جیش اسامہ تہلک
 اللہ من تشاکل عنہا۔ واسامہ کے لشکر کو تیار کرو۔ جو شخص اس سے تعلق کرے گا۔ مودعت ہوگا

جواب

اس طعن کا جواب یہ ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جیش اسامہ کا جو حکم فرمایا۔ اسکی
 تعمیل صدیق اکبر نے فرمایا۔ جس کی تفصیل اس حال کی ہے۔
 ۲۹ ہجری کو مکہ کے دن آنحضرت نے حکم دیا۔ کہ رومیوں کی سرکوبی کے لئے زید بن حارثہ کے
 انتقام کی ہم روانہ کیا جائے۔ آپ نے نکل گئے روز اسامہ بن زید کو اس لشکر کا امیر نامزد فرمایا۔ بدھ
 کو آپ بھیجا۔ اس سے دوسرے روز انھیں کو باور دیا۔ کہ آپ نے بدست خود نشان
 و علم کی درستی فرمائی۔ اور اسامہ کو فرمایا۔ اَعْلَمُ بِشَعْبِ اللَّهِ وَفِي مَكِّيَلِ اللَّهِ وَقَاتِلْ مَنْ كَفَرَ
 بِاللَّهِ۔ (خدا کا نام سے کرندگی راہ میں پہاؤ کرو۔ اور کافر ان کے پہاؤ شروع کرو)
 اسامہ حسب ارشاد نبوی علم لایق ہیں کہ اگر آپ نے۔ اور نشان برید بن حبیب اسلمی کے
 کے حوالہ کر دیا۔ اور مقام یروث میں پہاؤ کیا۔ جو مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ تاکہ تمام لشکر
 وہاں جمع ہو سکے۔ اصحاب کبار ہا جبرین و انصار صدیق۔ فاروق عثمان علی رضی اللہ عنہم
 و جمہ لعمرو اللہ الخ اہل سنت کی کسی کتاب میں مذکور نہیں ہے۔ یہ روایت کا الحاق ہے۔ صرف محمد بن ولید
 شہر مدینہ نے اپنی کتاب لال و خل میں یہ جملہ لکھا ہے۔ شہرستانی حسب تحریر کتب جرح و تعدیل لکھتے ہیں۔ بلکہ وہ
 نیکو لفظ مائل تھا۔ ایسے محمد کی تحریر کوئی وقت نہیں رکھتی۔ ۱۱۰ منہ جہد اللہ تعالیٰ۔ ۱۱۔ اللہم اغفر لکاتبہ و لوالدہ۔

دیگر کار صاحب نے بھی اور تیار کر کے اپنے لیے مقام مذکور میں بھیج دیئے۔ اتنے میں حضور کی بیماری میں تیزی ہو گئی۔ اور شاق رسول بقرار ہوئے۔ حضور علیہ السلام نے حضرت ابو بکر کو اپنی جگہ امامت پر مامور فرمایا۔ و کتب طریقین میں اس کا ذکر مرقوم ہے۔ اریح الاول حضور علیہ السلام کو مرض سے کسی قدر آفاق اور سب ملا فوف نے جہاد کے لئے روانگی کا قصد کیا۔ حضرت اسامہ کو حضور نے بغل گیر فرما کر مدینہ فرمایا۔ اسامہ کو حج کیلئے تیار رہے۔ کہ تم ایمان لاؤ اور اسامہ ان کے پاس پہنچ کر کہنے لگیں۔ کہ حضور کی حالت نازک آگئی ہے۔ اسامہ اور دیگر شاہان یثرب و شہر اشرفین کر شہر در گئے۔ اور کمریں کھول دیں اور نشانہ دولت نبوی پر نصب کر دیا۔ حضور کے وہ مال کے بعد جب یثرب و یثربین سے فراغت ہوئی۔ اور نصب خلافت صدیق اکبر نما اگزیں ہوئے۔ تو اسامہ نے پھر وہ امر حیرت میں مبتلا کاڑ دیا۔ اور غوغا جمع ہوئی۔ اے ای اشاہ مدینہ میں خبر پہنچی۔ کہ بعض قبائل عرب مرتد ہو گئے ہیں۔ اور مدینہ منورہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ بعض صحابہؓ نے حضرت ابو صدیق سے عرض کی۔ کہ اس موقع پر لشکر اسامہ کی روانگی ہم روم پر ملتی کر دی جائے۔ تاکہ مدینہ منورہ مدینہ خطر میں نہ رہے۔ لیکن صدیق اکبرؓ نے نہ مانا۔ اور کہا کہ جس لشکر کو آقاؐ نے نامدار حضورؐ تیار فرما چکے ہیں میں اس کبھی روم نہیں سکتا اور نہ ہم کو ضرور روانہ کرونگا۔ اگر یہ منافقین مدینہ و مضافات میں مجھے مٹائے گا کروں۔ القصد کہ اسامہؓ کو آپؐ نے مکمل سامان سے لیس کر کے روانہ کیا۔ اور حضرت عمرؓ کو حضرت اسامہؓ سے اجازت لیکر تیراہ خود لیا۔ تاکہ ان کی تدبیر کا رے فائدہ اٹھا کر بغاوت کو فرو کر سکیں۔ اسامہؓ مدینہ مقصود پر پہنچے۔ جدال و قتال کے بعد وہ شام کو مقصود کیا۔ اور مدینہ میں افتخ و ظفر واپس آئے۔

سو یہ اعتراض صدیق اکبر پر نہ کہ اپنے لشکرِ سامنے کی تہمت میں کوتاہی کی۔ درست نہیں ہوتا
کیونکہ آپ نے اس لشکرِ فخر پر کیا کوئی پورے ساز و سامان سے تیار کر کے روانہ کیا۔ اور مجھ کو اللہ کی تعین
حق ادا کیا۔ اور اگر واقعہ کا یہ اعتراض ہے۔ کہ اپنے لشکرِ سامنے سے غفلت کیا اور خود ساتھ نہیں گئے
ایسا اعتراض روافض کا ان کی مخالفت اور لاعلمی کی دلیل ہے جب خلیفہ یا درشاہ کسی اہم کو کسی اہم

۱۔ کتب اہل سنت و الجماعت میں تو اس کی تفصیل موجود ہے۔ کہ حضرت علیؓ کی بیماری کے ایام میں حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھاتے
لیکن مشیہ حضرات اس خیال سے کہ حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت اور تحقیق خلافت ثابت ہو جائے۔ صاف الفاظ میں ایسا
انکار نہیں کر سکتے۔ لیکن چونکہ اہلسنت بھی نہیں رہتی۔ اس لئے بعض محقق مزاج مصنفین کو اسکا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ
ذکر حسین شعبی امامی اتہ مخبر نے لکھا ہے: "ایام مرض میں جب وقت نماز آتا۔ بلالؓ آنحضرتؐ کو اطلاع دیدیتے اور حضرت باہر آکر
پڑھاتے۔ مگر اکثر مصنفین نے لکھا ہے۔ کہ آخری سترہ نمازوں میں حاضر نہ ہو سکے۔ اس موقع پر طبریؒ نے لکھا ہے۔ کہ رسول اللہؐ
فرمایا کہ علیؓ کو بلا بھیجو۔ میں علیؓ کو بلاؤں گے۔ عائشہؓ نے کہا۔ اگر ابوبکرؓ کو بلاؤں تو کیا میں جہے۔ اور حضرت نے کہا۔ اگر تم کو بلاؤں تو کیا میں
میں یہ سب آنحضرتؐ کے پاس اگر بھیج دوں گے۔ پس یہ بارہا رسول اللہؐ نے فرمایا۔ کہ اب تو چلے جاؤ۔ جب مجھے ضرورت ہوگی تو بلاؤں گا۔ پس
چلے گئے۔ اسکے بعد رسول اللہؐ نے فرمایا۔ نماز کا وقت آگیا جو ایسا۔ البتہ فرمایا تو ابوبکرؓ کو بلایا۔ دیکھو کہ کون کون نماز پڑھاویں۔ زمانیکہ اسلام

ماتحت کر کے کسی جگہ روانہ کرتا ہے۔ تو حقیقت میں قالمذہب و ہی سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح ہے۔ اور نام بارش
کا ہوتا ہے کیونکہ فرج بدیل سامان خوراک و کلمہ وغیرہ لے نہیں سکتی۔ اور یہ سب کچھ بادشاہ کے ذمہ ہوتا ہے
فرج حضرت ابوبکرؓ نے باوجود خطرناک حالت کے لشکر اسامہؓ کو بھیجا کہ زین الدین حارثہؓ کا خوب انتقام لیا۔ اور
اسامہؓ مہم سر کر کے پوزی کا میرا پی سے مراجعت فرما رہے۔ رسول پاکؐ کی منشاء و کلمہ کو پورا کر دیا گیا۔ علاوہ
ازیں یہ الزام حضرت علیؓ پر بھی وارد ہو سکتا ہے۔ کہ آپؐ بھی لشکر اسامہؓ لے گیا تھا جانے پر لایا سو گئے۔ آپؐ کیوں
نہ گئے؟ اگر ایسی نازک حالت میں کہ حضورؐ نزع کی حالت میں ہوں۔ عاشقان و دست و الا آپؐ چھوڑ کر لڑائی
پر چلے جاتے۔ تو مخالفین ناپاکار کا ہیشہ کیلئے راعتراض ہوتا کہ ملک گیری کی ہوں میں آقائے نامدار کو مضر الموت
میں تنہا چھوڑ کر ایران خاص یا ہر سفر میں چلے آؤں اور جب دوسرا پہلو اختیار کیا گیا۔ تو اعتراض اٹھایا جاتا ہے
کہ تعین حکمران نہیں ہوئی۔

چشم بد اندیشی کہ یک کندہ با عیب نماید منہش در نظر
 یہ بھی واضح رہے کہ جب حضور نے حضرت ابوبکرؓ کو خدمتِ امامت پر مامور کر دیا تھا۔ تو تعین
 حکم اسی صورت میں تھی کہ اس ڈیوٹی میں کیا ہی نہ ہو۔ پھر جب بعد وفات رسولِ بارِ خلافت آپ کے سر پر
 ڈال گیا۔ تو یہ تعین ارشادِ اسطرح ہو سکتی تھی کہ خود مامورِ خلافت کو یہ انجام کریں۔ مامورِ کافر فوج کو کما حقہ
 اسلحہ پوری تیاری سے روانہ کر کے اس مہم کو سر کریں۔ چنانچہ یہ دونوں کام خدا کے فضل سے پورے ہوئے
 اور فتح و ظفر کا سہرہ صدیقِ اکبرؓ کے سر بندھا۔ عاصدِ ناب کا ذکر بھی کریں۔

بیمیر تا بر پی اے حضور کیں رنجیت
کہ از مشقت او جز بمرگ نتوان بھرت

دوسترا طعن

حضرت صلعم نے حضرت ابوبکرؓ کو سورہ برأت کے احکام کی تبلیغ کے لئے مکہ معظمہ میں روانہ کیا تھا۔ بعد میں جب اسرائیل ناناں ہوئے اور پیغام دیا۔ کہ اس کام کیلئے حضرت علیؓ کو روانہ کرو۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے جا کر فرض تبلیغ احکام سورہ برأت انجام دیا۔ تو جب آپ صرف ایک سورہ کی قابلیت نہ رکھتے تھے تو یہ خلیفہ کس طرح یہاں آسکتے تھے جس کے ذمے تبلیغ جمیع احکام شریعت کا کام ہوتا ہے۔

پانچواں طعن جہانزہؓ

شیعوں کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے آنحضرتؐ کا جنازہ نہیں پڑھا۔ اس ضمن میں کہیں کوئی روایت
آئے کہ بیان کیا جاتا ہے۔ تاکہ لوگ گمراہ ہوں کہ جن لوگوں نے اپنے رسولؐ پر جنازہ پڑھنا نہیں چاہا
وہ قلیفہ کیسے ہو سکتے ہیں۔

جواب

جھوٹ محض جھوٹ۔ اگر جھگڑا کے شیعہ اپنی کتابوں کا بھی مطالعہ کریں۔ تو ایسے جھوٹ کہنے
سے شرم آئے۔ مگر اللہ سے جہالت اپنی کتابوں سے انہیں واقفیت نہیں ہے۔

۱۔ شیعوں کی نہایت معتبر کتاب اصول کافی کے حوالہ میں لکھا ہے۔ **عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلِيِّ بْنِ
قَال لَمَّا مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّادَةُ كُنْتُ عَلَيْهِ لَمَّا كُنْتُ وَالْمُهَاجِرَةُ جَدَّتْ وَ
الْأَنْصَارُ وَبَنُو بَنِي تَمِيمٍ** (ترجمہ) امام باقرؑ نے فرمایا جب بنی علیؑ السلام فوت ہوئے آپ پر فرشتوں اور
تمام مہاجرین اور انصار نے قویج و رقیع نماز پڑھی (یہ مانی ہوئی بات ہے کہ الفت امام جب صیفہ
جمع پر واقع ہو۔ تو استغراق کا معنی دیتا ہے۔ اسلئے بقول حضرت امام جب جمیع مہاجرین انصار کا جنازہ
جنازہ رسولؐ پڑھنا ثابت ہے۔ تو پھر شیعہ کی بلواس کہ شیخین نے اپکا جنازہ نہیں پڑھا۔ کیا وقعت
تم سمجھتے ہو یا حضرت امامؑ؟

۲۔ شیعیں ایک دوسری مستند کتاب اخبار ماہم مطبوعہ طبع شیعہ راویوں کی مجلس اول میں
**عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلِيِّ بْنِ السَّلَامِ قَالَ قَالَ الْقَاسِمُ كُنْتُ السَّادَةَ عَلِيًّا فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ عَلِيٍّ السَّلَامُ
إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا مَاتَ حَيًّا وَمَرَّأَتْ خَلَّتْ عَلَيْهِ خَشَّةٌ فَفَكَرْتُ أَنِّي كُنْتُ
بِهِ الْأَرْشَقُ وَلَمْ يَكُنْ الْمَلَأُ حَتَّى الْفَجْرِ وَكَانَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ خَشَّةٌ فَفَكَرْتُ أَنِّي كُنْتُ
دَسَّيْهِمْ وَأَمَّا كُنْتُ وَنَوَاحِي الْمَدِينَةِ بَغِيرَ لَمَّا كُنْتُ** (ترجمہ) حضرت امام باقرؑ نے فرمایا۔ لوگوں نے دریافت
کی حضور علیہ السلام کیس طرح نماز پڑھیں حضرت علیؑ نے فرمایا۔ آپ ہمارے زندگی میں اور بعد وفات بھی امام
دس دس نے داخل ہو کر آپ نماز پڑھی۔ پھر کے دن اور شام کے دن صبح تک نماز پڑھتی رہیں حتیٰ کہ تمام چھوٹے بڑے
مرد و عورت نے مدینہ اور ارد گرد کے لوگوں نے بغیر امام کے نماز پڑھی۔

اب شیعوں کی انصاف کریں۔ اگرچہ تمہاری کتابوں میں تصریح ہے کہ تمام مہاجرین و انصار چھوٹے
بڑے مرد و عورت مدینہ و مضافات کے لوگ نماز جنازہ رسولؐ میں شامل تھے۔ تو کیا مہاجرین انصار اور صغیر
کبیر اور ذر و انہی کے عموم سے شیخین خارج ہو سکتے ہیں۔ اگر شیخین نے نماز پڑھی تھی۔ تو امام نے انکو متثنیٰ کیوں نہ کیا۔

حضرت ابوبکرؓ کا شامل جہانزہؓ

اگر یہ مذکورہ بالا روایات نہایت صحیح ہیں۔ اور ان سے بالوضاحت ثابت ہے کہ حضرت
ابوبکرؓ غیر شریک مہاجرین و انصار تھے۔ نماز جنازہ رسولؐ میں شامل تھے۔ لیکن صدی شیعوں کی شاید
اس سے تسلی نہ ہو۔ اب ہم وہ روایات لکھتے دیتے ہیں جن سے حضرت ابوبکرؓ کا شامل جنازہ ہونا بالضرورت ثابت ہے
اصول کافی میں ہے۔ **عَنْ أَبِي حَبِيبٍ عَمْرٍو قَالَ قَالَ الْقَاسِمُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ
فَقَالَ يَا عَلِيُّ إِنَّ النَّاسَ اجْتَمَعُوا أَنْ يَدْفِنُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَقْعَةِ الْمُصَلَّى
وَأَنْ يَكُونَهُ مِنْهُمْ فَخَرَجَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى النَّاسِ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ إِمَامٌ حَيًّا
وَيَقَالَ ابْنُ أَحَدِ بْنِ الْبَقْعَةِ الَّتِي أُقْبِضُ فِيهَا تُعْرَقُ لَمْ عَلَى الْبَابِ فَصَلَّى عَلَيْهِ ثُمَّ أَمَرَ النَّاسَ
فَشَرُّوا عَلَيْهِمْ وَكَانُوا يُصَلُّونَ لَهُمْ بِحُجْرَتِهِ** (ترجمہ) امام جعفرؑ نے فرمایا حضرت عباسؑ حضرت امیر
کے پاس آئے۔ اور کہہ لوگوں سے اتفاق کیا ہے کہ رسول پاک کو رحلت بقیع میں دفن کریں۔ اور یہ کہ ان
لوگوں سے ایک شخص (ابوبکرؓ) امام ہو لیں امیر لوگوں کے پاس آئے۔ اور کہا کہ رسول پاک ہماری زندگی
میں اور بعد وفات بھی امام ہیں۔ اور آپ نے فرمایا ہے کہ میں اسی جگہ دفن کیا جاؤں۔ جہاں میرا انتقال ہو۔
امیر دروازہ پر کھڑے ہو گئے۔ اور خود نماز پڑھی۔ پھر لوگوں کو حکم دیا۔ دس دس آدمی نماز پڑھتے پھر چلائے
اس روایت سے ثابت ہے کہ بوقت جنازہ رسولؐ حضرت ابوبکرؓ موجود تھے۔ اور لوگوں کا اس امر
پر اتفاق تھا کہ ابوبکرؓ امام بنایا جائے لیکن امیرؑ کے کہنے پر کہ امام کی ضرورت نہیں۔ دس دس انخاص نے بلا
امارت نماز پڑھی۔ پھر کس طرح کہہ سکتے ہو کہ ابوبکرؓ نے نماز پڑھی۔ یہ ممکن ہے۔ اس سے ایک مستحب
شیعی کی قلمی نہ ہو کہ اس روایت میں بالاسرار حضرت ابوبکرؓ کے امام بنائے جانے کی خواہش کا ذکر ہے
آپ کا امام استسریع موجود نہیں ہے۔ اب اب ہم آپ کو وہ روائت دکھائیں جس میں حضرت ابوبکرؓ
کا نام بھی درج ہے۔

بہار العیون اردو مطبوعہ حیدرآباد ص ۱۸۱ میں ہے۔ جناب صادق سے روایت ہے کہ

عیان جناب امیر کی خدمت میں آئے۔ اور کہا لوگوں نے اتفاق کیا ہے۔ کہ حضرت کو بقیع میں دفن کریں۔ اور ابو بکرؓ آگے ہو کر نماز پڑھائے۔ جناب امیرؓ نے کہا۔ بدرستہ کہ رسولؐ نماز پیشہ او امام ہمارے حیات و ممات ہیں۔ اور حضرت نے خود فرمایا تھا۔ کہ میں دفن ہو گا۔ جہاں میری روضہ قبض کی جائے گا۔ اب تو شیخہ حضرات کی تسلی ہو جائیگی۔ کہ حضرت ابو بکرؓ حسب روایت امام صادقؑ صرف نماز جنازہ میں شامل ہی نہ تھے۔ بلکہ تمام مسلمانوں نے اتفاق کر لیا تھا۔ کہ یہی امام ہیں۔ ذکیہ یا حضور علیہ السلام اپنی زندگی میں آپ کو امامت نماز پر مامور فرمایا تھا۔ (پھر کس قدر شرمی ہے۔ کہ ائمہ اہلبیت کو جھٹلا کر شیخہ صاحبان تمام لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ کہ یہ اچھے شیخہ تھے۔ کہ وہاں کا جنازہ ہی نہ پڑھا۔

پیارے رسولؐ پیارے دوست کی آخری باتیں

ریاض فضائل ابو بکرؓ کو کہاں تک چھپائیں گے۔ ان کی کتاب میں بھی آپ کے فضائل کی شاہد ہیں۔ کتاب جلاء العیون اردو جلد اول ص ۱۷۷ میں تصریح ہے۔ کہ پیارے رسولؐ سے آخری ہم کلامی کا جس شخص کو شرف ملا ہوا۔ وہ حضرت ابو بکرؓ ہی تھے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے تمام راز کی باتیں اپنے ہمراز یا رفاہ ابو بکرؓ کو ہی بتائیں۔ نہ یہ نصیب ابو بکرؓ نہ یہ قیمت ابو بکرؓ کتاب مذکور ص ۱۷۷ میں یوں درج ہے۔ "معلیٰ نے روایت کی ہے۔ کہ جس وقت مرض حضرت رسولؐ پر سنگین ہوا۔ اس وقت ابو بکرؓ آئے اور کہا۔ یا حضرت آپ کس وقت انتقال کریں گے۔ حضرت نے فرمایا میری اہل حاضر ہے۔ ابو بکرؓ نے کہا۔ آپ کی بازگشت کہاں ہے۔ حضرت نے فرمایا جانب سدرۃ المنتہیٰ وجنت الماویٰ و رفیق ہلالی و عیش گوارا و خیر جہاں ہے شراب قرب حق تعالیٰ میری بازگشت ہے۔ ابو بکرؓ نے کہا آپ کو غسل کون دیگا۔ حضرت نے فرمایا۔ جو میرے اہلبیت سے مجھ سے بہت قریب ہے۔ ابو بکرؓ نے پوچھا۔ کس پیغمبر میں آپ کو غسل کریں گے۔ حضرت نے فرمایا۔ انہیں کہ میں میں جو میں پہنے ہوں۔ یا جامہ ملے یعنی و مہری میں۔ ابو بکرؓ نے پوچھا۔ کس طرح آپ پر نماز پڑھیں گے۔ اس وقت جوش و خروش غلغلہ آواز مرموم بلند ہوا۔ اور درو دیوان کا ہنسنے لگے۔ حضرت نے فرمایا صبر کرو۔ خدا تم لوگوں سے خوف کرے گا۔

اس روایت سے ثابت ہوا۔ کہ رسول پاکؐ آخری دم تک جناب صدیق اکبرؓ کو اپنا صادق الوہاد اور محرم راز و دوست سمجھتے تھے۔ کہ تمام راز و نیاز کی باتیں اسی خاص دوست سے فرمائیں۔

شیخہ غور کریں کہ آخری وقت میں رسول پاکؐ ایک منافق کو بھی شرف ہم کلامی بخش سکتے تھے؟

کہ علیؓ کو نہ دیگر اہلبیت کو اس امر کے لئے منتخب فرمایا۔ بلکہ اپنے قدیم دوست پرانے تابعدار یا رفاہ ایسی شرف عطا ہوا۔ سچ ہے۔

ایں سعادت یزدور یاز و نیست گریخت خدا کے بخشندہ اور جب ابو بکرؓ آخری دم تک پر وازہ ارشع جمال احمدی پر اپنی جان شار کئے ہوئے تھے پھر کیا نہ کہ حکم تھا۔ کہ نماز جنازہ رسولؐ سے غیر حاضر ہوں۔ اب اس باطل طعن کا کیا نیغی قلع قمع ہو چکا۔ اب ہم شیخہ کے ایک ائمہ شہور طعن کے دفعیہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جو تمام مطاعن کی بنیاد ہے۔

چھٹا طعن (قفینہ فدک)

شیخہ کا طعن ہے۔ کہ ابو بکرؓ صدیق نے فدک بنت رسولؐ (فاطمہ الزہراءؑ) سے چھین لیا۔ ان کو ناراض کیا۔ اور رسول پاکؐ نے عاتقین جنت کی ناراضگی کو اپنی ناراضگی سے تعبیر کیا۔ پھر یہ شخص خلیفہ کس طرح ہو سکتا ہے۔

جواب

چونکہ شیخہ صاحبان اس طعن کی بڑی شدت سے پیش کیا کرتے ہیں۔ اور طاعنین کے خیال میں ہی یہ ایک بڑا قلعہ ہے۔ جس پر ان کے باقی مطاعن کی وارد ہوتا ہے۔ اس لئے ہم اس کے متعلق شرح و بسط سے کلام کر کے اس ہوائی قلعہ کے پرچے اڑائیں گے۔ تاکہ اہل بصیرت اس نتیجہ پر پہنچ سکیں۔ کہ طاعنین کہاں تک راہ حق سے ہٹے ہوئے یا درجہ اہل بیت کر رہے ہیں۔

اس لئے ہم پہلے یہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔ کہ فدک ہے کیا چیز۔ وہ کس طرح اسلام کے قبیض آیا اور قرآن کا فیصلہ اس کے متعلق کیا ہے۔ اور رسول پاکؐ اور آپ کے صحابہ کرام ائمہ اہلبیت علیہم رضوان کا اس کے متعلق طرز عمل کیا رہا ہے۔

فدک کی تعریف

سو فدک جیسا قاموس میں ہے۔ ایک چھوٹے سے قریہ کا نام ہے۔ جو خیر کی لوح میں ہے۔

یکساں ہیں۔ پھر شیخ کا خیال برخلاف فیصلہ قرآن کہ فدک (مال نبوی) رسول پاک نے صرف فاطمہ الزہرا کی ملکیت میں دیدیا تھا نہ صرف قرآن کو ہی چھلانا ہے۔ بلکہ حضور علیہ السلام کے ذمے اتہام لگانا ہے کہ آپ نے حکم خداوندی پس پشت ڈال کر یہ مال وقف ہو غریب مسلمانوں کا حق تھا۔ اکیلا خاتون جنت کے قبضہ میں دیدیا کیا فیصلہ قرآن سے بڑھ کر کوئی اور فیصلہ ناطق ہو سکتا ہے شیخ جو ایسا دیں یا تو یہ ثابت کریں کہ فدک مال غنیمت تھا مگر تسلیم ہے۔ تو اس کے مصارف یہ لوگ کیوں نہیں جینکا ذکر آیت مذکورہ میں لکھا

کیا فدک رسول پاک کی ذاتی جائیداد تھی؟

فدک کا فاطمہ الزہرا کی ملکیت قرار دینے کے متعلق شیعہ کو سخت مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ فدک آپ کو بطور مہبہ ملا تھا۔ اور کبھی یہ کہ وراثتاً ترکہ میں آیا لیکن یہ دونوں باتیں تہ ثابت ہو سکتی ہیں کہ فدک رسول کی ذاتی ملکیت ہوتی۔ لیکن اس بات کا ثابت کرنا بالکل مشکل ہے۔ اول تو یہ اہل بیت یا اس کے مخالف ہے۔ دوم یہ مافی ہوئی بات ہے۔ کہ ذاتی جائیداد وہ ہوتی ہے۔ جو کسی شخص کو وراثتاً ملے یا اس نے ذاتی کمائی سے خریدا ہو۔ یہاں دونوں باتیں مفقود ہیں۔ نہ حضور علیہ السلام کو آباد اجداد سے فدک ترکہ میں ملا۔ اور نہ حضور نے اس کو اپنی کسی ذاتی آمدن سے پیدا کیا۔ یہ مسلم امر ہے کہ بادشاہ یا امام یا نبی کو جو جائیداد حکومت یا امامت یا نبوت کے اثر سے حاصل ہوئی ہو۔ وہ بادشاہ یا امام یا نبی کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتی۔ بادشاہ حکومت کے اقتدار سے جو ملک یا زمین یا سرحد فتح کرتا ہے وہ اس کی گورنمنٹ کی ملکیت ہوتی ہے۔ نہ بادشاہ کی ذاتی جائیداد ایسی ہی جو اراضیات امام یا نبی کے قبضہ میں آتی ہیں۔ وہ اس کے وارثوں کو وراثت میں نہیں ملتا کرتیں۔ بلکہ اس کے خلیفہ یا جانشین کو ملاتی ہیں۔ علامہ شبلی نے اس کے تعلق حسب ذیل بیان کیا ہے جو ہر ایک ذوی بصیرت کی سمجھ میں آسکتا ہے یہ بحث اگرچہ طرفین کی طبع آزمائیوں میں بہت بڑھ گئی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ بات نہایت مختصر تھی۔ اور اب جبکہ سیاست مدن کے اصول زیادہ صاف اور عام فہم ہو گئے ہیں۔ یہ مسئلہ اس قابل ہی نہیں رہا کہ بحث کے واسطے لایا جائے کہ نبی یا امام یا بادشاہ کے قبضہ میں جو مال یا جائیداد ہوتی ہے اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک مملوکہ یا مخاص جس کے حامل ہونے میں نبوت اور امامت صحت یا بادشاہت کے مقصد کو کچھ دخل نہیں ہوتا۔ مثلاً حضرت داؤد زہرہ بنا کر معاش حاصل کرتے تھے۔ یا بادشاہ عالمگیر قرآن لکھ کر سیر کرتا تھا۔ یہ آمدنی ان کی ذاتی آمدنی تھی۔ اور اس پر انکو ہر طرح اختیار

دوسری مملوکہ یا حکومت مثلاً حضرت داؤد کے مقبوضہ ممالک جو حضرت سلیمان کے قبضہ میں آئے۔ اس دوسری قسم میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ بلکہ شخص غیبری یا امامت یا بادشاہت کی حیثیت سے جانشین ہوتا ہے۔ یہی اسکا مالک یا متولی ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ آج کل کے مذاق کے موافق ایک بدیہی بات ہے۔ مثلاً سلطنتات حمید احمد علی خان کے بعد ان کے ممالک مقبوضہ یا ان کی جاگیر خاصہ ان کے بیٹے یا بیٹی یا بہن وغیرہ میں تقسیم نہ ہوگی۔ بلکہ جو تخت نشین ہوگا۔ اس پر قابض ہوگا مذہبی حیثیت سے بھی مسلمانوں کے ہر فرقہ میں یہ قاعدہ مسلم رہا۔ مثلاً جو لوگ باغ فدک کو درجہ بدرجہ ائمہ اثناعشر کا حق سمجھتے ہیں۔ وہ بھی اس میں وراثت کا قاعدہ جاری نہیں کرتے۔ مثلاً حضرت علیؑ اپنے زمانہ میں اس کے مالک ہوئے۔ تو یہ آپس میں ہوا۔ کہ انکی وفات کے بعد وراثت کا قاعدہ جاری ہوتا۔ اور جیٹن یہاں سے محمد حنفیہ و زریزہ وغیرہ کو یہ حضرت علیؑ کے وارث تھے۔ اس کا کچھ حصہ سہام کے پڑتے سے ملتا بلکہ صرف امام حسنؑ کے قبضہ میں آیا۔ کیونکہ امامت کی حیثیت سے وہی حضرت کے جانشین تھے۔ (والفدق جلد ۱ ص ۱۰۰) پس جب فدک حضور علیہ السلام کے ذاتی مالک سے ہی نہ تھا۔ تو اس کا ہمہ بخشی خاتون جنت کمر دینا یا آپ کی وفات پر وراثتاً آپ کو ملنا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔

ایک عجیب قصہ

میر فدک کے متعلق شیعہ حضرات نے ایک عجیب قصہ تراش رکھا ہے جس کا ذکر اسرار فی ۲۵۵ میں ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی لَمَّا خَلَقَ عَلٰی نَبِیِّہِمْ صَلَی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَدَکَ وَ مَکَ وَ اَلْحَکَمَ لَمْ یُوجِفْ عَلَیْہِمْ یُخِیْلُ وَلَا یَرُکَابُ فَاسْتَرْکَلَ اللّٰهُ عَلٰی نَبِیِّہِمْ صَلَہُمْ وَ اَتَتْ الْقُرْبٰی حَقَّہَا وَلَمْ یَبْدُرْ رَسُوْلُ اللّٰہِ مِنْ ہُمْ فَرَّاجِعٌ فِیْ ذٰلِکَ جِبْرَائِیْلُ۔ وَ رَاجِعٌ جِبْرَائِیْلُ سَآئِمًا فَادَّخٰی اللّٰهُ اِلَیْہِمْ اَنْ اُدْفَعُوْا فِدَکَ لِمَنْ فَاظْمَنَہُ فَاذْہَبُوْا رَسُوْلُ اللّٰہِ فَقَالَ لَهَا یَا فَاظْمَنَ اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَ اَنْ اُدْفَعُوْا اِلَیْکَ فَاَقَالَتْ قَدْ قَبِلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مِنَ اللّٰہِ وَہُنَاکَ۔ (ترجمہ) امام ابو الحسن نے کہا۔ خدا نے رسول پاک کے ہاتھ پر فدک وغیرہ فتح کئے جن کے متعلق فوج کشی نہ کی گئی تھی۔ تو خدا نے آیت وَ اَتَتْ الْقُرْبٰی حَقَّہَا۔ (وہ رشتہ دار کو اس کا حق) نازل کی۔ تو رسول کو معلوم نہ ہو سکا کہ ذوی القربی سے کیا مراد ہے۔ آپ نے اس کے متعلق جبرائیل سے استفسار کیا۔ اور جبرائیل نے سبب الحزن سے استقصا اب کیا۔ تو خدا نے وحی بھیجی۔ (مراد یہ ہے) کہ فدک فاطمہ کو دینے سے تہرب حاصل نہ بلکہ کہا۔ فاطمہ خدا نے مجھے حکم

دیکھتے ہیں کہ مذکورہ فقہاء نے کہا میں نے خدا اور رسول سے یہ طبعی قبول کیا۔
 فقہانہ تراشنے والوں نے اپنے مطلب کی بات قیاس کر لی۔ لیکن یہ نہیں سوچا کہ اس سے رسول پاک
 پر الزام آتا ہے کہ آپ باوجود علوم اعلیٰ و آخرین کے عالم ہونے اور سب نعم شیعہ مآکان میں کون
 سے آگاہ ہونے کے، انقرضی کا معنی بھی نہ سمجھ سکے۔ پھر اللہ تعالیٰ پر یہ الزام آتا ہے کہ اس نے باوجود ان قول
 پاک کے وَلَقَدْ كَيْسَرْنَا الْقُرْآنَ لِلذَّاكِرِينَ دہم نے قرآن کو ذکر کے لئے بہت آسان کر دیا ہے۔ یہ حکم الہی
 محمد کے طبع پر فرمایا کہ نہ اس کا معنی صاحب المعنی سمجھ سکے۔ نہ حامل وحی ہی کی سمجھ میں آیا۔ کہ اس کے
 متعلق بلاوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر زور دیا گیا کہ جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا گیا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام
 رب العزت میں دوڑے گئے۔ اور وہاں سے آیت کا معنی چھپ کر پھر رسول کو بھیجا یا کہ آسان تھا کہ پہلے
 ہی سے یوں قرار دیا جاتا۔ وَاَنْتَ فَاطِمَةُ فَدَاكُ دَفَاكُ کو مذکور دیکھئے، شیعہ صاحبان ایسی ہی باتیں
 کہہ کر ناحق عجب مہنٹائی کرتے ہیں۔ کیا ان کو معلوم نہیں کہ کیا آیت ملی ہے۔ ہر طرف مذکور کیا تھا۔ وہ تو
 ہجرت مدینہ کے بعد قبضہ اسلام میں یا پھر حبش تک ایک چوتھی تک ساتھ ہی میں نہیں آئی۔ تو اس کی کشتی کسی بھی

دعویٰ ہمہ مذکور

شیعہ کہتے ہیں کہ فاطمہ الزہراء نے مذکور کے اپنے حق میں ہر جہت سے کامیاب رہا۔ یہ دعویٰ میں دائر کیا گیا
 دو نہایت نقصان دہ عقیدے ہیں۔ اول یہ کہ حضرت علی و ام المومنین علیہ السلام کی شہادت روک دی۔ اور
 دعویٰ خارج کر دیا گیا۔ سوال تو اس واقعہ کا ثبوت کیسے ہو سکتا ہے کہ کسی معتبر کتاب سے نہیں ملتا۔ دوم اگرچہ صحیح
 ہو۔ تو اس سے حضرت ابوبکر کے فاعل بالشرع اور بے رور غایت مصدق ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ کیونکہ
 بحکم قرآن وَاسْتَشْفَعْنَا لِمَنْ مِّنْهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ اِنَّ لَكُمْ لَآيَاتٍ فَرِحْتُمْ بِهَا۔
 تیسرے۔ دوم اگر وہ رکھو۔ وہ نہ مل سکیں۔ تو ایک مردود دعویٰ گواہ ہوں۔

چونکہ صورت بالا میں انصاف شہادت ہو جو نہ تھا۔ نہ وہ مرد و نہ ایک مرد اور نہ خود میں ہی گواہ
 تھیں۔ اس لئے اگر ایک قاضی اس شہادت پر فیصلہ بحق خاتون جنت کرتے تو لوگ کہتے کہ دختر رسول
 اپنی طرف قطع فیصلہ دے رہا ہے۔ خلافت راشدہ کے زمانہ میں اس قدر زبردستی تھی۔ کہ اگرچہ اس ایک معمولی
 عورت بھی خلیفہ وقت کو لوگ سمجھتی تھی۔ کہ میں نہیں ہونا چاہتا۔ اور خلیفہ وقت خذہ پیشانی سے مقرر
 کے اعتقاد میں کوئی گواہی نہ تھی۔ تو میرے لیے یہ گواہ دیتے۔

اے مصنف جو کہ کتاب کے موضوع سے خارج ہیں غیر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیں کہ عقیدہ کا اظہار فرما رہے ہیں یا نہ جانتے ہیں

عدالت و انصاف کا ہر لازمہ مساوات کا لفظ ہے۔ اور ان عدالت میں شاہ و گدا امیر و غریب شریف و
 ذلیل سب برابر سمجھے جاتے ہیں۔ اسی طرح اس کی پاسداری سے اصول شریعت نہیں بدل سکتے۔ چونکہ مستشرقین
 کا حکم ظالم ہے جس سے کوئی مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اول تو یہ ناممکن ہے کہ احکام شریعت کی مہارت
 کے باوجود وہاب میرزا نے وہ جھوٹے شہادت سے مکمل شہادت لے کر ایوان عدالت میں حاضر ہوں۔ اگر
 ایسا ہیہ کیا ہو۔ تو خلیفہ رسول کا اہم فرض تھا کہ حکم خدا سے جلیل اس نامکمل شہادت کی بناء پر
 قانون جنت کے حق میں ڈگری نہ دیں۔ ایسے فیصلہ سے جناب امیر اور خاتون جنت کو کیا ہے اس کے
 کنارض میں حاکم شرع خلیفہ کی داد دینی چاہیے تھی۔ کہ الہی قانون کے مقابلہ میں پاسداری و لحاظ
 رکھا گیا۔ مثال کے طور پر ہم ایک واقع کی طرف ناظرین کو توجہ دلاتے ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ نے فصل خصومات کے لئے زید بن ثابتؓ کو قاضی مقرر کیا تھا۔ ایک دفعہ
 انکو کسی تنازعہ کے لئے جو آپ کا ابی بن کعب سے تھا۔ اور ابی بن کعب کی عدالت میں دوا کر رہا تھا۔
 پھر یہاں علیہ السلام ہوئے۔ زید نے غایب وقت کی تعلیم کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ یہ تمہارا پہلا ظلم ہے
 یہ فرما کر ابی بن کعب کو باوجود گئے۔ اور مقدمہ کی ممانعت شروع ہوئی۔ ابی بن کعب کو کوئی ثبوت نہ تھا۔ اس
 نے مقدمہ کے مطابق حضرت عمرؓ سے قسم لینی چاہی۔ زید نے فاروقؓ کے زہد کا پاس کر کے
 درخواست کی۔ کہ امیر المومنین کو قسم سے فائدہ رکھو۔ حضرت عمرؓ اس خطرناک دعویٰ سے بھتہ رنجیدہ ہوئے
 زید کی طرف مخاطب ہو کر فرماتے گئے۔ ایک جہت تمہارے نزدیک ایک عام آدمی اور مردوں پر ابرہہ
 ہیں۔ تم منصب قضاء کے قاضی نہیں سمجھے جاسکتے۔ (الفاہوق جلد اول ص ۱۵۷)

ایسا ہی شیعہ کی معتبر کتاب کشف الغمہ میں مذکور ہے کہ حضرت نے اپنے عہد خلافت میں
 اپنی نند ایک یہودی کے پاس دیکھی۔ اور اپنا دعویٰ قاضی شریعت کی عدالت میں دائر کیا۔ قاضی نے
 حضرت امیر المومنین سے شہادت طلب کی۔ جناب امیرؓ نے امام حسنؓ اور اپنے غلام قبیلہ کو شہادت
 پیش کیا۔ قاضی نے گواہی مان منظور کی۔ کیونکہ ایک معتبر گواہ کے صاحبزادے تھے۔ اور دوسرا غلام الہی
 تھا۔ پھر الفقیہ کتاب تضام میں مرقوم ہے۔ کہ جناب امیرؓ قاضی مدینہ رشتہ کے اس فیصلہ سے
 لاف نہ ہوئے۔ نہ اس کو قضا سے معزول کیا۔ بلکہ اس کے انصاف کی داد دی۔ اور اس کے حق میں
 مانے بغیر کی۔

الغرض دعویٰ ہمہ مذکور کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں ہے۔ نہ حضور علیہ السلام باقی ائمہ کو محروم کر کے
 اہل فاطمہ الزہراء کو یہ جائیداد دے سکتے تھے۔ اور نہ کسی طرح جب جائیداد آپ کی ملکیت ہی نہ تھی

یوں

مَاطَابِ لَكُمْ مِنَ الْمَسَاكِينِ وَالْمَثَلِينَ وَالْكَافِرِينَ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ
ہیں۔ اس سے زیادہ نہیں۔ رسول پاک اس سے متشقی ہیں۔ چنانچہ آپ کے نکاح میں نو بیویاں تھیں۔
پھر جیسے آیت نکاح میں باوجود کسی استثنائے مذکور کے رسول متشقی ہیں۔ اسی طرح یہ حدیث
سے بھی آپ متشقی ہیں۔ اور حدیث تاریخ آیت نہیں ہے۔ بلکہ حدیث مذکور سے تفسیر میں ظہور اور حدیث
فصل آیت ہو سکتی ہے۔

حدیث لا تَرْتُمُوهُم بِمَا كُفُّوا عَنْهُ مِنْهُمْ قَدْ رُفِعَ عَنْكُمُ الْإِثْمُ الَّذِي كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ
حدیث کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے ؟

شیخہ لاطمی ایبٹ و مری پانچویں ہے۔ یہی حدیث شیخ کی اپنی متبرکات ایرو میں بروایت
 عبدالمہدویت موجود ہے۔ پھر اس حدیث کو موضوع کہنا اللہ المہدویت کو قمار حدیث قرار دینا ہے چنانچہ
 کتاب اصول کافی میں ہے۔ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ قَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ أَوْ شَيْءٌ أَوْ قَوْمٌ أَوْ دَلِيلٌ
 أَنَّ الْأَوْثِيَاءَ كَأَمْثَرُ وَتَوَاحِدُهُمْ وَلَا دِينَكَارَ أَيْمَانٍ أَوْ قَوْمٍ أَوْ شَيْءٍ أَوْ قَوْمٍ أَوْ دَلِيلٍ
 فَقَدْ كَفَرَ بِخَلْقٍ وَفِيهِ (ترجمہ) امام جعفر صادق سے روایت ہے آپ نے فرمایا۔ علماء انبیاء و کسوت
 مرتے ہیں۔ اور یہ اس لئے کہ انبیاء و رشتہ میں درجہ و دنیا نہیں چھوڑتے۔ بلکہ اپنی احادیث چھوڑ جاتے ہیں۔

سوال

اس حدیث میں حلال طہر بیان کیا گیا ہے مگر انبیاء مال و دنیا کی لاش ہرگز نہیں چھوڑتے بلکہ ان کی میراث
 عامر و حکمت پہنچتی ہے جس کو یہ میراث ملی وہی کا صیاب ہوا۔ اب تو شیخ یہ کہنے کی مجال نہیں ہو سکتی کہ
 حدیث فقہ صغیر و کبیر الخ غلط اور موضوع ہے۔ یہ بحث اس وقت چل سکتی تھی جب شیخ کی
 کتاب میں اہلسنت کے پاس پہنچ رہی تھیں۔ اب تو مذاکرے فضل سے شیعہ کی کتابیں علماء اہلسنت کے پاس
 پہنچ رہی ہیں اس لئے اب شیعہ کو کچھ سوچ کر بات کرنی پڑے۔

کیا لطف جو غیر پہرہ کھولے جادو وہ جو سر پہرہ سے کرے

کئی آیات میں جو نفاہ عام ہوتی ہیں لیکن رسول اس حکم سے مستثنیٰ ہو گئے ہیں جیسے آیت فَاَسْكُوا

۱۰۔ دوسری حدیث مندرجہ ذیل ہے۔

وہی عمل کیا جو جناب رسالت آپ نے کیا تھا۔ باقی صحابہ نے بھی ایسا ہی کیا۔

حضرت علی کا مسئلہ

یہ امر شیعہ کے دعویٰ کے بطلان کی صریح دلیل ہے۔ کہ حضرت علیؑ نے اپنے عہد میں بھی فذک ورتنا قائم نہیں کیا۔ بلکہ برسرِ سابق عہدۃ المسلمین کیلئے وقف رہا۔ اس بات کو شیعہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ حضرت علیؑ نے اپنے زمانہ خلافت میں کوئی دست اندازی نہیں کی۔ بلکہ دستور رہنے دیا۔ اس کا اظہار ہم فریق کا فی جلد کتاب الروضہ ص ۱۳۳ سے ایک خطبہ جناب امیر کا ورج کر دیتے ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جناب امیرؑ نے اپنے وقت میں فذک ہی ورتنا و فاطمہ کو نہ دیا۔ بلکہ اور بھی بہت سی باتیں جو کرنی چاہئے تھیں۔ نہ کیں۔ بلکہ ملت متعہ کا فتویٰ بھی نہ دے سکے۔ بلکہ تکبیر خیارہ نہ پڑھا۔ نہ نماز تراویح کو ہی موقوف کر سکے۔ مگر اقبل بوجہہا وحوکنا ناسئ من اهل بکیتہا وخصاستہا وکشیعہہا فقال قد عملت الواوۃ سبیل اھما الا خالفوا فیہا متعہہا بن لیسلا وبن فاقینین یعقدہ معینین یسکتہا وکیسکتہا الناس علی ترکہا وحوکنا الی سواضعہا والی ما کان فی عہد رسول اللہ لفرق مئی جبیدی حتی ابقی وخذی او قلیل من غیت مئی الذین عہدوا فضلی وقرن امانی من کتاب اللہ عز ذکرہ ووصیۃ نبیہ آریم لو امرت بتمام اہلکم علیہم السلام فرخہ واما الی المواضع الذی وضعہ خیرہ رسول اللہ ورددت فذک الی ورتنا فاطمہ علیہا السلام ورددت صلوات رسول اللہ لہا فان الی ان قال و امرت بلعلہ الملتحین و امرت بالتکبیر علی الجنائز خمسۃ تکبیرات الی ان قال اذا تفرقوا عینی واللہ لقد امرت الناس الا یجتمعو ا فی شہر رمضان الا فی قریبہ و اعلمتہم ان اجتمعا صہم فی الشواقل بدعنا فنادی بعض الی فکری من یقاتل منی یا بطل الاسلام لیفین مسکتہ عمن وینہانا فی شہر تاوگا۔ رتہا جناب امیرؑ لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے جبکہ آپ کے گرد آپ کے اہلبیت اور شیعہ بیٹھے ہوئے تھے۔ پہلے خلیفوں نے مجھ سے پہلے ایسے کام کئے ہیں جن کی رو سے آپ کی مخالفت بھی عبادہ و انستہ خلاف کیا ہے۔ عہد توڑا گیا۔ رسول کی سنت تبدیل کی گئی ہے۔ اور اگر میں لوگوں کو وہ کام پھیرنے کیلئے کہہ کر اہلی حالت پر لانا چاہوں۔ جیسا کہ رسول کے وقت میں تھا تو میرے لشکر مجھ سے ہاتھ دھو جائے۔ اور میں صرف اکیلا رہ جاؤں یا چند شیعہ رہ جائیں۔ جو میری فضیلت اور میری

خلافت و امامت کی فرضیت قرآن اور حدیث رسول سے جانتے ہیں۔ اگر میں کہوں مقام امیرؑ پر طرح کر دیا جائے۔ جیسا کہ آنحضرت کے وقت میں تھا۔ اور باغ فذک کو ورتنا و فاطمہ کو واپس دلا دوں اور باغ تکبیر خیارہ پڑھنے کا حکم دوں تو لوگ مجھ سے الگ ہو جائیں۔ بخدا میں نے لوگوں کو کہا کہ ماہ رمضان میں بغیر نماز فرض کے جمع نہ ہوں۔ (نماز تراویح نہ پڑھیں) اور میں نے انہیں بتایا۔ کہ نوافل تراویح کیلئے جمع نہ ہونا بدعت ہے۔ جو میرے سپاہیوں نے جو میرے ساتھ ملکر پڑائی کر رہے ہیں۔ منادی کر دی۔ کہ اسے مسلمانو! حضرت علیؑ حضرت عمرؓ کی سنت کو بدلنا چاہتا ہے۔ اور ہمیں ماہ رمضان میں نماز نوافل تراویح پڑھنے سے منع کر رہا ہے۔)

اس خطبہ سے ثابت ہوا۔ کہ جناب امیرؑ جماعت کے افتراق کے خوف سے نہ فذک ورتنا نہ فاطمہ کو واپس دلا سکے۔ نہ متعہ سے کارِ ثواب کی تیرویج کر سکے۔ نہ باغ تکبیر خیارہ لوگوں کو پڑھ سکے۔ نہ بدعت کو ہی موقوف کر سکے۔ تو اب سوال یہ ہے کہ جناب امیرؑ کی خلافت و امامت کس کام کی تھی۔ یہی بدعت جو عہد خلافت نے جاری کر رکھی تھیں۔ ہوتی ہیں احکام جو ورتنا و فاطمہ کو فذک کر گئے تھے۔ بدستور جاری ہے یہاں تک کہ اب میں تھے۔ کیا باغ فذک وغیرہ بھی سنیں گے نہ دلا سکے۔ متعہ بھی فضیلت کے کام کی گرم باز آئی ہے۔ ہوسکی۔ نماز تراویح بھی بدستور لوگ پڑھتے رہے پھر اگر کسی خلافت سے آپ کے شیعہ کو فاطمہ ہی کیا ہوتا یہ بھی تعجب ہے کہ خلفاء و خلافت کی زندگی میں تو ورتنا و فاطمہ کو فذک کر دیا گیا تھا۔ جہنمات ان کے لوگ کو کیا کھٹکا تھا۔ کہ ان کے ہی نقش قدم پر چلتے رہے۔ کیا جناب امیرؑ کے خلیفہ کا بھی ان کے دلوں پر کچھ اثر نہ ہو سکا۔ نہ ذوالفقار حیدری کی معیت ان کے دلوں پر طاری ہو سکی۔ کیا صداقت تھی جو دلوں کو فتح کر چکی تھی۔ اور نقش کا لکھ کر کسی تدبیر سے بھی طلب مومنین سے نہ مٹ سکتا تھا۔

خلاصہ یہ کہ حدیث بالسنۃ ثابت ہو گیا۔ کہ حضرت علیؑ نے اپنے عہد خلافت میں باغ فذک کے متعلق فیصلہ خلفاء بحال رکھا۔ اس میں کچھ دست اندازی نہ کی گئی۔ نہ ورتنا و فاطمہ اس سے ہر وہ باب ہوئے اور فاطمہ پر کچھ بھلے بھانے میں۔ کہ لوگوں کے افتراق کا خوف تھا۔ یا مصالحت و وقت کا اقتضا تھا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ فذک کے متعلق جناب امیرؑ کو غریب معلوم تھا۔ کہ فیصلہ خلفاء مطابق قرآن اور حدیث رسول تھا۔ اس پر جو سبکدوش میں تغیر و تبدل مشکل تھا۔ تو جناب امیرؑ نے اپنے طرز عمل سے فیصلہ مدیق کی تصدیق کر دی۔ تو اب شیعہ کا کیا حق ہے۔ کہ ناحق شور مچاتے ہیں۔

اس کے جواب میں شیعہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت علیؑ نے اپنے وقت میں فذک اس لئے واپس نہیں لایا کہ معصومہ چیز کا واپس لینا شان امامت کے خلاف تھا۔

جو اسباب الجواب :- ہم کہتے ہیں یہ درست نہیں ہے۔ اگر منصف یہ چتر کا لینا درست نہ تھا۔ تو منصف نے منصفہ کیوں نہیں لائی۔ جناب ایسے منصفانہ فائدہ کی چیز و خلافت) تیسری لی۔ لیکن خدا فاطمہ کی طرف سے تفسیر معارف کی بات یہ ناظرین جنت اور منصفی دلیل ہے کہ غلہ خاتون جنت کا حق نہ تھا۔ ورنہ جناب امیر نے زمانہ اقتدار میں حق بقدر سبب کا معاملہ کیا ہے۔ نیز اگر وہ خاتون جنت کو ضرر و ضرر فدا کر دیتے۔ جب آپ نے اورہہ امام حسن نے غلہ وادیں دیا۔ تو ظاہر ہے کہ فیصلہ خلفاء ماسبقی کو ناظرین جنت کی مخالفت نہ کی۔ جو۔ علی لاکھ یہ بخاری ہے شہادت تیری جناب امیر اور حضرت امام حسن علی کے اس طرز عمل نے شیوخ چین پر اکاڑا۔ مگر ماکمل بند کر دیا ہے۔ انہیں اب طوعاً و کرہاً یہ کہہ لینا چاہیے کہ۔

سیر تسلیم ختم ہے جو مزاج یاریں آئے۔

غضب فاطمہ :- شیخہ کچھ نہیں کہہ سکتی۔ اگر صحیح بخاری کی حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت فاطمہ نے حضرت ابو بکر کے ہاں غلہ کے متعلق دعویٰ کیا۔ ابو بکر نے فرمایا۔ تو فاطمہ غضبناک ہوئیں۔ اور حضرت ابو بکر سے بات چیت نہ کی حتیٰ کہ فوت ہو گئیں۔ غضب فاطمہ غضب خدا اور رسول ہے۔ اس نے حضرت ابو بکر کو جن پر حضرت فاطمہ کا غضب ہوا قابل خلافت نہ تھے۔

جواب :- اول صحیح بخاری کی جو حدیث بیان کی جاتی ہے۔ وہ کوئی حدیث مرفوع نہیں ہے نہ عائشہ کا قول ہے۔ اور یہ قصہ وراثت فاطمہ علیہ السلام ہے۔ اول اس سے کہ حضرت فاطمہ بیت رسول جن کا لقب ہی قبول و تارک الدنیا تھا۔ یہ توقع نہیں کہ وہ چند بھروسے کیلئے مقدمہ بازی شروع کرے پکھری میں ناخبروں کے پاس جا کر اصالتاً حاضر ہو کر خاموش کرے اور بار بار نہ پٹنے پر یہاں غضبناک ہو جائیں۔ کہ خلاف وقت سے بول چال بند کریں۔ ایسا ہی حضرت عائشہ جو راوی اس قصہ ہیں ان کو عدالت میں جانے اور قہر سے سننے کی کذب اجازت تھی۔ کہ انہوں نے یہ واقعہ کچھ کر وامت کی ہو۔ دوسرے بخاری احمد سلم کی حدیث میں فقط وَجَدْتُهَا ہے جس کے معنی مثلاً مٹ (پیشانی پر) کے ہیں۔ یعنی صدیق اکبر سے آپ نے محفل جواب سن لیا۔ تو اپنے دعویٰ کو نہ لپکا پکڑا نہ است مونی اور پھر اپنے مرنے تک اس کے متعلق کبھی گفتگو نہ کی جن روایتوں میں غضب کا نقطہ ہے۔ اسکا معنی یہ ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے نفس پر خفا ہوئیں۔

سودہ :- اگر بغرض محال تسلیم کر دیا جائے کہ حضرت فاطمہ اس بات پر خفا ہوئیں۔ تو یہ اعتقاد بڑھتا ہے جس حدیث میں وہ حدیث ہے اس میں فقط مَنِ احْضَرْتُمَا یعنی جس نے عائشہ کو غضبناک کیا۔

لے وَجَدْتُهَا یعنی جو تک بھی آئے۔ ناظرین جو قاضی و غیرہ ۱۸۰

ہاں اغصاب نہیں ہے کیونکہ ابو بکر نے یہ معاملہ ایک غضبناک کرنے کو نہیں کیا۔ بلکہ تعمیل ارشاد رسول اور قرآن ایسا کیا۔ اس لئے آپ کا یہ فعل حضرت فاطمہ کو ناموس کرنے کیلئے نہیں۔ بلکہ ایک منصفی سے تعجیل و خدا و رسول تھا۔ تقاضا کے بشرط ہے کہ بعض اوقات خواہ اس الی اللہ کہ کسی غلط فہمی کی بنا پر غیظ کی لاحق ہو جاتی ہے۔ اور اس سے کوئی بڑا تجربہ افد کرنا ناواقف ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام اول تھے جب کہ غور سے چلے پورا کہ وہ اس کے تو قوم کو گوسالہ پتی میں مبتلا پایا۔ ایسے غضبناک ہوئے کہ اللہ واسطہ مقررہ کو زمین پر پست مارا۔ اور اپنے بھائی ہارون کی دینی کو سر اور وارسی سے بڑا کر کھینچا جس پر ہارون نے اپنی بے قصوری کا عذر پیش کیسے بھائی سے کہا۔ کہ مجھے بے غرت کر کے تمہوں کو منہ سے کا موقع نہ دیں۔ یہ قصہ قرآن پاک میں بالسرور موجود ہے۔ بخوف طوالت آیات نہیں لکھی گئیں۔ جب ایک رسول کا اپنے بھائی پر اس طرح غضبناک ہو کر دست و گریباں ہوا مگر اس سے کسی کے ظالم ہونے کا باعث نہیں ہو سکتا۔ تو حضرت فاطمہ اگر غصہ کریں تو آپ کا ایسا بے ادبی اگر اس سے مجرم ہونا کس طرح ثابت ہو سکتا ہے۔

چوتھو شیخہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ بارہا حضرت فاطمہ اور حضرت علی کے مابین ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ جناب خاتون جنت علی پر غضبناک ہو کر ان کے گھر سے کل کر اپنے والد راہبر سات ایک کے گھر چلی گئیں۔ اور حضرت رسول خدا بھی اسی واقعہ سے سخت رنجیدہ خاطر ہوئے۔ اور اسی حالت میں آپ نے فرمایا فَاطِمَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا مَنِ احْضَرْتُمَا فَقَدْ احْضَرْتُمَا (فاطمہ میری جگر گوشہ ہے جس نے عائشہ اور اس نے مجھے غضبناک کیا، تو میں حضرت فاطمہ کے غضبناک ہونے سے حضرت علی کو برا کر افسوس نہیں آتا۔ اور نہ وہ وحید کے وقت میں آسکتے ہیں۔ تو حضرت ابو بکر پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے اور راہبوں کو افسوس قرطبی سے نقل میں ایسے ایک روایات درج کرتے ہیں۔

حضرت علی پر حضرت فاطمہ کا ناراضی کا

جلال الدین ابودرداء میں ہے کہ کتاب علی الشرائع و البھارت المصطفیٰ اور مناقب خوارزمی نے معتبر ابودرداء بن عباس سے روایت ہے کہ جب حضرت علی پر جھڑپیں ہوتے۔ ان کے لئے کسی نے ایک کنیز پر بھیجی کہ اس کی قیمت چار سو درہم تھی۔ اور جب حضرت علی پر غیظ آئے۔ اس کنیز کو بطور عید اپنے بھائی علی بن ابیطالب کے پاس بھیجا۔ اور وہ کنیز جناب امیر کی خدمت کرتی تھی ایک

دن جناب فاطمہ گھر میں آئیں تو دیکھا کہ سر جناب امیر کا اس کینسر کے دامن میں ہے جب وہ حالت احسن
فرمائی منیفر ہوئیں۔ اور پوچھا آیا اس کینسر سے تم نے کوئی کفایت کیا ہے۔ جناب امیر نے فرمایا بخدا سو گند
میں سانس کیسا تھک کوئی امر نہیں کیا۔ اب جو کچھ تمہیں منظور ہو بیان کر۔ کہ میں بچا لاؤں جناب فاطمہ نے
... کہنا مجھے میرے پدر بزرگوار کے گھر جانے کی اجازت دو جناب امیر نے فرمایا میں نے اجازت دی۔ پس
جناب فاطمہ نے سر چادر اٹھادی اور اس پر برقعہ ڈال کر متوجہ خانہ پدر بزرگوار ہوئیں۔ اور قبل اسکے کہ جناب
فاطمہ اپنے باپ کی خدمت میں پہنچیں جبرائیل از جناب خداوند جلیل حافر ہوئے اور کہا حق تعالیٰ آپکو
سلام فرماتا ہے۔ اور ارشاد کرتا ہے کہ جناب فاطمہ تمہارے علی بن ابیطالب کی شکایت کرنے آئی ہیں۔
تم حق علی میں کوئی چیز فاطمہ سے قبول نہ کرنا جب جناب فاطمہ نے اہل دولت سے پدر بزرگوار ہوئیں حضرت
رسول نے فرمایا۔ علیؑ کے پاس پھر جاؤ۔ اسکو میں تم سے رہنی ہوں۔ پس جناب فاطمہ جناب امیر کے پاس
تشریف لائیں۔ اور تین مرتبہ کہا کہ میں تم سے راضی ہوں۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جناب سیدہ امیہ زود بخیر تھیں کہ کینسر کو جناب کے پاس دیکھ کر
خفا ہو گئیں جناب امیر کی قسم پر بھی اعتبار کیا۔ اور ناراض ہو کر میکے چلی گئیں۔ حتیٰ کہ جبرائیل کو جناب
امیر کی صفائی کرنے کی ضرورت پڑی۔ اور جناب رسول کے فرستادہ واپس بجانہ ہوئیں۔

دوسرا واقعہ تاریکی فاطمہؑ

جلال الیوم اردو حصہ ۱۲ میں ہے۔ امام صادق سے روایت ہے کہ ایک شقی جناب سیدہ امیہؑ
پاس آیا۔ اور کہا کہ علی بن ابی طالب نے دختر ابو جہل کی خواستگاری کی ہے۔ جناب سیدہ نے اس
شقی سے کہا کہ تو قسم کھا۔ اس نے تین دفعہ قسمیں کھائیں کہ میں جو کچھ کہتا ہوں سچ ہے۔ جناب فاطمہؑ
کو بہت غیبت آئی۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ نے عورتوں کے ضمیر میں غیرت قرار دی ہے جس طرح کہ
مردوں پر جہاد واجب کیا ہے۔ اور اس عورت کو واسطے جو باوجود غیرت مہر کرے۔ ایک ثواب مقدر کیا
ہے۔ مثل اس شخص کے جو مسلمانوں کی سرحد پر خدا کی واسطے گھمبانی کرے۔ پس جناب فاطمہؑ کو سخت
صدمہ ہوا۔ اور متفکر رہیں یہاں تک کہ رات ہوئی۔ جب رات ہوئی تو امام حسینؑ کو کندھے پر
بٹھایا۔ اور بایاں لگا تو امام کاٹھوم کا اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور اپنے پدر بزرگوار کے گھر تشریف لے گئیں جب جناب
گھر میں آئے۔ اور جناب سیدہ کو وہاں نہ دیکھا۔ بہت غم ہوا اور سخت غم ہوا کہ تشریف لے جانے کا سبب نہ معلوم ہوا۔

اور گوار کے گھر سے باہر آئیں۔ پس گھر سے باہر نکل آئے۔ اور مسجد میں جا کر بہت نمازیں ادا کیں۔ اور تودہ خاک
لو کر کے اس پتھریہ فرمایا جب جناب رسول خداؐ نے جناب فاطمہؑ کو عز وین پایا۔ غسل کیا۔ اور لباس پہن کر
مسجد میں تشریف لائے۔ اور نمازیں پڑھنی شروع کیں مشغول رکوع و سجود تھے۔ بعد دو رکعت کے
وہاں آگئے تھے کہ خداوند فاطمہؑ کے حزن کو دور کر اس لئے کہ جب گھر سے باہر آئے تھے۔ جناب فاطمہؑ کو
دیکھتے تھے کہ آپ کو میں نے تین بار دیکھا ہے۔ بلکہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت رسولؐ نے دیکھا کہ فاطمہؑ کو
بند نہیں آتی۔ اور میرے قریب ہے۔ فرمایا اسے دختر گرامی سے فاطمہؑ اٹھو۔ جب فاطمہؑ اٹھیں۔ اور جناب رسولؐ
لے امام حسنؑ کو اور جناب فاطمہؑ نے امام حسینؑ کو اٹھایا۔ اور امام کاٹھوم کا ہاتھ پکڑ کر گھر سے جناب مسجد تشریف لے آئے
یہاں تک کہ نزدیکی آئیں۔ اس وقت جناب امیر گرام فرما رہے تھے کہ پس حضرت رسول خداؐ نے اپنی
بائیں جناب امیر کے پاؤں پر رکھ کر اور پکڑ فرمایا۔ اسے ابو تراب اٹھو۔ بہت گھروالوں کو تم نے اپنی
بلک سے جدا کیا ہے۔ جاؤ اور ابو بکرؓ کو بلا لاؤ۔ پس جناب امیر گئے۔ اور ابو بکرؓ کو بلا لائے
جب نزدیک رسول خداؐ حاضر ہوئے۔ حضرت نے ارشاد کیا یا علیؑ مگر تم نہیں جانتے کہ فاطمہؑ میری پارہ
ن ہے۔ اور میں فاطمہؑ سے ہوں جس لئے آزار دیا۔ اس نے مجھے آزار دیا۔ اور میں نے اسے میری وفات
کے بعد آزار دیا۔ مثل اس کے ہے کہ میری حیات میں آزار دیا۔ اور جس نے اسے میری حیات میں آزار
دیا۔ ایسا ہے جیسا کہ میری وفات کے بعد آزار دیا۔ جناب امیر نے فرمایا یا رسول اللہ! سید طرح ہے۔
پس جناب رسول خداؐ نے فرمایا تم کو کیا باعث ہوا کہ ایسا کام کیا۔ امیر نے فرمایا حق اس خدا کے جس
نے آپکو براستی بھیجا ہے۔ قسم کھاتا ہوں کہ جو کچھ فاطمہؑ سے کسی نے کہا ہے۔ فی الواقعہ صحیح نہیں ہے۔ اور
یہ رسول میں بھی وہ امور نہیں گذرے جناب رسولؐ نے کہا۔ تم بھی سچ کہتے ہو۔ اور وہ بھی سچ کہتی
ہے۔ پس جناب فاطمہؑ شاد و خوشحال ہوئیں۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت فاطمہؑ کسی کے حلیفہ کہہ دینے سے کہ جناب امیرؑ دختر
ابو جہل سے نکاح کرنا چاہتے ہیں غضبناک ہو گئیں۔ اور یہاں تک کہ سیدہ امیہؑ فرمائی کہ جناب امیرؑ
میں اس امر کا تفحص نہ کیا۔ اور بدولت اجازت عدم موجودگی جناب امیرؑ بال بچوں سمیت میکے
چلی گئیں۔ اور آپکو اس قدر صدمہ ہوا کہ رات کو نیند نہ پڑتی کروٹیں بدلتی بیقراری اور بھینسی طاری
ہوئی۔ جناب رسول خداؐ سخت بے آرام ہوئے۔ اور فاطمہؑ اور بال بچوں سمیت مسجد میں جناب امیرؑ
کے پاس تشریف لے گئے۔ اور اپنے باران غم و صدمہ کو قاریق کو یا کہ جناب امیرؑ کو ڈانٹا۔ اور
کلمات وعید فرمائے۔ اگر اس واقعہ سے جناب امیرؑ پر کوئی ظعن نہیں آتا۔ اور نہ نا اعلیٰ فاطمہؑ سے

رسول خدا کو دیکھا ہے کہ آپ خدا کی پیداوار کو تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ محتاجوں، مسکینوں اور مسافروں کو ویدیا کرتے تھے۔ جب پہلے تم البیت کو خرچ دیتے تھے۔ اور کام کمزوروں کو بھی اس سے دیتے تھے۔ جناب غلط فہمی نے کہا تم بھی ایسا ہی کرو۔ جیسا میرے والد ماجد رسول خدا کیا کرتے تھے۔ تو ابو بکرؓ نے کہا میں خدا کو گواہ کرنا ہوں کہ ایسا ہی کروں گا۔ جیسے رسول خدا کیا کرتے تھے۔ جناب سید نے فرمایا بخدا تم ایسا کرو گے۔ ابو بکرؓ نے کہا بخدا ایسا ہی کروں گا۔ جناب غلط فہمی نے کہا۔ خدایا اس پر گواہ رہنا۔ پھر جناب سیدؓ اس بات پر رضا مند ہو گئیں۔ اور عہد لے لیا۔ ابو بکرؓ پہلے ان کو خرچ دیا کرتے تھے۔ اور بعد میں غریب و مساکین کو دیتے تھے۔

جَنَازَةُ قَاطِمِ بْنِ زَيْدٍ الْبَزْزِجِيِّ

شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ الزہراء کا جنازہ حضرت ابو بکر نے نہیں پڑھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ رضا مندی نہ ہوئی تھی یہ لوگ اس کے متعلق بخاری کی ایک حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے حضرت فاطمہؑ کی وفات کی اطلاع نہ دی تھی میں کہتا ہوں یہ شخص غلط ہے جب کتب طریفین سے رضا مندی کا یہ بیان ثابت تو جنازہ نہ پڑھنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی بخاری کی حدیث سے شیعہ کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت علیؑ کی اطلاع نہینے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قانون جنت کی وفات کی حضرت ابو بکر کو اطلاع نہ ہوئی ہو جب کسی کے گھر مصیبت ہو جانا ہے گھر والوں کا یہ فرض نہیں ہے کہ شخص کو اسکی اطلاع دیتے رہیں۔ بلکہ ایسے واقعہ سے شہر کا ہر بارہ واقف ہو جاتا ہے۔ یہ کب ممکن ہے کہ بنت رسولؐ والدہ حسینؑ کی وفات ہو۔ اور خلیفہ اسلام اس سے بہتر رہیں۔ بالخصوص جیسا کہ کتب میں ہے حضرت علیؑ اور اسما بنت عمیسؑ نے حضرت فاطمہؑ کو غسل دیا۔ اسما بنت عمیسؑ حضرت ابو بکرؓ کی زویہ تھیں۔ پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ میت کو غسل دے رہی ہو۔ اور شوہر کو وفات ہی کی خبر نہ ہو۔ یہ سب باتیں یا یہ لوگوں کی افواہیں یہ تو درست ہے کہ جناب سیدہ نے حضرت علیؑ سے یہ وصیت فرمائی تھی کہ انکا جنازہ ان کو اٹھایا جائے تاکہ نہ میں غریق نہ آئے مادری وصیت کی بنا پر جنازہ رات کو اٹھایا گیا۔ اور انکا جنت البقیع میں سپرد خاک کیا گیا حضرت ابو بکرؓ نے یہی جنازہ پڑھایا جیسا کہ طبعات ابن سعد خود شہر میں ہے۔ اَبَدْرُكَاهُ مُحَمَّدٌ بْنُ مُحَمَّدٍ حَكَ لَنَا قَتَيْبُ بْنُ كُرَيْبٍ عَنْ مُحَمَّدٍ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ الشَّعْبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ

رضی اللہ عنہ و عنہا۔ اَخْبَرَنَا شَيْبَانِي عَنْ سَوَّادِ بْنِ سَوَّادٍ عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى بْنِ أَبِي الْمَسَارِيرِ
عَنْ خُشَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَثُرَ عَلَيْهَا أَرْبَعًا (و ترجمہ) یعنی فاطمہ بنت رسول کی نماز جنازہ حضرت
ابوبکر صدیق نے پڑھائی۔ اور چار تکبیریں کیں۔

اب ہم فداک کے متعلق مکمل بحث کر چکے ہیں۔ ہر ایک ذی بصیرت شخص سمجھ سکتا ہے کہ رسول
کا قبضہ فداک پر منسوب کیا نہ تھا۔ آپ صرف امین تھے۔ اور بطور خازن فداک کی آمدنی جمع کر کے اپنے
اطاعت کو سالانہ قوت و بکری باقی خیراء و مساکین است پر خرچ کر دیا کرتے تھے۔ وائے الاموال
لاہور نے ایک مختصر رسالہ اس بحث میں لکھ لیا ہے۔ ذیل میں چند کلمات اس رسالت مدح کر کے بھیج
رہے ہیں کیا جاتا ہے۔ و تبرکاً۔

مفتوحی

اب ہم نقلی بحث چھوڑ کر اس معاملہ میں عقلی بحث کرتے ہیں۔ کہ کیا رسول خدا نے مذک سچے مع حضرت
زہرا کو مہر کر دیا تھا۔ یا یہ ممکن تھا۔ کہ اتنی بڑی جاگیر جس کی آمدنی دبقول شیعی ایک لاکھ چالیس ہزار
روپیہ سالانہ بیان کی جاتی ہے پیغمبر خدا نے حضرت فاطمہ کے سپرد کر دی ہو۔ اور مسلمانوں کی ضروریات
کا کچھ بھی لحاظ نہ کیا۔ یہ اسوہ حسنہ رسول سے توفیق کیا جاسکتی ہے۔ کہ مسلمان تو روٹی کے محتاج رہیں
گھر دس سے مستغنی ہو کر اصحاب صفہ کا لقب پائیں۔ کفار کے حملوں سے ایک لحاظ نہ بھی ہیں نہ پیسے بلکہ
خود رسول کا یہ حال ہو۔ کہ صبح کے طعام سے بعد نان شبینہ کیلئے توکل پر سہارا ہو۔ اہل بیت المؤمنین کی
میں بسر کر رہی ہوں۔ تو مسلم خاتون سے پرہیز کی تو اسع کریں۔ اور رحمتہ للعالمین جو کسی مسلمان کی ذرہ بھر
تکلیف سے بھی بچیں ہو جلد تھے۔ یہ سب کچھ شفقت سے قل سے بروا امت کرتے رہیں اور اتنی بڑی جاگیر
نہ تو غور اور نہ کسی اور نہ کسی اور مسلمان کو متفق ہونے دیں۔ بلکہ اسے اپنی اولاد کے پیش و آراء کیلئے مخصوص کریں۔ کیا
اس رسول بڑی حق کیلئے جو غریبوں کا ملجا، غریب کا سہارا۔ غلاموں کا مولیٰ، بیٹیوں کا والی اور اطفال کیلئے
کا مجسم تھا۔ یہ تمام باتیں محالات وغیر ممکنات سے نہ تھیں۔ کیا وہ اپنی امت سے اس قدر مستغنی المزاج
ہو گیا تھا۔ کہ ان کے دکھ سکھ سے اس سے کوئی تعلق ہی نہ تھا۔ بلکہ جو کچھ کرتا تھا۔ وہ شخص نفع ذاتی اور
اپنی اولاد کیلئے کرتا تھا۔ کیا احسان کا یہی بدلہ تھا۔ کہ وہ ہاجرین جنہوں نے فی سبیل اللہ اپنے گھر اور

لے یاغ فذک جیتعلیٰ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نافوقوی بانی دارالعلوم دیوبند قدس سرہ نے ایک مستقل کتاب
ہدیۃ الشیخہ تصنیف فرمائی ہے جس میں حضرت قاسم انصاری علیہ السلام کے تلامذہ محترمین عسب و غریب معارف و حقائق ظاہر و باطن
اب علم و بصیرت حضرت حقارت کیلئے بہت مفید ہے (محققین علمائین و فاضلین)

ماوں کو راہ خدا میں قربان کیا، ہجرت کے مصائب برداشت کیے اور خوشی سے فقرو غافروں کو قبول کر کے اسلام کیلئے شہید ہو گئے۔ انہیں جویں کو بھی تریسوں اور رسول کریم کا ایک کرم اپنی صاحبزادی کے سوا کبھی نہ برے۔ کیا اس سال انہیں نے جس کے خیال میں انتہائی درجہ کی وصعت اور اولوالعزمی تھی۔ اور جو گروہ مسلمین کی غیر خواہی اور بھڑکی کا دھڑا رہتا۔ یہ امید کر سکتی ہے کہ وہ ان تمام غزائیں میں شامل ہوئے۔ اس کے پیش نظر سب غماض کو کام میں لاکر اور اللہ تعالیٰ سے تیار ہو کر کے تمام حقوق بلاوجہ تلف کر دے یا ممکن ہو سکتا ہے کہ اس زمانہ کے مسلمان اس قدر سادہ لوح ہوتے۔ کہ باوجود اس عروج بے انتہائی کے جو ان کے حق میں روارکھی گئی ہو۔ ذرہ بھی متاثر نہ ہوتے ہوں۔ کیا دشمنان اسلام ان حالات کی موجودگی میں بیگانگت و اہل اس امر کا اعلان نہ کریں گے۔ کہ وہ بنی جن کا مذہب خود غرضی اور نفس پروری کا دھبہ اسفار و اخلاق و عبادت کی تکمیل کا ذریعہ نہ صرف بلکہ میدان عمل میں اس کے خلاف کر کے کیا ہم حضرت امیر مومنان حضرت کے اخلاق و اسوہ حسنہ سے راہبرد کر سکتے ہیں۔ کہ ان کے باپ کی پیروی تو اس رنج و مصوبیت میں گرفتار ہو۔ اور وہ اتنی بڑی صاحب جاگیر ہو کہ ذرہ بھی ابدانہ کریں گے

ساتواں طعن

حضرت ابو بکر کا قول ہے: لَسْتُ بِخَيْرٍكُمْ وَعَلَىٰ فَيْكُمُ الْفِيلُوفِي (میں تمہارے لئے بہتر نہیں ہوں۔ جبکہ علی تم میں موجود ہیں۔ مجھے۔ ایس کرو۔ واپس کرو) اس سے فضیلت حضرت علیؑ حضرت ابو بکرؓ پر ثابت ہوتی ہے۔ اور افضل کی موجودگی میں مغضول نہیں ہو سکتا۔

جواب :- اولاً یہ کہ صرف شیعہ کی گھڑت ہے۔ اہلسنت کی کسی مستند کتاب میں اس کا جو ذہن پر اگر اہلسنت کی کسی کتاب میں یہ قول ابو بکرؓ کا درج ہوتا۔ تو ہم پر جوابدہی فرض ہوتی۔ سوا اہلسنت کے کسی کتاب میں صحابہ کرام کے اس قسم کے اقوال ان کی کمال ہے نفسی اور ذہنی اور تقویٰ و جہ سے ہوتے تھے۔ جیسا کہ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ کہ میرا وزیر بہنا میرے امیر ہونے سے تمہارے حق میں بہتر ہے۔ وہ اپنے نفس پر دوسروں کی ترجیح دے کر کہتے تھے۔ انا ولا عیسیٰ یا دم بجز نادانان مفرور النفس کا خاصہ ہوتا ہے۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ کے دل میں طمع خلافت و حکومت ہرگز نہ تھی۔ یہ بارگراں اہل حل و عقد نے بالا جماع انکی گردن پر کھدیا۔ اور انہوں نے باحق وجہ اسکو انجام دیا۔ غرض اس قول سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ کہ حضرت علیؑ کو حضرت ابو بکرؓ فضیلت تھی۔ یا آپ خلافت کے نااہل تھے۔ ایسے متواضعانہ کلمات

کہنے والے کی عظمت شان پر دلالت کرتے ہیں۔

تواضع کند ہو محمد سے گزریں بند شلخ پریمو ہر بر زمین

تکبر و غرور شیطان اور ساف میں پیر کاں خدا باوجود کمال و جلال خود کو سب سے کمتر سمجھتے ہیں

تکبر و نخوت نے ہی شیدان کا بیڑہ غرق کیا۔ اور تواضع اور متکبر الراجی ہی آدم مقبول بارگاہ

ایزدی ہوئے۔

راغہ شد ایلیس از مستکبری گشت مقبل آدم از مستغفری

اٹھواں طعن

ابو بکرؓ نے اپنے اتفاق کا خود اقرار کیا ہے۔ اور ایسا شخص قابل خلافت نہیں ہو سکتا۔

جواب

مستحقین شیعہ کسی قدر شرم و حیا سے بھی کام لیتے تھے۔ لیکن آج کل کے شیعہ۔ ع۔

بے حیاء باشش حرب خواہی گو

کے مصداق ہو کر ایسی بے نیکی۔ عربی نہ فارسی نہ ترکی۔ نہ مال کی نہ سُر کی۔ مانگ دیا کرتے ہیں۔ اس لئے ہم اہل حقیقت کو یہ نقاب کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو کہ مقرر اس طعن میں کہاں تک حق بجانب ہے۔ ترقی میں ایک حدیث یوں لکھی ہے :-

عن حنظلہ السدی وکان من کتاب سئل
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ فریانی بکسر
 ہو سکتی فقال مالک یا حنظلہ مالک ناقد
 حنظلہ یا انبا بکر نکون عند رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم یذکرنا بالشارع الجہت
 کانتا رأی فین فاذار حنظلہ فاستأذنا
 والضیعتا وشیئنا کثیرا قال فواللہ انما
 کذلک فانطلقنا فلم ندر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حنظلہ سدی سے مراد ہے۔ جو حضور علیہ السلام کے
 کاتبوں میں سے تھا۔ کہ وہ ابو بکرؓ کے پاس سے گزرا جبکہ
 وہ دروہ تھا۔ ابو بکرؓ نے پوچھا کچھ کیا ہوا۔ کہ حنظلہ
 ہو گیا ہے۔ اے ابو بکرؓ ہم رسول خدا کے پاس
 ہوتے ہیں۔ جبکہ آپ ہمیں دوزخ و جہنم کی یاد
 دلاتے ہیں۔ گو یہ ہم دوزخ و جہنم کو اپنی آنکھوں
 سے دیکھ رہے ہیں۔ پھر جب گھر میں آتے ہیں تو
 اور کام کاج کے شغل میں ہوتے ہیں۔ اور بہت کچھ بھول جاتے ہیں

دوسری حدیث کتاب مذکور کے ص ۵۴ میں ہے۔

عَنْ حَمَّادٍ أَنَّ ابْنَ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِنَّ جَلَّ أُنَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ إِنَّهُ تَأَفَّقْتُ فَقَالَ اللَّهُ تَأَفَّقْتُ وَكَوْنَا فَعَقْتُ مَا تَبَيَّنَ لِي فَقُلْتُ خِي مَا لَكَ دِي رَأَيْتُ أَهْلَ الْعَدُوِّ الْحَاضِرِ أَتَكَ فَقَالَ لَكَ مِنْ خَلْقِكَ فَقُلْتُ اللَّهُ خَلَقَنِي فَقَالَ مَنْ خَلَقَ اللَّهُ فَقَالَ إِي وَالَّذِي تَعْبُدُ بِالْحَقِّ دَكَانَ كَذَا فَقَالَ ابْنُ الشَّيْطَانِ لَمْ يَمِنْ قَبْلُ الْإِصْحَاقُ قَلَمَ يَقُولُ مَلِكُكُمْ وَمَا تَكُمُ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ لَكِ يَسْتَرْكُكُمْ فَكَيْدًا كَانَ كَذَا لَكَ فَلْيَكُنْ أَحَدًا كَمَا اللَّهُ وَحْدَهُ

جب ایسا ہو تو تم خدا سے وعدہ کا ذکر کیا کرو تاکہ شیطان دفع ہو جائے۔

ان دو احادیث نے جو شیعہ کی مستند کتاب اصول کافی سے روایت ائمہ الطہریت مذکورہ حدیث غلطہ کی تشریح کر دی ہے۔ جبنا معصومین بعینہ وہی ہے۔ بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ ہے۔ کہ اہل کمال خوف الہی سے ذرہ ذرہ باتوں سے کانپ جاتے تھے۔ اہل انجمن خضر کے حضور میں حاضر ہو کر استغاثہ کیا کرتے تھے۔ کہ ایسے دوسو سوں سے ہماری ایمانی حالت میں کچھ خلل تو نہیں آتا۔ حضور انکی تشفی فرماتا تھے۔ کہ خدا کی قسم تمہاری ایمانی حالت میں ان باتوں سے تغیر نہیں ہوتا۔ اور جسکے ایمانوں میں کچھ خلل آئے۔ ہماری سرکار میں آنے اور استفسار کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ یہ معمری شیطان کی حرکات ہیں۔ ایک ڈاکو جو کہ طرح تمہارے خزانہ ایمان کو غارت کرنا چاہتا ہے۔ اعمال کی وجہ سے تو تم پر اسکا کچھ اثر نہیں چل سکتا کہ ہمیں پھسلانے کے ناچار دلوں میں وسوسہ ڈالنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ لیکن ایسی غیبت حرکات سے اسکو کس طرح کامیابی ہو سکتی ہے۔ تم لوگ راسخ ایمان۔ صالح الاعمال ہو۔ اور یہ تمہارا کمال ایمان کی علامت ہے کہ شیطان کے ایسے حلوں کی وقت تم حصص حسین و مبارک رسالت کی پناہ لے لیتے ہو۔ امید ہے کہ ہر من کی کسی تشفی ہوگی۔ ہاں ہم یہ بھی کہیں کہ خاصہ خدا کا ہوتا ہے۔ کیا جو عدم صدور رزق کے وہ خود کو گنہگار کہتے ہیں۔ اصول کافی ص ۵۴ میں ایک حدیث

اللَّهُ مَا يَخْشَى مِنَ الذَّنْبِ الْإِسْمُ أَقْرَبُ مِنْ (خدا گناہ سے وہ شخص بجات پاتا ہے جو گناہ کا شرمناک ہو۔) دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام جو غیر معصوم تھے کہ تم میں جو صاحب کبر نفسی (انفس) اور انجمن خضر کی خدمت میں آیا۔ انکا حضور میں نفاق کیا ہے۔ اپنے فریاد خدا کی قسم تم نے نفاق کیا۔ اور اگر تو نفاق کرنا۔ تو میرے پاس نہ رہتا۔ پھر تباہی کے چکر میں ڈال دیا ہے۔ میں گناہ ہوں۔ کہ شیطان تیرے پاس ایسا ہے اور تجھے یہ کہ کس نے تجھے پیدا کیا ہے۔ اور تیرے کما خدا کا بھوکا خدا کو کس نے پیدا کیا ہے۔ یہ شخص کہنے لگا۔ خدا حضور ہی بات ہے۔ اپنے فریاد شیطان اعمال کے بارہ میں نہیں گمراہ کرنا چاہا۔ تو اس بات نہیں ہو سکا۔ پھر اسنے طریق اختیار کیا ہے۔ تاکہ

ہاں یہ بتاؤ۔ کہ حضور نبی آخر الزمان کو تو تم معصوم مانتے ہو۔ لیکن اصول کافی ص ۵۴ میں یہ حدیث ہے۔ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ اللَّهَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَفَّرُ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعِينَ مَرَّةً (انام معصوم صادق کا قول ہے کہ انحضرت دن میں ستر بار اللہ عزوجل سے طلب مغفرت کرتے تھے۔) کیا اس سے یہ قیاس ہو سکتا ہے کہ العباد بالتمام کما تھے اس لئے طلب مغفرت فرماتے تھے۔ پھر اب امیر مکتوبہ معصوم سمجھتے ہیں۔ اپنی خطاؤں کا قائل ہیں اور فرما کر طلب مغفرت کرتے ہیں۔۔۔

۵ ذُنُوبِي بِإِذْنِ فَضَائِلِي ۵
۴ أَنْتَ يَا كِبَارُ حَمْدُكَ فِي رَحْمَتِكَ الْكَفُورُ مِنْ خَطَايَا ۴
۵ يَطْلُبُ النَّاسُ فِي خَيْرِكَ إِي ۵ أَمَّا النَّاسُ إِنْ لَمْ تَعْفُ عَنْهُمْ ۵

ترجمہ میرے گناہ میرے گناہوں سے ہیں۔ اور میرا چاہہ ہوگا جو کہ قیامت میں انکا بوجھ میرے لئے ہوگا۔ (یعنی تیرے حضور میں رقا ہو آیا ہوں۔ میری گریہ زاری پر تم کچھو تیرے فضل کی امید میری نظر ہے۔) لوگ تجھے اچھا سمجھتے ہیں۔ اور میں سب سے بڑا ہوں۔ اگر تو تجھے عفو نہ کرے۔ اب بتاؤ ان اشعار سے کہ غباری یہ استدلال کر سکتا ہے۔ کہ اکی اس متعلق کی زد الہی اس کے نزدیک اور پیشوا غریب حضرت علی المرتضیٰ پر پڑتی ہے۔ ذرا ہوش کیجیے۔

۵ اے چشم اشکبار خیر او کہ تو سمجھی یہ گھر جو میرا ہے بس میں تیرا گھر نہ ہو ۵
بات یہ ہے۔ کہ محبوبان حضور کبریائی اپنی عبادات کو بھی بمقابلہ تمہارے غیر متناہی جو واجب العطا ہے انہیں حاصل ہیں۔ گناہ مجھ پر وقت باعتراف حضور اس کی بارگاہ سے طلب مغفرت کیا کرتے ہیں۔ ایسا کہ ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب ص ۱۰ میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے۔
مستدات الاکبر اور مستدات المصروفین۔ (نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کی بدیاں تصور ہوگی) اب اس طعن کا ہر طرح سے دفعہ ہو چکا ہے۔ پرمطاعن حضرت صدیق اکبر کے متعلق ہے۔ اب یہ طعن

١٠٠
نَوَاسُ طَعْنُ (حَدِيثُ قِطَاطِ)

ابن عباس نے کہا یہ حضرت کا دفن - اور وہ مکہ میں اذن تھا
 کہ اس میں آنحضرت کو درو کی شدت تھی پس فرمایا
 لا فیس ہے پاس نہیں ایک شتر یکھ دوں - کہ تم کھال
 کے بعد گمراہ نہ ہو سکو حاضرین آپہیں جھجکے گئے
 کہنے لگے کیا حال ہے - کیا آپ ہجرت (دنیا سے) کرنے
 کو ہیں - آپ سے دریافت کیا - ان لوگوں نے آپ
 سے سوالات شروع کئے - پھر آپ نے فرمایا اچھے چلو
 دو - کیونکہ میں حالت میں ہوں - اس سے بہتر ہے
 جبکہ طرف تم مجھے ملار ہے ہو - پھر اپنے تین بیٹے
 (۱) ایک کفار مشرکین کو جزیرہ عرب کے باہر نکال دو (۲) کہ وہ
 کو میری طرح عظیمہ عتہ رہنے نہ پائیں میری سے ابن عباس نے

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَوْمَ الْخُمَيْسِ مَا يَوْمُ
الْخُمَيْسِ شَتَدَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُنْتُ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَقْلُوا بَعْدَ
أَيْدِائِكُمْ وَأَوْقُوا وَلَا يَكُنْ عِنْدِي تَنَازُعٌ
فَقَالُوا مَا شَأْنُكَ أَهْجَرَ اسْمُكَ مِنْهُ وَخَذَ مِنْ يَدَيْهِ
عُنَاةً فَقَالَ دَعُونِي فَإِلَى الَّذِي تَأْتِيهِ خَيْرٌ
قَدْ دَعَوْنِي إِلَيْكُمْ وَأَوْصَاكُمْ بِمَا لَيْسَ بِكُمْ
الْمُسْكِينُ مِنْ جَبْرِئِيلَ الْعَرَبِ وَأَجْرُ الْوَفَاءِ
يَتَوَلَّكُمُ أَجْرُهُمْ وَسَلَّتْ عَنْ السَّالِمَةِ
أَوْ قَالَ تَسِيَّتْهَا

تو فرمایا۔ کہا اسے جھول گیا؟
تو فرمایا۔ کہا اسے جھول گیا؟
what is this? تو فرمایا۔ کہا اسے جھول گیا؟
what is this? تو فرمایا۔ کہا اسے جھول گیا؟

بخاری میں یہ حدیث بافتلاف الفاظ متقدّمہ جگہ مذکور ہے کسی جگہ ہے۔ اِنْتُونِي بِالْكِفَاةِ
وَالذَّوَاتِ: میرے پاس شانہ اور ذوات یا تختی اور ذوات لافِ فقال بَعْضُهُمْ اِنَّ رَسُولَ اللَّهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ وَحَدَّثَكُمْ الْقُرْآنَ حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ۔ (بعض نے کہا حضور کو اس وقت تکلیف
ہے۔ اور تمہارے پاس قرآن موجود ہے۔ اور ہمیں کتاب اللہ کافی ہے۔ ایک جگہ ہے۔
فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ رَسُولٍ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ عَلِمْتُ الْوَجْهَ وَحَدَّثَكُمْ الْقُرْآنَ
حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ فَأَخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فَأَخْتَلَفُوا مِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ مَا قَالَ وَرَدَّ
يَكْتَبُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا بَالَيْتُمْ تَحْمِلُوا أَيْدِيَهُمْ مَنْ يَقُولُ مَا قَالَ عَمْرٍو فَلَمَّا ذُكِرَ

(ترجمہ) عمرؓ نے کہا حضور کو اس وقت تکلیف ہے اور تمہارے پاس قرآن ہے، کتاب اللہ تمہیں کافی ہے۔ پس گھوڑوں نے انہماک سے شروع کر دیا بعض کہتے تھے کہ حضور کو اتنا دوسا بیسی نخرہ لکھ دیں کہ اس کے بعد تم کہیں گے کہ وہ جاؤ بعض وہ بات کہتے تھے جو عمرؓ کہتے تھے جب شور و غل مڑ گیا تو حضورؐ نے فرمایا۔ چلے جاؤ عبد اللہ کہتے ہیں مصیبت بڑی مصیبت تھی جو حضورؐ اور لوگوں میں نخرہ کے متعلق رکھا دیا۔ پڑ گئی۔ کیونکہ شور و غل نہ پایہ ہو گیا تھا۔

خلاصہ طعن

(۱) حضرت نے قول آنحضرت کو رو کیا۔ حالانکہ آپ کا قول حکیم آیت برکت علیہ السلام میں تھا۔ اور رسولی کفر سے

۱۳، عمر نے قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زبان سے تعبیر کیا۔ یہ کمال گستاخی اور بے اپنی ہے۔

(۳) عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں رفع صوت کیا۔ جو حکم آیت لا ترفعوا أصواتکم نے منع فرمایا تھا۔

۴۴، حیثیت میں رکاوٹ ڈال کر حق امتیاز تلف کیا۔ حیثیت کبھی جاتی تو امتیاز کبھی بھلائی ہوتی۔

Do you remilit - Nedang
Faidh - Faidh

اول یہ حدیث جتنے طرق سے مروی ہے سب میں آخری راوی عبداللہ بن عباس ہیں حالانکہ جس وقت کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے اس وقت انکی عمر تیرہ سال کی تھی کیونکہ آپ ہجرت ستون سال پہلے یعنی ۶۱۹ء میں پیدا ہوئے۔ اور ۶۳۰ء میں طائف میں فوت ہو گئے تھے۔ اور تیرہ سال کے نابالغ تھے کہ اکیلی شہادت کا قابل قبول ہو سکتی رہے جبکہ حضور کی مرض الموت کے وقت تمام اصحاب اور اہلبیت رسول کا موجود ہونا ضروری ہے۔ ناممکن ہے کہ ایسے نازک وقت میں یہ سب لوگ موجود نہ ہوں۔ بجز حجب ان کا یہ حجاب ہے۔ لیکن میں حضرت علی المرتضیٰؑ بھی شامل ہیں۔ کوئی بھی اس واقعہ کی

روایت نہیں کرتا۔ تو ایک نابالغ بچے کی شہادت کس طرح قابل سماعت ہو سکتی ہے۔ بظاہر ہے کہ ایسے موقع پر بڑے بڑے حضوری اشخاص پاس ہو کر تھے ہیں۔ اور چھوٹے بچوں کو ہاں جگہ لینی مشکل ہوتی ہے پھر جب درامت کے لحاظ سے یہ حدیث صرف عبداللہ بن عباسؓ کے مرضی ہونے کے باعث جو اس وقت بالغ بھی نہ تھے۔ ناقابل اعتبار ہے۔ تو اس پر شیخ صاحبان کے اس قدر موافق قلمی تعبیر کر کے حضرت عمرؓ جیسے جلیل الشان خلیفہ کے خلاف الزام قائم کرنا کیا وقعت رکھتا ہے۔

۱۱۴۴۔ الزامات جو حضرت عمرؓ کے ذمے عاید کئے جاتے ہیں۔ الفاظ حدیث میں انکا کوئی وجود نہیں ہے۔ سب سے بڑا الزام جو حضرت عمرؓ کے ذمے تھوڑا جاتا ہے۔ یہ ہے کہ انہوں نے قول آنحضرتؐ کو ہذا سے نبوت دی لیکن حدیث سے یہ برگزنا بیت نہیں ہوتا جس لفظ سے شیخ صاحبان خوش نہیں ہیں ان کا معنی لیتے ہیں۔ وہ اٹھتے ہیں۔ لیکن حدیث یہ نہیں ہے کہ یہ لفظ حضرت عمرؓ نے کہا۔ حدیث فقلا واما شاننا اھجر استغفھموا لکھا ہے یعنی حاضرین نے یہ لفظ کہا۔ پھر اس جمع کے صیغہ کا فاعل واحد عمرؓ کو قرار دینا شیخ حضرات کی بے علمی کی دلیل ہے۔

نیز اٹھنے کا معنی ہذا بیان کرنا شیعوں کی بڑی جہالت کی دلیل ہے۔ معنی عبارت یہ ہے کہ حضورؐ کا کیا حال ہے۔ کتاب دنیا سے ہجرت فرمانے لگے ہیں۔ تب سے دریافت تو کرو۔ اگر ہجرت کے معنی ہذا بیان کیے جائیں۔ تو استغفھموا کا معنی بھیج نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جس شخص کی نسبت یہ گمان ہو کہ اس کے حواس مختل ہو گئے ہیں۔ اور ہذا بیان (بہکی باتیں) کہہ رہا ہے۔ تو کوئی باطل بھی نہیں کہہ سکتا کہ اس پر چھوڑو تو سہی کہ نہاے اس کلام کا مفہوم کیا ہے۔ کیا جنہوں کو مجھوں اہلین کرنے کے بعد کبھی کوئی عقائد کہہ سکتا ہے کہ بتلاؤ تو سہی تمہاری اس بڑا مطلب کیا ہے۔ غرض لفظ استغفھموا اہل فہم کو سمجھانے کیلئے کافی ہے۔ کہ یہاں اٹھنے کا معنی وہ نہیں ہے جو شیخ کرتے ہیں۔ بلکہ اس کا معنی یہی ہے کہ کیا آپ کا یہ وقت دنیا سے ہجرت (رحلت) کا ہے کہ آپ ایسی شدت و دل حال میں سمجھنے کی تکلیف برداشت فرماتا چاہتے ہیں کہ پھر یہ موقع نہیں مل سکتا جب اس لفظ کا وہ معنی ہی نہیں ہے جو ہمارے شیعوں دست سمجھ رہے ہیں۔ تو پھر سارے موافق قلمی حوالے لفظ کی بنیاد پر تعبیر کئے جانے میں کمی ہمارا ہو جاتے ہیں۔

علاوہ ازیں اگر اٹھنے کا معنی بفرض محال ہذا بیان بھی کئے جائیں تو چونکہ لفظ اٹھنے میں ہمزہ استفہام موجود ہے۔ اور استفہام انکاری ہوگا۔ تو پھر بھی شیعوں کا مدعا یوں نہیں ہو سکتا۔ مطلب قابل کا

یہ ہے کہ جو کچھ حضورؐ فرما رہے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ آپ ہذا بیان نہیں کہہ رہے ہیں۔ اس لئے آپ سے دریافت کرنا چاہیے۔ کہ اس تحریر سے حکم دہی کسی ضروری مسئلہ کا بتلانا مقصود ہے۔ یا بطور استحضار حضورؐ ارشاد فرمانا چاہتے ہیں۔ جو باقی بھی ہو سکتا ہے۔ یا اس کے بعد بھی ہو سکتا ہے۔ جب حضورؐ کو کچھ اتفاق ہو جائے۔

۱۱۴۵۔ احادیث سے یہ ظاہر ہے کہ اس معاملہ میں حاضرین دو فرقوں میں منقسم ہو گئے تھے بعض اصرار کرتے تھے کہ قلم و روایت کا غرض حاضر کیا جائے بعض قول عمرؓ سے اتفاق کرتے تھے کہ مسائل دین و دنیا کی تکمیل بذریعہ قرآن کریم ہو چکی ہے۔ کئی امر باقی نہیں ہے۔ اس لئے حضورؐ کو ایسے وقت تکلیف میں ڈالنا عشاق ذات احمدیؐ کو ارا نہیں کر سکتے۔ پھر ان دو فرقوں میں ایک طرف حضرت علیؓ اور بنو ہاشم بھی ضرور ہوں گے۔ اور وہ الزامات جو بنو ہاشم حضرت عمرؓ کے ذمے لگائے جاتے ہیں۔ ان کے ذمہ دار بنو امیہ اور بنو ہاشم بطریق اولیٰ ہوں گے۔

اگر حضرت عمرؓ اور ان کے طرفداروں نے کاغذ قلم و روایت حاضر نہ کیا کہ فرمان نبویؐ کی تعمیل نہ کی۔ تو جناب امیر علیہ الرضوان کا فرض کفایہ کہ غور و مشیور اطلبو یہ حاضر کر کے تحریر لے لیتے۔

کیا وہ ضروری تھی؟

اب سوال یہ ہوتا ہے۔ کہ جناب نے جس امر کے لئے کاغذ قلم و روایت طلب فرمائے تھے۔ وہ کوئی ضروری امر تھا۔ اور حجت حق کے ذریعہ اس کا حکم تھا۔ یا ویسے مصلحتاً حضورؐ کو لکھنا چاہتے تھے۔ اور پھر وہ صلاح ملتوی ہو گئی شیخ کہتے ہیں کہ اس وقت جناب خلافت علی المرتضیٰ کے متعلق وصیت لکھنا چاہتے تھے۔ لیکن یہ بات شیخ کے تحت خلاف ہے۔ کیونکہ اس سے شیخ کے باقی تمام استدلالات پر پانی پھر جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بنو ہاشم غدر حضورؐ نے خلافت علیؓ کا اعلان فرمایا۔ نہ اور کوئی حدیث یا آیت اس وقت تک خلافت علیؓ پر نص تھی تب ہی تو آپ کو یہ فکر داعی ہوئی کہ خلافت علیؓ کی وصیت لکھ دیجائے۔ شیخ نے اپنا یہ خیال ظاہر کر کے کہ حضورؐ خلافت کا فیصلہ کرنا چاہتے تھے۔ باقی استدلالات کی خود ترویج کر دی۔ اور وصیت تحریر نہ ہوئی۔ شیخ حضرات کا کامی پر ناکامی کا سامنا ہوا۔

نہ خدا ہی ملا نہ وہ مال صنم نہ اصرار کے رہے نہ اصرار کے رہے

علامہ ازیں اگر یہ پھر ضروری اور یکدم غلطی تھی۔ اور محض چنانچہ اشخاص کے ساتھ اس کے باعث
 حضور اس ضروری حکم الہی کی تعمیل سے قاصر رہے۔ تو آپ کے ذمے سخت الزام عائد ہوتا ہے کہ آپ
 نے فرض تبلیغ رسالت میں کوتاہی کی۔ اور حضرت علیؓ اور دیگر اہلبیت کے ذمے الزام ہے کہ انہوں نے
 چند اجنبی اشخاص کی مخالفت کیوں جس سے رسول پاک کی امداد نہ کی کہ وہ کچھ کے لوگ ہو کر کاغذ قلم و قات
 حاضر نہ کر سکے۔ اور اس بات کی شکایت حضور کو یہ نسبت حضرت عمرؓ وغیرہ کے حضرت امیرؓ اور ان کے
 متعلقین پر زیادہ ہونی چاہیے۔ **ترجمہ فرمایا: مکتبہ مہتمم دہلی**
[[[مردم از دست غیر ناکند]]] سعدی از دست خویش تن فریاد ہاں رسول
 اور اس بات کا قطعی ثبوت کہ وہ تحریر کوئی ضروری امر نہ تھا۔ یہ ہے کہ حضور اس کے بعد چار روز
 تک زندہ رہے۔ اور افاقہ بھی ہوتا رہا۔ لیکن پھر کاغذ قلم و قات طلب فرمایا۔ نہ کرنی تحریر کی۔ دوسرا
 ثبوت اس کا حدیث میں موجود ہے کہ ان دو فریق سے حضور نے اس فریق کی لئے سے اتفاق فرمایا جو
 حضور کو یہ تکلیف نہ دینا چاہتے تھے۔ دوسرے فریق کو آپ نے ڈانٹ دیا کہ مجھے بے وجہ تکلیف نہ دو
 قَدْ كُنْتُمْ بِرُؤُوفٍ عَلَيَّ اَنَا قَبِيْلٌ مِّنْ خِيْلٍ مِّنْ نَّحْيِ الْاَنْبِيَاءِ وَهَئِذَا
 لے آپ سے بار بار سوال شروع کئے۔ آپ نے فرمایا مجھے چھوڑ دو میں جس حال میں ہوں۔ اسی سے بہتر
 ہے جس کی طرف تم مجھے مدعو کرتے ہو۔ یعنی تم مجھے تحریر کرنے کے لئے بار بار مجبور کرتے ہو۔ یہ مجھے پسند نہیں
 الفاظ حدیث شیعہ کے مدعا کے تحت برخلاف اس ہیں۔ میں سے نہ راحت مفہوم ہوتا ہے کہ آپ کچھ تحریر کرنا
 نہ چاہتے تھے۔ تو شیعہ اس حدیث سے کس طرح دلیل پکڑ سکتے ہیں کہ خلافت علیؓ کی ہی وصیت رکھنا
 مقصود تھی۔ ممکن ہے کہ خلافت صدیق کا لکھنا منظور ہو۔ اور چونکہ بنو ہاشم کو حضور کا چچان معلوم
 کہ امامت نماز پر بھی آخری وقت ابوبکر صدیق کو ہی مامور کیا گیا۔ اسلئے کاغذ قلم و قات پیش کرنے سے
 اہلبیت نے تامل کیا۔

حدیث میں اختلاف اور شور وغل کو اہلبیت کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ الفاظ ذیل ملاحظہ ہو
 فَاتَّخَذَتْ اَهْلُ الْاَيْمِثِ فَاُخْتُصِمُوْا۔ (اہلبیت نے اختلاف کیا۔ اور جھگڑنے لگے) پھر فرمایا
 اور تو سب جگہ اہلبیت سے حضرت علیؓ۔ فاطمہؓ و حسنینؓ مراد لئے جاتے ہیں۔ لیکن یہاں اہلبیت سے حضرت
 عمرؓ اور ان کے طرفداران مراد لئے جاتے ہیں۔ اور جھگڑنے کا ان ہی کو ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے۔ یا لعلب
 غرض الزامات مذکورہ کو حضرت کی طرف منسوب کرنا شیعہ کی سخت بے انصافی ہے۔ جب کہ حدیث میں
 تَنَازَعُوْا۔ اُخْتُصِمُوْا قَالُوْا۔ وغیرہ سب جمع کے صیغے استعمال ہوئے ہیں۔ اور اس تنازع و جھگڑا

اور رفع الصوت رد قول رسول محقق تلعفی امت میں جملہ حاضرین جبرہ بن علی المرتضیٰ اور بنو ہاشم
 وغیرہ بھی تھے۔ سب یکساں شریک ہیں۔ اگر قصور ہے تو سب کا۔ نہیں تو کسی کا بھی نہیں۔

حَسْبُكَ كِتَابُ

ہاں یہ قصور حضرت عمرؓ کا ہے کہ انہوں نے عشق و محبت رسول کی وجہ سے اپنے پیش کردہ
 کہ جب یہ مسلم عرب ہے کہ دین کا کوئی ایسا امر باقی نہیں ہے کہ قرآن میں مذکور نہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے
 بالمرحمت فرمادیلئے۔ اَلْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (آج تمہارا دین کامل مکمل ہو گیا ہے) تو پھر حضورؐ
 اقدس کو ایسی نازک حالت شدت مرض میں تکلیف میں ڈالنا شدیدایاں ذلت والا کو مناسب نہیں ہے
 چنانچہ عمرؓ کی ہائے زاریں نہ اکثر حاضرین نے بلکہ حضورؐ رسول پاکؐ نے بھی اتفاق فرمایا کہ تحریر کی اصلاح ملتی
 فرمادی۔ امداد وجودیکہ چار پیم تک حضورؐ زندہ رہے۔ اور مرض سے افاقہ بھی ہوتا رہا۔ پھر کبھی اسکا ارادہ
 نہیں فرمایا۔ کیا حَسْبُكَ كِتَابُ اللہ کا کہنا کوئی جرم تھا۔ اگر یہ کوئی کبیرہ جرم ہے۔ تو تمام مسلمان اس کے
 مرتکب ہیں۔ جو کتاب اللہ کو ایک کامل و مکمل کتاب ہدایت اور مساکل دین و دنیا کیلئے کافی وافی سمجھتے
 ہیں۔ افسوس دشمن کی نگاہ میں ہنر بھی بڑا عیب ہے۔ ع۔ ہنر چشم عداوت بزرگتر عیب امت۔

رَدِّ قَوْلِ رَسُولِ

اگر یہ رد قول رسولؐ کی ذمہ داری زیادہ تر اہلبیت رسول کے ذمے عاید ہوتی ہے۔ لیکن اگر لفظ
 محال اس کا مجرم حضرت عمرؓ کو ہی قرار دیا جائے۔ تو چونکہ اقتضائے محبت و عشق اور نیک نیتی پر مبنی تھا
 اس لئے یہ دخل جرم نہیں ہو سکتا۔ اور اگر یہ حالت میں خواہ کسی نیت سے نہ۔ رد قول جرم ہے تو یہ
 جرم کے مرتکب جناب امیرؓ بھی متعذر و دفعہ ہو چکے ہیں چنانچہ شیعہ کی مستند کتاب حیات القلب
 جلد ۲ صفحہ ۲۹۹ میں ہے کہ جب غزوہ بدر میں صلحنا مقرر کیا تجویز ہوا۔ امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کو اس کے
 لکھنے کا حکم دیا گیا۔ اور آپ نے محمدؐ رسول اللہؐ لکھا۔ تو دوسری طرف سے اعتراض ہوا کہ اگر ہم آپ کو
 رسول مانتے تو جھگڑا ہی کیا تھا۔ آپ محمد بن عبد اللہؐ لکھیں۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا۔ یا علیؓ جو کن انرا محمد بن
 عبد اللہؐ نہیں چنانچہ امیرؓ کو یہ جھگڑا امیرؓ فرمود کہ سن نام نرا از پیغمبری ہرگز جو خواہم کہ وہ حضرت رسولؐ ہدایت خود کرتے

محور۔ (متوجہ) اے علیؑ فقط محمد رسول اللہ کو مٹا کر بجائے اس کے محمد بن عبد اللہ لکھ دو جیسا کہ مخالف کہتا ہے جناب امیر نے کہا کہ میں آپ کا نام پیغمبری سے محو نہ کروں گا۔ تو آپ نے کاغذ لیکر اپنے ہاتھ سے اسکو مٹا دیا۔

اب یہ حضرات انصاف سے بتائیں کہ کیا رسولؐ اور آپ کا عدول حکم نہ تھا۔ اگر جناب امیر علیہ الرضوان اقتضائے عقیدت نجات سے اسکی تعمیل حکم سے انکار کرنے پر مجرم نہیں بن سکتے تو حضرت عمرؓ کیوں اس پر الزام دیا جاتا ہے۔ حالانکہ وہاں تو جناب رسولؐ نے اپنے طرز عمل سے حضرت عمرؓ کی رائے سے اتفاق ظاہر فرمایا۔ اور یہاں جناب امیر کے خلاف رائے آپ نے کاغذ لیکر خود اس لفظ کو جس کے مٹانے سے جناب امیر نے انکار کیا تھا قلمزد کر دیا۔

دوسرے واقعہ: شریف مرتضیٰ (علم الہدی) اپنی کتاب زر الغرر میں یوں لکھتے ہیں۔

عن محمد بن حنفیہ عن ابیہ امیر المؤمنین علیؑ السلام انہ قال قد اتوا الناس علی ماریۃ القبطیۃ ام ابیہم ابن النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم فی ابن عمہا قبطی کان یزور لہا ویختلف الیہا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہذا السیف انطلق فان وجدہا فاقطعہا فقلت خذوا علمہ اقی اریۃ فانی نخلتہ فخری علیہا ثم رجی بنفسہ علی تقاہ وشفع برجلہا فادھاہ وجوبہم لیس لہا مال لرجال لا قلیل ولا کثیر قال فعمدت السیف ورجعت الی النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم فاحبرتہ فقال الحمد للہ الذی یصرف عما لرجس اهل البیت

ترجمہ: محمد بن حنفیہ اپنے پدر بزرگوار علیؑ المرتضیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں نے ماریہ قبطیہ ام ابیہم بن نبی علیہ السلام پر نسبت انکے چار اذہانی قبطی کے اعتراض کیا جو اکثر بنکے پاس آتا جاتا تھا حضور علیہ السلام نے مجھے حکم دیا کہ تلوار لودہ اگر تجھے اسکے پاس ملے اسکو قتل کر دو جب میں اس قبطی کے پاس گیا۔ اور اس نے میرا رادہ سمجھا۔ تو ایک گھوڑے درخت پر چڑھ کر نیچے سر کے بل گر پڑا اور پاؤں اوپر کی طرف اٹھ لئے میں نے اسے دیکھا کہ وہ صاف محبوب و مقطورۃ النسل، مریوں کی طرح کچھ بھی علامت نہیں ہے۔ میں نے تلوار میان میں کر دی۔ اور واپس ہو کر حضور کے پاس گیا۔ اور باہر بیان کیا۔ تو حضور فرمائے لگے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہم اہلبیت کو جس سے پاک کیا ہے۔

اس حدیث سے پایا جاتا ہے کہ جناب امیرؓ نے حکم رسولؐ کی تعمیل نہ کی۔ اور قبطی کو تلوار سے قتل کیا۔ بلکہ اس کی حالت کو دیکھ کر تلوار ضیام میں کر لی جب اس صورت میں جناب امیرؓ نے فرمائی رسولؐ کا

الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ مصلحت اس میں سمجھتے تھے کہ تعمیل حکم میں ایک بیگناہ کی منت جان جاتی ہے تو حضرت عمرؓ نے جب مصلحت اس نازک حالت میں یہی سمجھی کہ حضورؐ کو بے وجہ تکلیف نہ دی جائے۔ تو انہوں نے کیا تصور کیا۔

نوٹ:۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ حضورؐ کی ازواج مطہرات ہی اہلبیت ہیں۔ چنانچہ ماریہ قبطیہ کے حق میں یہ لفظ استعمال فرمایا۔

تیسرا واقعہ: شیخ کی معتبر کتاب ارشاد القلوب دینی نے اور محمد بن بابویہ المال میں یہ روایت لکھی ہے۔ اِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اَعْطٰ فاطمۃ سَبْعًا دَرَاهِمَ قَالَ اَعْطٰہَا عَلَیًّا وَہٰیثمَ اَنْ یُّشْتَرٰی لَہٗ اَہْلًا بَیْتًا طَعَامًا فَقَدْ فَلَہُمُ الْجُوعُ فَاعْطٰہَا عَلَیًّا وَقَالَتْ اِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اَمَرَکَ اَنْ تَبْتَاعَ کُنَا طَعَامًا فَاَفَاکَہَا عَلَیًّا وَخَبِرَہُ مَنِ بَیْتًا لَیْبَتًا طَعَامًا لَہٗ اَہْلًا بَیْتًا فَسَمِعَ رَجُلًا یَقُولُ مَنْ یُقْرِضُ الْمُنَاجِ الذِّقْنِ فَاَعْطَاہُ السَّدَّ اَہْمَ۔ (ترجمہ) رسولؐ پاک نے فاطمہؑ کو سات درہم دئے اور فرمایا کہ علیؑ کو دو درہم دے تاکہ اپنے اہل عیال کے غلہ خرید لے۔ کہ وہ گرسنہ شکر میں جناب سیدہؑ نے حضرت علیؑ کو وہ درہم فرمائیں رسولؐ کی اطلاع کر دی۔ آپ وہ درہم لیکر غلہ خریدنے گئے۔ تو ایک شخص نے یہ آواز کرتے سنا۔ کہ کون شخص ہے جو غنی راست وعدہ کو قرض دیکر۔ آپ نے وہ درہم اسکے حوالہ کر دیئے۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت رسولؐ پاک کے اس ارشاد کی کان درہم سے گھر کے مریوں کے لئے غلہ خرید کر دیا جائے جو بھوک سے لاچار ہیں تعمیل نہ کیے ہوئے وہ درہم ایک سال کی کو دیدیئے۔ کیا یہ فرمان نبویؐ کی مخالفت نہیں ہے۔ اور رسولؐ کا جرم امیرؓ پر عائد نہیں ہوتا۔ اگر جناب امیرؓ کا یہ فعل اشیاء نیک بنتی پر مبنی تھا۔ ان کو معلوم تھا کہ صاحب حق حضرت زہراؑ اور حسینؑ اس سے ناراض نہ ہوں گے۔ نہ جناب رسولؐ مانع ہوں گے۔ تو انہوں نے تعمیل حکم رسولؐ کے بجائے مصلحت اسی میں سمجھی کہ سائل کی حاجت روانی کی جائے۔ تو پھر حضرت عمرؓ نے یہ مصلحت سمجھ کر کہ رسولؐ پاک کو اس تعمیل حکم کی خوشی کی بجائے تکلیف اور وقت ہوگی۔ اور اس تکلیف کے لئے جناب والا آخر کار خوش ہوں گے۔ ایسا کر دیا۔ تو کونسی خطا کی۔ غیر منشیہ سرچند یا نقد پاؤں مارتے ہیں۔ نخل امید بار و زہیں ہوتا جو ان پاک نفوس اہل بیتؑ کو ارم و طعن کرتے ہیں۔ اس کے مورد خوردہ بننے میں۔ انہوں کو کہنا پڑتا ہے۔

نخل امید ناک بار بھی سرسبز ہوا لاکھ ارمان کے پھولنے پھلنے والے

خلاصہ جواب

اول تو حدیث صرف ایک نابالغ طفل سے مروی ہونے کی وجہ سے درانیہ حجت نہیں ہو سکتی
 حدیث سے یہ مفہوم نہیں ہوتا کہ حضرت عمرؓ نے رسولؐ کو ہذیان کی نسبت دی کیونکہ
 لفظ اھنجو میں ہجر بمعنی ہذیان لینا سیاق و سباق عبارت کے مخالف ہے۔ بلکہ سیاق و سباق
 کا بھی اقتضا ہے کہ یہاں دنیا سے ہجرت کرنا مراد ہے۔ اور اگر ہجر کا معنی ہذیان ہی لیا جائے۔
 تو یہاں استفہام انکاری ہونے کی وجہ سے بھی ہذیان ہو رہی ہے۔ اور کسی حدیث میں ایسا کوئی
 لفظ نہیں ہے جس سے سمجھا جائے کہ قائل اس لفظ کے حضرت عمرؓ نہیں۔ حسدینا کتاب اللہ
 کہنا کوئی جرم نہیں ہے۔ نبی علیہ السلام کا یہ فرمانا فیصلہ خلافت لکھنے کے لئے نہ تھا۔ ایسا ہو تو
 شیعہ کا اور مخالف خلافت علیؓ کی تمام عسارت گر جاتی ہے۔ یہ درست نہیں ہے۔ کہ نبی علیہ السلام
 کوئی دینی ضروری امر کے متعلق کچھ لکھنا چاہتے تھے۔ اور حضورؐ پر الزام آتا ہے۔ کہ آپؐ نے تبلیغ حکم الہی
 میں قصور کیا۔ حضورؐ علیہ السلام کی رائے میں۔ رائے عمرؓ زیادہ پسند تھی۔ اسی وجہ سے دوسرے فریق
 کو جواز نہ دیا۔ کہ جسے حق نہ کرو۔ اور پھر چار یوم زندہ رہا۔ پھر کچھ عمر نہیں فرمائی۔ اگر کاغذ قلم و دوات جاری نہ
 کرنا نامرمانی حکم رسولؐ میں۔ اہل ہے۔ تو اسے جرم بہ نسبت حضرت عمرؓ حضرت علیؓ و دیگر اہل بیتؑ یا وہ
 میں۔ کداس وقت نہیں تو بعد میں ہی یہ چیزیں مہیا کیے تھے۔ حال کر لیتے۔ اگر یہ بات میں قول رسولؐ کے
 ظاہری الفاظ پر عمل کرنا ضروری ہے۔ تو حضرت علیؓ المرتضیٰؓ نے متعدد دفعہ فرمان نبویؐ کی مخالفت کی
 اس لئے اس بھاری جرم کے مرتکب ہونے کی وجہ سے آپؐ خلافت و امامت کے اہل نہیں رہتے۔ شیعہ
 حدیث قرطاس سے خلافت علیؓ پر دلیل قائم کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ حدیث ان کے تمام سند و
 کی تردید کر دیتی ہے۔ شیعہ ہی اسے مقدم قدم پر مقرر کرتے ہیں۔ لیکن پھر بھی ایسی خرافات سے باز نہیں
 افسوس!۔ ہرگز نہیں مقرر تھے۔ مگر آگاہ لائحہ اول و لا قوۃ الا باللہ

دسواں طعن

حضرت عمرؓ نے مفاوذاً شریعاً تیار کی تھی۔ ان پر دروازہ لگا کر پسلیاں توڑ

ہیں۔ ان کو کپڑوں سے پیٹا۔ شک مبارک پر لات مار کر محل گرا دیا۔ ان کا گھر جلا دیا۔ جناب امیرؓ
 لکھے میں سی ڈال کر ان کو گھسیٹ لے گئے۔ اور بڑی رحمت ابو بکرؓ کو رانی۔

جواب

یہ سب باتیں یہود و خرافات ہیں جن کو نقل و نقل و نقل سے منقول نہیں کرتے۔ اگر ظاہر اس
 بارہ کوئی سے حضرت عمرؓ کی تنقیص شان مطلوب ہے۔ لیکن درحقیقت یہ توہین الہیت و رسالت
 کے لئے ایک سخت پاجیانہ حملہ ہے۔ کیا عقل سلیم اس بات کو تسلیم کر سکتی ہے۔ کہ جناب امیرؓ نے
 ہمت لخت جگر رسولؐ کی طرف کوئی نظر اٹھا کر بھی دیکھے۔ تو شیر میدان حضرت علیؓ المرتضیٰؓ اپنی زور و
 زمرہ جگر گوشہ رسولؐ کی توہین دیکھ کر خاموش بیٹھے ہیں۔ کیا اسکو صبر کہہ سکتے ہیں۔ یا طاقت و رعب
 لایعنی غیر قی ہے۔ ایک بھنگی تک بھی جیتے جی یہ برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ اسکی عورت کی توہین کی
 لیا جائے۔ خدا نخواستہ ایسا ہوتا تو قیامت برپا ہو جاتی۔ تمام نبی و انبیا و ائمہ و اولاد و اہل بیت و جگر رسولؐ
 کی حمایت کیلئے تلوار لیکر اٹھ کھڑے ہوتے نہ خلافت ربوبی نہ قلعہ و قمر و نہ محشر و نہ پادشاہ مہمانا۔ کیا ایسی حرکت
 کر کے پھر کوئی شخص اپنے ارادہ ممکن خلافت میں کامیاب رہ سکتا تھا۔ ابھی رسولؐ خدا جدا ہوئے
 ہیں۔ طلائع فراق رسولؐ سے ہر جوش میں کیجئے رمل رہے ہیں۔ پھر خاندان رسالت کی بے ادبی
 مسلمان برداشت کر سکتا تھا۔ اور جناب شیر خدا تو ایسی ذلت کب گوارا کر سکتے تھے۔ کہ ان کے گلے
 میں رستی ڈال کر گھسیٹا جائے۔ اور پھر اُبعیت لی جائے۔

شیعہ اس بارہ میں عجیب و غریب قصے تراش کر لوگوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اہل بصیرت
 ان کی باتوں کو پاؤں پر ہوا سمجھ کر ان کو دھتکار دیتے ہیں۔

علاء العیون اردو ص ۱۱ میں درج ہے۔ پسند معینہ بہا جناب صادق سے روایت کی ہے۔ کہ
 جس وقت ابو بکرؓ نے جناب امیرؓ سے غصب خلافت کی۔ جناب امیرؓ نے فرمایا۔ کیا رسولؐ خدا نے
 میری اطاعت کا تجھے حکم دیا۔ ابو بکرؓ نے کہا نہیں۔ اگر تجھے حکم اطاعت دیتے۔ تو میں اطاعت کرتا
 جناب امیرؓ نے فرمایا۔ اگر اب پیغمبر کو دیکھے۔ اور تجھ کو میری اطاعت کا حکم دیں۔ میری اطاعت کر لگا
 ابو بکرؓ نے کہا لاں۔ جناب امیرؓ نے فرمایا میرے ہمراہ مسجد قبا میں چل جب مسجد قبا میں پہنچے۔ ابو بکرؓ
 نے دیکھا حضرت رسولؐ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرت نماز سے فارغ ہوئے۔ جناب امیرؓ نے عرض کی
 یا رسول اللہ ابو بکرؓ کو انکار ہے۔ کہ آپؐ نے میری اطاعت کا حکم لے نہیں دیا۔ رسولؐ خدا نے ابو بکرؓ سے کہا۔

میں نے مکرر تجھے علیؑ کی اطاعت کا حکم نہیں کیا۔ اس کے حکم کی اطاعت کر۔ ابو بکرؓ مخالف متزیناں معاہدہ کی راہ میں عمرؓ کو دیکھا۔ عمرؓ نے کہا اے ابو بکرؓ تجھے کیا ہو گیا ہے۔ ابو بکرؓ نے کہا حضرت رسولؐ نے مجھ سے ایسا فرمایا ہے۔ عمرؓ نے کہا وہ گرزہ ہلاک ہے۔ جو تجھ ایسے الحق کو اپنا سرور کر لے کر تو نہیں جانتا یہ سب بنی النعم کا حکم ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیرؓ کو اس قدرت تھی کہ جناب رسولؐ خدا کو مسجد قبا میں ابو بکرؓ کے سامنے زندہ لاکھڑا کیا بچھڑا، اپنی قوت اعجاز سے ابو بکرؓ و عمرؓ کے دلوں کو کیوں نہ شکر کر لیتے۔

حکم دوم: جب ابو بکرؓ نے مدت حیات میں اپنے مال و اموال و عیال حضور نبی علیہ السلام پر قربان کر کے خدا اور رسول خدا کی رضا مندی حاصل کرنے کیلئے اپنی زندگی وقف کر دی تھی۔ تو کیا قیاس اس ہو سکتا ہے کہ جناب امیرؓ کے زور و کرامت سے رسولؐ کو زندہ دیکھ کر اور آپؐ کے یہ ارشاد و سنکر لفظ علیؓ تجھ پر فرض ہے حضرت عمرؓ یا کسی اور شخص کے کہنے پر قول رسولؐ سے انحراف کرتے یہ سب کچھ یار لوگوں کی گھڑت ہے کہ خلفاء اسلام کو بدنام کر کے مخالفین مذہب کو اسلام اور نبیؐ اسلام پر طعن تشنیع کا موقع دیتے ہیں۔ اس ضد اور مہٹ کو صحت دینا اور صحت کا کیا علاج خدا ہی بدلت کرے۔ ہٹ دھرم تہمت لگانا چھوڑنے راستی پر خدا کو مان کر

گیتارہواں طعن

عمرؓ نے ایک حاملہ عورت کو جو حرم زنا سنگساری کا حکم دیا تھا۔ جناب امیرؓ نے کہا اے ابی لکھ لکھ علیؓ سبیل لکھ لکھ مافی یظنہا سبیل (اگرچہ تجھے اس کی ذات پر حکم دینے کا حق ہے۔ لیکن اس کے بچہ شکم کو سزا دینے کا اختیار نہیں ہے) عمرؓ نے حضرت علیؓ کی اس اطلاع پر سزا ملتوی کر دی اور کہا۔ لکھ لکھ لکھ لکھ (اگر علیؓ نہ ہوتا تو عمرؓ ہلاک ہو گیا ہوتا) جب وہ دینی مسائل سے جا مل گئے۔ تو خلافت کا استحقاق کس طرح رکھتے تھے۔

جواب

بات یہ ہے کہ عورت محمدؐ نے حرم زنا ثابت ہو گیا تھا جس کی سزا رجم ہے۔ اس کے حمل کا جناب امیرؓ کو کسی وجہ سے علم تھا۔ لیکن حضرت عمرؓ کو یہ معلوم نہ تھا۔ کیونکہ یہ بات وحل

احمال جب تک زیادہ مدت نہ گزر جائے سوائے خدا کے علم کے کچھ معلوم نہیں ہو سکتا جب حضرت امیرؓ نے بتایا کہ یہ حاملہ ہے۔ تو آپؐ نے سزا ملتوی کی کہ جناب امیرؓ کی اس اطلاع وہی اشکر یہ ان الفاظ سے آوا کیا کہ آج اگر علیؓ حمل کی مجھے اطلاع نہ دیتے اور سزا نافذ ہو جاتی تو بچہ اس کا اثر پڑتا۔ وہ مہربان۔ اور مجھے جب اس بات کا بعد میں علم ہوتا مجھے اس قدر رنج ہوتا۔ کہ گویا میری ہلاکت کا باعث ہوتا۔ نادان معترض کو یہ معلوم نہیں ہے کہ اس سے جناب فاروقؓ عظیم کی صاف باطنی و خشیت الہی اور بے نفسی کا ثبوت ملتا ہے۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ المرتضیٰؓ سے ہرگز کچھ کدورت نہ تھی۔ وہ آپکو نیک مشورہ دیتے۔ آپ قبول کر کے انکا شکریہ ادا کرتے تھے۔ اگر فی ما بین عداوت و دشمنی ہوتی تو ایسے واقعات پیش نہ آتے۔

یارہواں طعن

ایک روز عمرؓ خطبہ میں لوگوں کو گرائی مہر نساد سے منع کر رہے تھے۔ اس اثناء میں ایک عورت کھڑی ہو کر کہنے لگی اے عمرؓ خدا فرماتا ہے اَنْتُمْ اِحْدَاہُمْ قَنَاطِرُ اَوَّلُوْا تَاْخُذُوْا مِمَّا مَتَّعْتُمْ اِذَا رَاْتُمْ اَنْتُمْ اِحْدَاہُمْ قَنَاطِرُ اَوَّلُوْا تَاْخُذُوْا (اگر اگر انقدر خزانہ بھی عورتوں کو ہمیں دے دو تو وہ اس نہ کروں) اس پر خلیفہ نے تسلیم کر دیا۔ اور کہا کُلُّ النَّاسِ اَفْقَادٌ مِّنْ عَمَلٍ حَتّٰی اَلْحَدَّ رَاْتُمْ سَبَّ لَوْ عَمَّرْتُمْ زَیَادَہٗ فَمَا مَاتَ کَیْفَ مَاتَ (مٹی کے مستورات بھی) تو جب ایک عورت بھی علم و فقاہت میں آپؐ سے زیادہ تھی۔ آپؐ امامت خلافت کے قابل نہ تھے۔

جواب

ع۔۔۔ یہیں فہم و دانش بیابید گریست نادان معترض جس بات کو باعث طعن قرار دیتا ہے۔ اہل عقل و دانش اس کو کمال وصف سمجھتے ہیں کہ باوجود اس جلال و عیوب کے جو فاروقؓ عظیم کو حاصل تھا۔ اور قید و کسر کی کے حمل صرف آپکا نام نہ کر لیا ہے۔ انکی بے نفسی اور انکساری کی یہ حالت ہے کہ ایک ادنیٰ عورت سے دربار لوگ و بیٹی ہے اور قرآن کی آیت کو استدلال میں پیش کرتی ہے۔ تو خلیفہ وقت قرآن پاک کے ادب و لحاظ سے اس کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں۔ اور عورت کی حوصلہ افزائی۔ اور دیگر اشخاص کو

استنباط معانی قرآن کی غرض سے کہتے ہیں کہ عمرؓ کو اذعانہ الناس ہونے کا نہیں ہے۔ یہی
 کہ ایک عورت بھی جتن رکھتی ہے۔ کہ قرآن میں تدبیر کر کے استنباط مسائل کر سکے۔
 اگر حضرت عمرؓ کی جگہ کوئی دنیا پرست مغرور انسان ہوتا تو اس جاہ و جلال کے ہوتے کوئی
 شخص سرور بار اسکی قطع کلام کرتا تو جانیر ہونا مشکل تھا یہی اصول مساوات ہے جس پر اسلام
 کو ناز ہے یہی وصف ہے جو خاصان حق میں پائی جاتی ہے۔
 راندہ شد ابلیس از سنگبری گشت مقبل آوم از مستغفری
 مخرض جسکی آنکھ کو تعصب نے اندھا کر رکھا ہے۔ حضرت علیؓ اس بے نظیر وصف کو
 کو ذیل معانی سمجھتا ہے۔

حضرت عمرؓ باوجود اذعانہ الناس ہونے کے خود کو سب سے قضاہت میں کمتر سمجھتے تھے۔
 جیسا کہ حضرت علیؓ المصطفیٰ باوجود افضل الناس ہونے کے خود کو کمتر الناس کہتے ہیں۔
 يٰظُنُّ النَّاسُ بِي حَتِّاُ وَ اِنِّي اَشَرُّ النَّاسِ اِنْ كُنْتُ قَعْفُ حَتِّاُ
 حقیقہ میں عورت کا سوال بے محل تھا۔ اور اس کا استدلال صحیح نہ تھا۔ کیونکہ حضرت عمرؓ
 فرما رہے تھے کہ سب سے زیادہ آیات قرآنی کے معانی سمجھنے والے رسول پاک تھے۔ لیکن آپ
 نے اپنی بیٹیوں کے مورد بہت معمولی بندھوئے۔ اور آپ کا ارشاد ہے۔ اعظم مبرکات
 ایسے شخص سے ملنا کہ وہ بہت بڑی بابرکت عورت وہ ہے جس کا مہر کم باندھا جائے اور
 گرانی ہو کے نسلخ ہمیشہ آخر کار خراب نکلتے ہیں فتنہ و فساد و مقدمہ بازی تک نہ پہنچتی ہے
 اپنے قدر سے بڑھ کر جو شخص نہ کھلاوے کیلئے حق ہر مقرر کر دے جس کی ادائیگی کی اس کو قدرت نہیں
 ہے۔ آخر کار رسوا ہوتا ہے۔ اسلام نے ہر معاملہ میں کفایت شعار اور میانہ روی کی تعلیم دی ہے
 بہت قرآن کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ ہر مہر کی نظر اگر قدر نہ ہو تو ہی مقرر کیا جائے۔ بلکہ اس کا
 یہ ہے کہ کوئی شخص نادانی سے ایسا کر بیٹھے تو پھر دیکر اسے واپس لینے کا اختیار نہیں ہے۔ ہر تہذیب
 عورت کا استدلال صحیح نہ تھا۔ نہ اس کا اعتراض بجا تھا۔ خلیفہ وقت نے عورت کی قضاہت
 کیونکہ کثرت قرآن سے استنباط کا ملکہ رکھتی ہے جس شخص اسکی ملحوظی اور حوصلہ افزائی کے لئے اسکی داد
 دی۔ تاکہ اسکے لئے بھی اس کو اور دیگر مشن خاص کو قرآن پاک میں تدبیر کا اشتیاق بڑھے
 اور لوگوں پر یہ بھی ظاہر ہو کہ جانشین رسول نے ہر ایک فرد بشر کو ادنیٰ ہو کہ اعلیٰ راستے زندگی کا اختیار
 دے رکھا ہے۔ سب جہان اللہ جاہل مغرور کمال نادانی سے ہنر کو غیب سمجھ رہا ہے۔

چشم بد اندیش کر رکندہ باد غیب نماید ہنرش در نظر
 جناب امیرؓ کی نسبت اسی طرح کا ایک قصہ مشہور ہے۔ چنانچہ ابن جریر اور ابن عبد
 بن محمد بن کعب سے یوں روایت کی ہے۔ سأل رجل علیاً عن رجل قال علیاً عن رجل قال فیما فقال السجل
 لیس هكذا ولكن کذا وکذا قال علیاً عن رجل قال فیما فقال السجل لیس هكذا ولكن کذا وکذا
 علی التفسی سے مسئلہ چھپا۔ آپ نے جواب دیا۔ تو اس شخص نے کہا۔ اس کا جواب یہ نہیں بلکہ اس
 طرح ہے۔ آپ فرمانے لگے تو نے ٹھیک کہا۔ اور ہر زمانے کے اور کوئی وانا ہو کرتا ہے۔
 یہ بھی واضح ہو کہ کسی تہذیبی بات میں اگر کوئی شخص کسی مسلم بزرگ سے زیادہ واقفیت پیدا کرے
 تو اس بزرگ کی شان میں اس سے کوئی کمی نہیں ہوتی جیسا کہ قرآن کریم میں حضرت سلیمانؑ کا قصہ مذکور ہے
 کہ حضرت داؤدؑ کے مقابلہ میں جو نبی تھے حضرت سلیمانؑ کا فیصلہ درست نکلا۔ حالانکہ حضرت سلیمانؑ
 اس وقت نبی نہیں تھے کیا اس سے حضرت داؤدؑ کی نبوت و خلافت میں کچھ نقص واقعہ ہو گیا تھا جانا
 دکلا۔

میرھواں طعن

صحیح مسلم ہے۔ فقال ابویک قال رسول اللہ صلعم لا خورث ماکر کناہ صدقہ
 فرایمماہ کا ذبا ائما غادر ائما غادر اللہ یعلم انما لصا دق با و راشد نا بعر الحق توئی
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و لی ابی بکر فرایمماہ کا ذبا ائما غادر ائما غادر
 واللہ یعلم انما لصا دق با و راشد نا بعر الحق رشید کہتے ہیں کہ اس روایت سے معلوم ہوا
 کہ حضرت علیؓ عباسؓ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کو کاذب نام۔ غادر۔ خائن سمجھتے تھے جیسا کہ حضرت عمرؓ
 نے کہا۔ جو ایسا ہونا بل خلافت کب ہو سکتا ہے۔

جواب

یہ طعن متقدمین شیعہ کو نہیں سوجھا کیونکہ ان میں کسی قدر مادہ انصاف موجود تھا۔ اور شرک و غیرت
 سے بھی کام لیتے تھے۔ لیکن متاخرین شیعہ ان سب باتوں سے پاک فاضلہ ماکر شدت پر عمل
 پیرا ہیں۔ کسی حضرت عمرؓ تمبیہ کے طور پر حضرت عباسؓ و حضرت علیؓ کو کہتے ہیں کہ جو فیصلہ ابوبکرؓ
 نے مطابق فرمان نبوی کیا۔ یا میں نے اس فیصلہ کو بجا رکھا کیا تم لوگ ابوبکرؓ کو اور مجھ کو اسبابوں

کی خداوند امیری آنکھوں کے اشاروں - میری الفاظ کی لغزشوں - دلی خواہشوں اور نفوات زبان کو بخشدے۔ (نیزنگ فصاحت ص ۵۵)

کیا حضرت علی المرتضیٰ کی اس عکس الفاظ دیکھ کر کوئی شخص کہہ سکتا ہے۔ کئی الواقعہ انتخاب گنہگار تھے اور بار بار گناہ کی طرف غور کر کے طالب مغفرت ہوتے تھے۔ یا وعدہ کر کے اکی وفاق نہ کرتے تھے۔ یا ان کا دل ان کی زبان کے خلاف کرتا تھا۔ (زبانی کچھ کہتے اور دل میں کچھ اور ہوتا) یا ان کے اشارات بصر الفاظ کی لغزشیں خواہشات قلب بہفوات لسان قابل مواخذہ تھے اگر رحمت الہی شامل حال نہ ہو۔

نہیں نہیں یہ سب کچھ اسی خوف خشیت کا نتیجہ ہے جو ایک کامل ایمان شخص کے رگ و پھ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوتا ہے۔ کیا اپنی عبادتوں کو گناہ اپنے ایمان کو نفاق اپنی حرکات و سکنات لغزشیں۔ اپنے کلام اور اذکار کو نفوات سے تعبیر کر کے طالب مغفرت ہوتا ہے۔ اور ایک کوریا بطن شخص اس کے ظاہری الفاظ اٹکسا کر دیکھ کر اس کی پاک باطنی سے اغماض کرنا ہوا اس کو واقعی خطا کار اور گنہگار سمجھتا ہے۔ مگر ایک باطن رافضی ان عاشقانہ رموز کو کیا جانے۔

تو خود نشوئی باکبل را روز ستر سلطان را چہ دانی۔

بندِ رضواں طعن

حضرت عمرؓ نے غزوہ حدیبیہ میں کہا اے رسولؐ جب سے اسلام لایا ہوں مجھے شان نبوت میں ایسا کبھی شک نہیں ہوا جیسا آج ہوا ہے۔

جواب

ہم نے تو کسی کتاب میں یہ نہیں دیکھا۔ مولانا عبدالمشکور صاحب نے النجم میں اس کے متعلق یا سورہ یوسف انعام دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اگر کسی معتبر کتاب حدیث سے یہ قول آدھلا دیں اس لئے جب تک مختصر حوالہ نہ دکھائے جواب کی ضرورت نہیں ہے۔

دوم: اگر ائمہ نے بشریت سے ایک مومن کامل کو کسی امر میں ترمز و پندار ہو۔ اور وہ پھر فی الفور رفع ہو جائے۔ تو اس کا کوئی مواخذہ نہیں ہوتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے تو خدا کامل نے رب العزت

سے اچھا و اموات کا نشان اطمینان طلب کیلئے طلب کیا ان کے کمال ایمان اس سے کچھ نہیں ہوتا ہم شیعہ کی مستند کتاب حدیث فرغ کافی جلد ۳ کتاب المروءۃ مجہد قسم ایک روایت پیش کر کے دیتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام ایک دفعہ خلیفہ منصور کی اردل میں جا رہے تھے خلیفہ بڑے جاہ و جلال سے ایک گھوڑے پر سوار تھا۔ اور آگے پیچھے اس پر سواروں کی کارروائی لیکن امام ایک گھوڑے پر سوار ہو کر خلیفہ سے باتیں کرتے جاتے تھے۔ آپ کے ایک خاص الخاص شیوہ نے استفسار کیا۔ جبکہ آپ اپنے دولت خانہ پر تشریف لائے۔ الفاظ حدیث یوں ہیں۔ :-

قَلَمًا دَجَعْتُ إِلَى مَنْزِلِي أَنَا فِي بَعْضِ مَوَالِدِنَا فَقَالَ جَعَلْتَ ذَلِكَ وَاللَّهِ لَقَدْ دَأَيْتَكَ فِي مَوَكِبٍ ابْنِي جَعْفَرٌ وَأَنْتَ عَلَى حِمَارٍ وَهُوَ عَلَى فَرَسٍ وَقَدْ اشْتَرَيْتَ عَلَيْكَ يَكَلِمَكَ كَأَنَّكَ تَحْتَرَا فَقُلْتُ بَيْنِي وَبَيْنَ نَفْسِي هَذَا الْحِمَارُ اللَّهُ عَلَى الْخَلْقِ وَصَاحِبُ هَذَا الْإِلَهِ الَّذِي يُقْتَدَى وَهَذَا آخِرُ مَعْمَلٍ بِالْجَوْرِ وَيُقْتَلُ أَوْلَادُ الْأَنْبِيَاءِ وَيُسْفَكُ الدِّمَاءُ فِي الْأَرْضِ بِمَا لَا يَحِبُّ اللَّهُ وَهُوَ فِي مَوَكِبٍ وَأَنْتَ عَلَى حِمَارٍ فَدَخَلَنِي مِنْ ذَلِكَ شَكٌّ حَتَّى نَفَقْتُ عَلَى دِينِي وَنَفْسِي فَقَالَ لَوْ دَأَيْتَ مَنْ كَانَ حَوْلِي وَبَيْنَ يَدَيَّ وَمَنْ خَلْفِي دَعَوْتُ شَيْئًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ لَأَخْتَفَرْتُ مَا هُوَ فِيمَا فَقَالَ الْآنَ سَكَنَ قَلْبِي۔

(ترجمہ) حضرت امام نے فرمایا جب میں واپس گھر میں آیا۔ تو میرا ایک خاص محبوب شیعہ مجھے ملا اور کہنے لگا میں آپ پر قربان۔ بخدا میں کسی کو منصور کی اردل میں دیکھ رہا ہوں۔ آپ گدھے پر تھے۔ وہ گھوڑے پر تھا۔ اور گدھے جھانک کر باتیں کر رہا تھا۔ گویا آپ اس کے ماتحت ہیں۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ کہ یہ امام خدا کی طرف سے اس کی مخلوق پر رحمت ہے اور صاحب حکم ہے۔ جس کے حکم کی ہم نے اتباع کرنی ہے اور یہ دوسرا نصف ایک ظالم شخص ہے۔ جو اہلبیت رسول کو قتل کر رہا۔ اور زمین میں خونریزی کرتا ہے۔ جو خدا کو پسند نہیں ہے پھر مجھے کہ وہ لاؤشکر کیسا اچھا ہے۔ اور آپ گدھے پر سوار ہیں۔ اس وجہ سے میرے دل میں شک پیدا ہو گیا جتنی کہ مجھے اپنے ایمان کا خوف ہو گیا۔ امام فرماتے ہیں پھر میں نے اُسے کہا۔ کاش تو ان فرشتوں کو دیکھتا جو میرے گرد و پیش جا رہے ہیں۔ تو تو منصور اور اس کی جاہ و جلال کو بیچ سمجھتا۔ اس شیوہ محبوب امام نے کہا ابراہیمؑ کی تسلی ہو گئی ہے۔

بتلائے! امام صادق کے خاص الخاص محبوب شیوہ نے تو یہاں تک کہہ دیا۔ کہ مجھے آپ کی امامت امامت کے متعلق ایسا شک واقع ہو گیا ہے۔ کہ مجھے اپنے دین و ایمان کا بھی اندیشہ ہو گیا ہے جب امام

زور کرامت سے اس کو صفت ملا نہ بھی دکھا دی۔ تو اسے پورا اطمینان ہو گیا۔ کیا وہ شیعہ محب امام
شک کی وجہ سے کافر ہو گیا تھا۔ یا امام نے اسے فتویٰ کفر دیدیا تھا۔ نہیں وہ پہلے سے بھی ایمان میں
مضبوط ہو گیا۔ سو اسیدوہ سنا کر حضرت عمرؓ نے بھی کہہ دیا ہو۔ اور پھر انجاز نبوی سے پراہیت فرما لیں
قلب کا باعث ہوا ہو۔ تو یہ تو نور قلبی ہے۔ ایسا شک ہر کسی کو نصیب ہو شیعہ بیچارے۔ ان نکات
کو کیا سمجھیں جب عقل ہی نہیں ہے۔
ہزاروں نکتے یہاں بال سے بھی ہیں ایک کہ جس کی عقل ہو مونی وہ اس کو کیا جانے
حضرت عمرؓ کے مطاعن کے جواب ہو چکے۔ اب حضرت عثمانؓ پر جو مطاعن لگے جاتے ہیں۔ انکی
فہرست شروع ہوتی ہے۔

سوٹھوال طعن

حضرت عثمانؓ نے قرآن جلوا دیئے۔ اس لئے توہین کلام اللہ کے جرم کے مرتکب ہوئے ایسا
شخص قابل خلافت نہیں ہو سکتا ہے۔

جواب

حضرت عثمانؓ نے قرآن جلوائے نہیں۔ بلکہ قرآن کو جمع کر کے حفاظت کلام اللہ کا ثواب حاصل
کیا حضرت عثمانؓ کے اس احسان عظیم کی دنیا کے اسلام قیامت تک گرویدہ احسان ہے۔ اگر آپ
اسلام کی یہ خدمت نہ کرتے۔ تو قرآن پاک میں بھی شیعہ لوگ ایسی ہی تحریف کر دیتے جیسے یہود و نصاریٰ
نے تورات و انجیل کی تحریف کر دی ہے۔ آپ نے قرآن کو جمع کر دیا۔ البتہ غیر قرآن جو از قسم تفسیر لوگوں نے
قرآن میں شامل کر رکھا تھا۔ ان کو جلا دیا۔ اور سوائے اس صورت کے کلام اللہ کی حفاظت مشکل تھی لیکن
شیعہ معترض کو کچھ اپنے گھر کی بھی خبر ہے۔ کہ بقول ان کے امام اہلبیت نے قرآن سے کیا سلوک کیا حضرت
علیؓ تو قرآن کو جمع کرنے کے بعد ایسا کر کیا کہ اس کا کہیں پتہ ملنا بھی مشکل ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ آپ نے
اپنی اولاد کے سپرد کیا۔ اور خرافام مہدی کے ہاتھ آیا۔ لیکن وہ بقول شیعہ قرآن کو لیکر کہیں ایسے بھاگ
گئے۔ کہ تلاش کرنے سے بھی کہیں کھوج نہیں چل سکتا۔ حضرت عثمانؓ نے تو وہ حصہ جلا دیا ہو گا۔ جو نہ تھا۔
لیکن امیر اور ان کی ذریت نے قرآن کو کہیں غائب غلہ کر کے اس کا نشان ہی مٹا دیا۔ کیا اس سے

بڑھکر توہین کلام اللہ ہو سکتی ہے کہ وہ قرآن جو خلق خدا کی ہدایت کیلئے تھا۔ اور جس کے جمع و ترتیب
کی ذمہ داری بقول شیعہ کتاب امیرؓ نے اٹھائی تھی۔ جمع کر کے نہایت بیدردی سے گم کر دیا گیا۔
جس کا کوئی ورق و ٹھنڈے سے بھی نہیں مل سکتا۔ شیعہ بیچارے مجبوراً اسی غلط ملط سنیوں
کے قرآن سے کام لے رہے ہیں اس کو نمازوں میں پڑھنا سوتا ہے۔ اسی تعلیم اپنے اطفال کو دلائی
پڑتی ہے۔ اسی کا ثواب اپنے مردوں کی روحوں کو بخشوایا جاتا ہے شیعہ بیچارے اس کے امام اہلبیت
کو کوہیں کہ انہوں نے قرآن جمع کر دیا تیرہ سو سال سے ان سے چھپا رکھا ہے۔ اب حضرت عثمانؓ کو
ملعون کہتے ہیں۔ جبکی بدولت ان کو قرآن ملا۔ (غلط اور ناقص ہی سہی) اس سے بڑھکر کفران نعمت
کیا ہو سکتا ہے شیعہ بیچاروں کی حالت قابل رحم ہے۔ اس قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔ نہ اس کو چھوڑ
سکتے ہیں۔

دو گونہ رنج و غدا بست جان مجنوں! بلائے صحبت لیلی و فرقت لیلی!

توہین قرآن کا ایک واقعہ

اصول کافی میں ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے قرآن کی آیت یوں پڑھی۔ وَلَا تَكُونُوا
كَأَنفٍ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَكَنَّادُ تَتَّخِذُونَ إِيمَانَكُمْ دَخْلًا بَيْنَكُمْ أَنْ تَكُونَ
أُمَّتًا أَدْنَىٰ مِنْ أُمَّتِكُمْ (قرآن موجود نہیں یوں ہے۔ اَنْ تَكُونَ أُمَّتًا أَدْنَىٰ مِنْ أُمَّتِكُمْ) قَالَ
قُلْتُ جَعَلْتُ فِدَاكَ أُمَّتًا قَالَ لَا إِي وَاللَّهِ أُمَّتًا قُلْتُ خَلَقْنَا نَفَرًا كَوْنِي قَالَ نَفَقَالَ مَا أَدْنَىٰ
مَا وَجَّهِي بِبَيْدَةٍ فَطَرَّحَهَا۔

(ترجمہ) رازی کہتا ہے۔ میں نے حضرت امام سے پوچھا۔ کہ یہ اُمّۃ ہے۔ آپ نے کہا ہاں خدا کی قسم
اُمّۃ ہے۔ پھر میں نے کہا ہم اڑبی پڑھا کر تے ہیں۔ آپ نے کہا اڑبی کیا ہے۔ پھر آپ نے جوش
میں آکر ہاتھ سے اشارہ کیلئے۔ اور قرآن کو زمین پر پھینک مارا۔

اب دیکھئے اس سے بڑھکر توہین قرآن کیا ہو سکتی ہے۔ کہ حضرت اتنی بات پر کہ قرآن میں جگہ
اُمّۃ کے اُمّۃ اور اڑبی کی بجائے اڑبی لکھا تھا۔ آپ نے غصہ میں آکر قرآن کو زمین پر پھینک دیا
کیا شیعہ حضرات اس کا کوئی جواب دیں گے۔ کہ امام معصوم کا یہ فعل صریح توہین کلام پاک نہیں ہے۔

بدنہاد پڑتے احسانات کئے اور مہربانی کرتے رہے۔ اور عطا و بخشش فرماتے رہے۔ پھر حضرت عثمانؓ پر کیا طعن ہے جو علم غیب بھی نہ رکھتے تھے۔ کہ انہوں نے سروان کو کیوں ملازم خاص رکھا۔

انکسوال طعن

حضرت عثمانؓ کی بخشش تین دن بے گمد کفن پڑی ہی اور نماز جنازہ بھی نہ ہوئی۔

جواب

اول تو یہ بات سراسر بہتان و افتراء ہے جب آپؓ کے بڑے بڑے مقتدر رشتہ دار حضرات علیؓ، زبیرؓ، عقیلؓ، العاصؓ وغیرہ موجود تھے جنہوں نے قصاص میں جتنا ہمارے عظیم کئے۔ اور نیز صدائے خیر و جان نثار غلام بھی تھے۔ تو یہ کیوں نہ کر تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ کہ آپؓ کی بخشش تین روز بے گمد کفن پڑی رہی ہو۔ مگر غرض کرو۔ کہ ایسا ہی ہوا۔ تو اس سے آپؓ کی شان اقدس میں کیا کمی آسکتی ہے۔ کیا شہداء کے گریبا کے ساتھ اشارے اس سے بڑھ کر سزا دینا نہیں کیا۔ بلکہ مرنے والوں کو بڑی آب و تاب سے مجلسوں میں جھوم جھوم کر اوقاتِ امان و لذتِ الہیہ (شہیدان کریم) بیان کیا کرتے ہیں۔ کیا اس سے معاذ اللہ ان کی شان و املا میں کچھ نقص واقع ہو سکتا ہے۔ ایسے اعتراضات کہنے کے وقت شیعوں کو یہ خیال کر لینا چاہئے کہ کیا اس سے ہم پر زود تو نہیں پڑتے۔ مگر انکا تو یہ اہل ہے۔ کہ پرانی شگون کیلئے اپنی ناک کھڑا دی جلے۔

حقیقت یہ ہے کہ آپؓ کی بخشش مبارک بڑی عزت و احترام سے جنت البقیع میں دفن کی گئی۔ جو دفنِ ارفع و مبارک و اولاد و امجاد اکثر انما بآبِ نابیہ اس امر کی تصدیق شیعہ کی مستند تفسیر جامع عباسی باب دوم میں درج ہے۔

غرض عثمانؓ غنیؓ برگزیدہ سید رسولؐ تھے جنکو دوسری دلاوی رسولؐ و مقبول کا فخر حاصل تھا۔ آپؓ کے اہل طیب سے اسلام کو بہت بڑی مدد ملتی رہی۔ آپؓ کے عہد خلافت میں جانبِ غرب اندلس تک اور جانبِ شرقی عجم و بلخ تک اسلامی مقبوضات کی وسعت ہوئی۔ دوسری بڑی جنگ عظیم پر اہل روم کو شکست پڑ گئی۔ عراق و عجم و نرسان زیرِ نگینِ طاعت ہوئے۔ پس آپؓ کی شہادت پر ترقی و سلام کا خاتمہ ہو گیا۔ عیدِ امارت جناب امیرِ علیہ السلام میں صرف غارت جنگیاں ہوتی رہیں۔ اور بہت سے اسلامی نصرت و حفاظت و احسان نے جامِ شہادت نوش کیا۔ کسی شاعر نے آپؓ کی مناقب میں بڑی درخشانی کی۔ یہ۔

بنی کی بہن کے تھے عثمانؓ بیٹے۔ یہ کیا اس سے بڑھ کر نجابت غنیؓ کی سب اسلامیوں سے ہوئی و درجہ۔ ہوئی بے بخش ایسی دولت غنیؓ کی ہوئی فوت اک دوسری دینی بیٹی۔ یہ دل میں نبیؐ کے غنی وقت غنیؓ کی بیٹی نے سفارت پر کئے۔ گویا۔ گویا باؤ اپنے سے بیعت غنیؓ کی علیؓ ان کے ہر وقت نہڑتے تھے۔ یہ سبطینؓ سے تھے قرابت غنیؓ کی ہے اور اساق تاریخ میں ثبت اب تک

شجاعت علیؓ کی۔ سخاوت غنیؓ کی (دائرة الاسلام لاہور)

مردمانِ اصحابِ ثلاثہؓ پر رٹل بحث ہو چکی۔ آپؓ کے فضائل و بہاوت کتاب اللہ و کتب شیعہ ثابت کر دیئے گئے ہیں۔

اب ہم تھوڑا سا تذکرہ اس امر کا کر دینا مناسب سمجھتے ہیں۔ کہ جناب امیرِ علیہ السلام اور ان کے اہل بیتؓ کو اصحابِ ثلاثہؓ سے کہاں تک محبت و پیار تھا۔ کہ زندگی میں تو ان سے شہر و شکر رہے۔ انکی وفات کے بعد ان کے اساتذہ گرامی پر اپنی اولاد کے نام رکھے۔ تاکہ اگر ان کی صورتیں موجود نہیں تو ان کے نام پکار کر یاد تازہ کرتے ہیں۔

اصحابِ ثلاثہ کے نام پر فرزندانِ علیؓ کا نام

کتاب معتبرہ تواریخ فریقین سے ثابت ہے کہ جناب امیرؓ نے اپنے ایک صاحبزادہ کا نام ابو بکرؓ رکھا۔ جو علیؓ بن ابی طالب سے پیدا ہوا تھا۔ ایک صاحبزادہ کا نام عمرؓ رکھا۔ جو حبیبہ بنت ابی بکرؓ سے پیدا ہوئے تھے۔ ایک نام عثمانؓ رکھا۔ جو ام البنین بنت حرام بن خالد سے منولہ ہوئے تھے۔ ایک صاحبزادی کا نام ام المومنین زہراؓ رکھا۔ جو رسول خداؐ کے نام پر مسموئے رکھا۔ دوسری دو صاحبزادیاں کا نام زینبہؓ و فاطمہؓ رکھا۔ جو رسول پاکؐ کی دو صاحبزادیوں کے نام تھے جو حضرت عثمانؓ کی زوجیت میں آئی تھیں۔ ایسا ہی کر من نے ایک صاحبزادہ کا نام ابو بکرؓ رکھا۔ ایک کا نام عمرؓ رکھا۔ جو آپؓ کی جاریہ کنیز کے شکم سے پیدا ہوا تھا۔ یہ دونوں حضرت امام حسینؓ کیساتھ مہر کر کے لایا گیا۔ شہید ہوئے۔ علیؓ نے انکیس امام زین العابدینؓ نے بھی اپنے ایک فرزند کا نام عمرؓ رکھا۔ اور حضرت امام موسیٰ کاظمؓ نے بھی اپنے ایک صاحبزادہ کا نام ابو بکرؓ رکھا۔ حضرت امام رضاؓ نے اپنی دوسری صاحبزادہ کا نام عثمانؓ رکھا۔ اور حضرت علی نقیؓ نے بھی اپنی دوسری صاحبزادہ کا نام رکھا۔

اشیعہ حضرات سے ہم زیارت کرتے ہیں۔ کہ اگر جناب امیر علیہ الرضوان اور ان کے فرزند ان گرامی حضرات نثار اور ازواج رحمہم طہر است سے محبت و پیار نہ تھا۔ تو اپنی اولاد کے نام ان کے ناموں پر کیوں رکھے قلندر کی بات ہے کہ فوت شدگان سے جو بزرگ واجب الاضرام اور شرفی شرافت بھجھا جاتا ہے۔ اس کا نام تبرکات الاولاد کا رکھا جاتا ہے۔ کوئی شخص دشمن کے نام پر اپنی اولاد کے نام نہیں رکھتا۔ چنانچہ واقعہ کرنا کو بدترین گنہگار نہیں۔ لیکن اب تک کسی مسلمان نے اپنے فرزند کا نام بزرگ یا شہر نہیں رکھا۔ یہ ایک ایسی زیروست دلیل ہے جس سے ہاتھیں فضیلت عظمت صحابہ کرام ثابت ہو گئے ہیں۔ جس کا کوئی جواب شیعہ سے قیامت تک نہیں ہو سکتا پس تمام نزاع کے شیعہ کیلئے یہی ایک بات کافی ہے۔ بشرطیکہ شیعہ جناب میں کوئی صاحب انصاف موجود ہے۔
روا سے دیکھو جو جانا رہے گلہ دل کا پس اک نگاہ پر پھر ہے فیصلہ دل کا

طریقہ

جائے ایک شیعہ دوست حکیم حمید علی نامی جہلم میں رہتے ہیں۔ جو شیعوں کے لیڈر بنے ہوئے ہیں۔ ایک دفعہ ہم نے نیکو سامنے اس امر کا ذکر کیا۔ کہ جناب امیر نے اپنے فرزندوں کے نام صحابہ کرام کے نام پر رکھیں رکھے۔ آپ حضور ہی ویر خاموش ہو کر کہنے لگے۔ کہ اس لئے ایسا کیا۔ تاکہ ان بیٹوں کے نام بیک وقت گالیات کریں۔ میں نے کہا آپ تو ماشاء اللہ عالم الغیب تھے۔ اور ایک معلوم تھا کہ آپ کے تحت جگر نام سید کو بزرگ ملعون شہر بدیخت کے ذریعہ شہید کر گیا۔ اس لئے کہ کو اپنے بیٹوں کے نام بزرگ اور شہر رکھ دینے چاہتے تھے تاکہ انکو گالیاں دیکر دل کی بھڑاس نکالتے رہیں۔ نیز اگر یہی منطق درست ہے۔ تو اب آپ ہی اس کی کوپور کریں اپنے عزیزوں میں سے کسی کا نام بزرگ یا شہر رکھ کر خوب تبرا بازی کیا کریں۔ پس آپ خاموش ہو گئے۔ افسوس یہ لوگ ان مقدس نفوس کو اپنے جیسا سمجھتے ہیں۔ گالی گلوچ کرنا مسلمانوں کی شان سے بھرپور بعید ہے، کافی کلیبی کی حدیث دیکھو منافق کی علامات میں سے ایک یہ علامت لکھی گئی ہے۔ اذا اخصا صم فخر جوب جگر تباہ فش کوئی کرتا ہے جناب امیر تو وہ پاک یا ملن تھے۔ کہ اپنے دشمن قاتل ابن ملجم لعین پر بھی رفیق مدارات کرنے کی سفارش فرمائی جیسا کہ جلال الدین ارو و صلا میں ہے۔

”جب امیر کرم اللہ وجہہ نے اپنے قاتل کی امام حسنؑ سے سفارش کی۔ اور ارشاد کیا۔ کہ یہ کھانا پانی دو اور اس کے پاؤں میں زرخیز نہ ڈالو۔ بلکہ اس کے ہمراہ رفیق و مدارات کرو۔ اور جب میں دنیا سے رحلت کروں۔ اس بیک فتن سے قصاص کرنا۔ اور جسم اسکا آگ سے جلاانا۔ اور شہر کرنا یعنی ہاتھ پاؤں کان ناک اور جمیع اعضاء اس کے نہ کاٹنا۔

لے ملاحظہ ہو بیچ الیلاعت صفحہ ۲۹۱

کے جناب پیغمبر نے فرمایا۔ مثلاً ہرگز نہ کرو۔ اگرچہ سنگ و مدہ ہو۔ اور اگر میں اچھا ہو گیا۔ سنہ اور زیادہ ہوں۔ کہ اسے حق کر دوں۔ اس لئے کہ ہم اہلبیت صاحب کرم و حق و رحمت ہیں۔ پھر عجیب کہ شیعہ شیعہ آپ کی نسبت خیال کریں کہ اپنے بیٹوں کے نام صحابہ کرام کے نام پر رکھتے تھے۔ کہ انکو گالیاں دیکر دل کے بیمار نکالتے رہیں جب زندہ گاہیں تو انکی بدعت مرنی کرتے رہے۔ و طائفہ یقین رہے غنائم سے حصہ وصول کرتے رہے۔ اور ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے۔ ان کو نیک مشورے دیتے رہے۔ اپنی لخت جگر حضرت کو نکاح کر دی۔ تو ان کی وفات کے بعد گالیاں دینی کو نس جو المنزلی ہے خیر پاک لطیف تھا۔ جو روح کیا گیا۔ فی الواقع اس کا جواب شیعہ کے پاس ہرگز نہیں ہے۔

شیعہ سے چار سوالات

ہم شیعہ سے چار سوالات..... کرتے ہیں۔ امید ہے کہ کوئی صاحب جواب باصواب سے مطلع کریں گے۔ اور اگر جواب نہ دیں سکیں۔ اور ہرگز نہیں دے سکتے۔ تو خدا را راہ راست پر آجائیں۔ اور صحابہ رسول کی بدگوئی سے باز آجائیں۔

(۱) پہلا سوال یہی ہے۔ کہ اگر صحابہ کرام ثلاثہ معاذ اللہ منافق و کافر تھے..... انکو اہلبیت سے بغض و عداوت تھی۔ تو جناب امیر علیہ السلام اور ان کے اہلبیت نے اپنی اولاد کے نام ان کے ناموں پر کیوں رکھے، (۲) اگر غزوہ بدر کافر و منافق تھے۔ تو رسول پاک نے اپنی بیٹیوں کے نام انکو کیوں دیئے۔ اور انکی بیٹیاں اپنی زوجیت میں کیوں لیں۔ حالانکہ قرآن نے اس سے صریح مخالفت کر دی ہے۔ کہ کفار کو ناطہ دیئے جائیں یا ان سے لے جائیں۔

(۳) اگر معاذ اللہ کافر و منافق تھے۔ تو جناب امیر علیہ السلام نے اپنی بیٹی ام کلثوم کیوں حضرت عمرؓ کو نکاح کر دی۔ اگر کہا جائے کہ انہوں نے جبراً چھین لی۔ تو آپکی شجاعت و غیرت پر حریف آتا ہے۔ اگر ضامنوں سے دی تو انکی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

(۴) اگر وہ منافق و کافر تھے۔ تو جناب رسول پاک نے اور حضرت امیرؓ نے ان سے لڑائی کیوں نہ کی۔ حالانکہ قرآن کا حکم ہے۔ یا ایہذا الذی جحدنا انکفاراً واکملنا فقیہین و لے بنی کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے۔ و قاتلوہم حتی لا یبقوا فقیہاً و یذکروا الذین دینہ۔ اور کافروں سے قتال کیجئے تاکہ فتنہ مٹ جائے۔ اور دین حق پھیل جائے۔

(۵) جب بقول شیعہ جناب امیر علیہ السلام سے خلافت چھین لی۔ فک و بالیا جناب شیعہ

کی بخت جنگ کی جناب امیر علیہ السلام نے کیوں تلواریں اٹھائی۔ اگر کوئی بھڑکے تو پھر سوال یہ ہوتا ہے کہ میرے معاویہ سے کیوں جنگ کر کے اسے مسلمانوں کی جانیں تلک کر لیں اور پھر میرے حکام تھا تو حضرت امام حسینؑ نے کیوں زید سے لڑ کر اپنی اور معصوم بچوں کی جانیں قربان کر لیں۔

(۷) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **فَمَنْ لَّا يُجَاهِدْ فَعَلَيْهِ لَآ اِطْمَافِقُ لَوْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ النَّبِيَّ وَلَآ الْآخِرَةَ وَآلَ النَّبِيِّ وَآلَ الْكَافَّةِ**۔ جس نے نہ لڑا تو اس پر لعنت ہو۔ اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت کو پسند کرتے ہو تو تم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے پیروں کو پسند کرنا چاہتے ہو۔

(۸) قرآن میں ہے: **لَا تَجِدُ أُمَّةَ نَصَرَ دِينَهُ**۔ کوئی قوم اپنے دین کو نہیں دیتی۔ اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناتا۔ تو جب یہ قول شیعہ اصحاب ثلثہ جناب رسولؐ اور جناب امیرؑ کے دشمن تھے تو ان کے لئے ان کو دوست بنانے کا حکم تھا۔ جیسا کہ سفر و حضر میں آپ کے رفیق رہے۔ اور پھر برفناں رسولؐ جناب کیوں ان سے یار نہ گانٹھے رہے۔ اگر کوئی کہے کہ میں نے تو پھر ان سے ہجرت کیوں نہ کی جو ایسے موقع ملے۔ قرآن میں ہے: **إِنَّا لَنُحِبُّ الْمُؤْمِنِينَ**۔ ہم اپنے رسولوں اور مومنوں کو نصرت بخشا کرتے ہیں۔ اگر اصحاب ثلثہ مومن تھے تو کیوں نہ تھے ان کے شامل حال رہی۔ قیصر و کسب کا حکومت اللہ تعالیٰ، ملک پھر میں اسلامی سلطنت قائم ہوئی۔ ہر ملک مصر کو یہ مخالف و منسوب ہوئے جتنی کہ لاف پھیلاتے۔ اگر خلافت اصحاب ثلثہ ہی نہ تھی تو حضرت شہر بانو بنت زید و فرات شاہ فارس جو غنیمت میں مقید ہو کر آئی تھی۔ اور حضرت عمرؓ نے امام حسینؑ کو زیدی آپ نے کیوں قبول نہ کی جبکہ غنیمت و دست اور ملال ہی نہ تھی تو امام معصوم نے کیوں عطیہ ناجائز اور نادرہ تین نصرت کیا جو منافق عصمت ہے۔

(۱۰) جب مشائخ ابواب کا کام ہے کہ قلعہ میں مزاد و منور و خورست جب غسل کرتے ہیں تو ہر ایک قطرہ سے شتر شتر شتر پیدا ہوتے ہیں۔ جو ان کے لئے قیامت تک استغفار کیا کرتے ہیں تو ان کا طبیعت کیوں اس کا رنواب سے محروم رہے کہ کتب شیعہ سے ثابت ہے کہ کسی امام نے متفقہ نہیں کیا۔

(۱۱) کتب شیعہ سے ثابت ہے کہ علی المرتضیٰؑ نے تین فرزند جن کا نام ابو بکرؑ، عمرؑ، عثمانؑ رکھا۔ وہ بھی امام حسینؑ کیسا تھو معرکہ کربلا میں شہید ہوئے۔ مرنے میں ان کا نام کیوں نہ کر نہیں کیا گیا جب کہ وہ

لَا تَجِدُ أُمَّةَ نَصَرَ دِينَهُ۔ **لَا تَجِدُ أُمَّةَ نَصَرَ دِينَهُ**۔ کوئی قوم اپنے دین کو نہیں دیتی۔ اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناتا۔ تو جب یہ قول شیعہ اصحاب ثلثہ جناب رسولؐ اور جناب امیرؑ کے دشمن تھے تو ان کے لئے ان کو دوست بنانے کا حکم تھا۔ جیسا کہ سفر و حضر میں آپ کے رفیق رہے۔ اور پھر برفناں رسولؐ جناب کیوں ان سے یار نہ گانٹھے رہے۔ اگر کوئی کہے کہ میں نے تو پھر ان سے ہجرت کیوں نہ کی جو ایسے موقع ملے۔ قرآن میں ہے: **إِنَّا لَنُحِبُّ الْمُؤْمِنِينَ**۔ ہم اپنے رسولوں اور مومنوں کو نصرت بخشا کرتے ہیں۔ اگر اصحاب ثلثہ مومن تھے تو کیوں نہ تھے ان کے شامل حال رہی۔ قیصر و کسب کا حکومت اللہ تعالیٰ، ملک پھر میں اسلامی سلطنت قائم ہوئی۔ ہر ملک مصر کو یہ مخالف و منسوب ہوئے جتنی کہ لاف پھیلاتے۔ اگر خلافت اصحاب ثلثہ ہی نہ تھی تو حضرت شہر بانو بنت زید و فرات شاہ فارس جو غنیمت میں مقید ہو کر آئی تھی۔ اور حضرت عمرؓ نے امام حسینؑ کو زیدی آپ نے کیوں قبول نہ کی جبکہ غنیمت و دست اور ملال ہی نہ تھی تو امام معصوم نے کیوں عطیہ ناجائز اور نادرہ تین نصرت کیا جو منافق عصمت ہے۔

وہ جو ممکن نہیں اقامت دینا (مطالعہ حسینؑ)

علی المرتضیٰؑ کے فرزند تھے۔ اور اپنے بھائی جناب امام حسینؑ پر انہوں نے بھی جانیں قربان کر دی تھیں۔ (۱۲) کتب شیعہ میں تصریح ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے قرآن مجید کے اصحاب کو دکھلایا تھا۔ انہوں نے قبول نہ کیا تو آپ نے کہا اب تم لوگ اس قرآن کو قیامت نہ دیکھو گے۔ وہ قرآن اس وقت کہاں ہے۔ اگر وہ ہدایت خلق کے لئے تھا۔ تو اس کے تباہ و برباد رکھنے کی کیا وجہ ہے۔ اور ایسے قرآن سے مسلمانان عالم کو کیا فائدہ ہے۔ اگر امام غائب علیہ السلام نے اس کو چھپا رکھا ہے تو کیا وہ کتاب ہدایت چھپا رکھنے کے مجرم نہیں ہیں۔ کافی کلینی میں تصریح ہے کہ رسول پاکؐ کے فوت ہونے ہی تمام اصحاب سوائے تین چار کے اسلام سے پھر گئے۔ پھر بعثت رسولؐ اور نزول قرآن سے کیا فائدہ ہوا۔ کیا خدا نے ان تین چار آدمیوں کیلئے اتنا بڑا سنا کیا۔ اور پھر سوال یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام صرف ان ہی تین چار بزرگوں کے اجتماع سے خلیفہ ہوئے۔ تو آپ امیر المؤمنین نہیں کہلا سکتے۔ بلکہ آپ تو صرف تین چار کا میر ہوئے۔

کیا کوئی شیعہ بزرگ ان چند حالات کا کوئی معقول جواب دے سکے۔ ہمیں تو امید نہیں ہے۔ عاشق ہوئے ہیں یا ایک کے ہم کس امید ہے۔ جز آہ نارسا کوئی امید ہی نہیں۔ اصحاب ثلثہ کے متعلق کافی بحث ہو چکی۔ اب ہم امام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کا ذکر کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ

یوں تو حضرات شیعہ کی زبان طعن سے انسان تو کیا۔ خدا اور رسول بھی نہیں بچے۔ لیکن اصحاب ثلثہ کے بعد زیادہ غلط و غصہ شیعہ اصحاب کو امام المؤمنین عائشہ صدیقہ سے ہے۔ اور آپ کے خلاف چند الزامات لگائے گئے ہیں جن کا جواب دینا فرض ہے۔

پہلا: **كَأَنَّهَا**۔ قرآن مجید میں ہے: **وَلَا تَبْرَحْنَ فِي الْبَيْتِ الْأَوَّلِيَّ**۔ گھر میں بیٹھی رہو۔ اور زمانہ جاہلیت کی طرح باہر نہ نکلا کرو۔ حضرت عائشہؓ نے اس حکم کی مخالفت کی۔ کہ معرکہ کربلا میں نکل کر شہید ہو گئیں۔ جہاں کہ ہزاروں کی تعداد میں نا محرم شخص موجود تھے۔

جواب: نہ وہ ان معرکہ میں کوئی تبریٰ فی القرآن نصیب نہیں۔ آیات قرآن کے معنی کرتے وقت ہمیشہ ٹھوکر کھاتا ہے۔ کیا اس کا یہ معنی ہے کہ گھر کی چار دیواری میں خمر پیرا رہی ہو۔ جو وہ معرکہ میں بیٹھ کر کسی دینی ضرورت کیلئے بھی جائز نہ ہو۔ ہرگز نہیں۔ آنحضرتؐ اور اہل بیتؑ کو حج و عمرہ کے لئے ساتھ لیا جاتا تھا۔ جسے میکہ جانے عبادت مریض۔ نصرت قریبیہ بیت کی ممانعت نہ تھی۔ غزوات میں بھی ساتھ لیا جاتا تھا۔ اجازت

حقی۔ پھر آیت سے مخالفت کا استدلال صحیح نہیں ہے۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جیسے غور میں لے
 چاہا ہو کر زیورات زرق برق لباس پہنے بازاروں میں پھرتی تھیں۔ اب اس طرح بے پردہ پھرتا جائز نہیں
 ہے جیسا کہ آیت سے اس کی تشریح ہوتی ہے۔ **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّزَوْجِكَ ذَاتُكَ وَفَسَاؤُا الْمُنَافِقِينَ**
يُنَادِيَنَّ عَدُوَّكَ مِن دُونِ الْبَيْتِ هُوَ الَّذِي كَفَرَ مِن قَبْلِكَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا
 نبی اپنی عورتوں بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں کو کہہ دیجئے کہ اپنے ہنر پر چادر (رقاب) ڈال لیا کریں۔ یہ
 اس بات کے قریب تر ہے کہ پہچانی نہ جائیں۔ اور انہیں اٹھائیں، حدیث میں ہے کہ اس آیت کے بعد آنحضرت
 نے فرمایا: **إِذَا نَزَلْتُ لَكُمْ لِيَا جَنَّتُكُمْ** اب تمہیں اجازت دی گئی ہے کہ اپنی حاجت کیلئے نکل سکو
 حضرت عائشہ صدیقہ رضوانہ علیہا السلام نے مظلوم خلیفہ عادل کے قصاص کیلئے سفر میں نکلنے پر مجبور ہوئی تھیں۔
 اس لئے یہ سفر جہاد و حج۔ غزو کے سفر کی طرح ایک دینی ضرورت تھی جس پر طعن نہیں ہو سکتا۔ پھر
 آپ کے ساتھ آپ کے اقارب میں سے عبداللہ بن زبیر آپ کے ہمیشہ زاد و اسما بنت ابوبکرؓ اور امی اولاد
 سرب محرم تھے۔ علاوہ ازیں آپ ام المومنین ہونے کی وجہ سے تمام مسلمانوں کی ماں اور سب ان کے
 فرزند تھے۔ اس لئے آپ کے اس سفر پر معتز بن ہشام شیعہ کی سخت حمایت ہے۔ ابن قتیبہ اپنی تاریخ میں
 جو شیعہ کی حمد علیہ ہے۔ رقمطراز ہے۔ **لَمَّا بَلَغَهَا بَيْعَتُ عَلِيٍّ أَهْرَتْ أَنْ يَحْتَمِلَ لَهَا هَوَاجِرٌ مِنْ حَتَمِ**
جَبَلٍ فِيهَا مَوْضِعُ الدَّخُولِ وَالْخُرُوجِ فَخَرَجَتْ وَأَبْنَاءُ الطَّلْحَةِ وَالزُّبَيْرِ مَعَهَا۔ وجہ حضرت عائشہ
 کو بیعت علی المرتضیٰؓ کی اطلاع ملی حکم دیا کہ آپ کیلئے ایک آہنی کجاوہ بنایا جائے۔ اور اس میں اعلیٰ
 اور نکلنے کا راستہ رکھا جائے۔ پس آپ نکلیں جب طلحہؓ زبیرؓ کے فرزند آپ کے ہمراہ تھے۔ اب بتائیے ایک
 اہم دینی ضرورت کیلئے اپنے محرموں کیساتھ سفر کرنے پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے جبکہ پردہ کا بھی اس
 قدر اہتمام کیا جائے۔

غالباً شیعہ صاحبان السنۃ پر ایسے اعتراض کرتے کہ وقت اپنے گھر سے بخیر ہو جائے میں شیعہ
 کی خبر کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہؓ الزہراءؓ گھر سے باہر نکل کر حضرت عمرؓ سے دست و گریباں ہوئی
فَاخْذَتْ بِذِي الْأَبْيَاحِ عَمَّاسًا وَجَدَتْهَا إِلَيْهَا۔ (جناب سیدہ نے عمرؓ کا گریباں پا لیا اور اپنی طرف کھینچ
 کیا ایک پردہ نشین خاتون کو ایک ماحرم شخص سے یوں دست و گریباں ہونا جائز ہے۔ شیعہ اس بات کے بھی
 قائل ہیں کہ جناب سیدہ نے باغ فدک کیلئے دربار خلافت میں اصالۃ تاج کر دینی کیا۔ یہی شیعہ کی کتابوں
 میں لکھا ہے کہ غصب خلافت و دیگر حقوق پر جناب امیر علیہ السلام خاتون جنت کو سوار کر کے ہمارے جہن و انصار کے گھر
 لے آئے کافی ملائے۔ حق یقین ملائے ہیں۔ میں نے تمام قرآن جمع کیا۔ بعد کے فاطمہؓ حسنینؓ کا ساتھ تمام قرآن تمام

کیا یہ باتیں جائز تھیں؟
 دو ستر اطلوں: حضرت عائشہؓ نے جناب امیر علیہ السلام کی اور جنگ کیا۔ حالانکہ خلیفہ کی بناوٹ
 جائز نہیں اور ہم کہہ رہے ہیں۔

جواب: اسی حد کا اصرار جناب امیر علیہ السلام پر قائم ہوتا ہے کہ حکم و لاؤ اجماعاً تھا۔
 رسول کی بیویاں مومنوں کی ماںیں ہیں جب حضرت عائشہؓ حضرت علیؓ کی ماں تھیں۔ آپ کو ان سے جنگ
 کرنا گنہگار ہے۔ قرآن میں ہے۔ **وَلَا تَقُلْ لَهُمْ كُفْرًا** (ماں باپ کی آفت تک بھی نہ کہو)

حقیقت یہ ہے کہ یہ جنگ و بدل طریقہ کی کسی بدینتی پر مبنی نہ تھا۔ بلکہ ہر دو فریق کی اجتہادی غلطی تھی
 حضرت عائشہؓ اور ان کے طرفدار حضرت عثمانؓ کا قصاص لینے کیلئے ان کے قاتلین کو امیر علیہ السلام سے مانگتے
 تھے۔ خلیفہ علیہ السلام ان کے شہر و ملک کے اندیشہ سے انکو حوالہ نہ کر سکے۔ دوسری طرف سے سمجھ گیا۔ اقل عثمانؓ
 میں آپ کا بھی کچھ ہاتھ لگا۔ حالانکہ امیر علیہ السلام اس الزام سے پاک تھے جس کا اظہار یا بار بار تندیہ خطوط و خطابات
 کرتے رہے۔ اسی طرح جناب امیر علیہ السلام اور ان کے معاونین نے خیال کیا کہ دو سر فریق خلیفہ سے باغی
 ہو کر جنگ کرنا چاہتا ہے۔ طریقہ سے مقرر کی جنگ ہوئی۔ بہت سے مسلمان شہید ہوئے۔ آخر کار سلام و صفائی
 حضرت عائشہؓ اپنے گھر پر پشیمان ہوئیں جناب امیر علیہ السلام نے انکو ٹری عزت و تکریم سے گھر پہنچایا۔ اور ملی
 صفائی ہو گئی۔ اب اس بات پر طعن کرنا خود موروطن بننا ہے۔ اعتراض ہر دو فریق پر یکساں باید ہوتا ہے۔ **فَمَا كُفَرُوا**
جَوَابُكُمْ نَهَوُ جَوَابُكُمْ۔

حضرت عائشہؓ مومنوں کی ماں ہیں۔ آپ کو یہی یقینات ملے ہیں کہ آپ کے گھر میں آپ کی گود میں حضرت
 کا وصال ہوا۔ آپ کی نسبت قرآن کریم میں آپ کی تربیت کے متعلق آیات نازل ہوئیں۔ اور آپ کے قاتلین
 اور ظالمین کو عتاب ہوا۔ پھر جو لوگ حضرت عائشہؓ صدیقہؓ کی بدگوئی کرتے ہیں۔ وہ خداؤ رسول سے نفرت کرتے ہیں۔

(فقہ ۲۶۲) اور ان لوگوں کے گھر کیا۔ کدہ دین میں ہی دوسرے کی حق۔ اور ان کو قسم دی تھی کہ میرے حق کی امانت کریں۔
 اور ان کو اپنی نصرت و اعانت کے لئے طلب کیا۔ مگر ان میں سے چار شخصوں کے سوا کہ ان کے میرا قول قبول کیا۔ اور وہ چار شخص یہ
 ہیں سلمان۔ ابوذر۔ مقداد اور عمار رضی اللہ عنہم اور ایسا ہی منار اللہ عنہم میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہؓ کو گدھے پر سوار
 کیا اور اپنے ہمراہ امام حسینؓ کو لیکر حضرت ابوبکرؓ کے خلاف اور اہل مکہ کے لئے کھڑے ہوئے۔ انصار کے دروازوں پر پہنچتے
 ان کی بارت یہ ہے۔ **وَلَا تَقُلْ لَهُمْ كُفْرًا** (ماں باپ کی آفت تک بھی نہ کہو)۔ **وَلَا تَقُلْ لَهُمْ كُفْرًا** (ماں باپ کی آفت تک بھی نہ کہو)۔
 لی دوسرا المہاجرین و انصار اور اہل بیت کو کہو کہ قاتلین ان کے قاتلین سے امانت لے لیں۔ **وَلَا تَقُلْ لَهُمْ كُفْرًا** (ماں باپ کی آفت تک بھی نہ کہو)۔
 الا انہم اذہم۔ (وہ انہم صنف شیعہ علی بن ابی طالبؓ کے ہیں)۔ **وَلَا تَقُلْ لَهُمْ كُفْرًا** (ماں باپ کی آفت تک بھی نہ کہو)۔

حضرت معاویہؓ کے فضائل کے متعلق اخبار النجوم مکہ منورہ ۱۹۳۷ء سے ایک مضمون ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو جمیع اصحاب رسولؐ کی محبت و عقیدت عطا فرمائیں۔

سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

حامداً و مصلياً۔ ارباب بصیرت و اہل فہم و فراست پر اظہار من اسس ہے کہ انہارائے آفرینش سے نکر زمان نبوت تک جتنے بھی انبیاء و کرام علیہم السلام اور اللہ رب العزت کی برگزیدہ ہستیاں دنیا کی ہدایت کیلئے تشریف لائیں۔ اور اپنے اپنے نور ہدایت کے عالم میں اجا نا بھیلایا۔ اور حبیب اک حق بنوا شنگان ہدایت کو سیر فرمایا اور طایمان فیض کو فیض پہنچایا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے بھٹکے ہوئے راستے سے صراط مستقیم پر گئے۔ اور بھولے ہوئے منعم تحقیق کو پہچان لیا لیکن پھر بھی ان مقدس ہستیوں کو مطعون کیا گیا جہاں تک ہو سکا انکی ایذا رسانی کی گئی۔ انہاں اور الزامات کا طوفان پر یا ندھا گیا۔ انکے پاک و مان کو گام کلوج اور سبب و سبب سے طوت کیا گیا ایسے ہی جتنے اولیاء کرام و مشائخ عظام جن تک پیدا ہوئے۔ ان پر بھی طعن شیع کا باز آ کر م کیا گیا۔ اور کتنے جلاوطن اور شہر بدر کر دیئے گئے۔ اور کتنوں کو بے خانماں کیا گیا۔ خود حارسے آقا جابر بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سحر کہا گیا۔ مغتری اور کذاب کے خطاب سے پاکو کیا گیا جنکی کہ محبوں اور پاکل بھی بنائے گئے۔ واللہ عز و جل وفاق مقام۔ اور یہاں تک زور پہنچی کہ خود اللہ جل جلالہ پر بھی اتھرا من کیا گیا۔ اسی سلسلہ میں صحیح شاہ کرام فتوا ان اللہ علیہم وسلم جین کی مبارک ہستیاں میں کہ ایک گروہ نے انکو بھی برکبا۔ ان کی توہین اور ان پر تبر اور سبب و سبب توہم کر نیکیو اپنا دین بھجا۔ حالانکہ صحابہ کرام کو خداوند قدوس نے جو فضیلت بخشی اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی جو عزت کی اور تشریف فرما فی قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں انکے متعلق ذکر کا ذکر موجود ہے۔ مگر ایک گروہ جو اپنی دریدہ و سنی سے باز نہیں آتا بار بار ان پر لعن و طعن کرتا رہتا ہے۔ اور دل سے ہمیں کیا شکوہ خود ہمارے یہاں بعض ایسے حضرات موجود ہیں جو بیاد ہر سنی حنفی اپنے کو کہتے ہیں لیکن در حقیقت حجازی شعاریہ ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فاسق و فاجر تھے۔ بغور بالبتہ من والک۔ حجازی شعاریہ میں نے اسوجہ سے کہا کہ اصل میں شعار اس کو کہتے ہیں جو کھلم کھلا ہو۔ مگر طائفہ طبیعت رنگی محبت اور بزرگان دین کی مودت ظاہر کرتا ہے جب تمام لوگ اس کے دام کو پھریب نہیں جاتے ہیں تب اس عقیدہ باطلہ کا زہر لوگوں میں پھیلا کر ہر ایمان کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ العیاذ باللہ ہمارے

یہ اقبا سیر کسی حضرت مولانا عبد اللہ صاحب انکے صاحبزادگان کے زیوارت لکھنؤ سے شائع ہوتا ہے۔ جن کو اسنت و اطاعت کا واحد آگن کہنا چاہیے جو اہل شیع کے زہنوں پر انور سال کا اکیداٹ کر مقابلہ ر لایا ہے۔ اس کے علمی تحققات مضامین قابل واہیں۔ ہر ایک ذی علم سنی مسلمان کے گھر منا چاہیے۔ ۱۲۔

دیاریں بھی ایسے نام نہاد سنی حنفی جماعت کا وجود پیدا ہو چلا ہے اس لئے اس مسئلہ پر کچھ لکھنے کی جرات ہوئی۔ واللہ اعلمی من یشاء و الی صراط المستقیم۔

حضرات معلوم نہیں کس دل سے یہ لوگ بزرگانی کرتے ہیں قلم لرزتا ہے۔ اور دل دہلتا ہے۔ کہ وہ تقدس ہستیاں جنکی شان تمام امت کا اتفاق ہو۔ الصحابہ کرام حداد و (یعنی اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم) جن کے فضائل میں احادیث نبویہ کا خزانہ مہرور ہو۔ اور قرآن کریم جن کے ایمان اور قوت ایمان پر شاہ عدل ہو کیسے ان کی تعظیم کی جیسے۔ خواہ کیسا ہی انکی درجہ کا صحابی کیوں نہ ہو۔ بالخصوص جب تمام اسنت و الجماعت کا عقیدہ ہو۔ کہ کتنا ہی جڑا غوث قطب کیوں نہ ہو ایک اولی درجہ صحابی کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا جیسا کہ بزرگان دین کے مقالات گرامی قدر سے ظاہر و باہر ہے۔

چنانچہ از غوث الثقلین قدس سرہ منقول است کہ اگر در رہ گذر حضرت امیر معاویہؓ نشینم و گردنم اسب برین اوتد یا عث نجات می شناسم و فتاویٰ امدادیہ ص ۲۳ جلد ۴

”غوث الثقلین (حضرت شیخ عبد القادر قدس سرہ سے منقول ہے۔ کہ اگر حضرت امیر معاویہؓ کے رکھڑ میں بیٹھوں اور آپ کے گھوڑے کے سم کا غبار میرے اوپر پڑ جائے تو میں اکو باعث نجات خیال کروں سبحان اللہ کیا جلالت شان ہے۔ اور سنیئے۔

امام ہمام عبد اللہ بن مبارک سے سوال کیا گیا۔ کہ حضرت معاویہؓ افضل ہیں۔ کہ عمر بن عبد العزیز۔ ان کی شان میں میں اتنا ہے۔ کہ ان کو عمر ثانی کہا گیا۔ تو جواب دیا۔ واللہ ان الغبار الذی دخل فی انف فوس معاویہؓ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل من عمر باللف و حق و فسق معاویہؓ من فترۃ الخاۃ ۲۵۔ یعنی خدا کی قسم وہ غبار جو حضرت امیر معاویہؓ کے گھوڑے کی ناک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسا تھ گھسا ہے۔ عمر بن عبد العزیز سے ہزار درجہ افضل ہے۔ اسبطرح بہت سے بزرگوں کے ازال حضرت امیر معاویہؓ کی تقلید میں منقول ہیں۔ مگر منصف مزاج حضرات کیسے انہیں دونوں بزرگوں کی شہادت کافی ہے۔ اب آئیے کتب فن رجال کی بھی سیر فرمائیے۔

تقریب التہذیب میں ہے۔ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ خلیفۃ صحابی اسلام قبل الفتر و کتب الوحی۔ حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ فتح کے پہلے مشرف باسلام ہوئے۔ اور آپ نے بھی لکھی ایک شاعر اسی کے متعلق کہتا ہے۔

قد کان کاتب و جمیع و امیناً : سند الامان حاصیل و معاویہؓ
یعنی حضرت معاویہؓ کاتب و جمیع و امین ہوئی سند حال ہے۔ کہ وحی جیسا

وغيرها ولم يلزم من ذلك نقص احد منهم (فقوى ۲۷۲ مظاہر حق ص ۲۲۲) اور بہر حال وہ لڑائی
جو مابین صحابہؓ کا دل میں ہے اور اپنے زویہ وغیرہ میں متاؤل ہیں۔ اور ان اشیاء میں سے کوئی شے عدالت
سے انکو نہیں نکالتی۔ اس واسطے کہ صحابہؓ مجتہد ہیں۔ مسائل میں اختلاف محل اجتہاد میں فرمایا ہے جیسا کہ
امام مجتہدین صحابہؓ کے بعد دعا وغیرہ کے مسائل میں مختلف ہوئے ہیں۔ اور اس اختلاف سے ان میں سے کسی کا
نقص نہیں لازم آتا حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم امیر معاویہ کے منقول فرماتے ہیں عن عبد الرحمن
بن ابی عمیر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما قال المعاوینۃ اللہم اجعلہ ہادیا مہدیا و
اھدیا رواہ الترمذی مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۷ ابو عمیرہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ کیلئے حضور
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے اللہ معاویہ کو ہدایت کر نوالا۔ اور ہدایت پانیو الایمانی اور معاویہ
کے ذریعے سے لوگوں کو ہدایت دے اسی روایت کے تحت میں علامہ طیبی فرماتے ہیں۔ ولا اقیاب ان دعاء صلی
اللہ علیہ وسلم مستجاب فمن کان هذا حالہ تکفیر بیزاب فی حقہ (حاشیہ حوالہ بالا) یعنی آں
یات میں شک نہیں ہے کہ جو دعا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہؓ کے لئے فرمائی وہ خیر و مقبول
ہے پس جبکہ یہ حالت ہو کہ حضور اس کے حق میں دعا فرمائیں اور وہ مقبول بھی ہو تو اس کے حق میں کیونکر شک کیا جائے
حضرت امیر معاویہؓ کے نجی حالات: یہاں مظاہر حق بھی اسی روایت کی شرح میں لکھتے ہیں کہ حضرت
امیر معاویہؓ کا تلبس بھی تھے۔ اور بعض نے کہا کہ تلبس بھی نہیں تھے۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط میں تھے
اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں شام کے حاکم ہوئے اور بیس سال تک حکومت کی۔ اور اٹھتر سال کی عمر میں رحلت
فرمائی۔ آپ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تہبند اور چادر اور قمیص تھی۔ اور کچھ حضور کے موئے مبارک
اور ناخن تھے۔ حضرت معاویہؓ نے وصیت فرمائی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص میں مجھ کو کفنانا اور چادر
میں لپیٹنا اور تہبند یا ندھنا۔ اور میرے سجدہ کی جگہوں میں اور میرے حلق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
موئے مبارک اور ناخن یا ندھکر اور رکھکر اور ارحم الراحمین کے درمیان تخلیہ کر دینا۔ (مظاہر حق ص ۱۹۹) (۱۰۰)
اور احمد نے مشر میں عریض بن ساریہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے
سنا ہے کہ الہی معاویہؓ کو حساب و کتاب کھلاوے۔ اور اپنے عذاب سے انکو بچالے۔ نیز مصنف ابن ابی
شیبہ میں اور طبرانی کہ میں نے عبد الملک بن عمیر سے روایت کرتے ہیں کہ خود حضرت معاویہؓ نے کہا کہ مجھے خانہ
کی اس وقت سے امید تھی جس وقت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ معاویہؓ جب تو بادشاہ
ہو جائے تو لوگوں سے اچھی طرح پیش آنا۔ (زیان الامراء ص ۲۰۷) چنانچہ لوگوں کے ساتھ وہ حتی الوسع عدل
و انصاف کہتا رہے۔ حضرت معاویہؓ کو لکھنے والا حضور صلی اللہ کے مبارک ارشاد۔ لا تسبوا اصحابی

مذہب میں ہرگز نہیں لکھتا کہ کسی نے اسے سب سے سبب بظنی یا کوئی برکتھا۔ اور سب سے سبب مبارک ہے۔

مسلم اور حدیث اذا راہتم الذین یحبون اصحابی فقولوا لعنہ اللہ علی شراکم (ترمذی) کہی و عید
داخل ہے کہ جب تم ان کو دیکھو جو میرے اہل بیت کو گالیاں دیتے ہیں۔ تو کہہ دو تمہارے شر پر خدا کی لعنت ہے۔
سب صحابہؓ (گالی دینا) حرام ہے جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی سے ظاہر ہے۔ اور علامہ نووی
تحریر فرماتے ہیں۔ واعلم ان سب اصحابہؓ حرام فوا حش المحرمات سواء من لا یس الفتن منهم
وغیرہ لانہم مجتہدون فی ثلاث الحروب و متناہون الخ راویان نووی حرام ہے صحابہؓ کو گالی دینا قرآن
محرمات میں سے ہے۔ چاہے وہ صحابہؓ ہوں جو فتنہ میں ملائے ہوئے۔ (جیسے حضرت امیر معاویہؓ وغیرہ) کیونکہ وہ
بائمی جنگوں میں مجتہد اور متاؤل ہیں۔ وقال القاضی و سب احدہم من المعاصی الذکب باثر او قاضی نے
فرمایا کسی صحابی کو گالی دینا گناہ کبیرہ میں سے ہے۔ آپ کا کوئی بد طبعیت یا بد بخت ایسا ہو جو خود یا اثر
صحابہؓ کو گالیاں دے۔ تو اس کا کیا حکم ہے۔ لکھتے فرماتے ہیں۔ منہدین و مذہب جمہور انما یعدونہ
ولا یقتل وقال بعض المالکیہ یقتل (ترمذی) اور تہذیب کا مذہب یہ ہے کہ اس کی تعزیر جزی جلائے
اور بعض مالکیہ نے فرمایا کہ قتل کیا جائے۔

علامہ اکرام کے ارشادات مبارک کا خلاصہ ہوں۔ و یکف عن ذکر الصحابۃ الا لیس فی شرح عقائد
یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذکر سے روکا جائے۔ مگر خیر کے ساتھ۔ اس عبارت کے حاشیہ پر محشی جو الشرح
فقہ اکبر پر فرماتے ہیں۔ ولذا اذہب جمہور العلماء الی ان الصحابۃ کلمہ عدل قبل فتنۃ عقان
و علی کذا بعد ہا۔ یعنی اسی لئے جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ تمام صحابہؓ عادل ہیں حضرت عثمان
اور حضرت علیؓ کے فتنہ سے پہلے بھی اور ایسے ہی بعد فتنہ بھی۔ علامہ نسفی بھی اسی متن کی شرح میں فرماتے
ہیں۔ و بالجملة لم یقتل عن السلف المجتہدین و العلماء الصالحین جواز اللعن علی معاویہؓ و جواز
الجمہل سب مجتہدین اور علماء صالحین سے حضرت معاویہؓ اور اس کے شر کا رد جواز اللعن منقول
نہیں۔ لہذا اب محقق ہو گیا کہ علماء اسنت و الجماعت کے نزدیک حضرت معاویہؓ کو فاسق کہنا یا ان پر
لعن طعن کو جائز قرار دینا بدعت ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

جواب سوال مسئلہ طینت

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ انسانوں کی سزا و جزا نیک و بد اعمال پر موقوف ہے۔ فمن یعمل مثقال
ذرۃ خیرا یرہہ۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہہ۔ یعنی جو شخص ذرہ بھر کی کرے گا۔ اسکو دیکھ لیا
اور جو شخص ذرہ بھر بدی کرے گا۔ وہ بھی اسکو دیکھ لیا۔ قرآن میں دوسری جگہ ہے۔ الذین یؤتوا ان الاموال

تحریر فرماتے ہیں

۱۱۹ (شرح عقائد)

جائے غور ہے کہ حسب اعتقاد شیعہ تمام بھنگی چڑسی بشرانی۔ دھوم۔ میرانی۔ قلندر۔ کچنجر۔ جو اکثر شیعہ کہلاتے ہیں بمنہطوق احادیث منہ جرمہ ہول کافی چونکہ انکی سیدائش طہیت انبیاء کی زیادتی سے ہے۔ اس لئے قطعی جنتی ہیں۔ اور حسب روایت منہ جرمہ جلاء العیون یہی لوگ حلالی تزارہ ہیں۔ اور تمام نیرگان دین اہست الجمات و اولیاء کرام و مشائخ عظام و عوث و قطب و ابدال معاوضہ اللہ و ذرخئی اور غیر صحیح النسب میں ایسے اقوال ایک یہودی بے ایمان عبداللہ بن اسلم نے خود گھر کرائہ پاک سے منسوب کر دیئے ہیں تاکہ شیعہ لوگ امتیاز سے غرہ ہو کر جنت ان کے لئے واجب ہو گئی ہے۔ تمام بد اعمالیاں شراب خوری۔ زنا کاری۔ چوری۔ مافرقی کر کے دلا کریں۔ ان کی کوئی پرکشمش نہ ہوگی شیعہ غور کر۔ اور پھر غور کر۔

سُئِلَ السُّوَالُ مِثْلَهُ حَقًّا

شیشہ کا ایک یہ بھی ٹپک عجیب و غریب اعتقاد ہے کہ جب امام مہدی کا ظہور ہوگا اور حکومت کی
تولد ان کے ہاتھ میں ہوگی۔ وہ پہلا کام یہ کریں گے کہ مدینہ منورہ میں جا کر وید یافت کریں گے کہ ابو بکر و عمر و عثمان و امیر
المومنین کا کافی کتاب الروحہ مشکائیں لکھتے ہیں ابی یوسف علیہ السلام قال قلت لثلاث بعضہما یحلفون
بفیتانوں من خالفہم فقال انکم عنہم اجل ثم قال ولانہما یحلفان ان الناس کاہن اور انہما یحلفان انہما شیعتنا الخ یعنی
نہ ان علیہ السلام کہہ کیا حضرت بعض آدمی ہمارے مخالفین پر اقرار کرتے ہیں۔ اور ان پر بدکاری کی جہت لکھتے ہیں۔ اس پر انہم عاجز ہو گیا کہ ان
نہیچر بھیجے۔ اس کے بعد ان کا ایک جوہر بھیج دیا۔ جو کہ سوا تمام لوگوں کی دلالت نہیں کیا اور انہیں علیہ السلام کے ساتھ رسول اللہ

اگر خداوند متعال مجاہد تر ہو تو میری المذہب سے میرا لئے تو اس کے حکام زادہ اور مفتی ہونے کی ایک صورت ہوگی (دراغور ظہر حسین غفرلہ)

اِنَّ سَعْيَكُمْ سَوْفَ يَرْوِي لِيَنِ اِنْسَانَ كُو اِسْكِي سَعْيِ عَمَلِ كَا اِهي شَرْعُ مَلَكَا۔ اور اِسْكِي سَعْيِ كَا نَتِجَہ قَرِيبِ ہِي مِلْجَا اِيگَا۔
نیز قرآن کریم میں ہے۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ یعنی خدا کے نزدیک فضیلت اسی شخص کی ہے
جو متقی ہے۔ لیکن شیعوں کا عجیب و غریب عقیدہ ہے کہ انکی پیدائش اس طہیئت (مٹی) سے ہے جس سے
ائمہ کرام اور انبیاء پیدا ہوئے ہیں۔ اس لئے وہ نطعمی حنقی ہیں۔ خواہیے ہی بد اعمال کیوں نہ ہوں اور
کافروں اور شیعوں کی پیدائش فوسخ کی آگ سے ہے۔ اس لئے وہ یقیناً دو جہنمی ہیں خواہ کتنے ہی نیک عمل
اصول کافی مشہد میں باب طہیئت المؤمن والکافر میں اس کے متعلق بہت سی احادیث درج
ہیں۔ ہم ان کا موصف حاصل بیان کرتے ہیں علی بن حسین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے ابدان و
قلوب علیین سے پیدا کئے ہیں۔ اور مؤمنین یعنی شیعہ کے قلوب بھی اسی طہیئت سے پیدا کئے گئے ہیں۔ اور
کفار کے ابدان و قلوب سچین سے پیدا کئے ہیں۔ دوسری حدیث میں امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ مومن کی طہیئت
جنت سے ہے۔ اور کافر کی طہیئت نذر خ سے ہے۔ اسی حدیث کی اخیر میں تصریح ہے۔ طَہِیَّتُ النَّاصِبِ
مِنْ حَمَا مَسْئُوْنٍ نَّاصِبٍ یعنی سنی کی طہیئت شُرے کا رے سے ہے یعنی رزخ کی آگ سے ہے۔ ایک اور
حدیث ہے کہ صالح بن سہل نے امام جعفر صادق سے پوچھا کہ میں جوان خدا نے مومن کو کس طہیئت
سے پیدا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ انبیاء کی طہیئت سے پس یہ بھی پیدا نہیں ہوتا۔ (ظاہر ہے کہ شیعہ کی اصطلاح میں
مومن سے مراد شیعہ ہی ہوتا ہے جب اس احادیث سے نہایت ہوا کہ شیعوں کی طہیئت انبیاء کی طرح جنت
سے ہے۔ اور اس وجہ سے انکا جنس ہونا بالکل نکال ہے۔ تو اسکا صاف نتیجہ یہی ہے کہ شیعہ ہر چیز بد اعمالیاں کتنے
ہیں جنت ان کی میراث ہے۔

کتاب مذکور کے صفحہ ۳۵۹ میں ایک اور حدیث ہے کہ ایک شخص نے امام حنفیہ صادق سے کہہ کر کہ حضور پر کیا غلام عبد اللہ بن کیاں ہوں۔ آپ نے فرمایا میں آپ کی نسب سے تو واقف ہوں۔ لیکن مجھے نہیں پوچھتا اس لئے کہ میری پیدائش تو یہاں ہوئی ہے۔ لیکن پرورش ملک فارس میں ہوئی ہے۔ میں اکثر تجارت لڑگوں سے ملتا رہا ہوں بعض ایسے شخص ملا کرتے ہیں کہ ان کے اخلاق و عادات اچھے ہوتے ہیں۔ اور وہ بڑے امین ہوتے ہیں جب ان کی افتیش کی جاتی ہے تو ان کے دلوں میں آپ کے عبادت ہوتی ہے۔ اور بعض اشخاص ایسے ہوتے ہیں جو بڑے بد اخلاق اور خائن ہوتے ہیں لیکن وہ آپ کے محب ہوتے ہیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک طینت جنت سے کی اور دوسری دوزخ سے پھر ان دونوں طینتوں کو آپس میں ملا دیا۔ تو ہمارے دشمنوں میں جو حسن خلق اور کثرت امانت پائی جاتی ہے وہ اس جنت کی طینت کی ملاوٹ کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اور ہمارے شیعوں میں جو بد اخلاق اور بد ایمانی پائی جاتی ہے۔ وہ دوزخ کی طینت کی

ان کی باہرین اور حضرت عائشہؓ نے حضرت عائشہؓ کو ہاں کہاں سے فرمایا ہے جب لوگ ان کی قبول کا نشان دیں گے تو وطن سب کو کھینچ کر زندہ کر لیں گے اور حضرت علیؓ نے مسلمانوں کی قریب اور ان کی قریب کو بھی زندہ کر لیں گے اور ان کے روبرو احباب و ازواج رسولؐ اور ان کے اتباع کو طرح طرح کی اذیت پہنچا کر چاروں کو مار دیں گے۔ اور ان کی لاشیں کو درختوں سے لٹکا دیں گے۔ حضرت علیؓ نے مسلمانوں کی ذریت اور عورتوں پر انتقامی منظر و کھوار باغ ہو جائیں گے۔ اس مسئلہ کے متعلق ملاحظہ فرمائیے۔ ایک رسالہ درج بحث لکھا ہے۔

ہم پوچھتے ہیں کہ جب علی المرتضیٰؓ نے باوجود اس قدر اذیت و ستم کے ان حضرات پر غالب نہ ہو سکے اور اپنی تمام عمر ان سے کفر و کینہ میں گزار دی۔ ان کی گروہ میں رسوا و لکڑی بٹیا گیا معا و اللہ غاتون جنت کے بطن مبارک پر ضرب لگا کر محسن کو شہید کیا گیا۔ دیکھو وہاں اللہ تعالیٰ نے ان کی زندگی میں ہی نہیں بلکہ ان کی وفات کے بعد بھی ان کے دل پر ایسا عذاب طاری کیا کہ ان کے علاوہ کوئی عمل بھی کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ نہ وراثت کا طالعہ پر رزق و مال کر سکے۔ اور نہ نماز تراویح کو موقوف کرنے کی ہمت ہوئی۔ نہ مقبضہ کے کاروبار کو رواج دیکھے تو اب آپ کے پوتے امام مہدیؑ نے انہوں نے اپنی تمام عمر نفی ملوک و سلاطین سے ڈر کر غار سرمن زری میں میں چھپوس رہے۔ اور غار سے کھم باہر نہ نکلا۔ اب ان میں ایسی جرأت کہاں سے جا سکتی کہ ان ہمارے اسلام غلام طاقت کیریوں آیتیں لکھ کر حضرت علیؓ کے سر پر ڈال دے اور ان کے شیعوں کا دل ٹھنڈا کر دیں گے۔ ان ہذا الالبہتان عظیم اب متنازعین کی بحث ختم ہو چکی فضائل و کمالات کا قرآن کریم اقوال و افعال پر کتب معتبرہ شیعہ و اہل باج کا شیعہ کتب و غیرہ جیسے کتب مسابیل بھی بیان ہو چکے ہیں تو ناظرین شیعہ حیران نہ ہوں گے کہ اس عجیب و غریب مذہب کی آخر ابتدا کس طرح ہوئی۔ اس لئے اب اس کے متعلق بھی کچھ تذکرہ کر دیا جائے تاکہ ناظرین کی حیرت رفع ہو جائے۔ کتب تاریخ میں لکھا ہے کہ اس مذہب کا مؤید و خیر الشریعین سید ابوبوری ہے۔

عبداللہ بن سبا

شیخ طوسی نے (مستدرک) لکھا ہے کہ یہودی تھا۔ بعد ازاں اسلام لایا لیکن اندر سے اسلام کا سخت دشمن تھا۔ یہ یکتا یکتا اسلام کی جہاد و جہد میں سرگرم تھا۔ اور اسلام اللہ کی طرف سے بھی اتنی کہ دوستوں کے بھی میں دشمنی کر کے تاریخ طبری میں اس کا یوں حال لکھا ہے۔ عبداللہؓ یہودی مسلمان ہوا تاکہ حضرت عثمانؓ سے اس کی کچھ عزت کرے۔ حضرت عثمانؓ نے کچھ بھی اس کے حال پر توجہ نہ کی۔ اس لئے وہ بد نصیب انہی حضرت عثمانؓ کی عیال و عیالان کرنا تھا۔ اس نے غریب و محتاج کا کھانا کھا دیا۔ (مختصر تاریخ طبری باب اول)

شیعہ کی مستند کتاب اطواق الحامیہ بحث امامت پر سید بن غفلہ سے یہ روایت درج ہے۔
 اِنَّہٗ قَالَ مَرَرْتُ بِقَوْمٍ یَّقْضُونَ اَبَیْکَ وَیَقْرَئُونَ فَاخْبَرْتُ عَلِیًّا وَقُلْتُ لَوْلَا اَنْتُمْ یَقْضُونَ اَبَیْکَ تَقْضُوْنَ مَا عَلِمْتُمْوَا مَا خَبَرْتُمْوَا عَلِیٌّ ذَلِکَ عِبْدُ اللّٰهِ بَیْنُ سَبَاہُ وَاَسْرَہُ کَانَ اَوَّلَ مَنْ اَظْهَرَ ذَٰلِکَ فَقَالَ عَلِیٌّ اَتَقُوْذِیَا اللّٰہَ رَاحَہُ مَا اللّٰہُ رَاحَہُ تَقْضُوْا وَ اَخَذَ بِمِیْدِیْ وَ اَدْخَلَنِی الْمَسْجِدَ فَمَعَدَ الْمُنْبَرَ ثُمَّ قَبَضَ عَلِیُّ الْحِجَّتَہُ وَ جَعَلَ یَنْظُرُ لِلْبَقَاجِ حَتّٰی اجْتَمَعَ النَّاسُ ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ مَلَکَکُمْ یَوْمَ یَذْکُرُوْنَ اَخُوْیَ رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ رُوْضِیْنِیَّ وَ صَاحِبِیْنِیَّ وَ سَیِّدِیْ قُرَیْشٍ وَ الْکَوْنِ الْمُسْلِمِیْنَ وَ اَنَا بَرِیٌّ مِّنْہُمْ اَکْرَمُ اَعَاظِہُمْ وَ اَعَزَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ بِالْحَدِّ وَ الْوَقَافِ بِالْحَدِّ فِیْ اَمْرِ اللّٰہِ یَا مُرَّانَ وَ یَتُھِمَانِ وَ یَقْضِیَانِ وَ یُکَاۡفِرَانِ لَا یُرِیْ رَسُوْلٌ صَلَّعُمْ کَرَامَہُمْ مَا دَآیَا وَ لَا یُحِبُّ کُفْرَہُمْ مَا حَبَابَ اَسَیْرَی عَزَمَہُمْ اَفِیْ اللّٰہِ فَفَقِضْ وَ هُوَ عَمَّہَا اَرْضِی الْمُسْلِمُوْنَ وَ اَصْحَابُوْنَ لَمَّا تَجَاوَزَ اَتٰی اَمْرَہُمَا وَ سَیَّرَ تَھْمَا اَرٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّعُمْ وَ اَمْرَہُ فِیْ حَیَاتِہَا وَ بَعْدَ مَوْتِہَا فَفَقِضَا عَلٰی ذَٰلِکَ رَحْمَہُمَا اللّٰہُ قُوْلَ الذِّیْ خَلَقَ الْحَبِیۃَ وَ بَرَّاءَ الْقَسَمَہُ لَا یُحِبُّہُمَا الْاُمُوْمُوْنَ قَاۡصِلٌ وَاَیُّ یُفِضُہُمَا اِلَّا شَہِیْ سَاۡرِقٌ وَ حِیْہُمَا قُرْبَیْنَا وَ یُعْصِمَا مَوْتٌ۔

راوی گئے۔ اور تمام مسلمان ان سے راضی ہوئے۔ انہیں نے کافر و مشرکوں میں حضورؐ کی مرضی مبارک سے اپنی زندگی میں تجاوز نہ کیا اور اپنی وفات کے بعد بھی اپنی اپنی ایلخ کی اسی بات پر دونوں کی وفات ہوئی۔

راوی کہتا ہے میں ایک گروہ کو ملا جو عجم کی تھیں سنا کرتے تھے میں نے حضرت علیؓ کو اطلاع دی۔ اور انہیں کہا کہ اگر تم غیبی طور سے ان لوگوں سے متعلق نہ ہو تو ان کو ایسا کرنے کی جرأت نہ ہو۔ عبداللہ بن سبا پہلا شخص ہے جس نے اپنا خبیث باطن ظاہر کیا حضرت علیؓ نے کہا میں ان لوگوں سے پناہ مانگتا ہوں خدا آئین پر رحمت کرے۔ پھر آپ نے میرا لہو پکڑ کر شیعہ میں ڈال دیا جو منبر پر چڑھے۔ پھر اپنی ریش مبارک مٹھی میں پکڑ لی اور وہ متقی تھی۔ آپ نے آنسو بہا کر اسی پر گرنے لگے۔ آپ سجدہ کے مکانات دیکھنے لگے۔ مٹی کو گدگد جمع ہو گئے۔ پھر خطبہ شروع کیا کیا حال ہے اس گروہ کا جو رسول اللہؐ کے بھائیوں آپ کے دو وزیروں۔ آپ کے دو یاروں۔ قریش کے دو سرداروں۔ مسلمانوں کے دو باپوں کا اہانت سے ڈر کر گئے ہیں میں ان کی اس جرأت سے نرا ہوں اور میں انہیں اس بات پر سزا دوں گا۔ رسول خداؐ کے دو احباب تھے جو جہاد و جہد اور وفاداری احکام الہی کی تبلیغ کرتے تھے۔ امر و نہی کرتے اور صلوات کرتے اور حضورؐ کو سزا دیتے تھے۔ رسول خداؐ انکی رائے کے بل بوتے کی رائے نہ سمجھتے تھے۔ اور انکی محبت کے برابر کسی کی محبت تصور نہ فرماتے تھے۔ کیوں کہ آپؐ نے ان کو کافر و ایمان مستعد و مضبوط پایا۔ آپؐ ان سے راضی گئے۔ اور تمام مسلمان ان سے راضی ہوئے۔ انہیں نے کافر و مشرکوں میں حضورؐ کی مرضی مبارک سے اپنی زندگی میں تجاوز نہ کیا اور اپنی وفات کے بعد بھی اپنی اپنی ایلخ کی اسی بات پر دونوں کی وفات ہوئی۔

کیا لطف جو غیر سرورہ کھولے جادو وہ جو سرچڑھ بولے۔
حضرت شیخ کو جب کہا جائے کہ مذہب پاک شیخ کا موجد عبد اللہ یہودی ہے۔ وہ سخت گھبرا کر اٹھ اٹھا
کہنے لگتے ہیں۔ ان حضرات کو بات بالاپر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہئے۔ بہر حال بقول شخصے۔ ع
ساتھ انکار کے پردہ میں کچھ اقرار بھی ہے۔

شیخہ حضرات لاکھ چھپائیں جن زبان جاری اس امر کا انکو اعتراف کرنا پڑا ہے۔ بیشک عبد اللہ بن
سبا یہودی نے موالات علی رضہ کی ہیں میں حضرت شیخین فر سے بعض دعائوں کی تعلیم خفیہ و علانیہ دی جلاوطنی
کی سزا بھی پائی جناب امیر علیہ السلام نے برسر منبر اسکو اسکی ذریت کو چھکار بھی کی۔ لیکن جو شراست کا
تخم بوجھا اس نے اترا اور ہونا تھا۔ پہلے قید کی صورت میں مردان ابن سبا کو سب صحابہ کرتے رہے۔ اب
علانیہ ہونے لگی۔ اعاننا اللہ منہ۔

شیخہ کے مختلف فرقے

چونکہ بانی مذہب شیخہ عبد اللہ بن سبا کی اہل غرض تخریب اسلام اور مسلمانوں میں نا اہل قاتی پیدا کرنی
تھی اس لئے اپنے زمانہ جلاوطنی میں مختلف بلاد میں مختلف قسم کی تعلیم دی بعض کو یہ کہا۔ کہ اعلیٰ خدا میں۔
انسان کی شکل میں دنیا میں آئے بعض کو کہا۔ کہ وہ نبی ہیں۔ وحی ان کے پاس آتی تھی۔ لیکن غلطی سے خبر ملی
چھڑ کے پاس لے گیا تھا بعض کو کہا۔ کہ وہی نبی ہیں۔ اور خلیفہ بلا فصل۔ اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ شیخہ کے بے تعداد
فرقے پیدا ہو گئے۔ انکی تفصیل فقہاننا عشریہ و دیگر کتب مبسوطہ موجود ہے۔ لیکن ہم نے چونکہ اسی قدر بیان
کرنا ہے جس کا ثبوت کتب شیخہ میں موجود ہو۔ اس لئے ہم کل فرقہ جہات کی تشریح کرنا ضروری نہیں سمجھتے
کتب شیخہ میں تصریح ہے کہ ایسے بھی شیخہ ہیں کہ جو جناب امیر علیہ السلام کی الوہیت کے قائل ہیں بعض
ان کی نبوت کے معتقد ہیں۔ اور وہ زیادہ ہیں جو ان کو وہی نبی اور خلیفہ بلا فصل مانتے ہوئے ان کی تعریفیں
فلو کرتے ہیں۔ کہ رسول پاک سے بھی انکو زیادہ فضیلت دیتے ہیں۔ بلکہ خدائی صفات سے ان کو متصف
گزارتے ہیں۔

حق الیقین ادو صفت میں ہے۔ کہ ان بزرگوں کے غرائب احوال و محاسن صفات اور حالات غیب
کی خبر دینے اور تمام محجوزوں کے سبب جو ان کے سبب مشاہدہ کرتے تھے۔ غالبوں میں سے بعضوں کو
ان کی پیروی کا اور بعضوں کو ان کی خدائی کا اعتقاد ہے۔

اسی کتاب کے ص ۱۹ میں ہے بعض فالیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ حق تعالیٰ نے اٹھ ہدیٰ کو پیدا کر کے
فلت عالم کو ان زندگواروں پر چھوڑ دیا۔ پھر اسی کتاب کے ص ۱۹ میں لکھا ہے بعض غالیان شیخہ کہتے ہیں۔ کہ
حق تعالیٰ نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اٹھ ہدیٰ میں حلول کیا ہے۔ یا ان کے ساتھ متحد ہوا ہے۔ یا ان کی صورت
میں ظاہر ہوا ہے۔

نیز حق الیقین ص ۱۹ میں ہے بعض فالیوں کا یہ قول ہے۔ کہ حضرت امیر حضرت رسول صلی اللہ علیہ
وسلم سے افضل تھے۔

حق الیقین کی ان روایات سے ثابت ہوا کہ شیخہ میں ایسا فرقہ بھی موجود ہے جو جناب امیر علیہ السلام
کو پیغمبر خدا مانتے ہیں۔ ایک فرقہ کا اعتقاد ہے کہ امیر علیہ السلام بلکہ تمام اہل بیت مخلوق خدا کے جملہ
امیر کے کفیل ہیں۔ رزق دینا۔ نفع و نقصان پہنچانا۔ موت و حیات سب ان کے اختیار میں ہے۔ خدا
نے صرف انکو پیدا کیا ہے۔ پھر عقل سونپا۔ اور خدائی کے کل اختیارات ائمہ اہل بیت کو مل گئے۔ ایک فرقہ اس
امر کا معتقد ہے کہ خدا نے رسول اور حضرت علی رضہ اور ائمہ اہل بیت میں حلول کیا ہے۔ اور ان سے متحد ہو گیا
جیسا ان کی شکل میں ظاہر ہوا ہے۔ ایک فرقہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ بانی حضرت رسول سے افضل ہیں تو الیقین
میں تصریح ہے کہ یہ سب شیخان علی رضہ ہیں۔ اور ان کے اور دیگر ائمہ ہدیٰ کے جہرات اور صفات قدرت اور علم
غیب کے مشاہدات کی وجہ سے ان کی الوہیت کے قائل ہوئے ہیں۔ بقول شخصے۔ ع۔
اے باوصیا ایں ہمہ آورہ تست

یہ ساری جہرانی یہودی یعنی صفائی (ابن سبا) کی ہے جس نے اس نئے نزلے مذہب کی ایجاد
کے اپنی تاثیر صحبت اور تعلیم ظاہری اور باطنی سے اپنے متبعین (شیخہ) میں یہ میرٹ پیدا کی۔
اوپر چھو تو بعض نہیں بلکہ تمام شیخہ جناب امیر علیہ السلام اور ائمہ اہل بیت کو اگر خدا نہیں
تو شریک خدا ضرور مانتے ہیں۔ کیونکہ کافی کلیدی میں ایسی احادیث موجود ہیں کہ ائمہ ہدیٰ علم مآکات و مآ
یکوت رکھتے ہیں۔ مزاحمت ان کے اختیار میں ہے چاہے مری چاہے زندہ ہیں۔ آسمان و زمین و ما فیہا کا
انکو کلی علم ہے حق الیقین ص ۱۹ میں جناب امیر علیہ السلام کا قول درج ہے۔ کہ بادل اور برق و
عد و نور و ظلمت ہوا اور پانی اور زریا سورج چاند سب کچھ میرے تابع حکم میں اب بتائیے خدائی کونسی صفت
باقی رہ جاتی ہے۔ غرض وہ تمام خیالات جو دوسرے فرقوں میں پائے جاتے ہیں فرقہ امامیہ۔ آئنا عشریہ
کی کتب حدیث و تفسیر میں انکی تعلیق موجود ہے۔

ہناتے ملک کے شیخہ کے اعتقادات غالی شیعوں سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ اعداد اٹھتے۔ بیٹھتے چلتے

تھے یا اللہ کہنے کے بجائے یا علی کہ کاورد پھارتے ہیں۔ السلام علیکم کی بجائے انہوں نے مسلمانوں سے
الکس جو سلام بنالیا ہے۔ کیا علی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ان کے عقیدہ کی گواہی دے سکتے ہیں کہ وہ نبی نہیں
تھے پوری تصدیق ہوتی ہے۔ اور آپ کی نبوت یا انشال اللہ تعالیٰ ہونے کا یقین تو رنگ پریشی میں لایا
ہوا ہے چنانچہ اشعار میں ان کے اندر مٹی بھیج خیالات کی ترجمانی کرتے ہیں۔

(۱) غَاظَ الْأَمَیْنُ لَمَّا أَرَاهُمْ خَبِیْثًا بِعِیْنِ جِبْرِیْلَ امِیْنٍ لَمْ یَعْلَمِ بِرَبِّیْتِ عَلِیٍّ نَبِیُّ کَوْنِی۔

(۲) جبریل کہ آمد نہ بر خالق بیچوں قد پیش محمد شد و قصود علی بود۔

و جبریل جو در گاہ الہی سے آیا اور محمد کے پاس چلا گیا۔ در حال مقصود و تو علی نہ تھے۔

چونکہ شیعہ کے تمام فرقے اسی یونیورسٹی کے درس یافتہ ہیں جو عبداللہ بن سبائے قائم کی اسلئے
معنفات میں ان کا متحد ہونا قدرتی اور لازمی بات ہے۔ غرض یہ سب کچھ ہم اپنی اسی استناد ازل
و ابن سبائ کی ہے۔

برخس و خمار کہ در راہ نمودے دارد آخیز باد صبا این ہمہ آوردہ تست
خل میں ایسے مشترکات خیالات سے بچائے۔ اور تمام مسلمانوں کو صراط مستقیم پر چلنے کی
توفیق بخشے آمین ثم آمین۔

شیعہ کا ادعائے قدامت

شیعہ کہتے ہیں ہمارا وجود قدیم سے ہے۔ تمام پیغمبر شیعہ تھے۔ آدم۔ نوح۔ ابراہیم موسیٰ
سب شیعہ تھے۔ رسول پاک بھی شیعہ تھے۔ ع

ہیں فہم و ادراک باید گریست

ان کو اتنی کچھ بھی نہیں کہ شیعہ خارجی کا وجود تو اس وقت سے ہے جب بقول ان کے غضب خلافت
ہوا جو لوگوں میں یاروں کو نہیں ملنے اور ایک حضرت علیؓ کو ملنے ہیں۔ وہ شیعہ اور افضی کہلاتے ہیں
پھر پیغمبروں نوح۔ ابراہیم۔ موسیٰ کا شیعہ ہونا چاہئے معنی دار جب نہ حضرت علیؓ نہ تھے۔ نہ لای یاران نبی اور حضرت
رسول پاک اگر شیعہ ہوتے تو میں یاروں کو ان کے دیار میں جگہی کا تہ کو ملتی۔ وہ رسول کے شام و سحر کے فرق
مسافر و حضر کے ہمدم کہیں ہوتے حضورؐ ان کو اپنی بیٹیاں نہ دیتے نہ ان کی بیٹیاں لیتے یہ تو فیصلہ کیا گیا کہ آپ
شیعہ نہ تھے۔ ورنہ میں یار یاران نبی کہلاتے۔ ان حضرت علیؓ کو بھی شیعہ نہ تھے۔ ورنہ ان کے شیعہ کا ہرگز میں ان کے معین

و مددگار نہ بنے ہوتے۔ ان کے پیچھے نازیں نہ ہوتے۔ غنائم سے حصہ نہ لیتے۔ اپنے فرزندوں کے نام ان کے ناموں کے
نہ رکھتے۔ اپنی بیٹی اور کاہنہ خلیفہ دوم حضرت امیر المومنینؓ کو نکاح نہ دیتے۔ انکی مدح و توصیف میں رطب اللسان
نہ تھے۔ غرض دربار و گنہگاروں کی طرح شیعیت کو جگہ نہ ملی۔ بلکہ آپ جمع وامت میں برسرِ تہ
اصحاب رسولؐ کی تفریق کر کے شیعیت کی مذمت فرماتے رہے۔ ہر چند کائنات پر شیعیت کا سرخ چلتا ہے
تو اسی ابن سبائ سے جس کو حضرت امیر المومنینؓ و مددگار مہدیین رسولؐ سے نکال دیا تھا۔ اور وہ ہناب بہ
ملک مارا یا کھنڈا رہا۔

اب ہم قرآن پاک کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ کہ قرآن کریم میں شیعیت کی کیا فیصلہ ہے۔ شیعہ بڑا
ناز کیا کرتے ہیں کہ ہمارا نام قرآن مجید میں بھی ہے۔ لیکن سنیوں کا نام و نشان قرآن میں نہیں ملتا
یہ معلوم نہیں کہ قرآن میں جہاں ایسے لفظ شیعہ لکھا ہے۔ اس سے روکنا اشار میں۔ اور پس آؤ قرآن پاک
ورق گردانی کریں پھر شیعہ تھا میرے پاس کا معنی تلاش کریں۔ شاید شیعہ نہ رہا میں سے کسی کو کچھ آچلے
کہ یہ محسوس نام قرآن پاک میں نیکوں کے بجائے بدوں کے حق میں استعمال ہوا ہے۔

لفظ شیعہ کی مذمت قرآن میں

(۱) اِنَّ فِرْعَوْنَ مَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلًا شِيعًا واپارہ ۲۰ پاؤ ۱) یعنی فرعون نے زمین پر
مسرکشی کی اور اہل ملک کو شیعہ بنا دیا۔ و شیعہ مبارک

(۲) اِنَّ الْكَافِرِيْنَ فَرَقُوْا وِیْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيعًا گستاخ منہم فی شئی واپارہ ۸ پاؤ ۱) قرآن میں لگو
نے اپنے زمین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور ہر گز شیعہ نہ میرے حبیب تیرا ان سے کوئی تعلق نہیں
شیعہ کی مستند تفسیر عمدة البیان جلد ۱ صفحہ ۱۸۷ میں اس کا خلاصہ یوں لکھا ہے۔ کہ اسکا شیعہ شیعہ
کا لفظ ہو اور نصاریٰ وغیرہ پر استعمال ہوا ہے۔

(۳) قُلْ هُوَ قَادِرٌ عَلٰی اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْکُمْ هَآءِ اٰیٰمًا مِّنْ فَوْقِکُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِکُمْ اَوْ یَلْبِسَ کُمْ
شیعہ واپارہ ۷ پاؤ ۳) یعنی اللہ اس بات پر قادر ہے کہ مجھے عذاب تم پر اوپر سے اور تمہارے پاؤں کے
نیچے سے یا تم کو شیعہ شیعہ بنا کر اس میں ڈرائے یعنی ایسے عذاب میں اس قدر کم کو خراب کرے عمدة البیان
جلد ۱ صفحہ ۱۸۷ میں ہے۔ کہ یہاں شیعہ شیعہ کا لفظ شریوں۔ فقہ بانوں اور فساد یوں پر استعمال ہوا ہے۔

(۴) وَلَا تَكْلُوْا مِمَّا مِّنَ الْمَشْرِیْمِ مِنَ الَّذِیْنَ فَرَقُوْا وِیْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيعًا واپارہ ۱۲ پاؤ ۱)

شیعہ بھی کہتے ہیں کہ سنیوں کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں۔ اس لئے ہم لفظ سنت کی قرآن میں تلاش کرتے ہیں۔

قرآن میں لفظ سنت کی تعریف

(۱) سُنَّتِ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَقْدُورًا رَحْمَةً البیان جلد ۱ ص ۱۸۰
 میں ہے کہ سنت طریقہ اللہ کا ہے جو چلا آیا ہے اگلے پیغمبروں میں۔
 (۲) يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَ الصَّافِينَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا مِنْ تَحْتِ بَنَاتِكُمْ وَعَلَيْكُمْ ط
 (بارہ ۵ پاؤں ۱۸۰) عذۃ البیان جلد ۱ ص ۱۸۰ بدلت کرے اللہ تم کو طریقہ ان لوگوں کے جو پہلے تم سے
 مثل ابراہیم اور اسمعیل کے گذرے۔

(۳) سُنَّتٌ مِّنْ أَوْسَلْنَا قِبْلَتِكَ مَنِ اسْتَأْذَنَ لَنَا نَحْنُ مِيلًا ط سنت طریقہ ان رسولوں کا ہے جو پہلے بھیجے ہم نے اور نہ پائے گا تو میری سنت و دستور میں تفاوت یعنی سب رسولوں میں اسی طرح میری سنت کا طریقہ چلا آیا ہے عذۃ البیان جلد ۲ ص ۲۸۵ میں ہے طریقہ رکھنا ان رسولوں کا کہ تحقیق بھیجا ہم نے ان کو تھوڑے سے پہلے پیغمبروں سے کہ جو کوئی پیغمبروں کو جھٹلاوے تو ہم ہلاک کر دیتے ہیں ان کو اور نہ پائیں گے اس لئے اس سنت اور طریقہ ہمارے کے پھر جانا۔
 (۴) سُنَّتِ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِ وَلِئِنْ نَحْنُ لَنَسْتَبْدِلَ بَلَدًا بَلَدًا رَّاهُ ۲۶ پاؤں ۲۰
 عذۃ البیان جلد ۲ ص ۱۸۰ میں ہے یعنی سنت طریقہ اللہ کا ہے جس کو کوئی تغیر نہ کرے اور انہیں ہے۔

(۵) قَدْ خَلَتْ سُنَّتُ الْأَوَّلِينَ ط بارہ ۱۴ پاؤں ۱۰ گذر چکا طریقہ پہلے لوگوں کا۔
 (۶) الْآرَآنُ نَأْتِيهِمْ سُنَّتُ الْأَوَّلِينَ ط بارہ ۱۵ پاؤں ۱۰ عذۃ البیان جلد ۲ ص ۲۸۵ میں ہے یعنی پہنچا ان کو طریقہ خدا کا ہلاک کرنے والا اگلے لوگوں کو۔

(۷) سُنَّتِ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ وَخَسِرَ هَٰذَا الْكَافِرُونَ عذۃ البیان جلد ۲ ص ۱۸۰ میں ہے سنت طریقہ خدا کا ہے اس کے اگلے بندوں میں چلا آیا ہے
 (۸) وَتِلْكَ آيَاتُ الْكَافِرِينَ الَّذِينَ يَلْعَنُونَ أَلْسِنَهُمْ مَّا تَدَّ سُلْفُ أَنْ يَسْجُدُوا لِلَّهِ مَصِفَتٌ سُنَّتِ الْأَوَّلِينَ ط کفار کو کہہ دیجئے اگر وہ باز آجائیں۔ ان کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگر انہوں نے پھر وہی گناہ کیا۔ تو پہلوں کا طریقہ گذر چکا ہے۔ یعنی خدا ان سے وہی سزا کرے گا۔ جو پہلے سے اس کا دستور چلا آتا ہے۔

(۹) فَهَلْ يَتَذَكَّرُونَ الْأَمْرَ لَعْنَتُهُ الْكَافِرِينَ وَلَكِنْ يَسْتَكْبِرُونَ سُنَّتِ اللَّهِ تَبْلِيًّا ط یعنی وہ نہیں سمجھیں گے مگر پہلوں کے طریقہ کو اور خدا کے طریقہ میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

ان تمام آیات قرآن میں لفظ سنت کی خدا یا رسول کی طرف اضافت ہے۔ اور پھر سنی اور اہلسنت وہ لوگ ہیں جو سنت رسول کے پیرو ہیں۔ یہی رسولی گروہ تتبع المسنت ہے۔ اس کی تاکید رسول پاک اور ائمہ ہدٰی کرتے رہے۔ کہ سنت رسول کو کبھی نہ چھوڑنا لیکن آج مدعیان اسلام سے ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا ہے جو یہاں تک کہ لفظ سنت اور اہل سنت پر فخر کرتے ہیں۔ ہم اس امر کا ثبوت کثرت شیعہ سے دینا چاہتے ہیں کہ رسول پاک اور ائمہ اہلبیت سنت رسول کے اتباع کی فرماتے رہے۔

اتباع سنت کی تاکید

(۱) جلاء العیون اردو جلد ۱ ص ۱۸۰ میں ہے شیخ مفید و شیخ طوسی نے روایت کی ہے کہ جب حضرت رسول نے حجۃ الوداع سے مراجعت فرمائی اور حضرت ام کو معلوم ہوا کہ کعب زمانہ وفات قریب ہے ہمیشہ خطیب بنے بلع فرماتے تھے۔ اور لوگوں کو اپنے احکام کی مخالفت اور اپنے بعد فتنہ و فساد کرنے سے منع فرماتے اور ورنے تھے اور وصیت فرماتے تھے کہ میرے طریقہ سنت سے دست بردار نہ ہونا۔

(۲) کتاب مذکور ص ۱۸۰ میں جناب انصاری کی آخری وصیت کے الفاظ یوں درج ہیں میری وصیت تم سے یہ ہے کہ شرک بنی اور نہ کرواؤ اللہ اور کسی چیز کو اس کی عبادت نہ کرنا۔ اور سنت و طریقہ حضرت رسول کو ضائع نہ کرنا۔

(۳) بیج البیاض ص ۱۸۰ میں ہے میں تم کو چیزوں کی وصیت کرتا ہوں۔ ایک خدا کو واحد سمجھنا دوسری مخلوق کی سنت کو ضائع نہ کرنا۔

(۴) کتاب مذکور ص ۱۸۰ میں ہے امام وہ ہے جو سنت نبوی کا عامل ہو۔ اسی کتاب کے ص ۱۹۳ میں ہے۔ وہ امام قرآن و سنت پیغمبر کو زندہ کرے گا۔

(۵) فروع کافی جلد ۲ ص ۱۸۰ میں ہے۔ فَمَنْ وَصَّيْتُ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي ط جو شخص میری سنت سے رو کران ہو۔ وہ مجھ سے نہیں ہے۔

دیکھئے رسول پاک اور جناب ائمہ جو وصیت بوقت وفات فرمائی۔ وہ اتباع سنت رسول ہے۔

اہم کی تعریف ہی یہ بیان کی کہ جو سنت نبوی کا حامل ہو۔ اور جو سنت پیغمبر کو زندہ کرے۔ پھر جو لوگ لفظ سنت یا اہلسنت پر کھنکھرتے ہیں۔ وہ رسول پاک اور حضرت علی المرتضیٰ کے اقوال کو چھوڑتے ہیں بیشک بقول رسول و ائمہ اہلبیت بشہادت کتب شیعہ وہی فرقہ حق ناجی ہے جو اہل سنت کہلاتا ہے۔ اہل شیعہ کی ہر شری قرآن سے پڑھ چکے ہو۔ اور یہ بھی لفظ شیعہ کا اطلاق قرآن میں جا بجا فرمونی گروہ کفار و مشرکین یہود و نصاریٰ پر ہوا ہے۔ پھر تعجب ہے کہ شیعہ کہتے ہوئے نہیں شمراتے کہ شیعہ کا ذکر تو قرآن میں ہے لیکن اہل سنت کا قرآن میں نام و نشان تک نہیں۔ ٹھیک ہے۔

اول ہی سے پھر کر رہے غیبت خلافت کے۔ لیتا تھا کام مذہب کا شکم میں یہ منافق کے

شیعوں کی احادیث

اس سے پہلے ہم کافی بحث کر چکے ہیں۔ کہ شیعوں کا اس قرآن پر ایمان نہیں ہے۔ اور جس قرآن جمع کو علی پر ایمان کا ایمان ہے۔ وہ ابھی غار سے باہر نہیں نکلا اور ظلم ہے۔ تاثرات از عراق اور وہ شیعہ مارگریزہ مردہ شیعہ۔ لاکھوں شیعہ اس قرآن کی انتظار میں مر گئے اور کھڑوں آئندہ میں گئے لیکن اس مومہم قرآن کا ملنا محال۔ اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ حدیث کا سر یا شیعہ کے ہاں کہاں تک پایا جاتا ہے۔ ہم دلائل سے بیان کریں گے کہ صحیح حدیث کی طرف سے بھی ان پیچاروں کو صاف جواب ہے۔ اول اس کے درجہ حدیث ایسے ملے ہیں کہ ان کے سرغٹوں پر ائمہ اہلبیت کو اعتبار نہ تھا۔ انہوں نے ائمہ ہدیٰ کو بخت سست کہا۔ ائمہ نے ان کو کو سا کہتے شیعہ میں تصریح ہے کہ وہ خدا ائمہ ہدیٰ پر جھوٹ باندھتے اور جھوٹی حدیث بناتے کہ ان سے منسوب کیا کرتے تھے۔

راویان حدیث

راویان حدیث شیعہ کا بہت بڑا رویہ زہار بن امین ہے۔ کتاب کافی کی ثلث احادیث اسی کی روایت میں اور مجاہد بن اسلم بالبحث ہے۔ رجال کشی مثلاً اس کی نسبت امام جعفر صادق فرماتے ہیں زہار بن شریک بن ابی ہریرۃ و انصار بنی رجال کشی مثلاً یعنی زہار بن یہود و نصاریٰ سے بھی بدتر ہے یہ بھی فرمایا۔ کذب علی اللہ لکن اللہ زہار کا رجال کشی مثلاً خدا کی لعنت ہو زہار پر اس نے مجھ پر جھوٹ باندھا ہے یہی زہار

صاحب ہیں۔ جنہوں نے امام محمد باقر کو بدھا ہے علم کہا جیسا کہ ہول کافی ۵۵ میں ہے کہ زہارہ کو امام محمد ج سے ایک مسئلہ میں تکرار ہو گئی۔ جب امام نے تکرارہ کو اس پر تنبیہ کی تو کہنے لگا۔ شیخ لا علم لنا بالخصوص مثلاً۔ اس بدھے کو خصوصیت کا علم نہیں ہے۔

رجال کشی کی بعض روایات میں یہ بھی ہے۔ کہ زہارہ پر امام نے اور امام پر زہارہ نے لعنت کی (معاذ اللہ) دو برابر روای اور بشیر ہے جس نے امام جعفر صادق کو طلع بتایا جس پر گتے اس کے منہ میں پستیاں کر دیا۔ امام موسیٰ کاظم کو ناقص کہا۔ ترقی ۱۷۱

ایک اور راوی شکار بن ابی عبیدہ ہیں جسکی نسبت امام جعفر صادق نے فرمایا۔ کَانَ الْمُخْتَارُ يُكْذِبُ عَلٰی ابْنِ الْحُسَيْنِ۔ دختار امام زین العابدین پر جھوٹ باندھا کرتا تھا یعنی ان کے نام پر جھوٹی حدیث وضع کرتا تھا۔ ایک اور راوی حکم بن عیینہ ہے۔ زہارہ نے امام جعفر صادق سے کہا کہ حکم بن عیینہ نے آپ کے والد سے یہ روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا نماز مغرب و زوال سے پھر لے اس پر امام جعفر صادق نے تین بار قسم کھا کر فرمایا۔ مَا قَالَ ابْنِي هَذَا قَطُّ كَذِبَ الْحَكَمِ ابْنِ عَمِيَّتَةَ عَلٰی ابْنِ عَلِيٍّ السَّلَامُ عَلٰی كَشِي مِيرے باپ نے یہ گز نہیں فرمایا حکم بن عیینہ نے میرے والد پر جھوٹ باندھا ہے۔ امام جعفر صادق فرماتے ہیں۔ كَانَ الْحَكَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَذِبًا يَكْذِبُ عَلَيْهِ كَانَ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَذِبًا يَكْذِبُ عَلَيْهِ وَكَانَ الْمُخْتَارُ يُكْذِبُ عَلٰی ابْنِ عَلِيٍّ السَّلَامُ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَكَانَ الْمُؤَيَّدُ ابْنُ سَعِيْدٍ يَكْذِبُ عَلٰی ابْنِي رَجَالِ كَشِي مَثَلًا یعنی امام حسن کے لئے ایک کذاب تھا جو ان پر جھوٹ باندھا کرتا تھا۔ ایسا ہی ایک اور کذاب تھا جو امام حسین پر جھوٹ باندھتا تھا زہار بن العابدین پر جھوٹ باندھا کرتا تھا۔ اور میرے والد میرے والد پر جھوٹ باندھنے والے تھے) پھر بتائے جب ایک ایک امام کے لئے ایک ایک شخص ایسا مقرر تھا جس کی ڈیوٹی امام والا مقام کی طرف سے جھوٹی حدیث وضع کر کے لوگوں میں مشہور کرنے کی تھی۔ چنانچہ امام حسین اور امام زین العابدین اور امام محمد باقر تک حضرت صادق نے ان کذابوں کی تشریح کر دی۔ زہارہ حدیث شیعہ کا اعتبار کیا رہا۔

اور سنئے امام ابو الحسن رضا علیہ السلام کذبہ کا تفصیل بیان کر کے ہوئے فرماتے ہیں۔

كَانَ بَنَانُ يَكْذِبُ عَلٰی ابْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَادَّاهُ اللَّهُ حَرَّ الْحَدِيدِ وَكَانَ مَبْرُكًا ابْنُ سَعِيْدٍ يَكْذِبُ عَلٰی ابْنِ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَادَّاهُ اللَّهُ حَرَّ الْحَدِيدِ وَكَانَ مُجْتَدًا ابْنُ بَشِيرٍ يَكْذِبُ عَلٰی ابْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَادَّاهُ اللَّهُ حَرَّ الْحَدِيدِ وَكَانَ ابْنُ الْخَطَّابِ يَكْذِبُ عَلٰی ابْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَادَّاهُ اللَّهُ حَرَّ الْحَدِيدِ وَكَانَ ابْنُ مُحَمَّدٍ يَكْذِبُ عَلٰی مُحَمَّدٍ ابْنِ فُرَاتٍ رَجَالِ كَشِي مَثَلًا

یعنی بنان امام زین العابدین پر جھوٹ بات دھا کرتا تھا خدا کے گمراہوں کا قیام چھلانے وغیرہ بنام
امام باقر پر محمد بن بشیر موسیٰ رضا پر ابو الخطاب امام صادق پر جھوٹ بات دھا کرتے تھے۔ خدا انکو گرم لوہے کا غذا
چکھائے۔ اور محمد بن محمد بن فہر جھوٹ بات دھا کرتا ہے، دیکھئے امام صادق نے تو صرف امام باقر تک ان پر جھوٹ
بات دھنے والوں کی فہرست دی تھی لیکن امام رضا نے اپنے زمانہ تک کے کذابوں تک کی تشریح کر دی جو اپنے اپنے
وقت کے نام کی طرف سے جھوٹی حدیثیں گھر گھر لوگوں کو سنایا کرتے تھے۔ پھر بقول شخصے۔ ع

ابن خا نہ تمام آفتاب است

جب تمام روایت کی حالت یہ ہو۔ کہ انہوں نے امام کرام پر جھوٹ بات دھنے۔ ان کی طرف سے جھوٹی حدیثیں
وضع کرنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہو۔ تو پھر احادیث شیعہ کا کیا اعتبار کیا جاسکتا ہے یہی وجہ ہے کہ ایسی ایسی احادیث
کتب شیعہ کافی۔ تہذیب۔ تنبصار وغیرہ میں بھی ہیں جو بھی عقل باور نہیں کر سکتی کہ ائمہ طاہرین ایسا فرمایا کرتے تھے
اب ناظرین خود ہی خیال فرمائیں کہ قرآن کریم ہی سے کھم تھا۔ حدیث کا بھی اعتبار جاتا رہا۔ تو نہ شیعہ
کی تمام بنیادی متزلزل ہو جاتی ہے۔ یہ سب کچھ سبائی کی لٹی کی کارگزاری ہے۔ کہ جنکو ضرورت ہے۔ ابولہبیر
مختار۔ منیرہ حبیبہ سرگرم میل گئے جو کوفہ میں بیٹھ کر ائمہ کرام کی طرف سے حدیثیں گھر گھر سبائی مذہب کی ترویج کرتے
تھے چونکہ شیعہ مذہب میں تنقید رجال کا کوئی سامان نہیں۔ نہ اسناد کا اور نہ تناسل پہنچنا ضروری ہے۔ روایت
حدیث کیلئے راوی کا اتنا ہی فرض ہے۔ کہ کسی امام کے ذمہ لگا کر روایت سے سیکر دس سو چارے اسلئے بطرفان
بے تمیزی برپا ہو گیا۔ تفسیر جھوٹ (جہز ایمان سمجھا گیا۔ متنوں کی فضیلت کی حدیثیں بنائی گئیں۔ تفسیر واری
کو باعث نجات تصور کیا گیا۔ وقص علی هذا۔

روایت حدیث

شیعہ کے لال روایت حدیث کا بھی عجیب طریق ہے۔ الفاظ حدیث میں کمی بیشی کر لینے کا بھی اختیار
لیا گیا ہے۔ اور جس حدیث کو بیٹے سے سنا ہو وہ باپ سے اور چچا سے سنی ہو۔ وہ بیٹے سے روایت ہو سکتی
ہے۔ یہ بھی اختیار ہے۔ کہ حدیث کے الفاظ یا وہ ہوں تو اول و آخر درمیان کے کچھ الفاظ لکھ کر حدیث کی روایت
کی جائے۔ اور کسی کی کتاب میں کوئی حدیث لکھی ہوئی مل جائے تو صاحب کتاب کی طرف سے بغیر دریافت کے
روایت کر سکتے ہیں۔ اور جو شخص کوئی حدیث پر جھوٹ روایت کر دے۔ اسکی روایت قبول کر لینا جائز ہے
پچ ہو تو راوی کو ثواب و رزق مروی عنہ کو گناہ ہو گا۔ یہ جملہ امور حدیث ذیل سے ثابت ہیں۔

۱، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ قُلْتُ لِرَبِيِّ عَبْدِ اللَّهِ أَسْمَعُ الْحَدِيثَ مِنْكَ فَأَرْيِدُ الْفَقْصَ قَالَ كُنْ
تَرْيِدُ مَعَانِيَهُ فَلَا بَأْسَ بِهِ مَا رَأَى صَاحِبُ الْأَمْرِ مِنْكُمْ سَلِمَ لَكُمْ كَمَا بَيَّنَّ لَكُمْ أَمَامُ جَعْفَرٍ سَمِعَ رِيَافَتَ كَيْدِهِ
وَحَدِيثَ مِثْلِ نَسَاطٍ سَمِعَ سَنَى هُوَ كَيْدُهُ اس میں کمی بیشی کرنے کا اختیار ہے۔ آپ نے کہا۔ اگر معافی طلب کریں تو کچھ
منع نہیں ۲، عَنْ أَبِي بصيرٍ قَالَ قُلْتُ لِرَبِيِّ عَبْدِ اللَّهِ الْحَدِيثَ أَسْمَعُ عَنْكَ أَرُوْنِي عَنْ أَبِيكَ أَوْ
أَسْمَعُ عَنْ أَبِيكَ أَرُوْنِي عَنْكَ قَالَ سَوَاءٌ إِلَّا أَنْكَ تَرُوْنِي عَنْ أَبِي أَحَبُّ إِلَيَّ وَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ
لِجَعْفَرٍ مَا سَمِعْتَ مِنْهُ فَإِذَا رَوَيْتَ عَنْ أَبِي. اصول کافی ص ۲۵ امام بصیر نے امام جعفر سے کہا وہ حدیث میں نے
آپ سے سنی ہو۔ وہ آپ کے والد سے اور آپ کے باپ سے سنوں وہ آپ سے روایت کر سکتا ہوں یا نہ آپ نے
کہا دونوں سے روایت کرنا یکساں ہے۔ مگر میرے والد سے روایت کرنا بہتر ہے۔

۳، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قُلْتُ لِرَبِيِّ عَبْدِ اللَّهِ الْحَدِيثَ أَسْمَعُ عَنْكَ أَرُوْنِي عَنْ أَبِيكَ أَوْ
أَسْمَعُ عَنْ أَبِيكَ أَرُوْنِي عَنْكَ قَالَ سَوَاءٌ إِلَّا أَنْكَ تَرُوْنِي عَنْ أَبِي أَحَبُّ إِلَيَّ وَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ
لِجَعْفَرٍ مَا سَمِعْتَ مِنْهُ فَإِذَا رَوَيْتَ عَنْ أَبِي. اصول کافی ص ۲۵

۴، عبد اللہ نے امام جعفر سے کہا میرے پاس لوگ حدیث سننے آتے ہیں اور میں بیان حدیث پر قادر نہیں ہو
سکتا۔ آپ نے کہا اول و آخر اور درمیان سے حدیث بیان کر دیا کرو۔

۵، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو الْحَمَلَاءُ قَالَ كُنْتُ لِرَبِيِّ الْحَسَنِ الرِّضَا الرَّجُلِ مِنْ أَهْلِ بَابِ أَبِي طَالِبٍ الْكَتَابَ
وَلَا يَقُولُ إِذْ رَوَاهُ أَنِّي يَجُوزُ لِي أَنْ أَرُوْنِي عَنْهُ قَالَ إِذَا عَلِمْتَ أَنَّ الْكِتَابَ لَكَ فَأَرُوْنِي عَنْهُ
اصول کافی ص ۱۹

۶، محمد بن عمر حمال نے امام رضا سے پوچھا۔ ایک شخص نے میرے احباب سے کوئی کتاب دی ہو اور یہ نہ
کہا ہو۔ کہ مجھ سے روایت کرو کیا مجھے اس سے روایت کرنے کا اختیار ہے۔ یا نہ۔ آپ نے کہا اگر تجھے معلوم ہے
کہ کتاب اسی کی ہے۔ تو اس سے روایت کرنا جائز ہے۔

۷، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ (أُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا فَأَسْتَدْرِكُ إِلَى الَّذِي حَدَّثْتُكُمْ
فَإِنْ كَانَ حَقًّا فَلَكُمْ مَرَاتَانُ وَإِنْ كَانَ كَذِبًا فَفَعْلَيْكُمْ) (اصول کافی ص ۱۹)

امام جعفر صادق نے کہا۔ امیر علیہ السلام کا قول ہے کہ جب تم سے حدیث بیان کی گئی ہو تو تم اس کے
راوی تک اس کا اسناد پہنچا دو۔ اگر وہ حدیث سچی ہو تو تمہیں ثواب ہو گا جھوٹی ہو تو اس کا گناہ گردن زدنی
اپنے سمجھئے۔ اسناد حدیث میں اس قدر بے پرواہی کرنا۔ سنا ہو تو حدیث کا کیا اعتبار۔ اصول کافی ص ۳۵ میں روایت
حدیث چار قسم کے بیان کئے گئے ہیں۔ اول منافق۔ دوم غلطی صادق فی الواقع۔ سوم مصیب و لیکن حدیث منووع

بیان کرتا ہے (چہارم مصیب) جو حدیث غیر متواتر بیان کرتا ہے۔ پھر جب منافق اور مخفی شخص سے بھی روایت حدیث جائز نہ ہو تو حدیث کس طرح مقبہ بھی جانیگی۔ علاوہ ازیں چونکہ شیعہ مذہب میں تفسیر طائزہ ملکہ باعث ثواب ہے۔ اس لئے یہ تہ لگنا مشکل ہے کہ راوی حدیث کسچے دل سے یہ صحیح سمجھ کر بیان کیا ہے یا کسی خوف اور مصلحت سے تفسیر تھوٹ لکھ دیا ہے۔

انکہ البلیت پر چھوٹ کا الزام

ایک مسئلہ کے تین متعارض جواب :- اہلبیت کے ذمے رواۃ حدیث شیعہ نے یہاں تک بہتان باڑا ہے کہ انہوں نے ایک ہی مسئلہ کے متعلق تین مختلف اشخاص کو الگ الگ مختلف و متعارض جواب دیئے ہیں جن میں سے ایک سچ ہو سکتا ہے۔ باقی سب جھوٹ چنانچہ احادیث ذیل سے جو اصول کافی مسئلہ میں صریح ہیں اس کا انکشاف ہوتا ہے،

(۱) عَنْ مَوْصُورٍ بْنِ حَازِمٍ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ مَا يَأْتِيكَ عَنْ الْمَسْكِينَةِ فَجَبَّحَنِي فَيَقْبَلُ بِالْجَوَابِ ثُمَّ جَبَّحْتُكَ غَيْرَ بِي قَبْحًا بِهَا فِيهَا يَجُوبُ أَخْرَفَقَالَ إِنَّا نَجْهِيكَ النَّاسَ بِزِيَادَةٍ وَنَقْصَانٍ مُمْضُونَ حَازِمُ كَهْتَابُ فِي مِثْلِهِ مَا جَعَلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَسْأَلُكَ بِمَا كَلِمَةٍ هِيَ كَيْفَ مِنْ أَتَى سَهْلًا أَيْكَ سَهْلًا يَحْتَاجُونَ أَتَى نَحْنُ اسْأَلُكَ جَوَابَ دِيْتِهِ هِيَ بِهَرِائِكِ دَوْمِ شَخْصٍ أَكْرَمِي سَهْلًا يَحْتَاجُ هُوَ سَوْرَ اسْ كَوِ اسْ كَسْ خِلَافَ جَوَابَ دِيْتِهِ هِيَ أَتَى نَحْنُ كَهَا كَهْمُ لَوُكُولِ كَوُثْرًا كَهَا كَرُجَوَابَ دِيْتِهِ هِيَ -

۳۰ عن زرارة ابن ابي جعفر قال سئل ما عن مسئلة فاجابني ثم جاءه رجل فسلته عنها فاجابني بخلاف ما اجابني ثم جاء اخونا فاجابه بخلاف ما اجابني واجاب صاحبي فلما خرج الرجلان قلت ابن رسول رجلان من اهل العراق من شيعتكم قد مايسئلون فاجبت كل واحد منهما بخلاف ما اجبت به صاحبه فقال يا زرارة ان هذا مني كتنا وانهي لنا ولكم والو اجتمعتم على امر واحد لصدقكم الناس عليكم او لكان اقل ليقاسوا به فاسكم ثم قال قلت لابني عبد الله شيعتكم لم يخلقوهم على الاستنارة او على الدلالة و هو هم مجر جون من عندكم مختلفين قال فاجابني بمثل جواب ابيه (مول کافی قس) زراره ابن ائين کہتا ہے کہ میں نے امام ابو جعفر علیہ السلام سے ایک مسئلہ پوچھا جس کا جواب انہوں نے مجھے دیا۔ پھر دوسرے شخص نے آکر وہی مسئلہ ان سے پوچھا۔ اس کو میرے برخلاف اور جواب دیا۔ پھر کہیں سے ایک شخص آگیا۔ اور وہی مسئلہ پوچھا۔ اور آکر مجھ سے اور اس شخص سے

بھی مخالف جواب دیا جب وہ دونوں چلے گئے تو میں نے پوچھا: ضریرہ دونوں شرابی مرو آپ کے شیعہ ہیں۔ جنہوں نے آکر ایک ہی منگ پوچھا۔ آپ نے دونوں کو مختلف جواب دئے۔ آپ نے کہا: اے زرارہ یہی بات ہمارے لئے بہتر ہے۔ ہماری اور تمہاری بیوا کا باعث ہے۔ اگر تم ایک ہی بات پر شفق ہو جاؤ تو لوگ ہمارے بارہ میں تم کو سچا سمجھ لیں گے اور یہ ہماری اور تمہاری زندگی کیلئے مضر ہوگا۔ زرارہ کہتا ہے: کہ میں نے جعفر علیہ السلام سے عرض کی کہ یہ لوگ تمہارے سوا کس کا اعتقاد شیعی ہیں۔ اگر تم ان کو نیزوں پر یا آگ پر برا بھلا کہتے کرو تو کبھی سچے نہ بنیں گے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آپ سے یہ لوگ مختلف و متعارض جواب سن کر جاتے ہیں پھر امام جعفر علیہ السلام نے بھی وہی جواب دیا۔ جو ان کے والد نے دیا تھا۔

ناظرین غور کر سکتے ہیں کہ ائمہ معصومین کی نسبت کوئی یقین کر سکتا ہے کہ وہ ایک مسئلہ میں تین ایسے
اشخاص کو جو ان کے نسخہ الاعتقاد میں مذکور شیعوں، یہودیوں، نصیریوں، مجوسیوں، و غیرہ میں سے ہیں
کہ یہ چیز حرام ہے۔ دوسرے کو کہیں حلال ہے۔ تیسرے کو کہیں نہ حلال نہ حرام۔ یقیناً ان تینوں میں سے ایک
سچ ہوگا۔ نہ مروج جھوٹ اور ایسا جھوٹ کہ ناموجوب و رازئی عمر اور نقائے حیات سمجھا جائے پاک
لوگوں کے منہ سے کبھی جھوٹ نکل نہیں سکتا۔ ان کا اس بات پر ایمان ہوتا ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یُحْیِیْہِ وَاَلْکَذِبُ یُہْلِکُہُ
درستی موجب نجات اور جھوٹ باعث ہلاکت ہے اگر بعض محال ائمہ الطہیث کا یہ حال تھا کہ راستی کی کوئی
پابندی نہ تھی۔ بلکہ مصلحت و وقت کے مطابق سچ جھوٹ کہہ دیتے تھے۔ تو پھر ان کی حدیث کا کیا اعتبار ہوگا
اور وہ کیونکر قابل عمل ہونگی جب ایک ہی مسئلہ میں دو مختلف احادیث ایک ہی راوی سے مروی ہوں۔
تو حکم اِذَا اَخْبَارُ ضَعْفَانِ سَاقَطَا۔ پایہ اعتبار سے ساقط ہو جائیں گی۔

المست من عداوت

ایک اور بات بھی ازل میں عجیبے چیزوں پر دل بہت اتر کر کیا گیا ہے کہ ان کا فتویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول کیا ہی کتاب اللہ اور سنت رسول کے مطابق کیوں نہ ہو اسکی مخالفت ہی کرنا یا ایسے حکم کماصل کافی صحت میں ہے۔ قُلْتُ فَإِنْ كَانَ الْخَيْرَانِ عَنْكُمْ الْمَشْهُورَانِ قَدْ رَأَيْتُمَا الشُّكْلَ فَقُلْتُ قَالَ يُنْظَرُ فَمَا وَافَقَ حُكْمَهُ حُكْمُ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَخَالَفَ الْعَامَّةَ فَيُؤْخَذُ بِهِ وَتَرْكُ مَا خَالَفَ حُكْمَهُ حُكْمُ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ قَالَ بَعَلْتُ فَمَا أَتَيْتَ أَنْ كَانَ الْخَيْرَانِ عَنْكُمْ حُكْمُهُمَا مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَجَدْنَا الْخَيْرَيْنِ أَحَدَهُمَا مُوَافِقًا لِلْعَامَّةِ وَالْآخَرَ مُخَالَفًا لَهُمَا بَأَيِّ الْخَيْرَيْنِ يُؤْخَذُ قَالَ مَا

کو جمع کر کے خوب حق نام ادا کیا جب آپ نے ان امور سے سخت مخالفت فرمادی تو معلوم ہوا کہ یہ جملہ کلمات منور
ناجائز و کمال مصیبت ہیں۔ ان کے کرنے سے جلے نواب کے خطاب ہوتا ہے۔ بلکہ مصیبت کو بھی ایذا پہنچتی ہے
جلال العیون میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخری وصیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمائی ہے
یہ الفاظ بھی تھے۔

”پس تم لوگ فوج فوج اس گھر میں آنا۔ اور مجھ پر مصلحت سمجھنا اور سلام کہنا اور مجھ کو نظر فرما دھکر یہ و
زاری سے آزار نہ دینا“

ایک اور حدیث فوج فوج کافی جلد میں یوں درج ہے۔

امام جعفر صادق کا فتویٰ کفر

حضرت امام جعفر صادقؑ نے مائیں کے لئے فتویٰ کفر صادر فرمایا۔ چنانچہ فروع کافی جلد ۱ ص ۱۱۱ میں
ہے۔ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ قَالَ إِنَّ الصَّبْرَ وَالْبَلَاءَ يُسْتَبَقَانِ إِلَى الْمُؤْمِنِ فَيَأْتِيهِ الْبَلَاءُ وَهُوَ صَبُورٌ
وَالْحُجْرَةُ وَالْبَلَاءُ يُسْتَبَقَانِ إِلَى الْكَافِرِ فَيَأْتِيهِ الْبَلَاءُ وَهُوَ حَزِينٌ۔ امام صادقؑ نے فرمایا صبر
مصیبت مومن کے پیش آتی ہے۔ اسے مصیبت آجاتی ہے اور وہ صبر کرتا ہے۔ اور کھرا ہٹ اور مصیبت کا فر
کے پیش آتی ہے۔ اور اسے مصیبت آجاتی ہے۔ اور وہ جزع فرزع کرنے لگتا ہے۔ اس حدیث میں حضرت امام
نے مومن احمد کافر کی شناخت یہ بتائی ہے کہ مومن کو مصیبت آجائے۔ تو اس پر وہ صابر ہوتا ہے لیکن جب
کافر کو مصیبت پیش آجائے۔ تو وہ جزع فرزع کرنے لگتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں حدیث کا مطلب
یہ ہے کہ جو مصیبت پر صبر کرے وہ مومن ہے۔ اور جو جزع فرزع کرے وہ کافر ہے۔

جزع کی تعریف

جزع کی تعریف بھی حضرت امام نے بتادی ہے۔ چنانچہ دوسری حدیث میں ہے۔ عَنْ جَابِرٍ عَنْ أَبِي
جَعْفَرٍ قَالَ قُلْتُ لِمَا مَا الْجَزَعُ قَالَ أَشَدُّ الْجَزَعِ الصَّبْرُ أَخْرَجَ الْوَيْلَ وَالْعَزْلَ وَالْجَزَعُ
وَالصَّبْرُ وَجَزَعُ الشَّعْرِ مِنَ الشَّوْاحِصِ أَوْ مِنْ أَفْئَامِ الشَّوْاحِصِ فَقَدْ تَرَكَ الصَّبْرَ وَخَذَلَ فِي عَصَا
حَرْقِيقٍ وَفُورٍ كَافِي جِلْدًا مَلَا وَجَاهَهُ كَمَا هُوَ۔ فرمایا انتہائی جزع

ویل و عزیل کی پکار کرنا۔ اور نہ یہ طمانچہ لگانا۔ سید زنی کرنا۔ بال تو چنا۔ اور جس نے توہم قائم کیا۔ اس نے صبر
چھوڑ دیا۔ اور غیر شرع کام کیا۔ یہ بات ائمہ قشرب ہے۔ کہ نامی لوگ جملہ حرکات ویل و عزیل کیا کرتے نہ بیٹھے۔
سینہ کو مٹتے۔ اور بال اکھڑتے۔ اور فوج کر کے ہیں۔ اس لئے حسب فتویٰ امام داماد مقام یہ کافروں اور خلاف
شرع کام کر رہے ہیں۔ کیا نامی لوگ ان صورت حال و صورت اہمیت کی غور پر حکم رسول شریع سے باز آئیں گے؟
ہم نے مخالفت قائم پر قول خدا قول رسول قول جناب امیر اور اقوال امام جعفر صادقؑ پیش کر دیئے
ہیں کہ خدا و رسول خدا نے صبر کا حکم دیا۔ اور جزع سے منع کیا ہے۔ اور جناب امیر علیہ السلام نے اپنے قول و
قول سے اختیار و صبر و ترک جزع کا فتویٰ دیا ہے۔ پھر حضرت صادقؑ نے تو صریح الفاظ میں جزع کی شیعہ
فکر و فتویٰ سے صبر کیا ہے۔ کہ جزع و فرزع کرنا لے سب کافروں۔ ایسا ہی جناب امام حسینؑ نے بھی اپنے عمل
سے بتادیا۔ کہ غزوہ کربلا ہی مصیبت پیش آئے۔ صبر کو اتھ سے نہ رنچا ہے۔ چنانچہ فروع کافی جلد ۱ ص ۱۱۱ میں ہے
مَا أَصِيبَ مِنْهُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ فَقَالَ الْحَسَنُ إِلَى الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَهُوَ بِاللَّهِ أَمِنْ
فَلَمَّا قُرِئَ الْكِتَابُ قَالَ يَا لَهَا مِنْ مُصِيبَةٍ مَا أَظْهَرَهَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
فَلَمَّا أَصِيبَ مِنْكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَلَيْدًا كَمَا مَصَابِيئِي فَأَمَّا لِي يُصَافِيكُمْ بِمُصِيبَةٍ أَهْظَمَ
مِنْهَا وَصَدَّقَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ طَرِيبَ جَنَابِ لَيْلِي شَهَادَتِ كَاوَأَقْدَمَ بِهَا بِحَضْرَتِ إِمَامِ حُسَيْنٍ لِي أَيْنِ
بَحَالِي حُسَيْنٍ كَوَافِي وَفَاتِ كِي اِطْلَاعِ بِحُجْبِي حَسْبُ إِمَامِ حُسَيْنٍ لِي خَطِطُهَا فَرَطُ لِي كَيْسِي بِرِي حَسْبِي شِيْشِ أَلِيْ
لِي كِنِ آنَحَضْرَتِ لِي فَرَايَا هِي كِي شَخْصِ كَوَافِي حَسْبِي شِيْشِ أَلِيْ كِي وَهِي وَاقْدَمَ لِي وَفَاتِ
كِي حَسْبِي كَوَافِي كَرِي كِي وَفَاتِ رَسُولِ سِي بِرِ حَسْبِي سَلَامُ لِي كِي كَوَافِي بِرِي حَسْبِي شِيْشِ أَلِيْ
حَضْرَتِ إِمَامِ حُسَيْنٍ لِي سِي فَرَايَا هِي لِي عِنِي حَضْرَتِ إِمَامِ حُسَيْنٍ لِي اس خَيْرُ حَسْبِي شِيْشِ أَلِيْ كِي وَفَاتِ
فَرَزِ كِي بِحَسْبِي شِيْشِ أَلِيْ كِي وَفَاتِ رَسُولِ سِي بِرِ حَسْبِي شِيْشِ أَلِيْ كِي وَفَاتِ رَسُولِ سِي بِرِ حَسْبِي شِيْشِ أَلِيْ
سَلَامُ لِي كِي كَوَافِي حَسْبِي شِيْشِ أَلِيْ كِي وَفَاتِ رَسُولِ سِي بِرِ حَسْبِي شِيْشِ أَلِيْ كِي وَفَاتِ رَسُولِ سِي بِرِ حَسْبِي شِيْشِ أَلِيْ

امام حسینؑ کی آخری وصیت

شیعہ کی مقرر کتاب انوار البصار جلد ۱ ص ۱۱۱ میں ہے کہ جناب سید الشہداء امام حسینؑ نے فرمایا
اپنی ہمیشہ حضرت زینب علیہا السلام کو فرمایا کہ اے بہن جو میرا حق تم پر ہے۔ اسی کی قسم دے کر کہتا ہوں۔
کہ میری مصیبت و مفارقت پر صبر کرو۔ پس جب میں مارا جاؤں۔ تو ہرگز منہ نہ پیشا اور بل اپنے

مقبول فیہ عذرہ البیان مطبع لیسٹری ڈپٹی کے مندرجہ میں کریں کہ یہ سب کو سب سے پہلے دیکھ لیں۔ وہ ان کے
یہ آیت حقیقت میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ اس واسطے جو کچھ آیت میں ہے۔ وہ ان کے
حال پر صادق آتا ہے۔ احمد زور سے شخص کو ہم ایسا نہیں کہتے ہیں۔ اور یہ عذر کہ آنحضرت کا بڑا معرکہ ہے اور
نوا لانا انکی مصیبت پر ثواب عظیم کہتا ہے۔ لیکن اکثر آدمی محرم میں بدعت کر کے ثواب کو ضائع کرتے ہیں
یا جے بجاتے اور بچا لے لیں۔ اور مشرعوں میں جھوٹی حدیثیں اپنی طرف سے ایجاد کر کے غفل کرتے ہیں۔ اور غفل
اور تحقیق کی داستانوں کو مجلسوں میں بیان کر کے لوگوں کے ایمانوں کو فاسد کرتے ہیں۔ اور جو لوگ کہ شیعہ میں
ممنوع ہیں۔ اس میں مشرعوں کو بڑھتے ہیں۔ اور غلوئیں باندھتے ہیں۔ اور ناحرم انکی آواز کو
سننے میں۔ ان امور میں زمینیں کہ اجتناب لازم ہے۔ اور لغویوں پر محتاج آدمی تو اپنی احتیاج کی ضرورت
باندھتے ہیں۔ اور یہ کاغذ کی مدنی اکثر کر باندھتے ہیں۔ اس میں سے کہ اگر میری آسودگی اور فراغت ہوئی۔ تو میں چاہے
کی مدنی اور اگر تعزیر ہو چکا ہو۔ اور بے اولاد آدمی کاغذ کا لڑکا اکثر تعزیر پر باندھتے ہیں۔ اس ارادہ سے کہ اگر چاہے
بی بیاد اس کا تو یہ چاہی کہ وہ کاغذ کو تعزیر پر چڑھائیں گے۔ اول یہ کہ تصویر انسانی ہے اور تصویر کے بنانے

شیخ کی مستند کتاب اخبار اتم مجیدہ رام پور میں لکھا ہے۔ بلغ اهل الكوفة بلاك
سناو میت و هر خواخیر الحسین علیہ السلام و جمعت الشیعة فلقبوا الیہم

بِالْكِتَابِ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَعَبْدِ اللَّهِ ابْنِ أَبِي قُرَيْبٍ وَغَيْرِهِمْ حَتَّى قَدِمَ عَلَى الْحَبَشَةِ
 بَلَّغَهُ مِنْهُمْ مَقْصُودَهُمْ مِنْ شَيْءٍ رَضِينَا. رَجَبِ امير معاوية کی خبروات اہل کوفہ کو پہنچی اور امام حسین
 کی ہجرت مکہ کا حال معلوم ہوا تو امام شیعہ نے مجمع ہو کر بالاتفاق آپ کی طرف خط لکھا۔ اور عبد اللہ بن
 مسیح اور عبد اللہ بن زال کے ہاتھ وہ خط روانہ کیا۔ یہ دونوں قاصد ہوئے ہوتے مگر مظلومین اور مظلومان
 کو امام صاحب کی خدمت میں پہنچے۔ یہ سلسلوں ہی جاری رہا کہ ایک دن میں ۷۰۰ خطوط آپ کی خدمت
 میں پہنچے یہ سلسلوں ہی جاری رہا کہ ایک دن میں ۷۰۰ خطوط آپ کے پاس پہنچے اور بالآخر اہل کوفہ و ہار
 ہزار تک پہنچ گئی چنانچہ کتاب مذکور کے تذکرہ میں ہے: فَوَرَدَ عَلَيْهِ فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ سِتَّةٌ مِائَتٌ كِتَابٌ
 وَتَوَاقُوتُ الْكِتَابِ حَتَّى اجْتَمَعَ عِنْدَهُ اثْنَا عَشَرَ كِتَابًا لِعَيْنِ اِمَامِ صَاحِبِ كَيْسِ مَتَوَاتِرَ خُطُوبِ شَيْعَةٍ
 مختلف جگہ سے بارہ ہزار جمع ہو گئے۔ اور شعی نے روایت کی ہے: وَبَلَغَ الْحَبِشِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَرْبَعُونَ كِتَابًا
 مِنْ اَهْلِ الْكُوفَةِ عَلَى اَنْ يُجَارِبُوا مِنْ حَارِبٍ يُسَيِّدُ الْمَوْتَ مِنْ سَالِمٍ. (یعنی چالیس ہزار کوفہ کے شیعہ
 نے امام صاحب کی بعیت اس بات پر کی کہ اگر وہ لڑیں گے تو ہم لڑیں گے۔ اگر وہ صلح کریں تو ہم صلح کریں۔ تو ہم ہر حال میں ان کے
 تابعدار رہیں گے۔ آخر امام صاحب نے مجبور ہو کر ان کی آرزو کے مطابق خط روانہ کیا،
 فَجَاءَتْ ذِكْرًا لَكَ دَعَاكَ كِتَابُهُمْ وَمَقَرُّهُمْ بِالْقَبُولِ وَدَعَا لَهُمْ بِسُرْعَةِ الْقَبُولِ. (یعنی امام صاحب
 نے ان کے خطوط کا جواب مطابق ان کی دلی خواہش کے روانہ فرمایا۔ اور وعدہ بہت جلدی کوفہ میں تشریف
 فرمائے گا دیا۔ اور مقرر شدہ کا قصد مصمم امام صاحب کا ہوا۔۔۔ الخ)

شیعہ کی مقبول کتاب خلافت المصابیہ ص ۱۱ میں ہے کہ جب امام حسین ظلم اعدائے تنگ آکر مرقہ مہمل
 رسول خدا صلعم سے جدا ہوئے تیسری تاریخ شعبان کو ماکہ معظمہ میں کوفیان پوچھنے نائے علی الاتصال حضرت
 کی خدمت میں آگئے بعض ناموں کا مضمون یہ تھا: لَيْسَ عَلَيْنَا اِمَامٌ قَابِلٌ لِحَلِّ اَللّٰهِ اِنْ يُجِئَنَا
 بِرَأْيِ الْحَقِّ. (یعنی اے حضرت ہم امام پیشہ نہیں رکھتے جلدی تشریف لائیے۔ شاید خدا حق کو ہمارے ہاتھ
 جاری کرے اور شیعہ بن لہجی وغیرہ شیعہ نے بایں طور خط لکھ کر روانہ کیا: اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ اخْتَصَرْتُ الْبُعْثَاتِ
 وَابْعَثْتُ الْجَارِ قَاتِلًا عَلَيْهِ سَلَامٌ عَلَيَّ جُنْدًا وَالسَّلَامُ. (بعد محمد و صلوة کے تحقیق صحرا و بیان بنزوری
 میں ہیں۔ اور درخت میوہات بارور میں ہیں آپ ہماری طرف تشریف لائیے۔ کہ فوج کثیر آپ کی نصرت و
 امداد کے لئے تیار ہے۔ اور شیعہ تو انتظار کرتے ہیں الخ) نیز کتاب مذکور ص ۵۷ میں ہے کہ جب امام علیہ السلام
 کو راستہ میں خبر شہادت امام رضا کی ہوئی تو آپ نے تمام لشکر کو جمع کیا۔ اور فرمایا: وَقَدْ خَدَلْنَا شَيْعَةً فَاَمَّا
 احَبُّ مَسْكُوْرٍ اِلَّا نَصْرًا فَفَلْيَنْصُرْ فِي غَيْرِ حَرْجٍ لَيْسَ عَلَيْهِ دِمَامٌ رَاْسِ عِبَارَتِ سَعْدِ صَافِ مَعْلُومِ

راہ کو زلیل و غوا کر کرنا لے شیعہ ہی لوگ تھے کیونکہ آپ نے فرمایا بیشک میں ہمارے شیعہ نے ہمارا کھانا کھایا اور
 نفرت سے ہاتھ اٹھایا پس اب جو چاہے چلا جائے جو چاہے چلا جائے جو چاہے چلا جائے۔ اُسے کچھ
 رنج نہیں ہوگا۔ اس کے آگے لکھا ہے کہ امام صاحب سے یہ بات منکر بہت سے دنیا پرست لوگ آپ سے
 منع و ہمو گئے جو طرف سے آپ کے ساتھ آئے۔ انہوں نے شہادت پائی۔
 امام علیہ السلام نے بعد نماز جو خطبہ پڑھا۔ اس میں یہ الفاظ تھے: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي لَسْتُ أَيْتَكُمْ
 مَتَى نَشِئْتُمْ كَيْفَ كَرِهْتُمْ كَارِهِينَ اَلْعَدُوَّ اَلْأَعْدَاءُ كَرِهْتُمْ هَكَذَا (اے اہل کوفہ میں نہیں آیا مگر
 اب تمہارے بہت نامے میری طلب کو پہنچے۔ اگر تم عہد پیمان پر ثابت ہو۔ تو فارغ ہو کر دینا کہ مجھے اطمینان
 ہو گا اگر تم میرے لئے سے منکر ہو۔ تو میں جہاں سے آیا ہوں۔ وہاں پھر واپس آؤں۔۔۔ الخ)

شیعہ کا ایک خط

شیعہ کی مست کتاب خلاہ العیون ص ۱۱ میں ایک خط شعیان کوفہ کا بدین مضمون مسطور
 ہے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہدیہ نامہ سلیمان بن مروہ سیت بن محمد و فاعین بن سید
 بن مطاہر اور جمیع شعیان جو سفین و مسلمین اہل کوفہ کی جانب سے حضرت امام حسین بن علی بن ابی طالب
 علیہم السلام سے۔ آپ سلام خدا ہو۔ اور ہم اس نعمت پر ہمارے کامل خیر پر ہم پر ہیں جو کرتے ہیں۔ اور ہم خدا
 کا شکر کرتے ہیں کہ اس نے آپ کے دشمن جبار و مماند کو بغیر خدا مندی استدان پر حاکم ہوا تھا ہلاک کیا۔
 ۔۔۔ اور وہ پھر عدوان است پر حاکم ہوا عدوان کے سوال میں ناسخ تصرف کیا اور یہاں است تو قتل کیا۔
 باطلوں کو تکیوں پر سٹا کیا اور اموال خدا کو مالداروں اور عبادوں پر تقسیم کیا خدا سے نفرت کی کہ جیلوج
 ہم شہر و نقرس کی اصلاح ہو کیاں وقت ہمارا کوئی امام پیشہ نہیں ہیں آپ ہماری طرف توبہ کیجئے۔ اور
 ہمارے شہر میں قوم رنج فرمائیے کہ ہم سب آپ کے مطیع ہیں شاید حق تعالیٰ حق کو آپ کی برکت سے ظاہر کرے
 اور نجان بن شیعہ حاکم نہایت ذلیل غوار و اراکات میں بیٹھا کہ اگر ہم مجبور و عید بن کھانا پڑنے نہیں دیتے
 ہیں امام آپ کی خبر تشریف آوری کی ہم کو ملے گی تو ہم اسے کوفہ سے نکال دیں گے۔

دوسرا خط

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یہ عرضہ شعیلی اور فدویوں و مخلصوں کی طرف سے حضرت

امام حسین بن علی بن ابیطالب سے۔ ابا عبد ربہ جلد اپنے دوستوں، ہوا خواہوں کے پاس تشریف لائے کہ جمع مردان و انبیا منتظر قدم ہدایت ازیم ہیں۔ اور اپنے آپ کے دوسرے شخص کی خلوت لوگوں کو غیبت نہیں۔ البتہ تعجیل تمام ہمتوں کے پاس تشریف لائے۔

امام حسین علیہ السلام کا حوالہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ خط حسین بن علی کا مومنوں مسلمانوں شیعہ ان کی طرف سے ابا عبد ربہ قاصدوں اور بے شمار خطوط آئے بعد تو تم نے مجھے خط مانی اور عید کے ہاتھ بھیج دیا۔ مجھے ہتھیار تھا۔ سب خط سے مطلع ہوا۔ تم نے سب خطوط میں مجھے لکھا ہے کہ ہمارا کوئی امام نہیں۔ آپ بہت جلدی تشریف لائے۔ خدا آپ کی یکتا سے ہم کو حق بدست کرے۔ واضح ہو کہ میں بالفصل تمہارے پاس اپنے برادر بزرگ محل اہل اسلام بن عقیل کو بھیجتا ہوں۔ اگر مسلم مجھے کہیں کہ جو تم نے مجھے خطوط میں لکھا ہے۔ بشیر عقیدہ و اشرف و بزرگان قوم لکھا ہے۔ اس وقت میں فتاد الشریعت جلدی تمہارے پاس چلا آؤ۔ گلاب میں اپنی جان کی قسم کھاتا ہوں۔ امام ہی ہے جو میان و زمین کتاب خدا کا اور ائمتہ کا قیام کو اہل قوم جاوہ شریعت تقدس کے باہر نہ رکھے۔ وہ لوگ کو دین حق پرست تھیں۔ وہاں اللہ یون ملے۔ اس تمام خط کتابت کے پڑھنے سے ہاتھ ہوتا ہے کہ شیعہ ان کو فہم نے کس منبت و حاجت سے اراقتہ خط لکھا۔ خطوط لکھ کر امام علیہ السلام کو بولوا۔ اوسا خراہی بلا نسل لے غلصہ شیعوں نے آکر محض جفا سے شہید کیا۔ جیسا کہ لاء اللہون جلد خط میں تصریح ہے۔

پھر میں ہوا ورم عراقی نے امام حسین سے بیعت کی تھی خود انہوں نے شہر امام حسین پر کھینچا۔ ہونہر بیعت امام حسین کی گردنوں میں تھی کہ امام حسین کو شہید کیا۔ اسی کتاب کے خط میں لکھا ہے کہ امام نے شیعہ ان کو فہم دیا کہ میں کما کہ تم نے مجھے طلب کیا۔ اہل ہمت کے دم بھرے۔ اور اب میری جان کو قتل کرنا چاہتے ہو۔ اور حالانکہ میری طرف سے کوئی بات تک یہ فانی کی بات نہ نسبت تمہارے سے واقعہ نہیں ہوئی۔

امام حسین کی ابتداء

کتب شیعہ میں اس امر کی تصریح ہے کہ امام مظلوم کو شہید کرنے کے بعد امام حسین کو نسل لے

بھی وہی آپ کے قاتل شیعوں نے ان کو فہم تھے چنانچہ شیعہ کی مقرر کتاب اخبار امامت ص ۸۲ میں ہے۔ جب امام شہید ہو گئے۔ تو اہل کوفہ وغیرہ نے اس قدر ماتم کیا کہ کسی کو ضبط کرنے کی تاب نہ رہی۔ فَجَعَلَ أَهْلُ الْكُوفَةِ يَتَوَحَّشُونَ وَيَتَكَلَّمُونَ بِسَبِّ ابْنِ حُسَيْنٍ لَمْ يَفْرَايَا فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ يَصُورِي فَتَبَيَّلَ ابْنُ حُسَيْنٍ مِنْ أَحِبِّنَا فَمَنْ ذَا الَّذِي قَتَلَنَا. (یعنی جب یہ اہل کوفہ نے امام پر کیا تو فرمایا نین العابدین رحمہ لے بار یک آواز سے اب تم لوگ روئے تے اور چلاتے ہو۔ ہمارے لئے یہ تو گناہ ہے کہ ہمیں ذبح کس لئے کیا۔ (یعنی تم ہی تو قاتل ہو۔ پھر رونے چلانے کے کیا مغصے۔)

اسی کتاب کے ص ۸۳ میں ہے کہ حضرت ام کلثوم رحمہا نے اہل کوفہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ فَمَنْ أَكَلَتْكُمْ أَطْلَمَتْ رَأْسَهَا مِنَ الْحَبْلِ وَفَلَّتْ لَهُمْ مَنِيَا أَهْلُ الْكُوفَةِ يَمْتَلِكُنَا رَجَا الْكُفْرَ وَتَعْبِكُنَا كَيْفَ كُنْتُمْ كُمْ فَالْعَاقِبَةُ مَبْنِيَا وَتَبْكُنَا مَلَأَ يَوْمَ الْفَضْلِ الْقَضَايَا. (یعنی مانی صاحبہ ام کلثوم رحمہا نے اہل کوفہ سے اپنا سر نکال کر فرمایا کہ چپ رہو۔ اسے کوفہ! تمہارے سردوں نے ہمیں قتل کیا۔ اتمہا ساری عمر میں ہم پر روتی ہیں۔ عجیب ہے برحقیت ہمارے اور تمہارے درمیان خدا خود فیصلہ کرے گا۔ اور بدکرداروں کو جہنم داخل کرے گا۔)

اخبار امامت ص ۸۳ میں ہے کہ حضرت امام زین العابدین نے فرمایا۔ اَيُّهَا الْمَنَاسُ قَاتِلُكُمْ بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمُونَ مَا كُنْتُمْ كَتَبْتُمْ لِي اَيُّ وَحْدًا عَقُورًا رَضِي لِي كَرَاهٍ مَرَدًا سَمِ بِمُورِدًا كَالِي تَم كَر - سچ کہو۔ جو میں کہتا ہوں کہ تم نے کس قاتل خط میرے والد بزرگوار کے نام تحریر کئے تھے۔ پھر تم نے میرے باپ کا ساتھ چھوڑ دیا اور مسلم و ستم پر کمر باندھ لی۔

حضرت زین کا خطبہ

اخبار امامت ص ۸۳ میں ہے کہ حضرت زینب نے اہل کوفہ کا رونا دینا دیکھا۔ تو آپ نے ایک ایک خطبہ پڑھا جس میں ان بے وفا شیعہوں قاتلان حسین کو بددعا کی گئی۔

قَالَتْ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَالصَّلَاةُ عَلَى ابْنِ مُحَمَّدٍ وَالسَّلَامُ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَمَنْ آمَنَ بِهِمْ قَالَتْ أَهْلُ الْكُوفَةِ أَتَيْتُمْ بَنِيكُمْ وَتَلَسُّونَ إِيَّاهُمْ فَلَيْتَكُمْ كَثِيرًا وَأَنْتُمْ كُنْتُمْ أَهْلًا وَمَا مَنَّا فَرَا

اس کے متعلق قلم میں بیان کیا ہے۔

خطبہ کا اردو

بے ادب کہن تھا اور سلم کیا کس نے
کس نے خط بھیجے زرا دیکھ کیست میں اپنی
آل سرور کے دولاہ سے پہچان کر خبر
وہ حسین ابن علیؑ تخت جبرگ یک نبی
تھا جو گلزار محمد کا وہ تازہ یوزا
فخر اسلام کو بل پرست ثانی کو دلاں
قتل احمد تھا وہ لایب جو تھا قتل حسینؑ
کس نے تشنیں پہ کیست تھا پانی چینا
خانہ زہرا کے جلانے کی تہمت کہن پر
حضرت خانہ زہرا کے مگر کی ولایت
ایک کہ ایک سے دعویٰ تھا تہمت بڑھ کر
اہل تطہیر جو تھیں پرزہ نشینانِ امامؑ
گھر میں بیٹھے تھے بہ آرام جو مردانِ خدا
پیشانی کے سایہ میں جو بیٹھے تھے سدا
ہو گیا تیروں سے چلنی تھا وہ جسمِ اسرار
پس گاہ پاک محمدؐ تھے جوازِ کشفِ حق
دوش سرور پہ سولہوی تھے جو کرتے رہتے

یہاں شیعیان اہل کا سب کا سب جو رجحان
وہ جو قوم کو فو کے وہ جسد شیعیان اہل
چلتے سب خطرات پہ جن کے محبت حسینؑ
کام انکا ہے یہی آباؤ اور اجداد سے
معتبر انکی کتابوں میں جو ہے لکھا ہوا
قلب کے کڑھی تھے وہ اور پورے وہ سدا
یوتہ میں اور سینہ کوئی سے نہیں ملتے ذرا
چل میں گئے اس جہاں سکتی تھیں آہ و بکا

ایک اور دلیل

تم کہنا جانتے ہوئے پر ایک دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید پروردگار میں ہے۔ وَلَا تَقُولُوا لِلَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ لَئِنْ قُتِلُوا قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ۔ (یعنی جو خدا کی راہ میں شہید ہو جائیں ان کی نسبت مرنے سے ہونے کا گمان بھی نہ کرو) پھر سید الشہداء کو وہ فرار سے کہ ان کا نام کرنا قرآن پاک کی آیات کی تکذیب کرنا ہے۔ تعزیر کے عدم حوازی پر ایک اور دلیل یہ ہے کہ کتاب میں لاکھ ہزار احادیث میں ہے۔ مَنْ جَاءَ قَبْلَهُ أَوْ مَثَلُ مَثَلٍ أَخْرَجَهُ عَنِ الْإِسْلَامِ۔ (یعنی جس شخص نے کسی قبر کی تجدید کی یا اس کی مثال بنائی وہ اسلام سے خارج ہو گیا) جب تک کہ حدیث قبر کی تجدید یا اس کی مثال بنانا بھی کفر ہے تو پھر تعزیر بنانا بطریق اولیٰ موجب عقوبات ہوا۔

شیعہ کا استدلال

جب قرآن و حدیث اور کتب شیعہ پڑھنے اور سینہ کوئی کو طراغ فرار دیتے ہیں۔ اور شیعہ کو اس کے جواز کی کوئی دلیل نہیں ملتی۔ تَوَقُّوْا الْقُرْآنَ يَشْفِي الْقُلُوبَ۔ (درویش کو تنکے کا سہارا دے) عجیب مضحکہ خیز تاویل پیش کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہر جگہ بشارت فرزند کی دی گئی۔ فَهَكَذَا وَجَعَلْنَا (اس نے منبر پر اتر کر سید کیا) اس سے پہلے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ فی ان محل کے اندر عموماً سے پوچھے۔ کہ فرزند پیدا ہونے کی بشارت ظنی پر تو گزشتہ کیا کرتے ہیں۔ یا ماتم۔ دوسری جگہ بیوی صاحبہ کے ہنسنے کا بھی ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ ماتم کا ایک طریق مبتنا کو ناجہی ہے۔ ع۔۔۔ آخری یاد بریں عقل و بریں دانش تو۔
سب لگ جانتے ہیں۔ کہ غور قوں کا قاعدہ ہے۔ کہ جب وہ بات کرنے لگتی ہیں۔ منبر پر ماتم رکھ لیتی ہیں۔ اسی طریق کے مطابق بیوی صاحبہ نے منبر پر ماتم رکھا۔ حالانکہ آپ کو اس بشارت کے لئے سکال مسرت تھی۔ اور وہی قلبی مسرت ان کے ہنسنے کا باعث ہوئی۔ لیکن شیعہ کی خوش فہمی قابلِ داد ہے کہ اس سے جواز ماتم پر استدلال کیا جاتا ہے۔

علیٰ ابن ابی طالب (حضرت حسین کے تیسرا صاحبزادے ہیں) (۲۱) حضرت فیروز عالم
 حسین کہ غلام (۲۲) حضرت سعد و حضرت علی کے غلام (۲۳) مسلم بن عیسا سدی (۲۴) حبیب بن مظہر
 سدی (۲۵) نعل بن کاملا سدی (۲۶) جہان بن عارث سیلانی سدی (۲۷) بشیر بن عمرو حضری (۲۸)
 عمر بن عبد بن حضری (۲۹) جریر بن عبد بن حصین بھٹانی (۳۰) زہیر بن قیس بکلی (۳۱) بلال بن نافع
 بکلی (۳۲) عبد اللہ بن عمرو بکلی (۳۳) وہب بن عبد اللہ بکلی (۳۴) قیس بن مہر صیداوی (۳۵)
 عمرو بن خالد صیداوی (۳۶) عبید و غلام آزاد عمرو بن خالد صیداوی (۳۷) عبد اللہ
 بن عمرو بن خرق غفاری (۳۸) عبد الرحمن بن عمرو غفاری (۳۹) محمد و غلام آزاد ابو ذر غفاری (۴۰)
 شیب بن عبد اللہ نیشلی (۴۱) تاسط بن زہیر بکلی (۴۲) کردوس بن زہیر بکلی (۴۳) کنانہ بن عتیق
 انصاری (۴۴) عمرو بن ضمیمہ (۴۵) عبد اللہ بن زید قیس (۴۶) عبید اللہ بن زید قیس
 (۴۷) زید قیس (۴۸) قنوب بن عمرو نمری (۴۹) سالم و غلام آزاد عامر بن مسلم (۵۰) زہیر بن
 بشیر جعفی (۵۱) حجاج بن مسروق جعفی (۵۲) بدر بن معقل جعفی (۵۳) سعید بن حجاج انصاری (۵۴)
 سیف بن مالک انصاری (۵۵) عامر بن مسلم انصاری (۵۶) جوہر بن مالک انصاری (۵۷) غفرانہ
 بن مالک انصاری (۵۸) نعیم بن عجمان انصاری (۵۹) ابو تمام انصاری (۶۰) عمار بن ابی سنان
 انصاری (۶۱) شیب بن عارث انصاری (۶۲) مالک بن سرج انصاری (۶۳) محمد بن انس انصاری
 (۶۴) محمد بن مقداد انصاری (۶۵) قیس بن سرج انصاری (۶۶) حر بن زید رباعی (۶۷) مصعب بن
 حر رباعی (۶۸) علی بن حر بن زید رباعی (۶۹) تودہ و غلام بن حر رباعی (۷۰) سلیمان و غلام آزاد
 حضرت حسین (۷۱) قاب و غلام آزاد حضرت حسین (۷۲) طاہر و غلام آزاد دین الحق خزاعی بن حبیب
 (۷۳) سعد بن ابی وجانہ (۷۴) جمع بن عبد اللہ نائری (۷۵) عمار بن حسان بن شریح طائی (۷۶) عبد
 بن جعفر خولانی (۷۷) زید بن زیاد بن مظاہر کنزی (۷۸) عبد بن علی شیبانی (۷۹) خلف بن اسعد شیبانی
 (۸۰) سالم بکلی و غلام آزاد بنی مزینہ (۸۱) اسلم بن کثیر افرج انزی (۸۲) زہیر بن سلیم انزی (۸۳) تمام
 بن حبیب انزی (۸۴) علس بن حبیب شاگری (۸۵) سعد بن عبد اللہ الطبقی (۸۶) مسیح و غلام
 آزاد امام حسین (۸۷) شاذب و غلام آزاد شاذب (۸۸) لاثم بن عقیقہ (۸۹) قیس بن منبہ (۹۰) عمار
 بن عثمان (۹۱) زبیر بن جستان (۹۲) حماد بن انس (۹۳) وقاص بن مالک (۹۴) خالد بن عمر (۹۵)
 شریح بن عبید (۹۶) مالک بن انس اول (۹۷) مالک بن انس ثانی (۹۸) عبد اللہ بن سمر
 (۹۹) یحییٰ بن سلیم (۱۰۰) عمرو بن مطاع (۱۰۱) عاص بن شوش (۱۰۲) عبد اللہ بن سعد (۱۰۳) حیدر بن سعد

(۱۰۴) عمرو بن حیاو (۱۰۵) سعد بن خلف قمی (۱۰۶) زید بن ہارث جعفی۔ و نقل از کربلا منیر انجمن کتب
 ۱۰ محرم الحرام ۱۲۵۷ھ
 اب ہم اختلافی مسائل پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔ جو ہمارے اور شیعوں کے مابین متنازعہ ہیں
 میں۔ اور شیعوں کی کتابوں سے ہی ان کے خلاف استدلال کریں گے۔

بعض اختلافی مسائل

چونکہ شیعوں کو ہر ایک امام میں اہل سنت و جماعت کے عقائد کا حکم ہے۔ چنانچہ پہلے یہ حدیث نقل ہو
 چکی ہے کہ اگر اہلسنت کا قول مطابق کتاب و سنن ہو۔ تو ابھی حتی الوسع ان کی مخالفت کرنا
 جائز ہے۔ اس لئے معاملات میں عبادت میں۔ ہر ایک بات میں شیعا اپنی ڈیڑھ لہنیٹ کی جھونک دینا
 سے الگ ہی بنا چاہتے ہیں۔ ہم اٹھ باندھ کر نماز پڑھتے ہیں۔ تودہ کھول کر ہم چار تکیہ نماز جنازہ
 پڑھتے ہیں۔ تودہ پانچ پڑھتے ہیں۔ ہم وضو میں پاؤں کو دھوتے ہیں۔ اعدہ مسح کرتے ہیں۔ ہم سلام
 مسنون السلام علیکم کہتے ہیں۔ وہ بجائے اس کے یا علیٰ مکتدہ پکارتے ہیں۔ ہم لبوں کے بال
 کٹاتے اعدہ ڈھکی بچھڑکتے ہیں۔ وہ مونچھیں بڑھاتے اور ڈھکی جٹ کر دیتے ہیں۔ ہم مساجد میں
 نماز پڑھنے کیلئے جاتے ہیں۔ تودہ دائرہ میں بیٹھ کر بیٹھ کر پڑھتے۔ ابو حنفہ پڑھاتے ہیں۔ اور مسجد کے
 مکان میں لہجہ بارہ بناتے ہیں۔ اس لئے ہم چند اختلافات پر تبصہ کرتے ہوئے شیعوں کی کتابوں سے
 ان کو ان کی غلطی کا قائل کرنا چاہتے ہیں۔ **وَمَا كُنَّا بِمُحِبِّينَ**

پہلا مسئلہ (تار دست بستہ)

شیعوں کو کھلی کر نماز پڑھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اٹھ باندھ کر پڑھنے سے نماز ہوتی ہی نہیں
 اس لئے اس مسئلہ پر نقلی اور نقلی بحث کر کے قرآن و حدیث اور کتب شیعوں سے استدلال کر کے روشنی
 ڈالنی چاہی ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی ہوشیار اس کو بڑھکراہ راستہ پر آجائے۔

تو ایک پاک وادی میں ہے۔ میں نے تجھے چمن لیا۔ ترسن جودھی کی جاتی ہے۔ میں ہی خدا ہوں میرے
 خدا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے میری عبادت کر اور میری یاد کے لئے نماز پڑھو۔

دوسرے موقع پر۔ سورج ص میں اسی واقعہ کا بیان ہوا ہے۔ جہاں غصہ لے کر بیان میں ملتا
 دیکھتے اور اس کے متصور ہو کر نکلنے کا بھی ذکر ہے۔ اسی جگہ رَضُّمُ اللَّيْلِ الخ بھی مذکور ہے۔ چونکہ
 بعض آیات بعض کی تفسیر دیتی ہیں۔ اس لئے اگر یہ اس جگہ اَقِمِ الصَّلَاةَ مذکور نہیں ہے۔ لیکن جس کا
 کیا ہو حکم یہاں بھی موجود ہے۔ اور یہاں نماز میں لا تھو یا تھک کر کھڑا ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ غم نیک
 ویکسیر کو دوسری کسمپاشی جمع کرنے کو کہتے ہیں۔ جناح کا معنی لا تھو ہے۔ جو ارم غنیں جسے کہتے ہیں
 واور ارم جمع پر اطلاق ہوتا ہے۔ وہب کا معنی عاجزی کا ہے۔ مَضَّيْتُ رَضُّمُ اللَّيْلِ کا یہ ہے کہ اپنے
 جسم سے اپنا تھو غم کو بے عاجزانہ شکل بنا کر۔ اس سے تھو کے غم کرنے کا اور عاجزانہ صورت
 دکھانے کا قصد حکم ثابت ہوتا ہے۔ یہ امر کہ اپنے لا تھو کر یا میں کسا اور یا زحمت چاہئے۔ سو چونکہ
 اہل ایمان سے افضل ہے۔ اس حکم اَللّٰہُ عَلٰی حَبِیْرٍ مِّنْ عِبَادِ الْمَلٰٓئِیْہِ (اور کیا لا تھو چلے سے بہتر
 ہوتا ہے) دل سے کہ اور اور میں کو بھی رکھنا بھی ثابت ہو گیا ہے۔ وہب و لا تھو۔

جو کہ قرآن کریم میں جو جگہ صریح حکم موجود ہے کہ نذرانہ یا نذر کر پڑھی جائے۔ اس عقل کا تقاضا بھی یہی ہے اس لئے ضرورت و امثال کی چیزیں ضرورت نہیں ہے۔ بسیکن مندی قصم (مشبہ) کے لئے ان کی کتابوں سے بھی استدلال کی ضرورت ہے۔

تیسری دلیل: شیخ کی منتخب کتب فروغ کافی جلد اول میں ہے۔ عن خدامہ قال إنا قَامَتِ
لَا رَوَاةٌ فِي الْمَضَامِيحِ جَمْعَتُ يَمِينُ قَدْ مَيَّهَا وَلَا تَفَرَّجُ مَيَّهَا مَا وَكُنْهُ رِيْدُهَا لِي صَدْرُهَا
إِسْمَاعِيلُ شَيْخُهَا (ترجمہ: وہ جمعہ کی کتابوں میں ہے۔ کہا جب عورت نماز میں کھڑی ہو۔ اپنے دونوں پاؤں
ملا کر رکھے اور ان میں غافل نہ ہو۔ اور دونوں ہاتھ پستانوں کی جگہ باندھ لے۔) بعینہ یہی روایت علی
الشرائع ص ۱۱۹ اور تہذیب الامم جلد ۲ ص ۱۱۱ میں موجود ہے۔ پھر جب عورت کو ہاتھ باندھ کر نماز
پڑھنے کا طریقہ علم کتب شیعہ میں موجود ہے تو مرد کیوں ہاتھ کھول کر نماز پڑھیں۔ کیا صرف عورتوں
کے لئے نماز میں نفل و انکسار کا حکم ہے۔ اور مردوں کے لئے اگر نماز میں فرضیت و کھانا مطلوب
ہے کیا فیہ میں کا کچھ حجاب دیکھ سکتے ہیں۔ احکام قرآن مردوں اور عورتوں کے لئے عبادت میں یکساں
ہیں۔ لیکن قرآنی دلیل سے عفت کو ہاتھ باندھ کر اور مردوں کو کھلی کر نماز پڑھنا ثابت ہے۔
مَا كُنْزُهَا بِرُحْمَاكَ حَمْدُكَ مِنْ مَكْدُومٍ صَادِقِي

جو حق پرست شیعوں کی کتابیں سے ثابت ہے کہ جناب امیر حضرت ابو بکرؓ کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے جیسا کہ شیعوں کی معتبر کتاب لفظ البیہار ص ۱۱ میں مذکور ہے۔ تو اس وقت یہ مشکل ہے کہ جناب امیرؓ نے ہاتھ کھڑکھڑا کر پڑھی ہو جبکہ دیگر امور میں قبول شیعہ تھے۔ اس سے اوقات بسر کرتے تھے تو اقتداء اور کفر میں بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ پھر شیعوں کو ایسا ہی کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہ لوگ قیامت تک تفتیح پر مامور ہیں۔ شیعوں کی معتبر کتاب سنن ابی یوسف الفقیہ کتاب الصلوٰۃ میں لکھا ہے کہ شیعہ کہتے ہیں کہ اگر اہل سنت و الجماعت کے پیچھے تفتیح کر کے نماز پڑھا کریں۔ اسی سے ان کو بچیں گے نماز بارہ نعلیہ کتاب تھا ہے۔ تو اس میں جو لوگ ہاتھ کھڑکھڑا کر نماز پڑھتے ہیں۔ وہ لوگ تفتیح سے محروم ہیں۔

استاد

شیعہ کہتے ہیں کہ قرآن میں لکھا ہے۔ وَالْقُلُوبُ رَمَاقَاتٌ كَالْعَمَلِقَاتِ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ تَسْبِيحُهُ
درپنوں سے صفت بانو سے عبارت خدا کو تمہیں میں۔ غلام کو کسی کی نساؤ کو بیچ کو جانتا ہے۔ غلام
ہے کہ پرنوں سے خدا کو تمہیں عبارت کہ تمہیں میں۔ اس لئے جس میں ہاتھ کھول کر نماز پڑھا چاہیئے۔

157

انسان اشرف المخلوقات ہو کر پرندوں کی آئینہ دار کوٹ۔۔۔ ازلیں عجیب بات ہے۔ حیوانی
و انسانی عبادت میں ضرورتاً تیسرا چارہ ہے۔ خدا ان بستیوں کو مائت کرے۔ کیسی بے نیکی ہے
پرندے تو اپنے بازوؤں کو پکارتے ہیں۔ پھر شیعوں کو بھی بازو پکارتے مگر ہنا چاہیے۔ پرندے سارے تھے
خیال بھی کرتے تھے ہیں۔ یہ بھی ملت میں بول و باز کرتے رہا کریں۔ پرندے عید صحرانہ آئے اثر تسجیل
قبل کے پابند نہیں۔ لیکن انسان قبل کا پابند ہے۔ اور میں ایک جگہ کھڑا ہوں کہ حکم ہے۔ وھو وھو اللہ
و کافرتین ماریں بھی کھڑا ہے۔ کچا کھڑے ہو کر نماز گزاروں غرض انسان ہو کہ لا عقل حیوانات
چرند و پرند پر اپنے آپ کو قیاس کرنا ذوی العقل کے لئے زیبا نہیں ہے۔ زیہ کوئی دلیل ہے۔
بلکہ مضحکہ اطفال ہے۔ شیعوں کی دلیل کا کیا کہنا۔

دوسری دلیل: دوسری دلیل یہ ہے کہ مشورۃ الخوف میں مسلمانوں کو حکم ہے، ولیکذا
حِندُہُمْ وَأَسْلَحَتْہُمْ (اور اپنے ہتھیاروں کو پھر رکھا کریں) یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے

مخاست تو پہچانتا تھا۔ سچ سر کرنے کے بعد مکرر پاؤں دھونے کا حکم کیوں دیا جاتا۔ اس حدیث کا کوئی جواب شیعہ نہیں دے سکتے اور یہ حدیث خلاف شیعہ ہمارے پاس ایک زبردست حویہ ہے جس سے ان کے تمام استدلال پر پانی پھر جاتا ہے۔

کیا لطف جو غیر برزہ کھولے جاو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے
فی الواقع کافی تمام مسائل کے لئے کافی و کافی ہے۔ ان انصاف شرط ہے جس کا کوئی علاج ہی نہیں۔

ڈاڑھی چٹ موچیں و راز

آج کل شیعان علی کا نشان امتیاز یہ ہے کہ ڈاڑھی چٹ اور موچیں و رازہ ہوتی ہیں۔ اسی جلیب سے وہ پہچانے جاتے ہیں جس کی ڈاڑھی مسنون ہو۔ اور شہادہت و موچیں اکٹھی ہوتی ہیں۔ اس کو شیعہ حضرات غیظ و غضب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس لئے کتب شیعہ سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالنا ضروری ہے تاکہ دیکھ کر اپنی حالت پر افسوس ہو۔ اور آجندہ اس سے باز آجائیں۔

۱۰ شیعہ کی مستند کتاب حدیث من الجعفر الفقیہ میں ہے قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْفَظُوا الشُّوَارِبَ وَاحْفَظُوا اللِّحْيَةَ وَلَا تَقْصُرُوا بِهَا الْيَهُودُ (رسولؐ نے فرمایا کہ موچیں کٹاؤ اور ڈاڑھی رکھو۔ اور یہودیوں سے مشابہت پیدا نہ کرو۔)

۱۱، فروع کافی جلد ۲ ص ۵۲ میں ہے عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِهِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي قَدْرِ اللَّحْيَةِ قَالَ تَقْبِضُ بَيْنَ الْأُصْبُعِ مَا فَضَلَ (امام صادق سے بعض صحابہ نے ڈاڑھی کی مقدار کا سوال کیا۔ آپ نے فرمایا بقدر قبضہ رکھو۔ اور اس سے زائد کاٹو۔)

۱۲، اسی کتاب کے صفحہ مذکور میں ہے عَنْ عَلِيِّ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَمِعْتُ عَنْ قُصِّ الشُّوَارِبِ مِنْ السُّنَّةِ قَالَ تَقْصُرُ عَلَى ابْنِ جَعْفَرٍ لَمْ يَكُنْ يَمْنَعُ ابْنُ الْحَسَنِ مِنْ رَأْيِهِ كَمَا أَنَّ سَمْعَهُ يَمْنَعُ ابْنَهُ (امام صادق سے روایت کی ہے کہ ان سے دریافت ہوا کیا موچیں کا کٹنا سنت ہے کہا ان شک)

۱۳، پھر اسی کتاب کے ص ۵۲ میں ہے عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَطْوُونَ أَحَدًا كَرَّ شَارِبًا فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْجِدُهُ كَمَا جَاءَ يُتَرَبِّسُ۔

۱۴، حیات القلوب جلد ۱ ص ۱۲۶ میں ہے۔ از سند ابیہم است۔ قاصد را گرفتن ویش را بلند داشتن و موچیں کٹانا۔ اور ڈاڑھی رکھنا سنت ہدایہ میں ہے (۱۵)

۱۵، امام صادق سے روایت ہے کہ رسولؐ پاک نے فرمایا۔ کوئی شخص تم میں سے جو موچیں کو نہ بٹھائے کیونکہ شیطان خیمہ بنا تا ہے جو اس کے پردہ کا کام دے۔

۱۶، اصول کافی ص ۲۱۱ میں ہے يَا أَيُّهَا الْمُسْلِمُونَ وَمَا جَعَلْنَا مِنْ قُرْآنٍ قَلِيلٍ لَكُمْ أَتْوَامَ حَلَقُوا اللِّحْيَ وَتَمَلَّكُوا الشُّوَارِبَ (و جناب امیرؑ سے پوچھا گیا بنو مروان کا لشکر کن ہے فرمایا وہ ایک قوم تھی جو ڈاڑھی چٹ کرتے اور موچیں کو تار و پتے تھے۔ ان کی صورتیں مسخ ہو گئیں۔)

شیعہ غور کریں، حدیث منبر میں موچیں کٹانے اور ڈاڑھی رکھانے کا صاف حکم ہے۔ اور کہو ایسا نہیں کرتے۔ یہ یہودیوں سے مشابہت ہے۔ حدیث منبر میں ڈاڑھی کی مٹھار بتائی گئی ہے کہ بقدر قبضہ کا رکھنا ضروری ہے۔ حدیث منبر میں موچیں کٹنا سنت نبویؐ قرار دیا گیا ہے۔ حدیث منبر میں تو موچیں کٹانے کی ایسی تاکید کی گئی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ لم یسجد موچیں شیطان کے خیمہ کے کام آتی ہیں جس سے وہ پردہ بنا تا ہے۔ حدیث منبر میں ڈاڑھی چٹ اور موچیں و رازہ بنو مروان کے لشکر کا جلیب بتایا گیا ہے۔

جو حضرات شیعہ ہیں احادیث کے خلاف ڈاڑھی چٹ اور موچیں و رازہ اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں۔ وہ ان احادیث کی رو سے یہودی صفت سنت نبویؐ کے منکر شیطان کے مددگار ہیں۔ کہاں ہیں وہ شیعہ جہاں جو کہا کرتے ہیں کہ لم یسجد موچیں ہوئی علیؑ کے شاہ میر ہیں۔ اور اس لئے ہم سنت علیؑ کے عامل ہیں مگر تمہاری کتاب میں بھی اور تمہارے امام صادق اور رسولؐ پاک کا قول سچا ہے۔ تو یہ لوگ سنت شیطان کے عامل اور یہود صفت خدا و رسولؐ کے نافرمان ہیں۔ خدا ان کو ہدایت کرے۔ غضب تو یہ ہے کہ شیعہ علماء بھی ڈاڑھی چٹ موچیں و رازہ نظر آتے ہیں۔ اور گواہ اسکے شعار اسلام جتھے ہیں۔ ایسے علماء سے خدا کی پناہ! جو ضلُّوا فاصْلُوا کے مصداق ہیں۔

بھنگ اور شراب

بہتر شراب کی حرمت نص قرآن سے ثابت ہے۔ اور خمر خمریہ و شراب حرمت میں برابر ہیں۔ لیکن شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ بہتر شراب کے عادی ہو گئے ہیں۔ اور اس کو شیر مار بھنگ کہتے ہیں۔ مریضان خوش اعتقاد کہتے ہیں۔ ہمارے مرشد بھی کہے پاس شراب کی بوتل لاؤ۔ تو دودھ خالص شراب اطہر این جاتا ہے۔ بہت سے خوشی شرابی پیر و نیاز میں بھی شراب

کی بڑی کی فراہم کیا کرتے ہیں۔ اور بھنگ تو ملنگاں مولائی کا صبح و شام کا وظیفہ تو ہے۔ اور بھنگ
 رگڑتے ہیں۔ اور ہرگز کان دین کو اہت و تبرا کہ کر نامہ اہمال کرتے ہیں۔ کوئی منع کرے تو کہا کرتے ہیں۔ کہ
 ان ملاؤں کا کیا خبر کہ بھنگ اور پوتوں کے نشہ میں کسی معوق کی باتیں سوچتی اور عالم ملکوت کے
 اسرار ظاہر کرتے ہیں۔ اس لئے ذیل میں چند مسائل شراب و بھنگ کے متعلق ہم شیعیہ کی معتبر کتابوں
 سے نقل کرتے ہیں۔ شاید کسی کو بہت ہو جائے۔ شیعیہ کی معتبر کتاب فروغ کافی جلد ۲ جزو دوم
 میں ص ۱۸۷ سے ص ۱۹۱ تک شراب کی خباثتوں شراب خمر کی برائتوں کا مفصل تذکرہ ہے۔ چونکہ عربی
 احادیث ہیں۔ اس لئے ہم صرف شیعیہ کی مستند تفسیر عمدة البیان سید عمار علی بن شعیب سے ایک
 عبارت نقل کرتے ہیں۔ جو جامع و بالغ ہے۔ اور ان تمام احادیث کا بخوبی ہے۔ اور اردو و خزان احباب اس کو
 پڑھ کر مستفید ہو سکتے ہیں۔ وہ وہ ہذا۔

جناب صادقؑ نے فرمایا۔ کہ پیئے والا شراب کا بیچارہ جو تو اس کو پچھنے نہ جاؤ۔ اور اگر مر جائے
 تو اس کے جنازہ پر مت جاؤ۔ اور اگر حاضر ہو۔ تو اس کو زکوٰۃ مت دو۔ اور اگر عیوبت کی واسطے نکاح
 کے چاہے۔ تو نکاح اس سے مت کرو۔ اور جو شخص کہ اپنی دختر کا نکاح کسی شرابی سے کرے۔
 تو اس نے گویا اپنی بیٹی کو زرخ میں ڈالا ہے۔ اور سنر یا جناب رسولؐ خدا نے کہ جو کوئی شرابی
 کو ایک قلم کھانے کو دیے یا ایک گھونٹ پانی کا دیوے۔ تو البتہ متعین کرے گا۔ خدا اور اس کے
 قبر میں سانپ اور چھو کہ طول اس کے زمان کا ایک سیر میں گز کا چوگا۔ اور کھلا یا جائے گا قیامت
 کے روز و زینوں کے زخموں کا پانی۔ اور جو کوئی حاجت روانی کرے شرابی کی۔ گویا اس نے ایک ہزار
 مومن کو قتل کیا ہے۔ یا خانہ کعبہ کو فساد کیا۔ اور جو کوئی سلام کرے۔ اس پر تو اہت کریں گے۔ اس پر ہرگز
 فرشتے۔ اور اہت کی ہے خدا نے شراب پینے والے کو۔ اور اس کے پھوڑنے والے کو خدا اس کے پلاسے والے
 کو اور اس کے اٹھانے والے کو۔ اور جس کے پاس لیجائے اس کو۔ اور تنبیہ الفائقین میں لکھا ہے۔ کہ
 فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ جو کوئی ایک قلم بھنگ کا کھائے۔ ایسا ہے کہ گویا اس نے خانہ کعبہ کو ستر
 بار ڈھایا۔ اور جو کوئی خانہ کعبہ کو ایک بار ڈھائے۔ تو ایسا ہے کہ گویا اس نے ستر و خمیروں کو قتل کیا
 اور ستر آں میں جو سحر ملعونہ ہے۔ مراد اس سے بھنگ کا ورت ہے۔ تفسیر عمدة البیان
 مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی جلد ۱ ص ۱۳۳

اب بھنگ اور شراب کی فضیلت اپنے شیعیہ کی مستند تفسیر سے من لی ہے۔ آپ غور کریں۔
 کہ کتنے بھنگی اور شرابی مولیٰ علیؑ کے ملنگانہ یزید پر نکلتے ہیں۔ جو شیعیہ صاحبان کے قبلہ و کعبہ اور

شیعیہ مذہب کے کین اہل علم اور عقیدہ علیہ السلام جاتے ہیں۔ پھر کہیں نہ کہا جائے کہ اس مذہب میں بھنگ
 مطلق نہیں ہے۔ اور ان لوگوں کو ایسے خمرات کے خلاف استعمال سے کچھ خیر نہ ہو۔

ترکِ صلوة

اگرچہ نماز عشاء و البین اہل اسلام کا اعلیٰ رکن ہے۔ اور مسلمان و کافر میں باہ الامتیاز یہی نماز
 سمجھی جاتی ہے۔ لیکن شیعیہ صاحبان نماز سے ایسے پرہیز کرتے ہیں۔ کہ گویا اس کی ضرورت کے
 قابل ہی نہیں۔ کہ حقوقِ ترکِ صلوة ہیں۔ بلکہ نماز پڑھنے والوں پر سخت کرتے اور بھتیجاں اڑاتے
 ہیں۔ وغیرہ۔ یہ سب کہا جاتا ہے کہ ہمارے ملک کے شیعیہ صدی شاید دو شخص بمشکل مل سکیں جو
 پانچ وقت نماز قائم کرتے ہوں۔ باقی سب نے نماز یا نماز میں سخت سست نظر آئیں گے۔ بلکہ
 شیعیہ کا فرقہ جو اپنے آپ کو مولائی کے ملنگ کہلاتے اور غوام بن کو خدا سیدہ اولیا تصور
 کرتے ہیں۔ اور دارہ پر پھیر کر ہر وقت بھنگ رگڑا کرتے۔ اور کہیں کیا کرتے۔ یہ لوگ تنگ و مضطرب
 دھوئی بانو سے علیؑ کی پکار پکارتے ہیں۔ انہیں نے تو نماز کا ذکر کبھی نام ہی نہیں لیا۔ بلکہ جس شخص
 نماز پڑھتا ہوا دیکھیں۔ اس سے کھٹکتے اور سخت نفرت سے دیکھتے ہیں۔ ان لوگوں کا اعتقاد
 ہے کہ شیخ شمس نماز میں نہیں۔ بلکہ جب حسینؑ نہیں ہے۔ اور محفل حسین میں ماتم کرنا اور فوہ کرنا ہزار
 بار سے افضل ہے۔ حالانکہ شیعیہ کی معتبر کتاب فروغ کافی جلد ۱ ص ۱۱۱ ہے۔ قال ابو عبدہ
 اِنَّ الصَّلَاةَ حَاضِرٌ مِّنْ غَيْرِ حَلَّةٍ۔ امام جعفر صادقؑ کا قول ہے کہ تارک الصلوة
 اشر مطلق ہے۔ پھر کچھ لکھا جاتا ہے کہ یہ نجان حسینؑ اور مولائی کے ملنگ تارک الصلوة بفقہی
 مہقر کافر مطلق ہیں۔

اب ہم تارک الصلوة کی فضیلت میں شیعیہ کی ایک معتبر کتاب تحفة العوام جلد ۱ ص ۱۱۱ سے
 نقل کرتے ہیں۔ تاکہ پڑھنے سنتے والوں کو عبرت ہو۔

نظمِ ترکِ صلوة

نماز ایک جس شخص نے ترک کی تو خوں اس نے اپنا کیا ہے چھری
 اگر وہ نمازوں کا تارک ہوا تو گویا کہ عوں اک بھی کا کسب

ہوئی تین وقتوں کی ہیں سے قضاء
و یا چار وقتوں کو گرا تھا سے
زنا اپنی ماں سے ہفت بار
جو تارک ہو اچ اوقات کا
نہ اس کو کرتا ہے یوں بے نیاز
ہو امیری طاعت سے بیزار تو
بہت میں بھی بیزار ہوں تھکے اب
میرے آسمان و زمین سے نکل
یہ ارشاد کرتے ہیں شاہ حجاز

نہیں مجھ سے سنا و میری امت سے وہ
بہت دور ہے حق کی رحمت سے وہ

یہ تو شیعوں کی کتابی باتیں ہیں۔ لیکن عقلی حالت سمجھتے قابل انھوں سے جہاں کہیں شیعوں
کی آبادی ہے۔ ساہیوال۔ دارسہ باڑی۔ ہم نے وہاں سے مذاہب کے دیکھے۔ ایک کنڈلی
مطلع میاں والی۔ دوسرا ایک بلی خان تحصیل گوجرانوالہ میں ظہر کی نماز کا وقت میلان منظر
میں آیا۔ تمام مسلمانوں نے نماز پاجامہ پہنی۔ مگر شیعہ کے علماء اور مقتدی سب یوں
سی کھڑے رہے کسی ایک متفنن نے بھی نماز ادا نہ کی۔ لیکن شیعہ کو تکلیف برداشت کرنے کی
ضرورت ہی کیا تھی۔ صرف متعجب جیسا کہ ان کو اب کرنے سے امام حسین علی المرتضیٰ
رسول پاک کا درجہ مل جاتا ہے عمید علی کا ہی شیعہ کہاں وہ ازواج (روزہ مقبرہ جیسا
آجاتا ہے کہ شیعیان علیؑ کے سوا تمام منیر و کبیر و گناہ جتنے جاتے ہیں باور نویسندگان
جمال کو حکم جوتا ہے کہ شیعیان علیؑ اور محبان اہلبیت کے گناہ میں روت تک نہ لکھیں یعنی
اٹھارہویں سے بیسویں ایک تحفۃ العوام جلد ۲ ص ۱۶۱

سید عقیلی کے مکاتیب

شیعوں کا یہی اعتقاد ہے کہ اولاد سادات کے لئے توحید واجب ہو چکی ہے

سید عبادت کر کے نہ کرے کیسے ہی ہر ائم کبیر کا مرکب ہو۔ جنت یا قہر سے نہ جائیگی۔ گویا ان
کو رب العزۃ سے جنت کا ٹھیکہ مل چکا ہے۔ زنا کرے۔ چوری کرے۔ واردات قتل و دغبتی کا
جرم نہ دوزخ کی آگ شیعہ پر ام ہے اور جنت الفردوس کا دارالکلب ہے۔ یہاں معتقد عوام
ہی نہیں۔ بلکہ انھیں انھیں شیعہ بھی نہیں رکھتے ہیں۔ مگر کتب شیعہ سے یہ مسئلہ بحوالہ احادیث
بیان کر کے ان کی اس غلط فہمی کو رفع کرتے ہیں۔

قروع کافی جلد کتاب الروضۃ ص ۱۵ میں ہے۔ عَنْ ابی جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ
قَامَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عَلَی النَّصَّارَ فَقَالَ یَا بَنَیْ ہَا شَمُّ یَا بَنَیْ
مَطْلَبِ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَلِیْکُمْ وَاِنِّیْ مُنْفِقٌ عَلَیْکُمْ وَاِنِّیْ عَمَلِیْ وَلِکُلِّ رَجُلٍ مِنْکُمْ
عَمَلٌ لَا تَقْرَؤُوْا اِنَّ مُحَمَّدًا اَمِیْنَا وَنَسْنَدُ مِنْکُمْ خَلَدًا فَکَلَّا وَاللّٰہُ مَا اَنْزَلْنَا
مِنْکُمْ وَلَا مِنْ غَیْرِ یَا بَنَیْ عَبْدِ الْمَطْلَبِ اِلَّا الْمُنْفِقُوْنَ (ترجمہ) یا محمد باقر سے
سے روایت ہے کہ رسول خدا کو وہ صفاء پر کھڑے ہو کر فرماتے تھے۔ اے بنو ہاشم و بنو عبدالمطلب میں
خدا کا رسول ہوں۔ اور تم شریعت کریمہ الاہوں۔ لیکن میرے لئے اور تمہارے لئے عمل تمہارے لئے
ہوں گے۔ یہ نہ کہنا کہ محمد ہم میں سے ہیں۔ اور اس لئے ہم ان کی جگہ جنت.....

حکم نکاح سیدہ باغیر سیدہ۔ یہ بھی شیعوں کا عقیدہ ہے کہ سیدہ زہرا کا نکاح غیر سیدہ ہرگز جائز نہیں جیسا عینی شرح
بات میں اس قول کو شیعہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ لیکن محققین اہل سنت کے نزدیک یہ وہ نکاح غیر سیدہ سے درست
چنانچہ اس مسئلہ کے متعلق حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اعلیٰ مفتی دارالعلوم دہلی نے ایک انصاف رکھ کر جواب میں فرماتے ہیں۔
ان لوگوں کا خیال ظاہر یہ ہے کہ بنو ہاشم کی قرین کا نکاح بالذکر کی اور سیدہ زہرا کی بھارت سے تو ہر قوم کے مسلمانوں میں ہو سکتا ہے لیکن
صفاء اولیائے قریش کے علاوہ کسی دوسری میں زیادہ درست نہیں۔ اور اگر گریہ کیا تو وہ نکاح قول مفتی کے موافق و درست نہ ہو گا علی بااختیار صاحب
العقائد والشیخ وغیرہ البتہ قریش کے تمام خاندان وہابی ائم میں سے ہیں یا نہ ہوں بنی ہاشم کی کفر میں ان کا کلام یا اجازت دینا اور بنی ہاشم اور بنی
حکم بنی ہاشم کی ہر ترکہ نہیں بلکہ ان کے اہل علم کا ہر حکم ہے سیدہ زہرا کی نکاح کر لینے اور سیدہ زہرا کے لئے کا حق ہے۔ قال فی الہدیۃ وغیرہ اذا زوجت المواتۃ
ففسخا من غیر کہ وہ لا یرید ان یتزوجوا من غیر انفسہم انتہی والفقیر علی بن ابی اسحاق من انہ لا ینقض نکاحا صریح بہ
فی الہدیۃ ج ۱ ص ۱۰۱ بنی ہاشم کی ہر ترکہ کے نکاح کو غیر بنی ہاشم سے نکاح نہیں بحت کہہ گائیں۔ وَلَا تَقْرَؤُوْا اِلَّا النَّاصِبَ اَلَسِیْتُمْ اَلْکَذِبَ
ہذا احکام و ہذا احرام و لیکن من ہرم ہالاکا کا تو فتویٰ کتب صفاء سے نقل کیا گیا ہے وہ عقیدہ یقیناً ہے۔ یہاں اس کا
مکمل نہیں کیا جاسکتا۔ اور ان لوگوں کو اسلام سے خارج کہنا جائز نہیں۔ و امیر المؤمنین باب الکفادۃ ص ۱۱، بقاوی دارالعلوم دہلی

میں جائیں گے۔ بخدا میرے دوست تمہے یا اور لوگوں سے وہی لوگ ہیں۔ جو حقیقی اور پرہیزگار ہیں۔
یہ تو حضور کا اپنے تمام قبیلوں کا شتم و موعید للطلب سے اعلان ہے۔ کہ میری قربت کا میں
کوئی تافک نہ ہو گا۔ اس گمراہی میں نہ رہنا۔ کہ میرے طفیل تم بھٹتے جاؤ گے۔ بلکہ اپنے اپنے
اہمال کام آؤں گے۔ اور میرے دوست وہی لوگ ہیں۔ جو نیک اعمال کرتے۔ اور خدا
سے ڈرتے ہیں۔ ہاشمی ہوں یا غیر ہاشمی۔

اب حضور کا وہ منہ مان سنیے۔ جو آپ نے حق الموت میں اپنی دخترِ ممتاز حضرت فاطمہ الزہراء
کے خطاب میں فرمایا چنانچہ حیات القلوب جلد ۲ ص ۶۷ میں لکھا ہے۔ نے فاطمہؑ کو عمل کن و طاقت
بجا آ۔ کہ بدوں عمل من فائدہ گنواںم بشیر و دے فاطمہؑ تمک اعمال کرنا۔ اور عیادت الہی سے
غافل نہ ہونا۔ کہ تمک اعمال کے بغیر میری قرابت سے نہیں کوئی فائدہ نہ پہنچ سکیگا۔
کیا سیدوں کا رتبہ جگہ گوشہ رسول زہراؑ بتول سے زیادہ ہے۔ کہ ان کو توحید و شاد و
کہ بدوں اعمال صالح قرابت رسول کوئی فائدہ نہ دے سکی۔ اور بعض لوگ جنہوں نے رت سے
اپنی حسب نسب کھودی ہوئی ہے۔ اور پہلی کشمیری سب سید ہوئے کے دعو یا رہیں۔ اس امر
کی امید رکھتے ہیں۔ کہ چوری۔ زنا۔ قتل و غارت کرتے رہیں۔ قیامت کو جنت کا
مل جیلے گا۔ کلا و حاشا۔

حضرت نوحؑ کے بیٹے کو جو بی کا فرزند۔ نبی کا پوتا تھا۔ رسول کی فرزندہ نے کوئی خاندان نہ بخشا۔ رسول (نوح) نے بھی اکتفا کیا۔ اسی ابنی من اعلیٰ ریا اللہ میرا بیٹا میری اہل ہے اسے نجات دیجیو۔ لیکن یہاں یزدی سے تنبیہ کے ساتھ جواب دیا کہ اے رسول! اے اہل! **لَا تَدْعُ عَمَلٌ غَيْرَ صَالِحٍ** (یہ تمہارا بیٹا نہیں ہے۔ اس کے اعمال اچھے نہیں)۔ پھر آج کل کے مشتبہ سید اتنی دور کی نسبت سے کس طرح توقع کر سکتے ہیں۔ کہ یہ عمل صالح جنت کے مالک ہو جائیں گے۔ ائمہ عظام بھی ایسے شیعوں سے بیزار ہو کر رہ گئے ہیں۔ جو اعمال کر کے امید رکھتے ہیں۔ کہ صرف تبت اہلبیت ہمارے لئے کافی وسیلہ ہم ہم قیامت کو سیدھے جنت میں چلے جائیں گے۔

اصول کافی مشهور میں ہے۔ عن جابر عن ابي جعفر قال قال ابا جابر ابي جعفر من
يُفْعَلُ الشَّيْءُ اِنْ يَقُولُ لِحُبِّنا اهل البيت فوالله ما شئعنا الا من اتقى الله و
اطاعه وما كانوا يحرفون يا جابر الا بالشرا صريح والتخفيف وكما ستر وكثروا

فَحَكَرَ اللَّهُ وَالصُّومَ وَالصَّلَاةَ وَالْبِرَّ وَالْوَالِدَيْنِ وَالنَّحَامَةَ الْحَيْرَانِ مِنَ الْفَقْرِ أَوْ
 أَهْلِ الْمُسْكِنَةِ وَالْعَلَمَيْنِ وَالْأَكْثَامِ وَصِدْقَ الْحَدِيثِ وَتِلَاوَةَ الْقُرْآنِ وَكَفَّ
 الْأَكْسَنَ مِنَ الشَّامِ إِلَّا مِنْ خَيْرٍ كَانُوا أَمَّا عَشَاءُ رَهْمِهِمْ فِي الْأَشْيَاءِ قَالَ جَابِرُ بْنُ
 رَسُولِ اللَّهِ مَا تَعْرِفُ الْيَوْمَ أَحَدًا مِنْ هَذِهِ الصِّفَةِ فَقَالَ يَا جَابِرُ لَا تَدْرِي بِكَ الْمَذْهَبِ
 حَسِبَ الرَّجُلُ أَنْ يَقُولُ أَحِبُّ عِلْمًا وَالتَّوَلَاةُ تَقْرَأُ لِيَكُونَ مَعَ خَلْقِكَ فَقَالَ قُلُوا
 قَالَ إِنِّي أُحِبُّ رَسُولَ اللَّهِ فَرَسُولُ اللَّهِ خَيْرٌ مِنْ عَلِيٍّ تَقْرَأُ لِيَتَّبِعَ مَعِيرَتَهُ وَلَا يَحْمِلَ بِصِفَتِهِ
 لَا يَنْفَعُهُ حُبُّهُ إِلَّا شَيْئًا فَاتَّقُوا اللَّهَ - اْعْلَمُوا بِمَا عِنْدَ اللَّهِ لَيْسَ بَيْنَ بَيْنِ أَحَدٍ
 قَرَابَةٍ أَحَبُّ لِلْعِبَادِ إِلَى اللَّهِ أَنْقَامُهُمْ - اْعْلَمُوا حَقَّ عِلْمِهِمْ بِطَاعَتِهِ (تَجَلَّى لَهُ) جَابِرُ بْنُ
 سَمَةَ رَوَيْتُ كِي هِيَ كَأَنَّكَ لَمْ تَعْرِفْ شَيْئًا مِنْ هَذِهِ الصِّفَةِ - اْعْلَمُوا حَقَّ عِلْمِهِمْ بِطَاعَتِهِ (تَجَلَّى لَهُ) جَابِرُ بْنُ
 مُحَمَّدٍ الْبَلْبِيتِ هِيَ - بَعْدَ هَذَا شَيْءٌ وَهِيَ لَوْ هِيَ - جَوْنَدُكَ سَمِعْتُ رَوَيْتُ
 كِي عِبَادَتِ كَرْتَهُ هِيَ - شَيْءٌ كِي بِهَيَّانٍ عَجِزٌ وَنِيَّازٌ أَوْ رَامَانَتِ أَوْ رِيَادُ اللَّهِ هِيَ - أَوْ
 نَحَاذُ وَرَوْزُهُ أَوْ رِمَا بَابٍ سَمِعْتُ كَرْنَا - اِطْنِ بِرُوسِيهِ كِي اَمْدَاوُ كَرْنَا - اَوْ رُكُوكِ كِي
 بِرُكُوكِ سَمِعْتُ زِيَانُ كُوْرُوكُنَا هِيَ - اَوْ كُوْرُوكُنَا هِيَ - اَوْ كُوْرُوكُنَا هِيَ - اَوْ كُوْرُوكُنَا هِيَ - اَوْ
 اَمْعُ فَرْزَنْدِ رَسُولٍ اِسْ صِفَتِ كِي شَيْءٌ اَجْ كِلْ نَظَرُ نَهِي اَتَتْ - اَبْ نَعْمُ فَرْيَا - اَبْ جَابِرُ
 هَمْ نَهِي پَانْدِي سَمِعْتُ بَجَا نَهِي سَمِعْتُ - كُوْرُوكُنَا كَرْنَا هِيَ - كِي مِي حُبِّ عَلِيٍّ وَالْبَلْبِيتِ
 هِيَ - پَهْرَانِ كِي طَرِيقَتِ پَرِ نَهِي طَلِيتَا - اَكُوْرُوكُنَا شَخْصِ كِي - كِي مِي حُبِّ رَسُولٍ هِيَ - اَوْ
 رَسُولِ عَلِيٍّ سَمِعْتُ بَهْتَرُ هِيَ - پَهْرُ رَسُولِ كِي سَمِعْتُ پَاكِ كِي اَتْبَلِغُ نَكْرَسَ - نَهْ نِيَكُ اَمَلِ
 كَرَسَ - تُوْرُوكُنَا اَسْ نَفْعُ نَهْ نَكْرَسَ - اَكُوْرُوكُنَا شَخْصِ كِي - اَوْ رِي سَمِعْتُ كُوْرُوكُنَا پَاكِ كِي
 كِي شَخْصِ سَمِعْتُ قَرَابَتِ نَهِي هِيَ - خُذَا كُوْرُوكُنَا پَسَنْدُ هِيَ - جُوْرُوكُنَا مَتَقِي اَوْ عِبَادَتِ
 كَرَا هِيَ -

دیکھو اس حدیث میں امام والا مقام نے سچے شیعوں کی شناخت کا معیار مقرر کر دیا ہے۔ کہ جو منکسر المزاج و متواضع اصحاب ہوں۔ یا والدہی میں ہمیشہ مشغول رہیں۔ نماز روزہ کے سخت پابند ہوں۔ ماں باپ کے فرمانبردار۔ اپنے غریب بڑے سیموں کی امداد سے دریغ نہ کریں۔ سچ بولیں۔ تلاوت قرآن ان کا وظیفہ ہو۔ کسی کی بدگوئی نہ کریں حضرت امام نے کھول کر فرمادیا۔ کہ نہ راجحیت علیؑ و اہلبیت کا ادعا کوئی جائزہ نہیں دے سکتا۔

جبکہ اجمال نزدیک سے ہوں۔ یہ بھی فرمایا کہ رسول پاک کا رویہ علی سے بھی بلند تر ہے کوئی شخص یہ کہہ دے کہ میں محبت رسول ہوں لیکن اس کے اعمال کفار کے سے ہوں تو حب رسول اسے کیا فائدہ دے گی جناب محدوح نے یہ بھی بتایا کہ بخشش تو خدا کے لائق میں ہے۔ خدا کی کسی سے قرابت نہیں ہے۔ اس کو وہی لوگ پسند ہیں جو متقی اور عابد زاہد ہوں۔

اب شیعہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ ان میں اوصاف بالا سے کوئی ایک صفت بھی پائی جاتی ہے۔ انقا و مدد تو کجا۔ ناز و روزہ کا تو کبھی نام بھی نہیں لیا۔ سچ تو کیا بولیں گے۔ تقیہ و جھوٹ عبادت سمجھ رکھی ہے۔ بدگوئی کا یہ حال ہے کہ شام صبح اصحاب و ازواج رسول پر لعنت و تبرا زبان پر جاری رہتا ہے۔ تمام ست قرآن کی بجائے ہر سال سے مرثیہ بخوانی میں مصروف رہتے ہیں۔ جو سر اسر تو من الہیت ہے۔ کیا ان لوگوں کو دعویٰ حب علی و حسین کچھ فائدہ دے سکتا ہے۔ کلا و حاشا۔

خ۔۔۔ اس خیال امت محال امت و جہول۔
ایسے لوگ قیامت میں اہم حسین تو نہیں۔ بلکہ نزدیک کے گروہ میں اٹھیں گے۔ کیونکہ ان کے افعال و اعمال سب کے سب وہی ہیں۔ جو نزدیک اور اس کے اتباع کے تھے۔ سید گیری کسی کام نہ آئے گی جبکہ اعمال درست نہ ہوں۔

نظم

خدا جلنے رفیع کا برا رخام کیا ہوگا
خدا کے پاک بندوں کو برا کہتے ہیں نیامی
برا کہتے نبی کے دوستوں کو اور احببت کو
نبی کی بیویوں کو گالیاں دینا جفا کیا
برا کہتے ہیں حضرت غوث اعظم کو یہ بد باطن
زبان پر ہے سدا دنیا میں ان کی درو لعنت کا
پھیر میں ہمارے حسب اللعالمیں باید
نبی کے سخت دشمن ہیں جو دشمن میں صحابہ کے
برا ہوگا۔ بڑا ہوگا۔ برا ہوگا۔ برا ہوگا
قیامت میں خدا نے پاک لیں ان سے خفا ہوگا
خفا ان سے یقیناً شافع روز جزا ہوگا
مسلمان کب بھلا ایسا یہ بندہ لے جایا ہوگا
مگر حضرت کے والا شان نقصان کیا ہوگا
قیامت کو گلے میں طوق لعنت کا پڑا ہوگا
انہیں پیارا وہی ہوگا جلالت سے بچا ہوگا
جو وہن ہے سدا دل سے صحابہ پر خدا ہوگا

عقیدت مومنوں کو ہے خدا کے پاک بندوں
برا کہتا جو نامعقول حضرت کے خلیقوں کو
رسول پاک کی ازواج کو ہیں جو برا کہتے
عجب دنیا کی دیکھا ہم نے ہے فرقہ روافض کا
جہاں نیت کی تو میں کرتے ہیں تیرا حب
محرم میں نکلتے سوا گنگ بھر کر حب روافض میں
مسلمان ہو کے یہ بدعات کرنا ہے بدعت انہوں
نہ سکھائی کبھی اسلام نے بدعات میں الہی
علم اور تفسیر و دلیل نئی بدعات میں ساری
قلندر دوم۔ کچھ رافضیہ حسین کرتے ہیں
عمر گزری برائی اور برائی کی کمائی میں
وہ کسی نامبارک اور ہو گی نامتزلج
وہ نام پاک لینے کے نہ یہ ناپاک ہیں لائق
پر حق قرآن اور ازواج کو بخشو یہ سب کی ہے
اسی سے خوش ہوں الہیت اور شہداء کے اطلاع
الہی کی راہت اپنے بندوں کو و فضل خود

حکایت اب ختم کر دو نظم پر تاثیر کو اپنی
اثر ہوگا اسے دل درد سے جس کا کھسرا ہوگا

(از نایاب مسند)

اختلافی مسائل پر ہم بحث کر چکے ہیں۔ اور کتب شیعہ کے حوالجات سے ایضاً ثابت کیا جا چکا ہے۔ امید ہے کہ اہل انصاف ناظرین کی اس سے تسلی ہو جائے گی۔ اسلام کے تمام فرقوں سے نالے عقائد شیعہ کہیں۔ جو عقل و فہم کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابل تسلیم ہیں۔

شیعہ صاحبان بغض و خلافت اللہ کی وجہ سے عقل بھی کھو چکے ہیں۔ اور ان کو سمجھ نہیں آتی کہ سبائی مذہب کہاں تک اسلامی عقائد کی نقیض ہے۔

نقشہ اسلام حسب یاد شدہ

اس بات کو مخالفین اسلام بھی مانتے ہیں کہ اسلام نے تقوٰی سے عرصہ میں حیرت انگیز ترقی کی کہ اقطار الارض میں اس کی روشنی پھیل گئی۔ اور جس سینہ میں نور اسلام پر تو فتن ہوا۔ پھر اس میں ظلمت کفر و کج اعمال تھا۔ اور یہی صداقت اسلام کی ایک روشن دلیل ہے لیکن تعجب ہے کہ شیعوہ صاحبان اسلام کے وجود پر ہرگز شک نہیں رکھتے ہیں۔ کہ ہادیؑ اسلام و نداء ابی و امیؑ کی تبلیغی جدہ ہمدردی کی پاک کلام قرآن کی تعلیم کا صرف نتیجہ ہوا کہ سچے مسلمان رسول پاکؐ کے کلمہ کے لوگوں کے علاوہ صرف تین شخص ابوبکرؓ، مقدادؓ، سلمانؓ فارسی پیدا ہوئے۔ جو آخری و متم تک اسلام پر ثابت قدم رہے باقی تمام مسلمان جن کی تعداد لاکھوں کی تھی یا سب سے نام مسلمان تھے۔ جو رسول پاکؐ کی وفات کے بعد ایک تحت اسلام سے پھر گئے۔ اور اٹھ غافلان نبوت کے جانی دشمن بن بیٹھے۔ اس کے متعلق شیعہ کی معتبر کتب کے حوالے درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

(۱) قورح کافی جلد ۱ کتاب الروضہ شلا میں درج ہے۔

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّكَاسُ أَهْلَ رَدَّةٍ بَعْدَ النَّبِيِّ الْأَوَّلِ مَا قُلْتُ وَ
مِنْ التَّوَلَّاهُ فَقَالَ الْمُقَدَّدُ بَابُ الْأَسْوَدِ أَبُو ذَرٍّ الْخَمَارِيُّ وَكَسَلُكَ الْفَنَارِ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (امام محمد باقرؑ سے روایت ہے۔ فرمایا رسول خداؐ کی وفات کے بعد سب لوگ مرتد ہو گئے۔ صرف تین مسلمان رہ گئے۔ راوی نے پوچھا۔ وہ کون؟ کہا مقدادؓ۔ ابوذرؓ۔ اور سلمانؓ فارسی۔)

(۲) حیات القلوب جلد ۱ ص ۶ میں ہے۔ پسند معتبر از حضرت صادقؑ روایت کردہ است کہ مردم ہلاک شدند۔ بعد از حضرت رسولؐ کی وفات کے بعد سب لوگ ہلاک ہو گئے۔ و مرتد ہو گئے۔ صرف سلمانؓ فارسی اور ابوذرؓ فارسی و مقدادؓ مسلمان رہ گئے۔ ایسا ہی شیعوں کی دوسری کتابوں میں ہے۔ اور یہ عقیدہ متفقہ ہے۔ اس لئے زیادہ بحث کی ضرورت نہیں اب اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ مسلمان کیسے تھے۔

سلمان و مقداد کی ایمانی حالت

حیات القلوب جلد ۱ ص ۶ میں سلمانؓ و مقدادؓ کی ایمان کی کیفیت عجیب لکھی ہے کہ ایک کی حالت کی دوسری کو نمبر ہو۔ تو فوراً کافر ہو جائے۔ عبارت یوں ہے۔

در کتاب اختصاص پسند معتبر روایت کردہ است۔ کہ حضرت رسولؐ فرمود کہ اے سلمانؓ اگر عرض کنند ترا ابو مقدادؓ سر آئینہ کافر میشود۔ در کتاب اختصاص میں معتبر سند سے امام صادقؑ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے سلمانؓ اگر تیرا علم مقتدا پر پیش کیا جائے تو ضرور وہ کافر ہو جائے۔ اس کے بعد یوں لکھا ہے۔ پس سرمود اے مقداد اگر عرض کنند صبر ترا ابو سلمانؓ فرما آئینہ کافر میشود۔ پھر خطاب رسولؐ نے فرمایا۔ اے مقداد اگر تیرا صبر سلمانؓ پر پیش کیا جائے تو ضرور وہ کافر ہو جائے۔

کیا خوب مسلمان ہے

کہ سلمانؓ کے علم کی اطلاع مقتدا کو ملے۔ تو وہ کافر ہو جائے۔ اور مقدادؓ کے صبر کی سلمانؓ کو خبر ملے تو وہ بھی کافر ہو جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہادیؑ اسلام نے ایسے شکل تین مسلمان پیدا کئے تھے جو بعد وفات رسولؐ مسلمان رہے۔ ان میں سے بھی دو ایسے حامل یقین تھے کہ لوگ کی حالت پر دوسرا مطلع ہو جائے۔ تو اسلام کو خیر باد کہہ دے۔ اب صرف ابوذرؓ مسلمان رہ گئے۔ اس سے تو نہ صرف رسولؐ اور قرآن پاکؐ ہی پر بلکہ خداؐ کے پاک پر بھی حروف آتا ہے۔ کہ تا بڑا کا خانہ اسلام قائم ہوا۔ رسولؐ خاتم الانبیاءؐ و میراث ہوئے۔ اور حسب فرمان و مکار و مصلک الہی اکابر اللہ القامین و ہم نے آپکو ساری دنیا کا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ رسولؐ ہی سارے جہان جن و انس کی ہدایت کیلئے اور بھیجے ہیں تمام کارگذاری کا یہ ہوا کہ صرف ایک مسلمان پیدا ہوا۔ کیا کوئی شخص شیعہ کا یہ عقیدہ درست مان کر مخالفین اسلام کے سامنے ایک منہ نہ لگے بھی کہ اگر ہو کہ صداقت اسلام پر بحث کر سکتا ہے۔ نفی ایسے برے عقیدہ پر مسلمان غور کرو۔ اور پھر غور کرو۔

شیعہ سے ایک سوال

شیعہ برائے مہربانی ہیں یہ بتائیں کہ ان برائے نام مسلمانوں نے جن کو تم معاویہؓ کا فرزند کہتے ہو تو اسلام کی وہ خدمات کیں کہ ملک کے ملک فتح کر کے زیر نگین اسلام کئے۔ لاکھوں کروڑوں نفوس کو مسلمان کر کے ان کو کلمہ توحید پڑھایا۔ ہزاروں مساجد تعمیر کرائیں۔ قرآن کی جمع و ترتیب میں اس قدر اہتمام کیا کہ ۷۱ قرآن خوانان ملوا تھا۔ کچھ جامعہ کے سورتوں آیات کی ترتیب دی۔ اعراب لگائے۔ سیکڑوں حافظ تیار کئے گئے۔ وغیرہ وغیرہ لیکن تمہارے ان محکم مسلمانوں۔ ابوذرؓ۔ مقدادؓ۔ سلمان فارسیؓ نے کون کون سی خدمات اسلام کیں۔ کن کن کفار کو مسلمان کیا۔ کون کون سے ملک فتح کئے۔ اگر اس کا جواب سنی میں ہے۔ تو یہی بتایا جائے کہ جناب امیر رضی اللہ عنہ کی انہوں نے کونسی امداد کی۔ کب اس نازک وقت میں کیا اس نازک وقت میں ان کی امداد کو پہنچے جبکہ بقول خاسد تمہارے محلے میں سیڑی ڈاکٹر تھسڈیٹ کر بیعت ادا کر رہے تھے۔ یا ان کی خلافت جو چھین لی گئی تھی۔ ان کو واپس دلائی۔ یا فداک جو زیرِ تمہارے حق زہر کا چھین لیا تھا۔ واپس دلا یا۔ غرض کون سا ایسا کارنامہ ان میں سے ہے اور کچھ مسلمانوں کا پیش کیا جا۔ جس سے ان کی قدرو منزلت ظاہر ہو سکے۔ اگر ان تمام امیر سے ایک بھی انہوں نے نہیں کیا۔ تو ان کی مسلمانوں سے اسلام سے علی المرتضیٰؑ کو کیا نفع۔ ان سے تو وہ برائے نام مسلمان ہی اچھے ہیں جنہوں نے ملک کے ملک فتح کر کے اعلیٰ کا حق کیا۔ قیام کو سرے کے تخت الشکر رسول خدا کی پیشینگیوں کو پورا کیا۔ اور اگر ان قدر وظائف دے کا اہلیت کو مالا مال کر دیا۔ ہاں یہی بتاؤ کہ حضرت مولیٰ علیؑ نے ہی بعد وفات رسولؐ کو نسا ایسا کار نمایاں کیا جس پر اسلام و مسلمانوں کو فخر ہو سکے۔ اپنے عہد حکومت میں کتنے کفار کو تیغ کر کے وسعت ممالک اسلام کی۔ ہم تو جہاں تک تاریخ اسلام کی ورق گردانی کرتے ہیں۔ یہی پتہ چلتا ہے کہ آپ کے وقت میں مسلمانوں پر نلو اچلی۔ ہزاروں جلیل القدر صحابی رہ جن میں سیکڑوں حفاظ قرآن تھے۔ شہید ہوئے۔ آپ کا نام زمانہ خانہ جنگیوں ہی میں گذرا۔ اور خدمت قرآن کا تو یہ حال ہے۔ کہ قرآن جمع کر کے کہیں ایسا غائب غلہ کیا۔ کہ شیعوں کی نذر سے بھی اچھل ہے۔ اگر

ان برائے نام حید مسلمانوں (خلفاء ثلاثہ) کا وجود نہ ہوتا۔ تو دنیا میں آج ایک بھی مسلمان کلمہ توحید پڑھنے والا نظر نہ آتا۔ دنیا سے اسلام ان نفوس مقدسہ (خاندان ثلاثہ) کی تاقیامت گردیدہ اسلام ہے جنہوں نے اپنی جانوں پر مصائب برداشت کر کے اسلام کو شرق سے غرب، جنوب سے شمال تک پھیلا دیا۔ تائید ان کے شامل حال تھی۔ اور فتح و نصرت ان کے پاؤں چومتی تھی۔ آؤ کچھ پیش کرو۔ کفران نعمت نہ کرو۔ اگر حضرت عمرؓ نہ ہوتے تو آج ایک بھی سید جو اولاد حسینؑ رضی اللہ عنہ بطن حضرت شہر بانوؑ سے پیدا ہوئے۔ صفحہ دہر پر نہ ہوتے۔

شیعیان علیؑ

اب ہم شیعیان علیؑ سے مخاطب ہوتے ہیں۔ ذرا تم ہی بتاؤ کہ تمہارے اسلام با ائمہ اہلبیت کی کیا کچھ امداد کی۔ اپنے عہد میں علی المرتضیٰؑ کو تمہارا ہی رونا روتے رہے۔ ائمہ اہلبیت اپنے وقت میں تمہارے شالی رہے۔ تم نے ہی جناب امیرؑ کو کوفہ میں جام شہادت پلایا۔ تم نے ہی حضرت مسلم بن عقیلؑ کو کوفہ میں بلا کر مع صغیرؑ بچوں کنج کیا۔ تم نے سید الشہداء حضرت امام حسینؑ رضی اللہ عنہ کو خطوط عقیدت لکھ کر دعو کو و فریب سے بلوا کر مدیال بچہ کر لائیں شہید کیا۔ کیا کوئی ایسا کارنامہ پیش کر سکتے ہو جو اس بات کا ثبوت ہو کہ تم نے اسلام یا ائمہ عظام کو یہی کچھ فائدہ پہنچایا جناب امیر علیہ السلام کے ان خطبات سے جو نہج البلاغہ میں بکثرت ہیں۔ تمہاری مابہانی حالت اور عقیدت کا پتہ چلتا ہے۔ نمونہ ہم آپ کا ایک خطبہ نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ سے درج ذیل کرتے ہیں۔ جو اس کے صحت میں ہے۔

خطبہ امیر علیہ السلام اپنے شیعوں کی مدح میں

جو امر گندگیا۔ امید چھل مقدور شخص کروا ہے میں اس پر خدا کی حمد کرتا ہوں۔ اور اس پر بھی اس کی حمد تقدیس کرتا ہوں۔ کہ مجھے آپ کے ساتھ مبتلا کیا۔ اے میرے حکم کی اطاعت نہ کرنا لے اور دعوت کو قبول نہ کرنا لے گزرا کہ تمہیں مجھ پر دشمن سے مہلت دی جاتی ہے تو تم لو لو ب اور ہو ہو میں مشغول ہو جاتے ہو اور تمہیں ساتھ

لیکروشن سے جنگ کیجاتی ہے۔ تو مقابلے میں ضعیف و سست ہو جاتے ہو۔ اگر لوگ اپنے امام کے پاس جمع ہوں۔ تو تم میں تفرقہ پڑ جاتا ہے۔ اگر کسی مشقت و محنت کی طرف بلا نیوالی۔ آواز کو قبول بھی کرتے ہو۔ تو پھر بہت جلدی رجعت و تفرقہ کر جاتے ہو۔ تمہارا سے دشمن کے لئے کوئی ثمرتی باقی نہ رہے۔ وہ جہاد جو تمہارے ذمے واجب ہے۔ اس میں نصرت حاصل کرنے کے لئے جس چیز کا تم انتظار کر رہے ہو، وہ تمہاری موت اور ذلت ہے۔ تم جہاد اور نصرت میں سستی اور کاہلی سے کام لے رہے ہو۔ اس کا انجام موت اور خواری ہے۔ قسم خدا کی اگر میرا روزِ موعود (موت) آجائے۔ اور بیشک وہ ضرور آجائے گا۔ تو وہ ایسی حالت میں میرے اور تمہارے درمیان تفرقہ اندازی کرے گا۔ کہ میں تمہاری جنت کیلئے دشمن ہوں گا۔ اور تمہارے سبب سے کسی قسم کی قوت و شوکت مجھے حاصل نہ ہوگی۔ تم میری زندگی تک مجھ سے پرستہ رہو گے۔ مجھے دشمن سمجھو گے۔ اور تمہارے سبب سے میں صاحبِ شرکت نہ ہوں گا۔ خدا کے بند و کیا دین میں اتنی بندش کی قوت نہیں یکے نہیں ایک جگہ جمع کروے۔ اپنے امثال و اقربان کو بھی دیکھ کر تحیت و غیرت نہیں آتی جو ہمیں مدافعت و دشمن کے لئے تیز و طرار کر سکے۔ کیا یہ مقام نصیحت نہیں کہ معاویہ نہایت کفیفہ تمگاردوں کو بلاتا ہے۔ اور وہ بغیر کسی قسم کے احسان و انعام و بخشش کے اس کی متابعت کرتے ہیں۔ اور میں تمہیں انعام اور احسان کے ٹکڑوں کی طرف بلاتا ہوں۔ حالانکہ تم اہل اسلام کے خلف ہو معقول انسانوں کی اولاد ہو۔ مگر پھر بھی مجھ سے متفرق ہوتے ہو۔ اور برابر مجھ سے اختلاف کئے جاتے ہو۔ میرا کوئی حکم تمہارے لئے ایسا کوئی صادر نہیں ہوا جو موجبِ خوشنودی ہو۔ اور تم اس پر رضا مند ہو جاؤ۔ اور نہ کوئی ایسی چیز جو باعثِ غفلت ہو۔ اور تم اس پر اجتماع کرو۔ میرا کوئی امر و نہی خواہ میں پسند ہو یا ناپسند اس سے حالہ انحراف کرو گے۔ اور یاد رکھو کہ بہترین اشیاء میں کی ملاقات کا مجھے اشتیاق ہے۔ میرے نزدیک موت سے کیونکہ میں اس کے سبب سے تمہاری بے جا مخالفتوں سے نجات پا کر بہشت یں کی سیر کروں گا۔ میں نے تمہیں کتابِ خدا کا سبق دیا۔ تمہاری تعلیم میں حجت و برہان کیا تھا اب تار کی۔ تمہیں اس چیز کو بچھنوا دیا۔ جس کا تم انکار کرتے تھے۔ جس سے تم جاہل تھے۔ میں نے تمہیں وہ چیز و شرابِ معارف دینیہ (پلا دی) جسے تم اپنے لبوں سے دور رکھتے تھے۔ جو تمہیں ناگوار خاطر تھی یا بیخ البلاء و غم و طبع و طہران (۲۵)

اس خطبہ اور چھوٹے قسم دیگر خطبات سے پتہ چلتا ہے۔ کہ جناب امیر علم اپنے وقت کے

شیعوں سے کس قدر نالاں تھے۔ کہ ان کی مصداقیت پر موت کو ترجیح دیتے تھے۔ وہ ان کا کوئی حکم نہ مانتے تھے۔ اور ایک کام میں تا فرمانی کرتے تھے۔ ان کے وعظ و تذکیر کی ان کے دلوں پر مطلق تاثیر نہ ہوتی تھی۔ اور نہ انعام و اکرام ہی سے ان کے سنگین دل نرم ہتے تھے۔

شیعہ کا امام حسن سلوک

جو سلوک شیعہ حضرات نے حضرت امام حسن سے کیا۔ اس کا ذکر حیدر علیون جلد ۱ ص ۱۷۸

میں امام محدوح کی زبانی یوں ہے۔
”یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم شیعہ ہیں۔ اور میرا ارادہ قتل کیا۔ میرا مال لوٹ لیا۔ بخدا سو گند اگر میں معاویہ سے عہدوں اور اپنا خون حفظ کر لوں۔ اور اپنے اہل و عیال میں امن ہو جاؤں۔ اس سے بہتر ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کریں۔“
اسی کتاب کے صفحہ ۱۷۸ میں ایک شیعہ کی گستاخی کا حال یوں درج ہے۔
شیخ کشی نے بسندِ معبر امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ ایک روز امام حسن اپنے گھر کے دروازہ پر بیٹھے تھے۔ ناگاہ ایک سوار آیا کہ اسے سفیان بن عیینہ کہتے تھے۔ اس نے کہا۔ السلام علیک ہم سے دلیل کفایت دہ مومنوں۔

اسی کتاب کے صفحہ ۱۷۸ میں لکھا ہے کہ جناب نے معاویہ سے مسلح کارا وہ کید تو شیعوں نے چراغِ یاء ہو کر حرکت کی پس سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور کہا دمسازا (یہ شخص مثل پدر کافر ہو گیا ہے۔ یہ کہہ کر بلوہ کیا اور اسبابِ امام حسن لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ جاتے نماز حضرت کے پاؤں کے نیچے سے ٹپچ لی۔ اور داء و دوش مبارک سے آمادہ لی۔ یہ تو حضرت امام حسین کے بڑے بھائی سے وغیرہ ان حبیبین کا سلوک ہے۔

امام حسن سے سلوک

خود فخر الشہداء جناب امام حسین سے تو وفاداری کی حد کر دی۔ صاحبِ حیدر علیون جلد ۱ میں یوں رقمطراز ہے۔

پس تین تہا و عراقی نے امام حسینؑ سے بیعت کی اور جنہوں نے بیعت کی تھی۔ خود انہوں نے شمشیر امام حسینؑ پر اٹھنچی اور منور بیعت لائے امام حسینؑ ان کی گردنوں میں کہ امام حسینؑ کو شہید کیا۔

اس سے پہلے ہم اخبار ماتم کے حوالوں سے ثابت کر چکے ہیں کہ شیعہ صاحبان نے ہی نہایت بیدردی و بے رحمی حضرت امام حسینؑ کو شہادت کر لیا میں بھوکا پیاسا مد بال بچوں کے شہید کیا مستورات کو لے کر کیا۔ سر امام حسینؑ کو نیزہ پر چڑھا کر نزدیک پاس لے گئے۔ اور وہاں جا کر امام حسینؑ پر پا کر دیا۔ شیعہ کی فیملی بھی شریک ماتم ہوئی۔ یزید عفید کے خاص حکم اور ہندہ زویہ یزید کے اہتمام سے یزید پلید کے گھر میں تین دن ماتم ہوتا رہا۔

یہ ہیں ماتمیوں کے کرتوت۔ خدا بچائے۔ اگر خدا نخواستہ آج کوئی مخالف اسلام پر حملہ کرے۔ اور پلاؤ زردہ پکا کر ماتمیوں کے سامنے رکھ دے۔ تو یہ مجاہد حسینؑ جو صرف چادروں کے ماتمی ہیں۔ بیت اللہ کعبہ پاک پر گوسیاں چلانے سے کبھی دریغ نہ کریں۔ جب اس وقت یہ حالت تھی۔ کائدہ غلام کی مقدس صورت میں ان کے سامنے نقیض اور موثر پرورد الفاظ میں ان کو غلط سناٹے جاتے تھے۔ اور ان کے پتھر دلوں میں ذرہ تاثر نہ ہوتی تھی۔ (جیسے کہ خطبات جناب امیر لکھے جا چکے ہیں) تو اب سیکڑوں سال کے بعد ان حضرات نے کیا تمیہ اسلام دکھائی ہے۔

بعد کے شیعہ

یہ تو زمانہ خیر القرون کے شیعوں کا حال ہے۔ بعد کے شیعوں کی نسبت کتاب اصول کافی ص ۲۶۹ میں لکھا ہے۔ وَكَانَتِ الشَّيْعَةُ قَبْلَ أَنْ يَكُونُوا أَبُو جَعْفَرٍ وَهُمْ لَا يُعْرِضُونَ مَنَاسِكَ حَجَّهِمْ وَحَلَالَهُمْ وَحَرَامَهُمْ۔ حضرت امام باقرؑ سے پہلے شیعوں کی یہ حالت تھی کہ وہ احکام حج سے نا بلد تھے۔ اور حلال حرام کی انہیں کوئی تمیز نہ تھی امام باقرؑ نے انہیں احکام حج سکائے۔ اور حلال حرام کا بیان کیا، اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام باقرؑ سے پہلے کے شیعہ کفار جاہلیت کی طرح احکام حج سے نا بلد اور

حلال و حرام کی بھی تمیز نہ رکھتے تھے۔ امام باقرؑ نے ان کو حلال و حرام کی تعلیم دی۔ اور ضروری احکام سکائے۔

شیعہ کی تعداد حضرت صادقؑ کی وقت

اب شیعیت کی ترقی کا زمانہ لیجئے۔ شیعہ کے نزدیک ان کے مذہب کی ترویج حضرت امام جعفرؑ کے وقت میں ہوئی۔ بلکہ شیعہ صاحبان اس مذہب کو منسوب ہی امام محمدؑ کی طرف کرتے ہیں۔ لیکن آپؑ نے جو اپنے وقت کے شیعوں کی حالت بتلای ہے۔ وہ بحث مایوس کن تھی۔ اصول کافی ص ۲۹۹ میں ہے۔

عَنْ ابْنِ رِبَابٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ لَوْ أَنَّ بَصِيرَ امَّا وَاللَّهِ لَوَاقِيْ اَجْدًا مِنْكُمْ مَلَاقَتًا مُؤْمِنِينَ يَكْفُرُونَ حَتَّى مَا اسْتَحَلَّتْ اَنْ اَلْفَسَ لَعَمْرُؤُا حَدِيثًا رَوَاهُ كَسَلَهُ كَ اَمَامِ صَادِقٍ ابُو بَصِيرٍ سَمِعَ فَرَسًا لَّكَ۔ اگر میں تم میں سے تین مومن بھی ایسے دیکھوں۔ جو میری حدیث کو مخفی رکھ سکیں۔ تو میں کبھی یہ روانہ رکھوں۔ کہ میں ان سے اپنی حدیث چھپا رکھوں۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جناب صادقؑ کے عہد میں جو بقول شیعہ شیعیت کی ترقی کا زمانہ تھا۔ یہ حالت تھی۔ کہ جناب امام مہامؑ کو ایسے تین شیعہ بھی نظر آتے تھے جو خالص الایمان اور قابل اعتماد ہوں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آپؑ بھی بات ایک کو بھی نہ بتا سکتے تھے۔ بلکہ ایک سوال کے تین تین مختلف و متعارض جواب دیکر رفع الوقتی کرتے تھے۔ اسی ص ۲۹۹ پر دوسری حدیث یوں ہے۔

عَنْ سَنَادِ الصَّيْرِفِيِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى أَبِي عَبْدِ اللَّهِ فَقُلْتُ لَكَ وَاللَّهِ مَا يَصْعَقُ الْقَعْرُ فَقَالَ لِمَ يَصْعَقُ يَوْمَئِذٍ لَكَ ثَرْوَةٌ مِنَ الْيَقِ وَشَيْعَتُكَ وَالضَّالُّوْكَ وَاللَّهِ لَوْ كَانُوا مِنْ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا لَكَ مِنَ الشَّيْعَةِ وَالْأَوْصَارِ وَالْمَوَالِي مَا لَكَ ذِيْ تَيْمٍ وَلَا عَدَايَ فَقَالَ يَا سَدِيْرُ وَكَمْ عَسَى اَنْ يَكُوْنُوْا قُلْتُ مِائَةً اَلْفٍ قَالَ مِائَةً اَلْفٍ قُلْتُ نَعَمْ وَمِائَتِيْ اَلْفٍ قَالَ وَمِائَتِيْ اَلْفٍ قُلْتُ نَعَمْ وَهَؤُلَاءِ اَلْفٌ قُلْتُ نَعَمْ فَكَيْفَ تَكُوْنُ قَالَ اَمِيْنُ عَلَيْكَ اَنْ تَمْلُحَ مَخْنًا اِلَى مَيْحُ قُلْتُ نَعَمْ فَامْرُؤٌ لِمَا يَرُوْهُ اَنْ لَيْسَ جَافِيًا وَدُسْتُ

دیکھیں گئیں۔ اور عجیب و غریب باغات و حیثیات تجزی تھملا انہا رہتا ہوا میں آئے
ان لوگوں نے امام کی زیارت بھی کی۔ اور سلام تازہ ہوا۔ معلوم نہیں اتنی بڑی آبادی
جغرافیہ والوں کی آنکھوں سے آج تک کیوں مخفی رہے۔ جنہوں نے زمین کا چپہ چپہ پیمائش
کر کے جغرافیہ دنیا تیار کیا ہے۔ یہ سب داستانیں فرضی۔ یوستان خیال یا شیخ علی کی گپ
سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔ بہر حال اگر امام اتنی بڑی سلطنت کے مالک دنیا کے کسی
حصہ میں رہتے ہیں۔ آپ گاہے گاہے اپنے خواص شیعوں کو ملنے بھی رہتے ہیں جیسا
کہ عابری کی کتاب فائیتہ المقصود میں ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ اس وقت کے شیعہ اس نعمت
وزیارت امام سے بالکل محروم ہیں۔ اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں ہو سکتی۔ کہ یہ سب
علوے مانڈے اور چادلوں کے شیعہ ہیں۔ اہل شیعہ کی ان میں بونگ نہیں ہے۔ ورنہ
اگر اس وقت دنیا میں کوئی ایک بھی سچا شیعہ موجود ہوتا۔ تو اس آٹے وقت میں حضرت
امام مہروران کی دستگیری کرتے۔ اور اہل قرآن اگر اس وقت ظاہر نہیں کیا جاسکتا۔ تو اس
کی نقل ہی کر اگر کسی شخص شیعہ کی معرفت دنیا میں بھیج دیتے۔ تاکہ شیعہ بیچارے وہ قرآن دکھا
کر سرخروئی حاصل کرتے۔

ایک عجیب حکایت

اسی کتاب فائیتہ المقصود کے صفحہ ۱۱۰ میں ایک عجیب حکایت لکھی ہے۔ جو قاضی نور اللہ
شوشتری کی مجالس المؤمنین سے نقل کی گئی ہے۔ کہ ایک اجل فاضل الطہارت جو علامہ علی
کے استادوں میں سے تھا۔ اس نے مذہب شیعہ امامیہ کے رد میں ایک مبسوط کتاب لکھی
تھی۔ اور وہ کتاب مختلف مجالس میں سنا کر شیعوں کو بھڑاتا تھا۔ اور اس خوف سے
کہ کوئی شیعہ اس کی تردید نہ کر دے۔ کسی شیعہ عالم کے ہاتھ۔ میں وہ کتاب نہ دیتا تھا۔
شیخ علی ہمیشہ اس کو شش میں رہتے تھے۔ کہ وہ کتاب ہاتھ آئے۔ تاکہ اس کی
تردید کی جائے۔ ایک روز استاد شیخ گزوی کا وسیلہ پیش کر کے کتاب عاریتاً
دینے کی استدعا کی۔ استاد نے کہا۔ صرف ایک رات کے لئے کتاب دے سکتا ہوں
شیخ اس کو بھی غنیمت سمجھا۔ اور کتاب لے لی۔ اور اپنے گھر میں لے گئے۔ تاکہ کچھ نہ کچھ

رات میں نقل کر لیں۔ جب لکھنے لگے تو نیند نے غلبہ کیا۔ اور سو گئے۔ چنانچہ مہدی علیہ السلام
نہوار ہو گئے۔ اور شیخ کو فرمانے لگے۔ کہ کتاب مجھے دے دو۔ اور تم سو رہو۔ جب شیخ
نیند سے جاگے۔ تو دیکھا۔ کہ کتاب ساری لکھی ہوئی موجود ہے۔ حالانکہ وہ کتاب ایک سال
سے کم عرصہ میں نہ لکھی جاسکتی تھی۔ یہ حکایت فارسی میں ہے۔ میں نے سہولیت ناظرین کے لئے
اس کا ترجمہ بحسنہ اردو میں لکھ دیا ہے۔ جو چاہے اصل کتاب دیکھ سکتا ہے۔

اس قسم کی حکایات عجیب و غریب اس لئے وضع کی گئی ہیں۔ کہ شیعوں کا اس بات
پر اہتمام و جہاد ہے۔ کہ مہروران امام مہدی علیہ السلام اس وقت موجود ہیں۔ اور کبھی کبھی ان
لوگوں کو ان کی زیارت ہو جایا کرتی ہے۔

میں کہتا ہوں۔ کہ اگر یہ باتیں درست ہیں۔ تو اس وقت شیعیان علی رقم کیوں کوشش
نہیں کرتے۔ کہ مل کر شب بیداری کریں۔ اور مناجاتیں کر کے امام کی زیارت سے استفادہ
اور منت و خوشامد سے عرصہ و معروضہ کریں۔ کہ حضرت جی اس وقت بڑا آزادی کا وقت
آپ ظہور فرمائیں۔ تو کوئی شخص آپ کا مال بیٹھا بھی نہیں کر سکتا۔ اور لاکھوں کی تعداد
میں لکھ بوند شیعہ جو گتکا باز بھی ہیں۔ آپ کی امداد میں موجود ہوں گے۔ تشریف لاکر شیعیت
کی اشاعت فرمائیں۔ اور اگر آپ خود تشریف نہیں لاسکتے۔ تو قرآن تو ہمیں مہرمت فرمائیں۔
تاکہ مخالفین کو دکھا کر ہم سرخروئی حاصل کریں۔ اور مخالفین کے قرآن کے رہن منت نہ رہیں۔
شیعوں کے قبیلہ و گھبہ مہرکا شریعت دار ہی اپنی روحانی شمش سے حضرت امام کو بلا
لیں۔ لکھنؤ کے بڑے بڑے جہتہ دین شیعہ کوئی عیب نہ کریں۔ اور نہیں تو ایران کے بڑے
بڑے جہتہ پوش مشائخ شیعہ ہی جہتہ برد کریں۔ اگر ایسا نہیں کر سکتے۔ اور ہرگز نہیں
ہو سکتا۔ تو روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا۔ کہ اس وقت ان ہزاروں لاکھوں
مخالف شیعہ میں مخالفین کا کتنی شیعہ ایک بھی نہیں۔ شیعہ! کوشش
کرو۔ اپنے سے یہ دھبہ دور کرو۔ ورنہ ان عہدائے شیعہ سے باز آ جاؤ۔ ضد چھوڑ دو
آخر مرنا ہے اور خدا کے آگے ہاں جواب دینا ہے۔ بزرگان دین کی سب و شتم سے
باز آ جاؤ۔ اسی قرآن کے کامل و مکمل ہونے کا مل ہو جاؤ۔ طہری اہل سنت و جماعت
کر کے مسلمانوں کے سوا ان کے میں مل جاؤ۔ تاکہ نجات حاصل ہو۔ و ما علینا الا اذکبلاخ
ہمارا کام کہہ دینا حق یارو ہر تم منتار لا نولانہ مانو

کتاب بہت طویل گئی ہے۔ اب ختم کرتا ہوں۔ اور صدق دل سے درگاہ الہ العالمین میں دعا کرتا ہوں کہ میری اس ناچیز تحریر کو قبول فرمائے۔ اور قیامت میں مغفرت کا درجہ عطا فرمائے۔ آمین

یہ کتاب ان ناپاک حملوں کی مدافعت میں ایک زبردست حربہ ثابت ہو۔ اور مسلمان بھائی اس کو پڑھ کر فائدہ اٹھائیں۔ اللہ مَنَّ اَعْمَلُکُمْ وَلَوْ اَلَرِّمَکُمْ وَوَسَّاسُکُمْ وَیَجْعَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ اٰمِنِیْنَ بِرَحْمَتِکَ اَوْھَمَّ الشَّیْطٰنِ

سَاقِیْخَا
ابوالفضل محمد کریم الدین غنی غنہ دیر متوطن ہیں تحصیل حکوال ضلع بنوں دکن

قوی تکفیر و افسوس

(اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلِّمْ)

جو دفع احباب و ازواج رسول کو علانیہ گالیاں دیتے اور لعنت و تبرا اور زبان رکھتے اور قوی کریم کا انکار کرتے ہیں۔ بلاشبہ کافر ہیں۔ ان کی تکفیر کے فتاویٰ مسلمانوں کے ہند و پنجاب ہی سے نہیں بلکہ مسلمانوں کے ہر شرفین سے صادر ہو چکے ہیں لیکن ذیل میں ہم صرف چند بزرگان اسلام اہل باطن کی وہ تحریرات درج کرتے ہیں جو انہوں نے غالی روافض کی تکفیر کے متعلق لکھی ہیں۔ سب سے پہلے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے دو مکتوب لکھے جاتے ہیں

از مکتوبات میرزا جیس

یعنی طور پر مذکور فرمائیں کہ بدعتی کی صحبت کا فساد کافر کی صحبت سے زیادہ مؤثر ہے۔ اور تمام بدعتی فرقوں میں بدتر اس گروہ کے لوگ ہیں جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احباب سے بغض رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں ان کا نام کفار رکھا ہے۔ لَیْسَ بِہُمْ اِلٰھٌ فَکُفُّوا عَنْ تَرْکِیْلِہُمْ اور شریعت کی تبلیغ احباب سے نہیں کی ہے۔ اگر ان پر یمن لگائیں۔ تو قرآن اور شریعت پر طعن آتا ہے۔ قرآن کو حضرت عثمان نے جمع کیا ہے۔ اگر حضرت عثمان نہ مطلقاً نہ تھے تو قرآن مجید بھی مطلقاً نہ ہے۔

حق ان زندقوں کے ایسے اعتقاد سے بچائے جو مخالفت اور جھگڑے جو احباب کریم رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان واقع ہوئے ہیں۔ انسانی ذہنوں پر محمول نہیں ہیں۔ کیونکہ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ان کے نفسوں کا تزکیہ ہو چکا تھا۔ اور مارہ بین سے آزاد ہو گیا تھا۔ اس قدر جانتا ہوں کہ حضرت امیر اس بارہ میں حق پر تھے۔ ان کے مخالف خطا پر لبیکن یہ خطا اجتہادی ہے۔ فن کی حد تک نہیں پہنچاتی۔ بلکہ اس قسم کی خیالیں ملامت کی مجال نہیں۔ کیونکہ خطا کرنے والے کو بھی ملک و جہ نواب کا حامل ہے۔ اور کج بحث یزید احباب سے نہیں ہے۔ اس کی بدبختی میں کسی کو کلام نہیں جو کام اس بدبخت نے کیا ہے۔ کوئی کافر بھی نہیں کرتا۔ اہل سنت و الجماعت ہیں سے بعض علماء نے اس کو لعنت کرنے پر توقف کیا ہے۔ تو اس لحاظ سے نہیں کہ وہ اس سے راضی ہیں۔ بلکہ اس کے جوع اور توبہ کے اتم ال پر ہے۔

مکتوب منبر

تہذیب فرقوں میں سے ہر ایک فرقہ شریعت کی تابعداری کا دعویٰ ہے۔ اور اپنی نجات کا دعویٰ کرتا ہے۔ لیکن وہ دلیل جو پیغمبر صادق علیہ السلام نے ان متعدد فرقوں میں سے ایک فرقہ ناجیہ کی تمیز کے لئے بیان فرمائی ہے۔ یہ ہے۔ اَلَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی مَا اَنۡعَا عَلَیْہِمْ وَاَصْحَابِہِیْ۔ یعنی فرقہ ناجیہ وہ لوگ ہیں جو اس طریق پر ہوں جس پر ہیں اور میرے اصحاب ہیں۔

احباب کا ذکر صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر کے کافی ہونے کے باوجود اس مقام اسی واسطے ہو سکتا ہے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ میرا طریقہ بعینہ اصحاب کا طریق ہے۔ اور نجات کا راستہ صرف ان کے طریق سے وابستہ ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَنْ یُطِيعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اطَاعَ اللّٰہَ۔ پس رسول کی اطاعت عین حق کی اطاعت ہے۔ اور ان کی مخالفت عین حق تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔

جن لوگوں نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے خلاف تصور کیا ہے۔ حق تعالیٰ نے ان کے حال کی خبر دی ہے۔ اور ان پر کفر کا حکم لگایا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا اَمۡرَ الَّذِیۡنَ یَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَطَعۡنَا لٰکِنَّا لَا نَحۡکُمُ

۱۔ جو جھگڑے بعد از خلافت احباب ثلاثہ واقع ہوئے۔

كَفَرُ بِبَعْضٍ وَيُؤْمِنُ بِأُخْرَىٰ ۚ إِنَّ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَٰلِكَ سُبُلًا ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ
الْكَاذِبُونَ ۚ حَقًّا طرأوا کہتے ہیں اللہ اور اس کے درمیان فرق ڈالیں۔ اور کہتے ہیں کہ بعض
کے ساتھ ہم ایمان لاتے اور بعض سے ہم انکار کرتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان راستہ
اختیار کر لیں۔ یہی لوگ پکے کافر ہیں۔

پس مذکورہ بالا صورت میں اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے طریق و تابعداری کے
برخلاف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کا دعویٰ کرنا باطل اور جھوٹا ہے۔ بلکہ حقیقت
میں اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عین نافرمانی ہے۔ پس اس مخالفت طریق میں نجات
کی کیا مجال۔ وَتَحْسَبُونَهُمْ كَلِ الْكُرُوتِ ۖ (اور گمان کرتے ہیں۔ یہ
کہ وہ اور کبھی چیز کے ہیں خبر و تحقیق وہی جھوٹے ہیں۔ ان کے حال کے موافق ہے۔ اور اس میں
شک نہیں۔ کہ وہ فرقہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کو لازم پکڑا ہے۔ اہل
سنت جماعت ہی ہیں۔ خدائے تعالیٰ ان کی سعی کو مشکور فرمائے پس یہی لوگ فرقہ نابہ
ہیں۔ کیونکہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کو وعدہ لگانے والے ان کی اتباع سے محروم ہیں
جیسے کہ شیعہ خارجیہ اور معتزلہ جو مذہب نیا رکھتے ہیں۔ ان کا رئیس و اہل بن عطاء و اہل حسن بدوی
کے شاگردوں میں سے تھے۔ جو ایمان اور کفر کے درمیان واسطہ ثابت کرنے کے باعث
امام سے جدا ہو گیا۔ اور امام صاحب نے اس کے حق میں منہ رایا۔ اِعتَزَلَ حَتَّىٰ دَعَمَهُ
جدا ہو گیا۔ اسی طرح باقی فرقوں کو خیال کرلو۔ مَا اَمَرَ بِرَسُولٍ اَلَّا يَكُنْ يُؤْتَرُ
اَحْكَامًا ۚ (جس نے اصحاب کی تعظیم نہیں کی۔ وہ رسول اللہ پر ایمان نہیں لایا) کیونکہ ان کا احد
ان کے صاحب کے جہت تک پہنچا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس برے اعتقاد سے بچائے۔ اور
بیز جو قرآن و حدیث سے ہم تک پہنچے ہیں۔ وہ انہی کی نقل کے وسیلہ سے ہیں جب یہ مطعون
ہوں گے۔ تو ان کی نقل بھی مطعون ہوگی۔ کیونکہ یہ نقل ایسی نہیں کہ بعض کے سوا بعض کیساتھ مخصوص
ہو۔ بلکہ سب کے سب عدل اور صدق اور تبلیغ میں برابر ہیں پس ان میں سے کسی کا طعن دین کے
طعن کو مستلزم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بچائے۔ اگر طعنہ دینے والے یہ کہیں۔ کہ ہم بھی اصحاب
کی متابعت کرتے ہیں۔ یہ لازم نہیں کہ ہم سب اصحاب کے تابع ہوں۔ بلکہ ان کی راؤں کے
مستفاد ہونے اور مذہبوں کے اختلاف کے باعث سب کی تابعداری ممکن نہیں۔ تو اس کا جواب
ہم دیتے ہیں۔ کہ بعض کی متابعت اس وقت فائدہ مند ہو سکتی ہے جبکہ بعض کا انکار انکے ساتھ

شامل نہ ہو۔ ورنہ بعض کا انکار کرنے سے بعض کی متابعت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ حضرت امیر
نے خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عزت و تعظیم کی ہے۔ اور ان کو اقتدار کے
لائی جان کر ان سے بیعت کی ہے پس خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا انکار کرنا اور جناب
امیر کی متابعت کا دعویٰ کرنا محض افتراء ہے۔ بلکہ یہ انکار و حقیقت حضرت امیر کا انکار ہے
اور ان کے اقوال و افعال کا مرتجح رد ہے۔ اور تقیہ کے احتمال کو حضرت اسد اللہ کے حق میں قیل
بڑی بے وقوفی ہے عقل صحیح ہرگز اس کو جائز نہیں سمجھتی۔ کہ حضرت اسد اللہ باوجود کمال
معرفت و شجاعت کے خلفائے ثلاثہ کے بغض تو عیس سال تک پوشیدہ رکھیں۔ اور ان کے
برخلاف کچھ ظاہر نہ کریں۔ اور منافقانہ صحبت ان کے ساتھ رکھیں حالانکہ کسی ادنیٰ مسلمان سے
اس قسم کا نفاق متصور نہیں ہو سکتا۔ اس فعل کی کو معلوم کرنا چاہئے۔ کہ حضرت امیر کے حق میں تقیہ
جائز تھی سمجھا جائے تو وہ تعظیم و توقیر جو حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے ثلاثہ کی نسبت تھے۔
اور ابتداء سے انتہا تک انکو بزرگ جانتے رہے ہیں۔ اس کا کیا جواب دیں گے۔ وہاں تقیہ کی گنجائش
نہیں تھی حق امر کی تبلیغ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر واجب ہے۔ وہاں تقیہ کو دخل دینا زندقہ کا
پتہ چاڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ۖ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ الْيَكُ مِنَ رَبِّكَ
وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ ۖ فَمَا بَلَّغْتَ وِسَالَاتِ ۚ وَاللّٰهُ يَجْزِيكَ مِنَ النَّاسِ طرے مبرے نبیوں
جو کچھ تم پر نازل ہوا ہے۔ اس کو پہنچا دے۔ اور اگر نہ لے ایسا نہ کیا اور نہ
کام حق ادا نہیں کیا۔ اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔

کفار کہا کرتے تھے کہ محمد اس وحی کو جو اس کے موافق ہو ظاہر کر دیتا ہے۔ اور جو اس کے مخالف
ہو۔ اس کو ظاہر نہیں کرتا۔ اور اس کو پوشیدہ رکھتا ہے۔ اور یہ ثابت ہے۔ کہ نبی کا ظاہر مقرر رکھنا
جائز نہیں۔ ورنہ اس کی متابعت میں خلل پیدا ہو جاتا ہے۔ پس سب خلفائے ثلاثہ کی تعظیم و توقیر کے
خلاف آنحضرت سے ظاہر نہیں ہوا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ان کی تعظیم خطا اور زوال سے
محفوظ تھی۔

اب ہم اہل بات کو بیان کرتے ہیں۔ اور ان کے اعتراض کا جواب ذرا صاف طور پر لکھتے ہیں۔
کہ تمام اصحاب کی متابعت دین کے اصول کے منطبق لازم ہے۔ اور ہرگز اختلاف نہیں رکھتے۔ اگر
اختلاف متصور ہو میں ہے۔ اور جو ان میں سے بعض کو طعن کرتا ہے۔ وہ سب کی متابعت سے
محروم ہے۔ ہر ایمان کا کلمہ شہق ہے۔ مگر دین کے ہر گواروں کے انکار کی بدبختی اذیت میں ڈال

موالات و مصادقت جائز یا نہ از بیان شافعی
اطمینان قلب فرمائید۔ والسلام۔

الجواب

شخصے باقر ذکر اوصافش در سوال مذکور
شدہ خارج از دائرہ اسلام است یا نہیں
شخص یا فرقہ ضالہ یا تفضائے الحب لله
والحب لله۔ اختلاف دار تباہ ممنوع است
سبب شیخین عند الطہور کافر است و محرف و
منکر کلام مجید از دائرہ اسلام خارج قاذف
ائم المؤمنین رضی اللہ عنہما۔ نیز منکر قرآن مجید
است والباقی کذاک موالات و مصادقت
یا چنین اشخاص قطعی ممنوع است۔

دوسرے غلام محمد خطیب جامع مسجد
بحکم قبلہ عالم از گوثرہ شریف

ترجمہ

جس شخص یا فرقہ میں یہ اوصاف ہوں۔ جو
سوال میں مذکور ہیں۔ وہ دائرہ اسلام سے خارج
ہے۔ ایسے شخص یا گمراہ فرقہ سے حسب اختلاف
الحب لله والیحب لله۔ خلط ملط اور راہ و
رسم رکعت منع ہے۔ شیخین کو برا کہنے والا
جمہور المسلمین کے نزدیک کافر ہے۔ اور قرآن
ایم کہ منکر اور تحریف کنندہ بھی مسلمانی سے
خارج ہے۔ باقی امور کا بھی یہی جواب ہے۔
ایسے اشخاص سے برتاؤ کرنا اور اتحاد رکھنا
بالکل ممنوع ہے۔

حضرت امام جعفر صادق کا فتویٰ

اصول کافی ص ۵۵۵ میں ہے۔ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَا تَصْحَبُوا
أَهْلَ الْبِدْعَةِ وَلَا تَجَالِسُوهُمْ فَتَصْبِرُوا عِنْدَ النَّاسِ كَوَاحِدٍ مِنْهُمْ۔ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ وَقَدْ بَيَّنَّا۔ (امام جعفر صادق رض سے روایت ہے
کہ فرمایا۔ یعنی لوگوں کی صحبت نہ کرو۔ اور نہ ان سے ملکر بیٹھو۔ ورنہ..... لوگوں میں تم انہیں جیسے ہو
جاؤ گے۔ رسول پاک نے فرمایا ہے۔ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے یا جناب امام نے
اس حدیث میں اہل بدعت سے برتاؤ کرنے ان سے دوستی پیدا کرنے ان سے مل کر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے
اور ظاہر ہے۔ کہ فحش جن کا بھنگ۔ شراب، زلیفہ۔ ترک صلوٰۃ شیعہ اور بندگان دین کو برا بھلا کہنا پیشہ

ہے۔ اہل بدعت ہیں اس لئے حسب فتویٰ حضرت امام ہمام ان سے مسلمانوں کو بائیکاٹ کر دینا چاہئے
ورنہ بحکم حدیث ہذا وہ انہیں جیسے سمجھے جائیں گے۔

دوسری حدیث: اصول کافی ص ۵۵۵ میں ہے۔ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ
مَنْ قَعَدَ عِنْدَ سَبَّابٍ أَوْ وَلِيٍّ أَوْ لَدَى اللَّهِ فَقَعَدَ عِنْدَ اللَّهِ (جو شخص ایسے لوگوں کے پاس نشست
و برخاست کرے۔ جو خدا کے دوستوں کو سب کیا کریں۔ وہ خدا کا سخت نافرمان ہے) اس حدیث
میں امام محد صاحب سنی شخص کے پاس بیٹھنے سے منع فرماتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ روافض نہ صرف سب
خلفاء ثلاثہ ہی کرتے ہیں۔ بلکہ سب اہلبیت سے بھی دریغ نہیں کرتے جتنی کہ جناب امیر علیہ الرضوان
کی سب کرنے کی وقت ضرورت جائز سمجھتے ہیں۔ اس لئے ان سے برتاؤ کرنے والا امام صادق
رحمۃ اللہ علیہ۔ کانا فرمان ہے تحقیق بالا سے ثابت ہو گیا۔ کہ روافض کی تکفیر قرآن و حدیث اور
اقوال ائمہ اہلبیت اور فتویٰ علماء ظاہر و باطن کی رو سے ثابت ہے۔ ان سے کسی قسم کا برتاؤ
برتاؤ کرنا۔ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی میں داخل ہے۔ ان سے بالکل قطع تعلیق
کرنا چاہیے۔ ان سے مل کر کھانے میں نشست و برخاست رکھنے۔ رشتے ناماطے کرنے۔ ان
سے محبت و الفت۔ راہ و رسم رکھنے، ان کے جنازوں میں شامل ہونے، ان سے مل کر نماز
پڑھنے و دیگر تعلقات قائم رکھنے سے سخت حماقت ہے مسلمانوں کو اس پر عمل پیرا ہو کر اپنے
دین و ایمان کو بچانا چاہیے۔ زمانہ بڑا پر فتن ہے۔ نجات اسی صورت میں ہے۔ کہ سوا او اعظم۔
مسلمانوں کے بڑے گروہ کی جماعت سے علیحدگی نہ ہو۔ ورنہ دین و ایمان کی خیر نہیں ہے۔ عَمَّا
عَلَيْنَا إِلَى الْبَلَاءِ عَمَّا وَآخِرُ عَوَانَا ان الحمد لله رب العلمین والصلوٰۃ والسلام
على سيد المرسلين وآلہ واصحابہ وعباد اللہ الصالحین۔

و خاکسار محمد کرم الدین عفی عنہ۔ متوطن بھیں۔ تحصیل حلوال ضلع جہلم

صفر ۱۳۳۵ھ ۲۵ ستمبر ۱۹۱۶ء

قرآن کا معجزہ

کوئی شیخ حافظ نہیں ہو سکتا۔

قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ لَا يَسْتَوِي الْكَافِرُ وَالْمُحْسِنُونَ (اس کو ناپاک مس بھی نہیں
کر سکتے) یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں کے سینوں میں جامعین قرآن (خلفائے ثلاثہ)

کا جس بھلا ہوا ہے، ان میں خدا کی پاک کتاب کا نقش خم نہیں سکتا۔ قرآن پاک کا یہ معجزہ مانا ہوا ہے کہ شیعہ میں کوئی حافظ قرآن ہو نہیں سکتا۔ بار بار اہل سنت کی طرف سے اعلان ہو چکا ہے۔ اور انعامی اشتہار بھی شائع ہو چکے ہیں۔ کہ شیعہ میں سے کوئی مرد میدان ایسا نکلے جو اہل سنت کے اس دعویٰ کو باطل کر سکے۔ لیکن کبھی کسی شیعہ کو اس کی جرأت نہیں ہو سکی۔ یوں تو گھڑ پھیر کر حوام میں شیعہ صاحبان یہ ڈینگ مار دیا کرتے ہیں۔ کہ ہمارے ہاں بہت سے حافظ موجود ہیں۔ لیکن شیعہ مشن کے واحد آرگن رسالہ اصلاح نمبر ۶ جلد ۲۸ (۱۳۲۲ھ) ص ۲۵۳ میں ایک مضمون بعنوان ”شیعہ حافظ قرآن“ شائع ہوا ہے جس نے ڈھول کا پول ظاہر کر دیا ہے۔ اس مضمون میں ایٹری جوٹی کا زور مار کر تمام شیعہ دنیا کی مروجہ شماری پر سرسری نظر کرتے ہوئے تین اشخاص کا نام لکھا گیا ہے جن کی نسبت حافظ قرآن ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ وہ نام یہ ہیں۔

۱۔ حافظ مولوی فیاض حسین میرٹھی (۲)، حافظ میر کاظم ساکن نکیفہ ضلع جھوڑ (۳) حافظ مولوی کفایت حسین پشاور (۴)۔ بیات مسلم ہے۔ کہ طول و عرض ہندو پنجاب میں لاکھوں کی تعداد میں شیعہ آباد ہیں۔ ان میں اگر بعض محال تین شخص حافظ ہوں بھی تو حکم و النامہ کا معدوم اہل سنت کے دعویٰ کی تردید نہیں ہو سکتی۔ بفضل خدا اہل سنت و جماعت میں لاکھوں کی تعداد سے حافظ قرآن اس وقت موجود ہیں۔ پھر شیعوں کے لئے دُوب مرنے کا مقام ہے۔ انکار اصلاح بہت مبالغہ سے کام لیتا ہوا بھی صرف تین کی تعداد دکھ سکا ہے۔ لیکن یہ بھی اصلاح کے ایڈیٹر صاحب کا تقیہ دھوٹ ہے۔ کیونکہ ان تین میں سے آخری نام کفایت حسین کو ہم خوب جانتے ہیں۔ چکہ ال کے جلسہ میں اس کو چیلنج دیا گیا تھا۔ کہ میدان میں نکل کر اہل سنت و جماعت کے مقابل میں ایک پارہ قرآن مجید سنا دے۔ لیکن کفایت حسین کو سرگزا سکی جرأت نہ ہوئی۔ اور وہ راتوں رات وہاں سے بھاگ گیا۔ پھر ایک میلی خان تحصیل گوجران ضلع راولپنڈی میں بھی یہی شخص شیعوں نے علماء اہل سنت سے مناظرہ کے لئے بلوایا۔ لیکن کھڑے ہو کر آیت کا ایک آدھ ہی ناکار پڑھا۔ وہ بھی غلط لہو و لہو یا میں الافی کتاب میں مذکور و طبع و لا یا میں۔ غلط پڑھا۔ ٹوکنے پر ایسا شرمندہ ہوا کہ فوراً منبر سے اتر کر بھاگ گیا۔

ایک دلچسپ نظم

پڑھو صلوٰۃ سب مومن رسول اللہ آتے ہیں
ابوبکر و عمر عثمان و حیدر بھی میں
حسین ابن علی کی تیغ بڑاں کو ذرا دیکھو
شمر کا سر کو حنیف نہ بے اپنا بتاتے ہیں
وہ کہتے ہیں کہ سب رحمت تھے کیا کروں حضرت
امام پاک کو منظور کر لیں میری بیعت کو
وگرنہ قتل کر دو مجھ کو ان سے سخت خطرہ ہے
کہ حضرت نے حاضر میں شہادت کیلئے لیکن
نازی ہو کر مانترہوں میں دربار رسالت میں
سبق بتلا گئے حضرت یہی اپنے بھائیوں کو
محبت کا جو شیعہ دعویٰ کرتے ہیں یہ جھوٹا ہے
عمدہ شیعہ میں محروم جمہ اور جماعت سے
سعادت یہ ملی درگاہ حق سے اہل سنت کو
نازی بچگانہ سے کبھی غافل نہیں ہوتے
بکثرت اہل سنت تو نازی کیے ہوتے ہیں
مگر حضرات شیعہ بھنگاٹ دار ہیں رگڑتے ہیں
تیرے اندر لعنت رات دن ان کا وظیفہ ہے
برکتیں ہیں ازواج نبی کو اور محاسن کو
بکثرت اہل سنت حافظ قرآن ہوتے ہیں
مگر چینی گئی یہ نعمت غلطے روافض سے
ہزاروں مرتبہ یہ چوکی ہے آرمایش میں
اگر شیعہ کوئی حافظ ہے تو میدان میں آئے
قیامت تک رہیں گے معجزہ قائم یہ سر آں کا

ہزاروں رحمتیں اور سینکڑوں برکات آتے ہیں
اور ان کیساتھ سب اصحاب بھی جلوہ دکھاتے ہیں
کہ اک ضربت میں سو کافر کاسر تن سے اڑتے ہیں
اور اس مردود کو نابہ ہنم سے ڈراتے ہیں
حکومت سے مجھے پیہم ہی پیغام آتے ہیں
بہت کچھ دنیوی اعزاز ہم ان کو دلاتے ہیں
حکومت کو کوئی دم میں نہ دے بالا کرتے ہیں
نوافل مجھ کو پڑھنے دو جو آخر کام آتے ہیں
کہ ناما جی مجھے دربار میں اپنے بھلا تے ہیں
کہ میرے دوست دنیا سے نزاری ہو گئے جاتے ہیں
نازی بچگانہ سے جو اکثر جی چاہتے ہیں
امام المسلمین کو پھر روافض کیسے بھاتے ہیں
جو جمہ اور جماعت میں بھی حاضر ہو جاتے ہیں
خلاف اور نوافل کو شیعہ اپنا بناتے ہیں
دبیر اس واسطے روزانہ یہ سجدہ جاتے ہیں
نشہ سے ہو گئے پھر بدست مجھے بڑھاتے ہیں
خازنوں کی بجائے کار و تاب اس کو بتاتے ہیں
ٹھکانہ اپنا و رکات جہنم میں بناتے ہیں
ہر اک رمضان میں جا کر مساجد میں بناتے ہیں
کہ اس نعمت سے وہ ہرگز کبھی بہرہ نہ پاتے ہیں
یہ بجائے ہر اک میدان میں ذلت کھاتے ہیں
نقد و بچھڑا نعام ہم اس کو دلاتے ہیں
دبیر اس معجزہ کو پھر روافض کیسے چھپاتے ہیں

تفہیم کتاب

از قیاب مولوی محمد حبیب شاہ صاحب ریس مدرستہ کتب خانہ

وہی اسلام دنیا جس نے عظمت سے بجا و جلال ہے
وہی دین خدا بنیا و رکھی جس کی ہمت دہانے
سلاطین نے اٹھایا سر مگر خود مٹ گئے آخر
مسلمان نام رکھا بن سب نے دام پھیلایا
منافق نے دیا دھوکا محب جاہل مسلمان کو
بنایا رقص نے آزاد اللہ سے بھی جاہل کو
علی کا حق چھپایا ڈر کے سے اشخاص امت سے
کیا انکار قرآن سے مسلمان کا دعویٰ ہے
عقب دیکر جنیں خائن بنایا شاہ حیدر کو
نبی کی بیبیاں میں امہات المؤمنین یا رو
بنایا سانک دنیا کی اولیٰ چیز کی خاطر
غریب اس طرح پھیلے یہ طاعون دنیا میں
یہنت علماء و فضلاء نے کئے جیلے دکھاوٹ کے
کوئی زن خاک منہ میں سیبت مہلولی نے علی تھی
پڑا تھا مازیانہ سر پہ عبرت کا روغن کو
دیکھو غازی اس اسلام پھٹل خدائی ہے
مخالفت نام سنکر لرزہ بر اندام میں سلے
کتاب لا جواب ایسی نہ بھی اور سنی پہلے
لکھوں تعریف گراس کی میری طاقت سے جا رہے
ضرورت میں کو ہے مذہب کی بلور ہے قیامت کا
مصنف اس کا عالم شہرہ آفاق فاضل ہے
کہ ہر اک معرکہ میں حق نے فتح اسکو دلا دی ہے

خدا ہر وہ جہاں میں آجروے اس جانفشانی کا
حسب کتاب و سنت کا حبیب ناقول نے یہ مؤلف کو دعاوی ہے

تفہیم کتاب

از جناب الفخر مولوی محمد فضل الرحمن صاحب مرحوم (مولوی فاضل) ہمیشہ زادہ حضرت مصنف

یہ تصنیف کیسی نرالی تھپیسی ہے
عبارت سے شمسہ مضامین اعلیٰ
ہر اک ورق گویا کہ ورق طلا ہے
ہے اثبات و دعویٰ زقرآن و سنت
روایات کافی کلینی ہیں اس میں
ہوئے درج پنج البلاغۃ کے خطبے
عبارات تہذیب لا یخفہ اس میں
حیات القلوب اور حلال و الحیوں سے
کہیں یہ حق الیقین کے حوالے
اسی قسم کی مستند میں کتب میں
لکھے ہیں بہت ایسے رنگیں مسائل
مسائل کے شیعہ کے کیا کھنا یا رو
نہ قرآن پر ہے روافض کا ایمان
وہ کہتے ہیں اسلی یہ قرآن نہیں ہے
بغل میں ہے مہدی کے شیعہ کا قرآن
تقیہ پہ بنیاد مذہب ہے ساری
ہے پکا وہ دیندار جو جھوٹ بولے
جو آئیں گے حضرت تو لائیں گے قرآن
میں نو حصے دیں گے تقیہ میں مضمنا
جو حق کو چھپائے ملے اس کو عزت
اللہ کی عمریں تقیہ میں گزریں
ہر اک کو الگ مسئلہ تھے بتاتے
اللہ پر بہستان میں پسر اسر

نہ از جناب الفخر

عجب باوصوم دنیا میں اس کی چھی ہے
طلائی زبر و ست حجرت قوی ہے
ہر اک سطر اک موتیوں کی لڑی ہے
تصانیف شیعہ سے تائید بھی ہے
کہ جو حجۃ اللہ نے تصدیق کی ہے
جو مقبول قول جناب علی ہے
لکھی ہیں علماء کی سند بھی لکھی ہے
مسائل کے شیعہ کی شہرت کی ہے
کہیں قتل از قلم حیدری ہے
کہ شیعہ کی ساری بضاحت ہی ہے
روافض کے مذہب کی قلعی علی ہے
کثرت میں مخلوق سنکر بڑی ہے
جو دنیا و اسلام و ایمان کی ہے
بہت کچھ ہوئی اس میں سی کمی ہے
ابھی ہاتھ شیعہ کا اس سے تھی ہے
تقیہ تو بس اک عبادت بڑی ہے
کہے سچ جو ایمان جو اس میں لڑی ہے
کتاب خدا عنار میں جا دھری ہے
سندیں تقیہ ہی ایمان کی ہے
جو ظاہر کرے اس کو دولت بڑی ہے
کبھی حق کی بات خطا نہ کی ہے
کیہ امر ہی باعث زندگی ہے
کہ حق کوئی وصف نبی و ولی ہے

نہ بولیں کبھی جھوٹ اگر حسان چلے
عجب مسئلہ ہے روافض کا متعہ
کرے مرد و زن جو اک بار متعہ
لے ایک متعہ سے درجہ حبیبی
جو سہ بار متعہ کرے وہ علی ہے
کریں مرد و زن جب کہ غسل حیانت
قیامت تلک کہتے تسبیح ہیں وہ
نہ کچھ فرق متعہ میں ہے اور زنا میں
گواہ کی عمر درست نہ خطبہ کی حاجت
کرے مرد و ستر سے اک دن میں متعہ
اسی قسم کے سینکڑوں ہیں مسائل
غرض یہ کتاب ایسی جامع چھپی ہے
پڑی شیعہ دنیا میں ہل چل ہے اس
مصنف جو اک فاضل بے بدل ہیں
وہ ہیں شیخ الاسلام اک مرد غازی
ہے شیعہ، وہابی کی جرأت بے لایا
جو میدان میں میرزا جی تھے ہائے
ثناء اللہ وہ بار بار کہہ میں اسی
جو احمد علی کنہاں میں تھا مارا
غرض ہر مخالف پر دہشت ہے ایسی
رہیں یا اللہ سلامت ہمیشہ
مبارک نیا تحفہ ہوسنیوں کو
کہوں اس کو گوہر کہ لعل بدخشاں
ورم چند دے کہ خرید و یہ مروتی
تذکرہ کیا سال تصنیف میں جب

لکھو بے سرباکت مصرعہ یہ سالم کہ شیوہ کے گھر صفت ماقم چھپی ہے

طلوع افق ہدایت

انچوہداری و کاء اللہ صاحب سئل ایل ایل بی ایل و کیت

الحمد کہ میں یہ کلام نور حق کا باب
ہدایت کے جنگوں میں تھکا ہوا ہے مگر
آنکھیں گروہ کفر کی چندیا کے رہ گئیں
دلت سے مٹ چکی حق و باطل میں تھیں
تھی اک فریب اشک باغوش چشم خم
حق سے غزا تھی اہل میں جس کا عزا تھا ہم
سازش تھی دشمنان رسول انام کی
شیر خدا کے عشق و محبت کو چن لیا
سچا نہ کچھ بھی شیفتگان سین تھے
تعمیر اپنے خون سے شیر لے جو کی
اس پر غضب کہ سمجھے ہی ہے وہ راہ رشد
پچھے تو ان سے کوئی کہ ناسمجھی تھے کبھی
عثمان کہتے تھے نہیں مثل علی و محمد نیز
کب تھا عقیدہ ان علی کا تہو کہ تھے
کب مرتبہ میں شیر خدا کو لپکا کہ ہے
وہ فاطمہ کی آنکھ کے تار سے رہے ہم
میٹھی چھری تھی شیعہ بستی کا تفرقہ
افسوس عاشقان علی بے خبر رہے

یعنی ہوا طلوع ہدایت کا آفتاب
چھلایا غضب کا جن یہ تھا تاریک سحاب
چھٹتا سحاب ہے کہیں دیکھا جو آفتاب
ان کے لئے تھے ایک صدف اور در تاب
تھا اک طلسم پوش رہا آہ سینہ تاب
وہ کا تھا اک محبت اولاد جو تراب
اسلام کی جہان میں مٹی کریں خراب
جو جام برہمن سے تھے نہت شیخ و شاب
اعدائے دین کے ہو لئے مستی میں مر کا ب
دینے لگے وہ اس ہی عمارت کی تین آب
ناکدیں یہ چلنے کی تھک کر گئے جناب
لب پر حسین شکوہ صدیق رہا خطا ب
کب اختر ام عائشہ سے ان کو بقتاب
نماند ان کے اوجی کے مہنی سے ہر باب
ہم یا یہ حمید حسرت و ذوق العقاب
مسو مار مشاب ثنا خوانی صحاب
اعدائے دین کا جس سے جگر و بالکباب
مستور اہل دین تھی قیامی میں عتاب

سُورَةُ فَاتِحَةِ

کے منظوم مطالب

مَا خُورَ اَزْ مَكْشَمًا مَّا خُورَ الْعُلُومُ دِيَوِيْدُ

شروع کرتا ہوں تیرے نام سے شکستہ اتوار
تجھی کو حمد زیبا ہے سزاوارتہ تو ہے
زیر سے آسمان تک سب ہی شیک کے مہر
توئی مجھ پر رش ہے تجھی کو پوجتے ہیں ہم
چلا تو ہم کو سیدی راہ جو پہنچا تو منزل تک
پران کا راستہ العام سے جہن کو نوازا ہے
ندان کا راستہ جہن پر ہوا نازل غضب تیرا
رحیم مہرباں ہے صاحبِ جود و عطائے
سُرتی ہے جہاں کا خالق افرق و سما تھے
نہایت رحم والا مالک روز جزا تو ہے
تجھی سے چاہتے ہیں ہم عطا جنت و افسے
اے خلاق جہاں عالم کا بیشک ہوتا ہے
وہ تیرے پاک بند جہن پر راضی ہوتا ہے
ندان بھگتے ہوؤں کا راستہ جہن پر خفا تھے

ابھی اس جمیل غمزہ کی انتخاب سن لے

دل مضطر کی جو حالت ہو اس کو جانتا ہے

۱۔ سورہ فاتحہ جو کچھ رکعت نمازیں پڑھی جاتی ہے۔ اور یہ سورہ خلاصہ ہے تمام قرآن میں کچھ اور بھی سمجھنا مرادمان کے
منوری ہے۔ سکھوں کے لڑکے اور عاتقہ المسلمین اگر اس نظم کو یاد کر لیں۔ اور اس کے صفو و پیر و حیاں کو کہے ہوئے
محتاجات کے اس کو پڑھ لیا کریں۔ تو انشاء اللہ عفیہ و عمل کی اصلاح کیلئے ہم بد و مفید ثابت ہوگی۔ واللہ اعلم
۲۔ شاعر کا نام غفر علی ہے۔ پڑھنے والا اگر چاہے تو بچائے میل کے پھر یا غریب پڑھ لے۔ ۱۲۰۔ (راغب منظر حسین غفرلہ)
(مطبوعہ ویسٹ پیما ب پرنٹنگ پریس لاہور)

(کتبہ احقر عبدالحق خوشنویس)